بسم اللہ الرحمن الرحیم

الدّمعة السَّاكِبة

فی

احوال النبی ﷺ والعترة الطّاہرة

تألیف محمدباقر بن عبدالکریم بہبہانی

ترجمہ

عربی جلد نمبر8

مترجم

سیّد عطاء حسین کاظمی ابن سیّد منصب علی کاظمی

ناشر
حُبِ علیؑ پبلکیشنز

فہرست

گیارہواں باب..6

امام نہم، سیّد قانع، حجة اللہ علیٰ جمیع عبادہ روز محشر کے شافع حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام کے احوال طیبہ کے بارے میں ہے اور اس میں چند فصلیں ہیں ۔ 6

پہلی فصل...7

آپؑ کی اس دنیا میں نورانی آمد کی تاریخ، نورانی آمد کی کیفیت، آپؑکے مبارک اسماء اور مبارک القاب کے بارے میں ہے..7

دوسری فصل 17

آپ علیہ السلام کے آباؤ اجداد علیہم السلام کے ابواب میں گزر جانے والی اور آئندہ آپ علیہ السلام کے معجزات میں آنے والی نصوص امامت سے اضافی نصوص امامت آپ جناب علیہ السلام کے بارے میں ہے۔ 17

تیسری فصل..25

آپ علیہ السلام کے معجزات اور غرائب کے بیان میں ہے جبکہ آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام کی شہادت والی حدیث میں جو گزر چکا ہے اس کے علاوہ ہے اور ان کے بھی علاوہ ہے جو آپ علیہ السلام کے دیگر احوال میں ہیں۔ اور وہ اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ انہیں شمار کیا جائے اور اس سے کہیں زیادہ روشن و واضح ہیں کہ ان پر روشنی ڈالی جائے۔ 25

”اور ان میں سے آپ علیہ السلام کی وہ علامات ہیں کہ جو آپ علیہ السلام کی استجابت دعاء، مریضوں کی شفایابی، دشمنوں کی ہلاکت وغیرہ کے ذریعے ظاہر ہوئیں“ 45

اور ان معجزات میں سے ہے ”امام علیہ السلام کیلئے زمین کا سمٹ جانا“ 57

”آپ علیہ السلام کے معجزات جو مختلف معانی میں ظاہر ہوئے“ 62

چوتھی فصل 67

”ان چیزوں کے بیان میں ہے کہ جو آپ علیہ السلام کے فضائل اور آپ علیہ السلام کی تزویج سے متعلق ہیں اور ان مناظروں اور احتجاجات کے بیان میں ہے کہ جو آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اہل زمانہ کے درمیان واقع ہوئے“...67

پانچویں فصل 87

”ان چیزوں کے بیان میں ہے کہ جو آپ علیہ السلام کی شہادت، مدت حیات مبارکہ، وقت شہادت، مقام دفن اور آپ علیہ السلام کی اولاد علیہم السلام کی تعداد سے متعلق ہیں“ 87

بارہواں باب 95

دسویں امام، روشن نور، چمکتے چاند، صاحب فضل و مناقب حضرت ابو الحسن ثالث علی بن محمد النقی الهادی صلوٰت اللہ علیه وعلی ابایہٖ و اولادہٖ کے احوال کے بیان میں ہے اور اس میں چند فصلیں اور ایک خاتمہ ہے۔ 95

پہلی فصل 96

”ان چیزوں کے بیان میں ہے که جو آپ علیه السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد، نورانی آمد کی تاریخ، آپ علیه السلام کے اسماء مبارکه اور ان کی علیتیں، آپ علیه السلام کے القاب و کنیت اور آپ صلوات اللہ علیه کی انگوٹھی کے نقش کے متعلق ہیں“۔ 96

دوسری فصل 101

”حضرت ابو الحسن ثالث بن محمد الهادی علیہما السلام کی امامت پر دلالت کرنے والی ان نصوص کے بیان میں ہے که جو گزشته نصوص کے علاوہ ہیں“........ 101

تیسری فصل 105

آپ علیه السلام کی امامت پر کچھ دلائل، آپ علیه السلام کے معجزات، آپ علیه السلام کی عظمت و شان کے احوال اخافه برایں کے جو آپ علیه السلام کے بابا بزرگوار محمد بن علی الرضا علیہما السلام کے احوال میں گزر چکے ہیں اور آپ علیه السلام کے احوال میں مزید گزرنے والی ہیں اور یه بہت زیادہ روایا ت ہیں۔”ان میں سے وہ آیات ہیں که جن میں آپ علیه السلام نے غیب کی خبریں دیں اور دلوں میں موجود کے بارے میں خبر دی“. 105

”اور ان میں سے آپ صلوات اللہ علیه کے معجزات کا مردوں کے زندہ کرنے، دشمنوں کو ہلاک کرنے، مریضوں کو شفایاب کرنے اور کوڑھی و مبروص کے تندرست کرنے میں ظاہر ہونا ہے“ 132

”اور ان میں سے آپ علیه السلام کی استجابت دعا میں ظاہر ہونے والے معجزے ہیں“ 135

”ان میں سے آپ علیه السلام کا تمام زبانوں کو جاننا بھی ہے“ 141

”اور ان میں سے آپ علیه السلام کا معجزاتی طور پر ریت کو سرخ رنگ سونے میں تبدیل کر دینا اور اس سے ملتے جلتے واقعات ہیں“ 144

”اور ان میں سے مختلف معاملات میں آپ علیه السلام کے عجیب و غریب معجزات کا ظاہر ہونا ہے“ 146

”جہاں تک آپ علیه السلام کے مناقب ہیں“ 153

چوتھی فصل 155

”یه فصل آپ علیه السلام کے مناظروں، آپ علیه السلام کے احتجاجات اور آپ علیه السلام کے دیگر اہل زمانه کے ہمراہ ہونے والے مکالمات ہیں البته یه ان کے علاوہ ہیں که جو گزر چکے ہیں اور اسی فصل ہی میں آپ علیه السلام کا جبر و تفویض کے رد اور دونوں عقائد کے درمیانی عقیدے کے اثبات پر ایک رساله بھی شامل ہے“... 155

پانچویں فصل 193

”متوکل کے آپ علیه السلام کو مدینه سے عسکر بلانے کی وجه، راستے میں آپ علیه السلام کے ظہور پذیر ہونے والے معجزات اور جو گزر چکا ہے ان کے علاوہ متوکل اور آپ علیه السلام کے درمیان ہونے والے واقعات، آپ علیه

السلام کی شہادت کی تاریخ، آپ علیہ السلام کی ظاہری زندگی کی مدت اور آپ علیہ السلام کے دفن کے مقام کے بیان میں ہے" 193

خاتمہ 220

آپ علیہ السلام کی اولاد کی تعداد اور ان حضرات علیہم السلام کے اسماء کے بارے میں اور بعض ان چیزوں کے بیان میں ہے جو حضرت جعفر صادق بن محمد علیہما السلام کے اسماء کی علل کے بیان میں گزر چکا ہے اور علاوہ ازیں کہ جو ابو محمد الحسن العسکری علیہ السلام کی شہادت کے باب کی فصل میں بھی آئیں گے۔".220

تیرہواں باب 228

گیارہویں امام علیہ السلام، سیّد البشر ﷺ کے دسویں سبط علیہ السلام، خلف المنتظر عجل اللہ فرجہ الشریف کے بابا بزرگوار علیہ السلام محشر کے شافع علیہ السلام، شریعت کے روشن چراغ علیہ السلام، ہدایت کی چمکتی صبح ابو محمد حسن بن علی العسکری علیہ السلام۔ 228

پہلی فصل 229

ان چیزوں کے بیان میں ہے کہ جن کا تعلق آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد، آپ علیہ السلام کے پاکیزہ اسماء، آپ علیہ السلام کی مبارک انگوٹھی کے نقش اور آپ علیہ السلام کی مادر گرامی قدر علیہما السلام سے ہے" 229

دوسری فصل 232

ان نصوص کے بیان میں ہے کہ جو آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام کی طرف سے آپ علیہ السلام کے بارے میں وارد ہوئیں اور ان اشارات کے بارے میں ہے کہ جو ان حضرت علیہ السلام کے بعد ان حضرت علیہ السلام کی امامت پر مبنی ہے۔" 232

تیسری فصل 238

آپ علیہ السلام کے معجزات، آپ علیہ السلام کے احوال کے عذائب، آپ علیہ السلام کے امور کی بلندی کے بیان میں ہے۔ علاوہ ازیں آپ علیہ السلام کے احوال کا بار بار تذکرہ آئے گا اور وہ سب شمار کرنے سے باہر ہے"..... 238

"اور ان میں سے وہ معجزات ہیں کہ جو آپ صلوات اللہ و سلامۃ علیہ وعلیٰ آباۃ الطاہرین سے مختلف معانی میں ظہور پذیر ہو گئے" 293

چوتھی فصل 304

آپ علیہ السلام کے مناظروں اور مختلف علوم میں آپ علیہ السلام کے احتجاجات کے بیان میں اور ان اخبار کے بیان میں ہے کہ جو مختلف فیصلوں اور مواعظ وغیرہ پر مشتمل ہیں" 304

پانچویں فصل 333

آپ علیہ السلام کی تاریخ شہادت، ظاہری مدت حیات، آپ علیہ السلام کا مقام مزار، اور آپ علیہ السلام کی اولاد علیہ السلام کی تعداد کے بیان اور جو کچھ آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے زمانے میں ظالم خلفاء

کے درمیان ہونے والے واقعات اور آپ علیہ السلام کی شہادت کی کیفیت اور آپ علیہ السلام کا انکار کرنے والوں کے رد اور اس سے متعلق چیزوں کے بیان کے بارے میں ہے 333

گیارہواں باب

امام نہم، سیّد قانع، حجۃ اللہ علیٰ جمیع عبادہ روز محشر کے شافع حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام کے احوال طیبہ کے بارے میں ہے اور اس میں چند فصلیں ہیں ۔

پہلی فصل

آپؑ کی اس دنیا میں نورانی آمد کی تاریخ، نورانی آمد کی کیفیت، آپؑکے مبارک اسماء اور مبارک القاب کے بارے میں ہے

کمال الدین محمد بن طلحه شافعی نے اپنی کتاب مطالب السؤول فی مناقب آلؑ رسولؐ میں کہا ہے که ’’یه ابو جعفرؑ محمدؑ ثانی ہیں کیونکه آپؑ کے طیب و طاہر آباء و اجداد علیہم السلام میں آپؑ سے پہلے ابو جعفرؑ محمدؑ الباقر بن علیؑ ہوئے ہیں اور آپؑ بھی اسی کنیت اور اسم مبارک اور پدرؑ گرامی قدر کے اسم مبارک کے ساتھ تشریف لائے ہیں ۔ پس آپؑ ابو جعفرؑ ثانی کے نام نامی سے معروف ہوئے ۔ آپؑ نے گرچه ظاہراً کم سنی پائی ہے مگر آپؑ جلیل القدر اور بلند ذکر و بلند مرتبه تھے ۔ جہاں تک آپؑ کی اس دنیا میں نورانی آمد کا تعلق ہے تو وہ ہجرت کے ایک سو پچانوے سال بعد رمضان المبارک کی انیس تاریخ شب جمعة المبارک ہوئی اور یه بھی کہا گیا ہے که اس سال کی دس رجب کو ہوئی اور جہاں تک آپؑ کے پدری و مادری طرف سے نسب کی بات ہے تو آپؑ کے پدر بزرگوار ابو الحسنؑ علیؑ الرضا بن موسیٰؑ الکاظم تھے اور اس کا ذکر تفصیلاً گزر چکا ہے اور آپؑ کی مادرؑ گرامی قدر ام ولد کنیز تھیں که جنہیں سکینةؑ المریسیة کہا جاتا تھا ۔ اور یه بھی کہا گیا ہے که انہیں ’’خیزرانؑ ‘‘ کہا جاتا تھا ۔

اور جہاں تک آپؑ کے اسم گرامی قدر کا تعلق ہے تو وہ ’’ محمدؑ ‘‘ ہے اور آپؑ کی مبارک کنیت آپؑ کے جد امجد حضرت محمدؑ الباقر کی کنیت پر ’’ ابو جعفرؑ ‘‘ ہے اور آپؑ کے دو لقب ’’ القانعؑ ‘‘ اور ’’المرتضیٰؑ ‘‘ ہیں۔

اور جمال الدین یوسف بن ابو الفرج عبدالرحمن بن الجوزی نے اپنی تاریخ کی کتاب میں لکھا ہے ۔ ’’ آپؑ محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ تھے ۔ آپؑ کی کنیت ’’ابو عبداللهؑ ‘‘ تھی اور یه بھی کہا گیا ہے که ’’ ابو جعفرؑ ‘‘ تھی ۔ آپؑ کی اس دنیا میں نورانی آمد 195 ہجری میں ہوئی اور آپؑ بھی اپنے باباؑ بزرگوار کی طرح علم و تقویٰ اور جو دو سخا کی بلندیوں پر فائز تھے۔‘‘

اور اربلی نے کشف الغمة میں کہا ہے ’’حافظ عبدالعزیز بن الاخضر نے کہا ہے که آپؑ کی مادرؑ گرامی قدر ’’ ریحانةؑ ‘‘ تھیں اور بھی کہا گیا ہے که ’’ خیزرانؑ ‘‘ تھیں ۔ آپؑ کی اس دنیا میں نورانی آمد 195 ہجری میں ہوئی اور یه بھی کہا گیا ہے که آپؑ کی دنیا میں نورانی آمد مدینه کے مقام پر 195 ہجری میں رمضان المبارک کے مہینے میں ہوئی ۔ اور جہاں تک آپؑ کی مادرؑ گرامی قدر کا تعلق ہے تو وہ مخدرہؑ ظاہراً ام ولد کنیز تھیں که جنہیں خیزرانؑ کہا جاتا تھا اور اس مخدرہؑ کا تعلق ام المومنین حضرت ماریه قبطیةؑ کے خاندان سے تھا ۔

اور اسی کتاب ہی میں کہا ہے که ابن الخشاب نے کہا ’’ آپؑ کی اس دنیا میں نورانی آمد کا سال 195 ہجری تھا اور آپؑ اپنے باباؑ بزرگوار کے زیر عاطفت سات سال تین ماه تک رہے ‘‘ ۔ پھر کہا ’’ اور دوسری روایت میں ہے که آپؑ اپنے باباؑ بزرگوار کے ہمراہ نو سال چند ماه رہے اور آپؑ کی اس دنیا میں نورانی آمد 195 ہجری رمضان المبارک کے مہینے میں 19دن گزرنے کے بعد شبِ جمعة المبارک ہوئی ۔

آپؑ کی مادرؑ گرامی قدر ظاہراً ام ولد کنیز تھیں کہ جنہیں '' سکینۃؑ المریسیۃ '' کہا جاتا تھا ۔ اور ان کو حریانؑ بھی کہا جاتا ہے ۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے ۔ آپؑ کا لقب مبارک ''المرتضیؑ '' اور '' القانعؑ '' تھے اور آپؑ کی کنیت '' ابو جعفرؑ '' تھی ۔

اور فتال نے روضۃ الواعظین میں کہا ہے '' آپؑ کی اس دنیا میں نورانی آمد مدینہ کے مقام پر رمضان المبارک کے انیس دن گزرنے کے بعد جمعۃ المبارک کی رات ہوئی ۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے ۔ ''رمضان المبارک کے درمیان میں 195 ہجری ہوئی ۔ آپؑ کی مادرؑ گرامی قدر ظاہراً ام ولد کنیز تھیں کہ جنہیں '' خیزرانؑ '' کہا جاتا تھا ۔ اور وہ مخدرہؑ حضرت ماریہ قبطیہؑ کے خاندان سے تھیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس مخدرہؑ کا اسم گرامی قدر '' سبیکۃؑ '' تھا اور آپ '' نوبیۃؑ '' تھیں ۔

اور مسعودی نے کتاب اثبات الوصیۃ کہا ہے ''روایت کیا گیا ہے کہ آپؑ کی اس دنیا میں نورانی آمد 195 ہجری میں جب کہ رمضان المبارک میں سے صرف گیارہ راتیں باقی تھیں ۔ جمعۃ المبارک کی رات ہوئی اور روایت کیا گیا ہے کہ حضرت ابو جعفرؑ کی مادرؑ گرامی قدر کا اسم مبارک '' سبیکۃؑ '' تھا اور وہ مخدرہؑ اپنے زمانے کی تمام عورتوں سے افضل خاتون تھیں ۔''

اور حسین بن حمدان نے اپنی کتاب ''الھدایۃ'' میں کہا ہے کہ '' آپؑ کا مبارک نام '' محمدؑ '' اور آپؑ کی مبارک کنیت ''ابو جعفرؑ '' اور تخلص ''ابو علیؑ '' تھا ۔ آپؑ کا لقب '' المختارؑ ''، ''المرتضیؑ ''، '' التقیؑ '' اور ''المتوکلؑ '' تھا ۔ آپؑ کی مادرؑ گرامی قدر کا اسم گرامی '' خیزرانؑ المؤنسۃ '' تھا ۔

اور طبرسی نے اعلام الوریٰ میں کہا ہے '' آپؑ کی اس دنیا میں نورانی آمد195 ہجری میں رمضان المبارک کی انیس راتیں گزر جانے کے بعد ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ رمضان المبارک کے عین وسط میں جمعۃ المبارک کی رات ہوئی''

اور اس نے کہا ''ابن عباس کی روایت میں ہے کہ آپؑ کی اس دنیا میں نورانی آمد جمعۃ المبارک کے دن رجب المرجب کے دس دن گزرنے کے بعد ہوئی ۔ اور آپؑ کی مادرؑ گرامی قدر ظاہراً ام ولد کنیز تھیں اور اس مخدرہؑ کو سبیکۃؑ کہا جاتاتھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''درۃؑ '' کہا جاتا تھا ۔ پھر امام رضاؑ نے اس مخدرہؑ کا نام ''خیزرانؑ '' رکھا اور وہ مخدرہؑ نوبیۃ تھیں ۔ آپؑ کا مبارک لقب '' التقیؑ '' ، ''المنتخبؑ ''، ''الجوادؑ '' اور ''المرتضیؑ '' تھے اور آپؑ کو ابو جعفرؑ ثانی کہا جاتا ہے ۔''

اور بحار میں المناقب سے نقل کیا گیا ہے کہ آپؑ کی اس دنیا میں نورانی آمد مدینہ کے مقام پر انیس رمضان المبارک جمعۃ المبارک کی رات ہوئی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ''رمضان المبارک کے وسط میں ہوئی''

اور ابن عیاش نے کہا ہے کہ ''195 ہجری میں جمعۃ المبارک کے روز رجب المرجب کے دس دن گزرنے کے بعد ہوئی اور آپؑ کی مادر گرامی قدر ظاہراً ام ولد کنیز تھیں کہ جنہیں ''درۃؑ '' کے نام سے پکارا جاتا تھا اور وہ مخدرہؑ ، مریسیۃ تھیں ۔ پھر امام رضاؑ نے اس مخدرہؑ کا نام '' خیزرانؑ '' رکھا اور وہ مخدرہؑ بی بی ماریہ قبطیۃؑ کے خاندان سے تھیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ مخدرہؑ سبیکۃؑ تھیں اور نوبیۃؑ تھیں ۔ اور اس مخدرہؑ کو '' ریحانۃؑ '' کہا جاتا تھا اور اس مخدرہؑ کی کنیت ''ام الحسنؑ '' تھی ۔

اور کافی میں ہے کہ ابو جعفرؑ محمدؑ بن علیؑ الثانی کی اس دنیا میں نورانی آمد 195 ہجری کے رمضان المبارک کے مہینے میں ہوئی ۔

اور دروس میں ہے کہ آپؑ کی اس دنیا میں نورانی آمد مدینہ کے مقام پر ہوئی ۔ ۔ ۔ اور پھر کافی کی طرح ذکر کیا گیا ۔

اور اسی طرح ہی مفید رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد میں ذکر کیا اور پھر کہا ہے کہ آپؑ کہ مادرؑ گرامی قدرظاہراً ام ولد کنیز تھیں کہ جنہیں ’’ سبیکۃؑ ‘‘ کہا جاتا تھا اور وہ مخدرہؑ نوبیۃؑ تھیں ۔ ‘‘

اور شیخ الطاءفۃ الثقۃ الجلیل محمد بن الحسن الطوسی نے المصباح میں جو کہا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔ ’’ ابن عیاش نے کہا ہے کہ میرے اہل خانہ کی طرف شیخ ابو القاسم رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں توقیع مبارکہ میں ایام رجب المرجب کی یہ دعا وارد ہوئی ۔ اے میرے معبود! میں تم سے رجب میں ان دو ہستیوں کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ جن کی نورانی آمد ہوئی ۔ اور آپؑ کے فرزند علیؑ بن محمد المنتجب ۔ ۔ ۔ ۔ (الدعاء) ۔ ۔‘‘

پھر شیخ نے کہا ’’ اور اسی طرح یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو جعفرؑ ثانی کی اس دنیا میں نورانی آمد رجب المرجب کے دسویں روز ہوئی ۔‘‘

میں کہتا ہوں ’’ابراہیم بن علی الکفعمی نے مصباح الشیخ کے حاشیہ میں شیخ کے اس کلام کو نقل کرنے کے بعد کہ جسے ہم نے نقل کیا ہے کہا ہے کہ ’’ہمارے اصحاب رضوان اللہ میں سے بعض ایسے ہیں کہ گویا انہوں نے اس روایت پر توقف ہی نہیں کیا ہے ۔ پس ان لوگوں نے یہاں پر سوال وارد کیا ہے اور بعض نے اس کا جواب بھی دیا ہے ۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ انہوں نے سوال کیا ہے کہ ’’امام جوادؑ اور امامؑ ہادی علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد رجب المرجب کے مہینے میں نہیں ہوئی تھی تو امام مہد یؑ کیسے فرمایا ’’اے میرے معبود! میں تم سے رجب میں ان دو ہستیوںؑ کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ جن کی نورانی آمد ہوئی‘‘

اور جواب یہ دیا جاتا ہے ’’امامؑ نے اس ماہ رجب میں ان دونوں ہستیوںؑ سے توسل چاہا ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان دونوں ہستیوںؑ کی نورانی آمد اس ماہ میں ہوئی ہے ۔‘‘

الکفعمی نے کہا ہے کہ ’’جو کچھ ان لوگوں نے ذکر کیا ہے وہ چند وجوہ کی بناء پر درست نہ ہے ۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کا قول فقط اس فرض کی بناء پر ہے کہ ابن عیاش کی روایت باطل ہے ۔ جبکہ اسی روایت کو طوسی نے اپنی کتاب متہجد اور اس کے علاوہ ہمارے بہت سے علما نے اپنی اپنی مصابیح میں بھی روایت کیا ہے ۔

ابن طادوس نے اپنی کتاب ’’فتح الابواب ‘‘ میں کہا ہے کہ شیخ طوسی کی کتاب متہجد وہ کتاب ہے کہ جس میں شیخ نے انتہائی حد تک درایت پر عمل کیا ہے ۔ یہ کتاب فقط بنابر سبیل روایت نہیں لکھی ہے کیونکہ جو بھی عمل کے بارے میں کتاب تصنیف کر لے تو گویا اس میں موجود پر عمل کا پھندہ بھی اسی کی گردن میں ہوتا ہے ۔ اور جب کسی مصنف کی کتاب میں کوئی ایسی چیز ہو کہ جس کا وہ معتقد نہ ہو تو گویا اس نے اسلام میں بدعت قائم کی اور شیخ طوسی سے بعید ہے کہ وہ بدعت تصنیف کریں ۔‘‘

اور دوسری وجه یه ہے که ابطال روایت میں ہے که ان دونوںؑ حضرات علیهما السلام کے ساتھ توسل ان کے مذہب میں رجب میں خاص ہے ۔ شعبان اور رمضان کے مہینے یا ان دونوں مہینوں کے علاوہ میں نہیں ہے اور یه تخصیص بغیر کسی معقول وجه کے ہو گی اگر اس ماہ میں نورانی آمد نه ہوئی ہو تو ۔

اور تیسری وجه یه ہے که اگر معامله ویسے ہوتا که جیسا وہ لوگ کہتے ہیں تو یقینا حضرت صاحب الامرؑ اپنی دعا میں فرماتے ''اے میرےؑ معبود! میں تجھ سے دونوںؑ ائمه علیه السلام کے واسطے سوال کرتا ہوں ۔'' اور امامؑ یه نه فرماتے ۔ ان دو ہستیوںؑ کے واسطے که جن کی نورانی آمد ہوئی اور یه اس لیے ہی تین شعبان المعظم میں امام حسینؑ کی نورانی آمد کی مناسبت سے امامؑ نے اپنی دعا میں فرمایا '' میںؑ تم سے اس ہستیؑ کے حق کا واسطه دے کر سوال کرتا ہوں که جس کی اس دنیا میں نورانی آمد اس دن ہوئی ۔ (انتہی)

میں کہتا ہوں "یه مخفی نه رہے که روایت کے لفظ اس دعا کے رجب المرجب کے تمام دنوں میں پڑھنے پر دلالت نہیں کرتے ہیں بلکه اس سے ظاہر ہوتا ہے که اس دعا کو رجب المرجب کے ایام میں سے جس وقت بھی ممکن ہو سکے پڑھنا چاہیے۔"

اور علی ابن الحسین المسعودیؒ نے کتاب اثبات الوصیۃ میں الحمیریؒ سے، اس نے عبدالله بن احمد سے، اس نے صفوان بن یحییٰ سے، اس نے حضرت ابو ابراہیم موسیٰ کاظم علیه السلام کی دختر بی بی حکیمةؑ سے روایت کی ہے که جب حضرت ابو جعفر علیه السلام کی مادر گرامی قدرؑ نے خود میں نورؒ محسوس کیا تو میں نے امام رضا علیه السلام کی خدمت میں لکھا۔ آپ علیه السلام کی کنیز سبیکةؑ خود میں نور محسوس کرتی ہیں۔ تو امام علیه السلام نے مجھے جواباً تحریر فرمایا "وہ مخدرۃؑ توفلاں ماہ کے فلاں دن کی فلاں گھڑی سے نور محسوس کرتی ہیں۔ پس جب ان کی جھولی نور سے منور ہو تو تم سات دن تک حتماً ان کے ساتھ رہنا۔"

حضرت حکیمهؑ سے روایت کرتی ہیں "جب ابو جعفر علیه السلام کے نور کے ذریعے اس مخدرۃؑ کی جھولی منور ہوئی تو ابو جعفر علیه السلام زمین پر سجده ریز ہوئے اور فرمایا "میں گواہی دیتا ہوں که الله کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد ﷺ الله کے رسول ﷺ ہیں۔ اور جب آپ علیه السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد کو تیسرا سال ہوا تو چھینکے اور فرمایا۔ تمام تر حمد الله کیلئے ہے اور الله کا درود ہو۔ حضرت محمد ﷺ پر اور ائمة الراشدین علیهم السلام پر۔" اور امام رضا علیه السلام نے اس کے کچھ سالوں بعد حج ادا فرمایا تو ابو جعفر علیه السلام آپ علیه السلام کے ہمراہ تھے که ابو جعفر علیه السلام گھر اور حجرےؒ میں تشریف فرما ہوا کرتے تھے اور ہم نے اس سب کا ذکر امام رضا علیه السلام کے باب میں کیا ہے۔

اور مجلسیؒ نے بحارؒ میں المناقبؒ سے نقل کیا ہے که حضرت حکیمةؑ بنت ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیهما السلام سے روایت کی ہے که ام ابی جعفرؑ خیزرانؒؑ کی مقدس جھولی کے نور سے منور ہونے کا وقت قریب آیا تو امام رضا علیه السلام نے مجھے بلایا اور مجھ سے فرمایا۔ اے حکیمةؑ! اس مخدرۃؑ کی جھولی کے منور ہونے کے وقت تو موجود رہ۔" اور امام علیه السلام نے اس مخدرہؑ کو، مجھے اور دائیه کو ایک کمرے میں بٹھایا اور ہمارے لئے چراغ روشن کیا اور باہر سے دروازہ بند کر دیا۔ جب نور کی آمد کا عین وقت آیا تو چراغ بجھ گیا۔ اس مخدرۃؑ کے سامنے طشت رکھا تھا۔ چراغ کے بجھنے سے میری آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا۔ ابھی ہم اسی طرح ہی تھے که ابو جعفر علیه السلام نے اس مبارک طشت میں

چودھویں کے چاند کی طرح پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع فرمایا۔ آپ علیه السلام کے جسم اطہر پر کپڑے کی طرح ایک باریک چیز تھی۔ آپ علیه السلام کے نور اطہر سے پورا کمرہ روشن ہوگیا کہ ہم نے آپ علیه السلام کی زیارت کی۔ پس میں نے آپ علیه السلام کو اٹھا کر اپنی جھولی میں لیا اور میں نے آپ علیه السلام کے جسم ا طہر سے اس کپڑے نما باریک چیز کو دور کیا۔ پس امام رضا علیه السلام تشریف لائے۔ دروازہ کھولا تو ہم آپ علیه السلام کے ضروری امور سے فارغ ہو چکی تھیں۔ پس امام علیه السلام نے ابو جعفر علیه السلام کو جھولے میں لٹایا اور مجھ سے فرمایا "اے حکیمةؑ! تم اس حضرتؑ کے جھولے کے پاس ہی رہو"

بی بیؑ روایت کرتی ہیں "جب تیسرا دن ہوا تو ابو جعفر علیه السلام نے اپنی مبارک نگاہ آسمان کی طرف بلند فرمائی، پھر اپنے دائیں اور بائیں نگاہ فرمائی پھر ارشاد فرمایا "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ پس میں گھبرا کر سہمی ہوئی ابو الحسن علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے عرض کی۔ "میں نے اس نووارد عصمت زادےؑ سے عجیب چیز مشاہدہ کی ہے" تو امام علیه السلام نے فرمایا "وہ کیا؟" تو میں نے آپ علیه السلام کی خدمت میں احوال گوش گزار کیا۔ تو آپ علیه السلام نے فرمایا "اے حکیمهؑ! تو نے دیکھا ہی کیا ہے۔ اس نووارد عصمت زادےؑ کے عجائب اس سے کہیں بڑھ کر ہیں۔"

اور محمد بن الحسن صفارؒ نے بصائر الدرجاتؒ میں علی بن اسماعیل سے، اس نے محمد بن عمر الزیات سے، اس نے ابن قیامارؒ سے ورایت کی ہے کہ میں ابو الحسن امام رضا علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیه السلام کے ہاں ابو جعفر علیه السلام کی نورانی آمد ہو چکی تھی۔ تو امام علیه السلام نے ارشاد فرمایا۔ یقینا اللہ نے مجھے وہ فرزند عطا فرمایا ہے کہ جو میرا اور آل داؤدؑ کا وارث ہے۔

اور مسعودیؒ نے اپنی کتاب اثبات الوصیة میں ذکر کیا ہے کہ "جب ابو جعفر علیه السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد ہوئی تو اسی بابرکت رات ہی ابو الحسن علیه السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا "میرے ہاں ایسے پارہ عصمت کی نورانی آمد ہوئی ہے کہ جو سمندروں کو شگافہ کرنے والے موسیٰ بن عمرانؑ کی شبیہ ہے۔ پاک ہے وہ ماں کہ جس کی جھولی اس نور سے منور ہوئی ہے۔ یقینا وہ مخدرہؑ طاہرہ و مطہرہ خلق کی گئی ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا "میرے ماں باپ قربان اس شہید پر کہ اس پر اہل آسمان بھی گریہ کناں ہوں گے۔ ظلم کا نشانہ بن کر قتل ہوں گے اور اس شہید کے قاتل پر اللہ عز وجل اپنا غضب ڈھائے گا پس وہ قاتل زیادہ دیر نہ گزار پائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے دردناک عذاب اور شدید سزا کا مزا چکھائے گا۔" اور اسی کتاب ہی میں روایت کیا گیا ہے کہ عبدالرحمن بن محمد سے، اس نے کلیم بن عمران سے روایت کی ہے کہ میں نے امام رضا علیه السلام کی خدمت میں عرض کی۔ آپ علیه السلام بچوں سے بہت محبت کرتے ہیں۔ پس آپ علیه السلام اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ آپ علیه السلام کو فرزند عطا فرمائے۔

تو آپ علیه السلام نے فرمایا "بے شک مجھے اللہ تعالیٰ نے فقط ایک فرزندؑ عطا کرنا ہے جو میرا وارث ہوگا۔"

پس جب ابو جعفر علیه السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد ہوئی تو آپ علیه السلام رات کو دیر تک آپ علیه السلام کا جھولا جھلایا کرتے تھے جب آپ علیه السلام کئی راتیں دیر تک ایسا کیا تو میں نے آپ علیه السلام سے عرض کی۔ "آپ علیه السلام پر قربان جاؤں اس سے پہلے لوگوں کی اولادیں بھی پیدا

ہوئی ہیں۔ کیا ہر کوئی ایسا ہی کرتا ہے؟" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "افسوس ہے تم پر یہ عام بچہ نہیں ہے بے شک میں تو اسے علم کا چوگا دیتا رہتا ہوں" اور ابو جعفر علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد اور آپ علیہ السلام کی جسمانی نشوونما آپ علیہ السلام کے طیب و طاہر آباؤ اجداد علیہم السلام کی طرح ہی ہوئی۔

صاحب کتاب نے کہا کہ روایت کیا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام گود میں بھی کلام کیا کرتے تھے۔

اور اسی کتاب ہی میں زکریا بن آدم سے روایت کیا گیا ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ آپ علیہ السلام میرے پاس ابو جعفر علیہ السلام کو لے کر تشریف لائے تو اس وقت ابو جعفر علیہ السلام کا ظاہری سن مبارک چار سال کے لگ بھگ تھا۔ ابو جعفر علیہ السلام نے زمین پر اپنا مبارک ہاتھ مارا اور اپنا مبارک سر آسمان کی طرف بلند فرمایا اور طویل فکر میں چلے گئے تو امام رضا علیہ السلام نے ابو جعفر علیہ السلام سے فرمایا "میں تم پر قربان! جب سے تم یہاں بیٹھے ہو کس چیز میں اتنا طویل تفکر کر رہے ہو؟" تو ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا "میں اس چیز کے بارے میں سوچ رہا ہوں کہ جو میرے مادر گرامی قدر فاطمہ علیہا السلام کے ساتھ سلوک روا رکھا گیا۔ اللہ کی قسم! میں ضرور بالضرور ان دونوں کو قبر سے نکالوں گا۔ پھر ان دونوں ظالموں کو آگ لگاؤں گا۔ پھر میں ان دونوں ظالموں کی راکھ کو ہوا میں اڑا کر ان دونوں ظالموں کو دردناک عذاب کا مزا چکھاؤں گا۔ تو امام رضا علیہ السلام نے ابو جعفر علیہ السلام کو اپنے قریب کر کے پیشانی پر بوسہ دیا۔ پھر فرمایا۔ میرے ماں باپ تم پر فدا ہوں۔ تم اس کیلئے خاص ہو۔ یعنی امر امامت کیلئے۔

شیخ محمد بن الحسن الحر العاملیؒ نے اپنی کتاب اثبات العداۃ میں کہا ہے کہ کتاب مناقب فاطمہؑ و ولدھاؑ کے مصنف نے اپنی اسناد کے ساتھ احمد بن محمد بن ابی نصر سے ابو جعفر علیہ السلام کے بارے میں ایک حدیث میں روایت کیا ہے کہ جب آپ علیہ السلام اٹھارہ ماہ کے ظاہری سن اقدس میں تھے۔ تو آپ علیہ السلام کو کتاب پیش کی گئی تو آپ علیہ السلام نے اسے کھول کر پڑھا۔

اور حسین بن حمدان الخصیبیؒ نے العدایت میں ذکر کیا ہے کہ ابو جعفر علیہ السلام انتہائی گندم گوں تھے۔ یہاں تک کہ بھٹکے ہوئے شک زدہ اور سرکش لوگوں نے کہا کہ (نعوذ باللہ) آپ علیہ السلام امام رضا علیہ السلام کی اولاد ہی نہیں ہیں۔ ان لوگوں پر اللہ کی لعنت ہو۔ انہوں نے کہا (نقل کفر کفر نہ باشد) لؤلؤ کے غلام سیف الاسودؔ کی اولاد سے ہے۔" پس ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کو اٹھایا جبکہ آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار امام رضا علیہ السلام اس وقت مامون کے پاس تھے۔ پس وہ لوگ ابو جعفر علیہ السلام کو اٹھا کر مکہ میں قافیہ شناسوں کے پاس لے گئے۔ آپ علیہ السلام ابھی بچپنے کی دہلیز پر تھے جبکہ مسجد الحرام میں لوگوں کا ایک جم غفیر تھا۔ پس ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کو قافیہ شناسوں کے سامنے پیش کیا۔

جب ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو منہ کے بل سجدوں میں گر گئے۔ پھر وہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے ان لوگوں سے کہا "ہلاکت ہو تم پر! ایسے چمکتے ستارے اور روشن نور کو ہم جیسوں کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اللہ کی قسم! یہ پاکیزہ حسب اور ہدایت یافتہ طاہر نسب کے مالک ہیں۔ اللہ کی قسم! یہ صرف اور صرف پاکیزہ اصلاب و ارحام میں پلٹائے گئے ہیں۔ اللہ کی قسم! محمد رسول اللہ ﷺ اور علی امیر المومنین علیہ السلام کی ذریّت میں سے ہیں۔ پس تم سب واپس جاؤ اور اللہ عزوجل کے حضور

استغفار کرو اور ایسی ہستی کے نسب میں شک سے باز آ جاؤ۔ اس وقت ابو جعفر محمد علیہ السلام کی ظاہری عمر مبارک پچیس ماہ تھی۔ پس آپ علیہ السلام تلوار سے زیادہ فیصلہ کن فصیح زبان کہ جو فصاحت میں سب فصاحتوں کے پیچھے چھوڑ گئی۔ کے ذریعہ گویا ہوئے اور فرمایا۔ تمام تر حمد اس اللہ کیلئے ہے کہ جس ہمیں اپنے نور سے خلق فرمایا اور ہمیں اپنی مخلوق میں سے مصطفی بنایا اور اس نے ہمیں اپنی مخلوق اور اپنی وحی پر امین مقرر فرمایا۔

اے لوگو! میں محمد بن علی الرضا بن موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی سیّد العابدین بن الحسین الشہید بن امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہم السلام ہوں میں فاطمہ الزہرا بنت محمد المصطفیٰ علیہما السلام کا فرزند ہوں۔ مجھ جیسے میں شک کیا جا رہا ہے اور اللہ اور میرے آباؤ اجداد علیہم السلام پر افتراء باندھا جا رہا ہے اور مجھے قافیہ شناسوں کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اللہ کی قسم! میں ان لوگوں کے انساب سے ان کے آباؤ اجداد کی نسبت بھی زیادہ جاننے والا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں ان لوگوں کے ظاہر و باطن سے اچھی طرح واقف ہوں اور میں ان سب لوگوں کے بارے میں جاننے والا ہوں اور اس کو بھی کہ جس کی طرف یہ لوگ جا رہے ہیں۔ میں اسے حق بات کی طرح کہہ سکتا ہوں اور اسے صدق و علم کے ذریعے ظاہر کر سکتا ہوں کہ ہم ہی کو اللہ تعالیٰ نے یہ علم وراثت دیا ہے اس سے بھی پہلے کہ تمام مخلوق خلق کی جاتی۔ البتہ آسمانوں اور زمینوں کی بنیاد پڑ چکی تھی۔ اللہ کی قسم! اگر باطل ہماری مخالفت میں کمر بستہ نہ ہوتا اور کافر حکومت کا غلطہ نہ ہوتا اور اہل شرک و شک و نفاق اور عداوت کی ہم تک پہنچ نہ ہوتی تو یقینا میں ایسا کلام کرتا کہ جس سے اوّلین و آخرین تعجب میں پڑ جاتے۔"

راوی نے کہا "پھر آپ علیہ السلام نے اپنا دست مبارک اپنے دہن مبارک پر رکھا اور فرمایا "اے محمد علیہ السلام! خاموش رہو کہ جیسا تمہارے آباؤ اجداد علیہم السلام خاموش رہے اور صبر کرو جیسا لہ اولوالعزم رسولوں علیہم السلام نے صبر کیا اور ان کے معاملے میں جلد بازی سے کام مت لو۔ گویا کہ وہ لوگ اس دن پہنچنے والے ہیں کہ جس دن وعدہ کیا گیا۔ دکھائی دینے والا ہے۔ الیٰ آخر الآیت۔

پھر ایک شخص آپ علیہ السلام کی طرف بڑھا۔ اس نے آپ علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور چل دیا۔ آپ علیہ السلام لوگوں کی گردنوں پر پاؤں رکھتے چل دئیے جبکہ لوگ آپ علیہ السلام کیلئے راستہ بناتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ لوگ آپ علیہ السلام کے پاؤں کے نشان کو دیکھتے اور کہتے جاتے تھے۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ جہاں چاہے اپنی رسالت قرار دیتا ہے۔" میں نے ان چند ایک کے بڑے بوڑھوں کے بارے میں پوچھا تو کہا گیا۔ وہ لوگ بنی ہاشمؑ میں سے اولاد عبدالمطلب ہیں۔ پس جب اس واقعہ کی خبر امام علی ابن موسیٰ الرحا علیہما السلام تک پہنچی کہ جو کچھ آپ علیہ السلام کے فرزند امام محمد علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا تھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا "الحمد اللہ" پھر آپ علیہ السلام اپنے ہاں موجود اپنے شیعوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا "کیا تم لوگ جانتے ہو کہ بی بی ماریہ قبطیہؑ پر تہمت لگائی گئی تھی۔ اور جب ابراہیمؑ بن رسول اللہ ﷺ کی اس دنیا میں آمد ہوئی تو اس بی بیؑ کے خلاف کیا دعویٰ کیا گیا؟" تو ان لوگوں نے عرض کی "اے ہمارے آقاؑ۔ آپ علیہ السلام ہی بہتر جانتے ہیں۔ پس آپ علیہ السلام ہی ہمیں بتائیے تا کہ ہم جان پائیں۔"

تو امام علیه السلام نے فرمایا"جب مقوقس بادشاہ نے ماریہؑ کو ہمارے جد امجد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس مخدرہؑ کو اپنے ہاں رکھا۔ اپنے صحابہ کو نہ دیا۔ اس مخدرہؑ کے ہمراہ ایک خدمتگار بھی تھا کہ جسے جریح کہا جاتا تھا کہ جس نے اس مخدرہؑ کو ایمانی و اسلامی تربیت دی تھی۔ پھر جب ماریہؑ رسول اللہ ﷺ کے عقد میں آئیں تو آپ ﷺ کی بعض ازواج نے اس مخدرہؑ سے حسد شروع کر دیا اور عائشہ و حفصہ نے اپنے والدین کے سامنے ماریہؑ کی طرف رسول اللہ ﷺ کے میلان کی شکایت کی اور اس بات کی کہ آپ علیه السلام ان دونوں کی نسبت ماریہؑ سے زیادہ ایثار کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان دونوں نے اپنے والدین اور خود کو اس مخدرہؑ کے خلاف اتنا بھڑکایا کہ وہ اس مخدرہؑ پر تہمت لگانے پر تیار ہو گئے کہ ماریہؑ کا ابراہیمؑ (العاذ باللہ نقل کفر کفر نہ باشد) جریح سے ہے۔ اور وہ لوگ جریح کو خدمت گارنہیں سمجھتے تھے۔ پس ان دونوں کے والدین(ابو بکر و عمر) نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔آپ ﷺ مسجد نبوی ﷺ میں تشریف فرما تھے۔ پس وہ دونوں آپ ﷺ کے سامنے جا بیٹھے پھر ان دونوں نے کہا۔ یا رسول اللہ ﷺ! جریح کا خون ہمارے لیے حلال ہے۔ ہم سے برداشت نہیں ہوتا کہ اس نے آپ ﷺ سے جو خیانت کی ہے ہم اسے جاری نہیں رکھنے دے سکتے۔" تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ تم دونوں کیا کہنا چاہتے ہو؟" ان دونوں نے کہا کہ "جریح ماریہؑ سے بڑے گناہ کا مرتکب ہوا ہے اور ماریہؑ کا حمل جریح سے ہی ہے۔ وہ خادم نہیں ہے۔"

پس نبی ﷺ کے چہرہ اقدس پر شکن آئے اور چہرہ سرخ ہو گیا اور جو کچھ ان دونوں نے بکواس کی تھی اس سے آپ ﷺ کو بہت جلال آیا۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ "تم دونوں کیلئے ہلاکت ہو تم دونوں کیا کہتے ہو؟"

ان دونوں نے کہا "یا رسول اللہ ﷺ! ہم دیکھ کے آئے ہیں کہ جریح اور ماریہؑ حجرے میں اپنی خواہشات پوری کرنے میں مصروف ہیں۔ جریح ماریہؑ کو پھل کھلا رہا ہے اور اس سے مستی کر رہا ہے اور اس سے وہ لطف اٹھا رہا ہے کہ جو مرد عورتوں سے اٹھایا کرتے ہیں۔ پس آپ ﷺ جریح کے پاس کسی کو بھیجیں تو یقینا آپ ﷺ اس کو اسی حال ہی میں پائیں گے۔ تب آپ ﷺ اس کے بارے میں اللہ کے حکم کا نفاذ کیجئے۔"

پس نبی ﷺ نے علی صلوات اللہ علیہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا۔ اے ابو الحسنؑ! اٹھو میرے بھائی اور ذوالفقار لے کر ماریہؑ کے گھر جاؤ۔ پس اگر تم ماریہؑ اور جریح کو اس حالت میں دیکھو جیسا کہ یہ دونوں بیان کر رہے ہیں تو تم ان دونوں کو اپنی تلوار سے تباہ کن ضرب کا مزا چکھاؤ۔

پس علی علیه السلام اٹھے اور اپنی تلوار کو عریاں کیا اور اسے اپنے لباس کے نیچے چھپایا۔ پس جب آپ علیه السلام رسول اللہ ﷺ کے سامنے سے جانے لگے تو آپ ﷺ سے مخاطب ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ علیه السلام نے مجھے جو حکم دیا ہے میں اس پر ڈٹ کر عمل کرنے والا ہوں۔ اور حاضر وہ دیکھتا ہے کہ جو غائب نہیں دیکھ پاتا ہے"

تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "اے علی علیه السلام! تم پر قربان جاؤں۔ حاضر وہ دیکھتا ہے جو غائب نہیں دیکھتا ہے۔" پس علی علیه السلام اپنے ہاتھ میں تلوار لئے چل پڑے یہاں تک کہ آپؑ نے ماریہؑ کے گھر کی دیوار سے جھانک کر دیکھا تو وہ مخدرہؑ صحن خانہ کے درمیان میں تشریف فرما تھیں اور جریح

اس مخدرہؑ کے ساتھ بیٹھ کر بادشاہوں کے آداب سکھا رہا تھا اور اس مخدرہؑ سے عرض کر رہا تھا۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و اکرام کیا کریں اور آپ ﷺ کو ہمیشہ لبیک کیا کریں اور اس طرح کا دیگر کلام ہو رہا تھا کہ یہاں تک کہ جریح متوجہ ہوا تو اس نے امیر المومنین علیہ السلام کو دیکھا اور آپ علیہ السلام کی مشہور زمانہ تلوار بھی آپ علیہ السلام کے ہاتھوں میں تھی۔ پس جریح خوف سے بھاگ کر صحن خانہ میں موجود کھجور کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ پس امیر المومنین علیہ السلام صحن خانہ میں گئے اور ہوا نے جریح کو عریاں کر دیا تو وہ مردانہ عوارض سے عاری خدمت گار تھا تو علی علیہ السلام نے اس سے فرمایا۔ ”اے جریح! نیچے اترو“ تو اس نے عرض کی۔ ”اے امیر المومنین علیہ السلام! آپ علیہ السلام مجھے جان کی امان دیجئے۔“ پس جریح نیچے اترا اور آپ علیہ السلام نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے جا کر آپ ﷺ کے سامنے کھڑا کر دیا۔

تو رسول اللہ ﷺ سے عرض کی۔ ”یا رسول اللہ ﷺ! جریح ہمہ قسمی مردانہ عوارض سے عاری خدمت گار ہے۔“ تو رسول اللہ ﷺ نے دیوار کی طرف رخ انور پھیر لیا اور فرمایا ”اے جریح! ان دونوں کے سامنے خود کو عریاں کرو۔ اللہ ان دونوں پر لعنت کرے تاکہ ان دونوں کا اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ پر باندھا گیا جھوٹ واضح ہو جائے۔“

پس جریح نے اپنے کپڑے ہٹائے تو وہ مردانہ عوارض سے عاری خدمت گار تھا۔ تو وہ دونوں (ابو بکر و عمر) رسول اللہ ﷺ کے سامنے گر پڑے اور کہنے لگے۔ یا رسول اللہ ﷺ! توبہ ہے ہمارے لیے استغفار کیجئے۔“ تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ”اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کرنے والا نہیں ہے اور نہ ہی میرا استغفار تمہیں کوئی نفع دے سکتا ہے۔ جب کہ تمہارے دامن میں یہ گناہ ہے۔“ پس اللہ تعالیٰ نے حضرت ماریہؑ کی پاکیزگی کے سلسلے میں اور ان دونوں (ابو بکر و عمر) کی مذمت میں قرآن کی یہ آیت نازل فرمائی ”وہ لوگ کہ جو پاکدامن، غافل، مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت ہے، اور ان لوگوں کیلئے بڑا عذاب ہے۔ اس دن کہ جب ان کے خلاف خود ان کی زبانیں، ان ہی کے ہاتھ اور ان ہی کے پاؤں گواہی دیں گے کہ وہ کیا کیا کہا کرتے تھے“

پھر امام رضا علیہ السلام نے فرمایا ”تمام تر حمد اس اللہ کیلئے ہے کہ جس نے مجھ میں اور میرے فرزند میں رسول اللہ ﷺ اور آپ ﷺ کے فرزند ابراہیم علیہ السلام کا اسوہ رکھا۔

اور اسی روایت کو کتاب مناقب فاطمہ و ولدھاؑ کے مصنف نے جس طرح روایت کیا ہے اس کی اصلی کتاب میں یہ لفظ ہیں۔ ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے کہا کہ مجھے بیان کیا مفضل محمد بن عبداللہ نے، اس نے جعفر بن مالک خزاری سے، اس نے کہا کہ ہمیں بیان کیا سیّد محمد بن اسماعیل الحسنی سے روایت کی ہے کہ ابو محمد الحسن بن علی علیہما السلام (العسکری علیہ السلام) نے ارشاد فرمایا۔ ”ابو جعفر علیہ السلام شدید گندمی رنگ کے مالک تھے اور آپ علیہ السلام میں کچھ شک و شبہ کا شکار منافقین مال قیل کیا کرتے تھے جبکہ اس وقت آپ علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس پچیس ماہ تھا (العیاذ باللہ) آپ علیہ السلام امام رضا علیہ السلام کی اولاد نہیں ہیں۔“ ان پر اللہ لعنت کرے۔ کہنے لگے ”یہ سیف الاسود آپ علیہ السلام کے غلام سے ہیں۔“ اور وہ کہتے تھے ”وہ لؤلؤ سے ہیں“ پس ان لوگوں نے ابو جعفر علیہ السلام کو اٹھا یا جبکہ امام رضا علیہ السلام اس وقت مامون کے ہاں تھے۔ پس وہ لوگ ابو

جعفر علیه السلام کو اٹھا کر قیافه شناسوں کے پاس لے گئے۔۔۔۔ اور صاحب کتاب نے سابق ذکر روایت کی طرح تذکرہ کیا۔

مسعودی نے کتاب اثبات الوصیة میں کہا ہے که علی بن اسباط سے، اس نے ابو یحییٰ صغانی سے روایت کی ہے که میں امام رضا لعیه السلام کی خدمت میں موجود تھا که آپ علیه السلام کے پاس ابو جعفر علیه السلام کو لایا گیا تو میں نے آپ علیه السلام کی خدمت میں عرض کی۔ آپ علیه السلام پر قربان جاؤں۔ کیا یہی وہ مبارک جگر پارہ عصمت ہیں؟ تو امام علیه السلام نے مجھے ارشاد فرمایا "ہاں۔ یہی ہے وہ جگر پارہ عصمت که جس سے بڑھ کر (میری اولاد میں) میرے شیعوں کیلئے کوئی باعث برکت نه ہوگا۔"

اور بحار میں المناقب روایت کیا گیا ہے که آپ علیه السلام کا مبارک نام محمد علیه السلام اور آپ کی مبارک کنیت ابو جعفر علیه السلام اور آپ علیه السلام کا تخلص ابو علی علیه السلام تھا۔

اور آپ علیه السلام کے القاب "المختار"۔ "المرضی"۔ "المتوکل"، "التقی"، "المنتجب"، "المرتضیٰ"، "القانع"، "الجواد"، "العالم" ہیں۔ شیخ صدوق نے معانی الاخبار کے باب نبی ﷺ اور اہل بیت علیہم السلام نبی ﷺ کے مبارک اسماء کے معانی میں لکھا ہے اور محمد بن علی علیہما السلام کو تقی، اس لئے کہا جاتا ہے کیونکه الله عزوجل نے آپ علیه السلام کی حفاظت فرمائی۔ جب مامون لعنة الله علیه ایک رات نشے کی حالت میں آپ علیه السلام کے پاس آیا اور اس بد بخت نے آپ علیه السلام پر اپنی تلوار سے پے درپے وار کیے یہاں تک که اس نے سمجھا که آپ علیه السلام شہید ہو گئے مگر الله تعالیٰ نے اس کے شر سے آپ علیه السلام کو محفوظ رکھا۔

اور فصول المهمة میں ہے که آپ علیه السلام کی انگوٹھی کا نقش "نعم القادر الله" تھا۔ اور مصباح الکفعمی میں ہے که آپ علیه السلام کی انگوٹھی کا نقش "المهیمن عضدی" تھا۔

دوسری فصل

آپ علیہ السلام کے آباؤ اجداد علیہم السلام کے ابواب میں گزر جانے والی اور آئندہ آپ علیہ السلام کے معجزات میں آنے والی نصوص امامت سے اضافی نصوص امامت آپ جناب علیہ السلام کے بارے میں ہے۔

مفید نے ارشاد میں کہا ہے کہ امام علی ابن موسیٰ الرضیٰ علیہما السلام کے بعد آپ علیہ السلام کے فرزند حضرت محمد بن علی علیہما السلام نص کے ساتھ امام علیہ السلام ہوئے اور اس سلسلے میں آپ علیہ السلام کے پدر بزرگوار علیہ السلام کی طرف سے واضح اشارہ بھی ہے۔ اور آپ علیہ السلام میں کامل فضیلت تھی۔"

پھر فرمایا "جب لوگوں نے ابو الحسن امام رضا علیہ السلام سے ابو جعفر علیہ السلام کی امامت پر نص کو روایت کیا ہے ان میں علی بن جعفر بن محمد الصادق علیہم السلام، صفوان بن یحییٰ، معمر بن خلاد، حسین بن یسار، ابن ابی نصر بزنطی، ابن قیاما اور یحییٰ بن حبیبی اس کثیر جماعت میں شامل ہیں۔ پھر مفید نے کلینی کے طریق سے دس احادیث کو روایت کیا ہے اور ہم انشاء اللہ ان کا ذکر کیا چاہتے ہیں۔

شیخ جلیل القدر و ثقہ محمد بن یعقوب کلینی قدس اللہ روحہ نے کافی کے ابو جعفر ثانی کی امامت پر نص و اشارہ نامی باب میں علی بن ابراہیم سے، اس نے اپنے باپ سے، اور علی بن محمد القاسانی سے، سب نے زکریا بن یحییٰ سے، اس نے نعمان مصری سے روایت کی ہے کہ میں نے علی بن جعفر علیہما السلام سے سنا کہ وہ حسن بن الحسین بن علی بن الحسین علیہم السلام سے گفتگو کر رہے تھے تو اس نے کہا "اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ہی یقینا ابو الحسن رضا علیہ السلام کی نصرت فرمائی ہے" تو حسن نے اس سے کہا "جی ہاں۔ اللہ کی قسم! آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! یقینا آپ علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ علیہ السلام کے خلاف بغاوت کر دی تھی" تو علی بن جعفر علیہما السلام نے کہا۔ ہاں! اللہ کی قسم! میں آپ علیہ السلام کے چچاؤں نے بھی آپ علیہ السلام کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔ تو حسن علیہ السلام نے اس سے کہا "آپ پر قربان جاؤں! آپ لوگوں نے کیا کیا تھا کیونکہ میں تو آپ لوگوں کے درمیان موجود نہ تھا؟"

تو علی بن جعفر علیہما السلام نے کہا "آپ علیہ السلام کے بھائیوں اور ہم سب نے بھی کہا کہ ہمارے ہاں کبھی بھی گندم گوں امام علیہ السلام نہیں ہوئے۔

تو امام رضا علیہ السلام نے ان سب سے فرمایا "وہ (ابو جعفر علیہ السلام) میرے فرزند علیہ السلام ہیں۔" تو ان لوگوں نے کہا۔ "رسول اللہ ﷺ نے قیافہ شناسی کے ذریعے فیصلہ فرمایا تھا۔ پس ہمارے اور آپ علیہ السلام کے درمیان بھی قیافہ شناسی کے ذریعے فیصلہ ہوگا۔" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "اگر

چاہتے ہو تو تم ہی قیافہ شناسوں کو بلاؤ البتہ میں تو نہیں بلانے والا، البتہ تم بھی انہیں ہرگز نہ بتانا کہ تم نے ان لوگوں کو کیوں بلایا ہے اور تم سب اپنے گھروں میں رہنا۔"

پس جب قیافہ شناس آئے تو ہم سب کو باغیچے میں بٹھایا گیا۔ آپ علیہ السلام کے چچاؤں، بھائیوں اور بہنوں کو بھی، پھر ان لوگوں نے امام رضا علیہ السلام کو صوف کا جبہ ور صوف کی ٹوپی پہنائی اور آپ علیہ السلام کے کاندھے پر بیلچہ رکھا اور ان لوگوں نے آپ علیہ السلام سے کہا۔ آپ علیہ السلام باغیچے میں یوں داخل ہوئے کہ جیسے آپ علیہ السلام اس باغیچے میں مزدور ہوں۔ پھر وہ لوگ ابو جعفر علیہ السلام کو لائے اور انہوں نے قیافہ شناسوں سے کہا "بتائیے کہ اس بچے کا باپ کون ہے؟" تو قیافہ شناسوں نے کہا "یہاں پر اس بچے کا باپ موجود نہیں ہے البتہ یہ شخص اس بچے کے باپ کا چچا ہے اور یہ بھی اس بچے کے باپ کا چچا ہے اور یہ اس بچے کا چچا ہے اور یہ اس بچے کی پھوپھی ہے اور اگر یہاں پر اس بچے کا باپ موجود ہے تو وہ یہ باغ والا ہے کیونکہ اس بچے اور اس شخص کے قدم ایک جیسے ہیں۔"

پس جب ابو الحسن علیہ السلام واپس آئے تو ان لوگوں نے کہا "یہ اس بچے کا باپ ہے" علی علیہ السلام بن جعفر علیہ السلام نے کہا۔ "تب میں اٹھا اور میں نے ابو جعفر علیہ السلام کو بوسہ دیا پھر میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے عرض کی "میں گواہی دیتا ہوں کہ یقینا آپ علیہ السلام ہی اللہ کے نزدیک میرے امام علیہ السلام ہیں۔"

پس امام رضا علیہ السلام نے گریہ فرمایا اور پھر ارشاد فرمایا۔ "اے چچا علیہ السلام! کیا آپ علیہ السلام نہیں سن رہے تھے کہ جب میرے بابا بزرگوار علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ "تمام کنیزوں میں سے افضل کا فرزند علیہ السلام، پاکیزہ منہ اور نجیب الرحم نوبیہؑ کا بیٹا علیہ السلام آئے گا۔ جہنم ہو اس کے دشمنوں کیلئے، اللہ کی لعنت ہو اعجس اور اس کی ذریت پر کہ جو صاحب فتنہ ہیں وہ علیہ السلام ان لوگوں کو چن سال، کچھ ماہ، کچھ دن قتل کرے گا اور انہیں زوال دے گا اور انہیں بھرا ہوا جام پلائے گا اور وہ اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام اور اپنے صاحب غیبت جد امجد کی طرح عالم مسافرت میں تنہا ہوگا۔ کہا جائے گا کہ وہ چل بسا، ختم ہوگیا یا کسی وادی کی طرف چلا گیا۔ اے چچا علیہ السلام! کیا وہ مبارک میرے علاوہ کسی اور سے ہو سکتا ہے؟" تو میں نے عرض کی "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! آپ علیہ السلام نے سچ فرمایا۔"

اور اسی کتاب ہی میں روایت کیا گیا ہے کہ محمد بن یحییٰ سے، اس نے احمد بن محمد سے، اس نے صفوان بن یحییٰ سے روایت کی ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام سے عرض کی۔ "ہم نے اس سے پہلے کہ جب ابھی اللہ تعالیٰ نے ابو جعفر علیہ السلام کو عطا نہیں فرمایا تھا سوال کیا کرتے تھے" اللہ تعالیٰ مجھے ایک فرزند علیہ السلام عطا فرمائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو عطا فرما دیا ہے تو ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ علیہ السلام سے جدائی کا دن نہ دکھلائے۔ پس اگر ایسا ہو بھی جائے تو ہم کس کی طرف رجوع کریں؟" تو امام رضا علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھ سے اپنے سامنے کھڑے ابو جعفر علیہ السلام کی طرف اشارہ فرمایا تو میں نے عرض کی۔ آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! یہ تو ابھی تین سال کے ہیں؟" تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ تین سال کا ہونا ابو جعفر علیہ السلام کیلئے کوئی ضرر نہ رکھتا ہے۔ کیونکہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے بطور حجت قیام فرمایا تو وہ بھی تین سال کے تھے۔"

اور اسی کتاب ہی میں مصنف نے اپنی اسناد کے ساتھ معمر بن خلاد سے روایت کی ہے کہ میں نے سنا اسماعیل بن ابراہیم، امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کر رہا تھا۔ "میرے بیٹے کی زبان میں لکنت ہے۔ میں کل اسے آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کروں گا۔

آپ علیہ السلام اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر اس کے حق میں دعا فرمائیے گا کیونکہ وہ آپ علیہ السلام کا غلام ہے۔تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا "وہ ابو جعفر علیہ السلام کا غلام ہے، کل تم اسے ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں ہی پیش کرنا"

اور اسی کتاب ہی میں محمد بن یحییٰ سے، اس نے احمد سے، اس نے معمر بن خلاد سے روایت کی ہے کہ میں نے سنا امام رضا علیہ السلام کے سامنے کسی چیز کا ذکر کیا گیا تو امام رضا علیہ السلام نے فرمایا۔ تم لوگوں کو اس کی کیا ضرورت ہے۔ یہ ابو جعفر علیہ السلام ہیں کہ جنہیں میں نے اپنی جگہ بٹھا دیا ہے اور میں نے انہیں اپنا قائم مقام بنا دیا ہے۔" اور فرمایا "ہم اہل بیت علیہ السلام چھوٹے اپنے بڑوں سے نسل در نسل وراثت لیتے ہیں۔"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ حسین بن یسار سے روایت کی ہے کہ ابن قیاما نے ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط لکھا کہ جس میں اس نے عرض کی۔ "امام علیہ السلام کیسے ہوگا جبکہ آپ علیہ السلام کا کوئی فرزند علیہ السلام ہی نہیں ہے" تو امام ابو الحسن علیہ السلام نے اسے جواب عنایت فرمایا کہ جو پر جلال سا تھا۔ تمہیں کیسے معلوم کہ میرا فرزند نہیں ہوگا؟" اللہ کی قسم! زیادہ شب و روز نہیں گزرنے والے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایک فرزند عطا فرمانے والا ہے کہ جس کے ذریعے حق و باطل کا فرق معلوم ہوگا۔"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ ابن ابی نصر بزنطی سے روایت کی ہے کہ مجھے ابن نجاشی نے کہا "تمہارے اس امام رضا علیہ السلام کے بعد تمہارا امام علیہ السلام کون ہوگا؟" پس تم کوشش کرو اور امام رضا علیہ السلام سے پوچھو تا کہ معلوم ہو جائے؟" پس میں امام علی رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں گوش گزار کیا تو امام رضا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "میرا بیٹا امام علیہ السلام ہوگا" پھر فرمایا "کیا کوئی ایسی جرأت کر سکتا ہے کہ جو کہے کہ میرا بیٹا جبکہ اس کی کوئی اولاد ہی نہ ہو"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے احمد بن مہران سے، اس نے محمد بن علی سے، اس نے ابن قیاما واسطی سے روایت کی ہے کہ میں امام علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ "کیا بیک وقت دو امام علیہ السلام ہو سکتے ہیں؟" امام علیہ السلام نے فرمایا "نہیں۔ البتہ ان میں سے ایک صامت ہوگا" میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی "اس وقت امام علیہ السلام تو آپ علیہ السلام ہیں، آپ علیہ السلام کا صامت کون ہے؟" اس وقت ابھی آپ علیہ السلام کے ہاں ابو جعفر علیہ السلام کی نورانی آمد نہیں ہوئی تھی۔ تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "اللہ کی قسم! یقینا اللہ تعالیٰ مجھ سے ایسا امام علیہ السلام قرار دے گا کہ جس کے ذریعے حق اور اہل حق کو ثابت قدمی ملے گی اور جس کے ذریعے باطل اور اہل باطل کو نابودی کا منہ دیکھنا پڑے گا" پس اس کے چھ سال بعد آپ علیہ السلام کے ہاں ابو جعفر علیہ السلام کی نورانی آمد ہوئی اور ابن قیاما واقفی المذہب تھا۔

اور اسی کتاب ہی میں اپنی اسناد کے ساتھ حسن بن جھم سے روایت کیا ہے کہ میں ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کی خدمت اقدس میں زانو تہہ کیلئے بیٹھا تھا کہ آپ علیہ السلام نے اپنے فرزند علیہ السلام کو بلایا۔ جبکہ وہ علیہ السلام کم سن تھے۔ پس آپ علیہ السلام نے اس شہزادے علیہ السلام کو میری جھولی میں بٹھایا۔

اور مجھ سے فرمایا "تم اس شہزادے علیہ السلام کی قمیص اوپر کرو" پس میں نے قمیص اوپر کی تو مجھے فرمایا "اس شہزادے علیہ السلام کے کندھوں کے درمیان غور سے دیکھو" پس میں نے غور سے دیکھا تو آپ علیہ السلام کے ایک کندھے پر مہر جیسی ایک چیز گوشت ے اندر تک تھی۔ پھر آپ علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "کیا تم نے یہ دیکھا ہے۔ بالکل ایسی ہی علامت ایسی ہی جگہ میرے بابا بزرگوار علیہ السلام میں بھی تھی؟"

اور علی بن الحسین المسعودی نے کتاب اثبات الوصیۃ میں موسیٰ بن قاسم سے، اس نے محمد بن علی بن جعفر علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ موجود تھا کہ آپ علیہ السلام نے اپنے فرزند ابو جعفر علیہ السلام کو بلایا جبکہ وہ کم سن بچے تھے اور پھر انہیں بٹھایا، پھر مجھے فرمایا۔ "اس کی قمیص اوپر کرو۔ پس میں نے ابو جعفر علیہ السلام کی قمیص اوپر اٹھائی تو کندھوں کے درمیان میں نے ایک مہر دیکھی کہ جو گوشت کے اندر تک تھی۔ پھر فرمایا تم نے اس علامت کو دیکھا ہے؟ بالکل ایسی ہی علامت ایسی ہی جگہ پر ابو ابراہیم علیہ السلام کو بھی تھی۔"

اور اسی کتاب ہی میں حسن بن جھم سے روایت کیا گیا ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ ابو جعفر علیہ السلام بھی کم سن تھے اور آپ علیہ السلام کے سامنے موجود تھے۔ تو امام علیہ السلام نے مجھ سے کافی طویل گفتگو کے بعد فرمایا۔ "اے حسن علیہ السلام! اگر میں تم سے یہ امام علیہ السلام ہے تو تم کیا کہو گے؟" میں نے عرض کی "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! آپ علیہ السلام مجھے کیا فرمانا چاہتے ہیں؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا۔ میں درست کہہ رہا ہوں۔ پھر آپ علیہ السلام نے ابو جعفر علیہ السلام کے مبارک کندھے سے کپڑا ہٹایا اور مجھے دو انگلیوں جتنا چوڑی مہر دکھلائی اور مجھ سے فرمایا "ایسی ہی علامت بالکل ایسی ہی جگہ پر میرے بابا بزرگوار موسیٰ کاظم علیہ السلام کو بھی تھی۔

اقول۔میں کہتا ہوں کہ یہ مخفی نص ہے کیونکہ بعض روایات سے اس بات کا استفادہ ہوتا ہے کہ یہ علامت علامات امام علیہ السلام میں سے ہوتی ہے۔

اور کافی میں احمد بن محمد بن علی سے، اس نے ابو یحییٰ صنعانی سے روایت کی ہے کہ میں ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ آپ علیہ السلام کے پاس آپ علیہ السلام کے فرزند ابو جعفر علیہ السلام کو لایا گیا جبکہ آپ علیہ السلام کم سن تھے۔ تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "یہی ہے وہ پارہئ عصمت کہ جس سے بڑھ کر (میری اولاد میں) ہمارے شیعوں کیلئے کوئی بابرکت نہ ہے۔"

اقول: اسی روایت کو علی بن الحسن المسعودی نے کتاب اثبات الوصیۃ میں دوسری سند کے ساتھ اسی طرح ہی روایت کیا ہے۔

جو ابتداء میں گزر چکی ہے۔ اور اس کے نص ہونے کی وجہ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ یہ ہے کہ امام علیہ السلام اپنے زمانے کے تمام لوگوں سے افضل ہوتا ہے۔“

اور کافی میں حسین بن محمد سے، اس نے امام رضا علیہ السلام کے خادم کائن سے،اس نے خرائی سے، اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں خراسان میں ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں موجود کھڑا تھا کہ ایک سوال کرنے والے نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ اے میرے آقا علیہ السلام! اگر امر حتمی وقوع پذیر ہو تو ہم کس کی طرف رجوع کریں؟“ تو امام علیہ السلام نے فرمایا ”میرے فرزند ابو جعفر علیہ السلام کی طرف۔“ گویا سائل نے ابو جعفر علیہ السلام کے سن اقدس کو کم تصور کیا تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا ”یقینا اللہ تبارک و تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو رسول و نبی اور صاحب شریعت بنا کر بھیجا تھا وہ ابو جعفر علیہ السلام سے بھی کم عمری میں تھے۔“

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ یحییٰ بن حبیب زیاتی سے روایت کی ہے کہ مجھے بتایا اس شخص نے کہ جو اس وقت ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں موجود بیٹھا تھا کہ ایک گروہ آپ علیہ السلام سے اجازت لے کر جانے کو تیار ہوا تو امام علیہ السلام نے ان لوگوں سے فرمایا۔ تم سب ابو جعفر علیہ السلام سے ملاقات کرو۔ اور ان علیہ السلام پر سلام کرو اور ان علیہ السلام سے امر امامت پر عہد کرو۔“ جب وہ گروہ چلا گیا تو امام علیہ السلام نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ ”اللہ رحم کرے مفضل علیہ السلام پر کہ وہ اس سب کے علاوہ بھی قناعت کر لے گا۔“

اور محمد بن عمر بن عبدالعزیز الکشی نے اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن حریز سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا ہمارے اصحاب میں سے کسی نے اور اس نے مذکورہ بالا جیسی روایت ہی ذکر کی ہے۔

اور صدوق قدس سرہ نے عیون میں لکھا ہے کہ ہمیں بیان کیا الحاکم ابو علی الحسین بن احمد البیہقی نے، اس نے کہا ہمیں بیان کیا محمد بن یحییٰ الصولی نے، اس نے کہا کہ ہمیں بیان کیا عون بن محمد نے، اس نے کہا ہمیں بیان کیا ابو الحسن محمد بن ابی عباد نے وہ امام رضا علیہ السلام کا کاتب تھا۔ پھر فضل بن سہیل نے اسے نوکری پر رکھ لیا تھا۔ اس نے کہا ”آپ علیہ السلام اپنے فرزند محمد علیہ السلام کا ذکر کنیت کے علاوہ نہیں فرمایا کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ ابو جعفر علیہ السلام نے مجھے خط لکھا ہے اور میں بھی ابو جعفر علیہ السلام کی طرف خط لکھا کرتا ہوں جبکہ اس وقت ابو جعفر علیہ السلام بچپن میں تھے اور تھے بھی مدینے میں۔ مگر آپ علیہ السلام ان علیہ السلام سے تعظیم کے ساتھ مخاطب ہوا کرتے تھے اور جب ابو جعفر علیہ السلام کے خطوط کے جواباً آیا کرتے تھے کہ وہ حسن ادب اور بلاغت کی انتہائی حدوں کو چھونے والے ہوا کرتے تھے۔ میں نے سنا امام علیہ السلام فرما رہے تھے ”ابو جعفر علیہ السلام میرے وصی علیہ السلام اور میرے بعد میری اہل بیت علیہ السلام میں میرے خلیفہ ہیں“

اور اسی کتاب ہی میں سند کے ساتھ ذکر کیا ہے کہ جسے ہم نے امام رضا علیہ السلام کی طرف سے اپنی شہادت کی خبر دینے کے باب میں ذکر کیا ہے کہ جعفر بن محمد نوفلی سے روایت ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ علیہ السلام علیل تھے۔ میں نے آپ علیہ السلام کو سلام عرض کیا۔ پھر میں بیٹھ گیا۔ اور میں نے عرض کی۔ آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! لوگوں کا عقیدہ ہے کہ آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام زندہ ہیں؟“ تو امام علیہ السلام نے فرمایا ”ان لوگوں پر

اللہ کی لعنت ہو وہ جھوٹ بکتے ہیں۔" یہاں تک کہ میں نے عرض کی "پس آپ علیہ السلام مجھے کیا حکم صادر فرماتے ہیں؟" امام علیہ السلام نے فرمایا "میرے بعد تم پر واجب ہے کہ تم میرے فرزند ابو جعفر علیہ السلام کی طرف رجوع کرو۔ اور جہاں تک میری بات ہے تو میں اس طرف جانے والا ہوں کہ جہاں سے واپس نہیں آؤں گا۔"

میں کہتا ہوں "علی بن الحسین المسعودی نے کتاب اثبات الوصیۃ میں گزشتہ تصوص میں سے کچھ کو ذکر کیا ہے۔

اس نے کہا"روایت کیا گیا ہے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، اس نے احمد بن محمد بن ابی نصر سے روایت کی ہے کہ میں اور صفوان بن یحییٰ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

تو ابو جعفر علیہ السلام امام علیہ السلام کے ہاں محو خواب تھے۔ جبکہ آپ علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس تین سال تھا۔ تو ہم نے امام علیہ السلام سے عرض کی۔ "اللہ ہمیں آپ علیہ السلام پر قربان فرمائے! ہم اس حادثہ (آپ علیہ السلام کی جدائی) سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ آپ علیہ السلام کے بعد امام قائم علیہ السلام کون ہوگا؟" امام علیہ السلام نے فرمایا "میرا یہ فرزند علیہ السلام" میں نے عرض کی "وہ حضرت علیہ السلام تو اس وقت اس کم سنی کے عالم میں ہیں؟" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "اللہ تبارک و تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے ذریعے حجت قائم کی تو وہ اس وقت تین سال کے تھے اور امامت کا معاملہ بھی نبوت جیسا ہے۔

اور علی بن محمد الخزار نے کتاب کفایہ الاثر میں بارہ ائمہ علیہم السلام کے بارے میں نصوص کے باب میں اپنی اسناد کے ستھ ابراہیم بن ابی محمود سے روایت کی ہے کہ میں طوس میں ابو الحسن علی ابن موسیٰ الرضا علیہما السلام کے سرہانے کھڑا تھا کہ آپ علیہ السلام کے مشہد اقدس میں موجود لوگوں میں سے کسی نے آپ علیہ السلام سے عرض کیا۔ اگر حادثہ (آپ علیہ السلام کی جدائی) ہو جائے تو کس کی طرف رجوع کیا جائے؟" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "میرے فرزند محمد علیہ السلام کی طرف" گویا سائل نے ابو جعفر علیہ السلام کے سن اقدس کو کم تصور کیا تو امام ابو الحسن علی ابن موسیٰ علیہما السلام نے اس سے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو اپنی شریعت کی اقامت و ثبوت کیلئے مبعوث فرمایا تو وہ اس سن اقدس سے کم عمر تھے کہ جس میں ابو جعفر علیہ السلام اللہ کی شریعت کے ثبوت کیلئے قیام کریں گے۔

اور علی بن الحسین المسعودی نے کتاب اثبات الوصیۃ میں المحمودی سے روایت کی ہے کہ میں طوس میں امام رضا علیہ السلام کے سرہانے موجود تھا کہ آپ علیہ السلام کے اصحاب میں سے کسی نے مجھ سے کہا "اگر حادثہ (آپ علیہ السلام کی جدائی) ہو جائے تو کس کی طرف رجوع کرنا ہے؟" تو امام علیہ السلام اس شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا "میرے فرزند ابو جعفر علیہ السلام کی طرف" باقی روایت مثل سابق ذکر کی گئی ہے۔

اور علی بن محمد الخزار نے کتاب الکفایہ کے باب النصوص میں اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن اسماعیل بن بزیع سے روایت کی ہے کہ امام ابو الحسن رضا علیہ السلام سے سوال کیا گیا یا آپ علیہ السلام سے عرض کیا گیا "کیا امامت علیہ السلام کے بعد چچا اور ماموں میں بھی واقع ہو سکتی ہے؟" تو امام

علیه السلام نے فرمایا "نہیں" عرض کیا گیا "بھائی میں؟" فرمایا "نہیں" عرض کیا گیا "تو پھر کس میں ہوگی؟" امام علیه السلام نے فرمایا "میرے فرزند علیه السلام میں۔ جبکه ان دنوں آپ علیه السلام کے فرزند علیه السلام کی آمد نہیں ہوئی تھی۔"

اقولؔ: اس بات پر احادیث متواتر ہیں که امام حسن علیه السلام اور امام حسین علیه السلام کے بعد کبھی بھی امامت دو بھائیوں میں یکجا نه ہو گی۔ اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ عقبه بن جعفر سے روایت کی ہے که میں نے ابو الحسن امام رضا علیه السلام سے عرض کی۔ آپ علیه السلام کا سن اقدس ظاہراً کافی بڑا ہو چکا ہے جبکه ابھی تک آپ علیه السلام کے فرزند علیه السلام نہیں ہے؟" تو امام علیه السلام نے فرمایا۔ اے عقبه! صاحب الامر علیه السلام اس وقت تک اس دنیا سے رخصت نہیں ہوتا ہے جب تک که اپنے بعد آنے والے نائب کو نه دیکھ لے۔"

اور انہی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن جعفر سے روایت ہے که میں اور صفوان بن یحییٰ امام رضا علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام علیه السلام کے ہاں ابو جعفر علیه السلام تشریف فرما تھے که آپ علیه السلام کا اس وقت ظاہری سن اقدس تین سال تک کا تھا۔ تو ہم نے امام علیه السلام سے عرض کی "اللہ ہمیں آپ علیه السلام پر قربان فرمائے! ہم اللہ سے پناہ چاہتے ہیں که کوئی حادثه (آپ علیه السلام سے جدائی) ہو آپ علیه السلام کے بعد امام علیه السلام کون ہوں گے؟" تو امام علیه السلام نے ابو جعفر علیه السلام کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے فرمایا "میرا یه فرزند علیه السلام" تو ہم نے آپ علیه السلام سے عرض کی "ان حضرت علیه السلام کا سن اقدس تو ابھی اتنا سا ہے" امام علیه السلام نے فرمایا "ہاں وہ حضرت علیه السلام اسی سن ہی میں ا مام علیه السلام ہیں۔ یقینا اللہ تبارک و تعالیٰ نے عیسیٰ علیه السلام ے ذریعے اپنی حجت قائم کی تو وہ دوسال کے تھے۔"

اور کافی میں محمد بن یحییٰ سے، اس نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، اس نے اپنے باپ محمد بن عیسیٰ سے روایت کی ہے که میں ابو جعفر ثانی کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام علیه السلام نے چند چیزوں مں مجھ سے مناظرہ فرمایا۔ پھر مجھ سے فرمایا "اے ابو علی! میرے بابا بزرگوار علیه السلام کے بارے میں شک میرے غیر کے علاوہ واضح ہو گیا"

اور المسعودی نے کتاب اثبات الوصیة میں لکھا ہے که محمد بن الحسین سے، اس نے علی بن اسباط سے روایت کی ہے که ابو جعفر علیه السلام میرے پاس باہر تشریف لائے تو میں نے آپ علیه السلام کے قد و قامت کو غور سے دیکھنا شروع کیا۔ تا که آپ علیه السلام کا مبارک حلیه مصر میں موجود اپنے دیگر ساتھیوں کو بیان کر سکوں تو امام علیه السلام نے مجھ سے فرمایا۔ "اے علی بن اسباط! اللہ عزوجل نے امامت میں بھی ویسے ہی حجت قائم فرمائی ہے که جیسا اس نے نبوت میں حجت قائم فرمائی تھی اور فرمایا "اور ہم نے اسے حکم عطا فرمایا تو وہ بچپنے میں تھا۔ اور فرمایا "اور جب وہ بالغ ہوا اور مضبوط ہوا تو ہم نے اسے حکم و علم عطا فرمایا۔ پس یه بھی ممکن ہے که حکم بچپنے میں مل جائے۔ اور یه بھی که وہ چالیس سال کا ہو"

اور اسی کتاب میں الحمیری سے، اس نے محمد بن عیسیٰ الاشعری سے، اس نے الاسدی سے، اس نے ابی خداش سے، اس نے حنان بن سدیر سے روایت کی ہے که میں نے امام رضا علیه السلام سے عرض کی "کیا امام علیه السلام ایسا بھی ہو سکتا ہے که اس حضرت علیه السلام کی کوئی اولاد نه ہو؟" تو امام علیه

السلام نے مجھ سے فرمایا "میرا فقط ایک فرزند علیه السلام ہوگا البته اس میں الله کثیر ذریعت پیدا کرے گا اور ابو جعفر علیه السلام اپنی نوعمری اور بچپنے کے باوجود ہمیشه مدینه میں امام رضا علیه السلام کے معاملات سنبھالتے رہے اور ہمیشه سوالوں کو امر و نہی کرتے رہے مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی آپ علیه السلام سے مخالفت نه کی۔

اور محمد بن الحسن الحر العاملی نے کتاب اثبات العداية بالنصوص و المعجزات میں نقل کیا ہے که محمد بن علی بن سہر آشوب نے المناقب میں،ا س نے سنان بن نافع سے روایت کی ہے که میں نے امام علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام سے عرض کی "آپ علیه السلام کے بعد اس امر امامت کا وارث (امام علیه السلام) کون ہے؟" تو امام علیه السلام نے فرمایا "اے نافع کا بیٹا! اس دروازے سے تیرے پاس آنے والا ہے که جو وارث ہے اس کا جو میں نے اپنے سے پہلے والے امام علیه السلام سے لی ہے۔ اور وہی حضرت میرے بعد الله تعالیٰ کی حجت ہے۔ پس ہم بھی محو گفتگو ہی تھے که ہمارے پاس محمد بن علی علیہما السلام تشریف لائے۔ یہاں تک که اس نے روایت کیا که پھر ہمارے پاس ابو الحسن علیه السلام تشریف لائے تو فرمایا۔ اے فرزند نافع! سلام کرو اور اس حضرت علیه السلام کی اطاعت کا یقین دلاؤ پس اس حضرت علیه السلام کی روح میری روح ہے اور میری روح رسول الله ﷺ کی روح ہے۔

اور اصول کافی میں مصنف نے اپنی سند ے ساتھ محمد بن الحسن بن عمار سے روایت کی ہے که میں مدینے میں علی بن جعفر بن محمد علیہم السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا اور میں ان حضرت کے پاس کئی سال رہا تا که ان حضرت سے وہ احادیث لکھ سکوں که جو اس حضرت نے اپنے برادر بزرگوار یعنی ابو الحسن علیه السلام سے سماعت فرمائی تھیں که اچانک مسجد نبوی ﷺ میں اس حضرت کے پاس حضرت ابو جعفر محمد بن علی الرضا علیہما السلام تشریف لائے تو علی بن جعفر علیہما السلام آپ علیه السلام کی طرف بغیر نعلین اور بغیر رداء کے دوڑ پڑے اور جا کر ابو جعفر علیه السلام کے ہاتھ چومے اور تعظیم بجا لائے تو ابو جعفر علیه السلام نے اس حضرت سے فرمایا "اے چچا!الله عزوجل آپ علیه السلام پر رحم فرمائے، تشریف رکھیے۔" تو علی بن جعفر علیہما السلام نے عرض کی "اے میرے آقا علیه السلام! جب تک آپ علیه السلام کھڑے ہیں۔ میں کیسے بیٹھ سکتا ہوں۔" پس جب علی بن جعفر علیه السلام اپنی نشست پر واپس آئے تو ان کے ساتھیوں نے ان کو ملامت کرنا شروع کر دی اور کہنے لگے۔ آپ اس (ابو جعفر علیه السلام) کے بابا علیه السلام کے چچا ہیں اور پھر بھی آپ اس (ابو جعفر علیه السلام) کے سامنے ایسے بچھے جاتے ہیں تو علی بن جعفر علیه السلام نے فرمایا۔ "خاموش ہو جاؤ! جب الله عزوجل نے اپنی داڑھی کو پکڑا۔ اس داڑھی کو وہ اہلیت ہی نہیں دی ہے که جو اس جوان کو دی ہے اور اس نے امر امامت کو وہاں رکھا ہے که جہاں اس نے رکھنا چاہا ہے اور اس دا ڑھی کی فضیلت کا انکار کیا ہے تو ہم اس سے الله کی پناه چاہتے ہیں که جو تم لوگ کہتے ہو بلکه میں تو اس جوان امام علیه السلام کا غلام ہوں۔"

تیسری فصل

آپ علیه السلام کے معجزات اور غرائب کے بیان میں ہے جبکه آپ علیه السلام کے بابا بزرگوار علیه السلام کی شہادت والی حدیث میں جو گزر چکا ہے اس کے علاوه ہے اور ان کے بھی علاوه ہے جو آپ علیه السلام کے دیگر احوال میں ہیں۔ اور وه اس سے کہیں زیاده ہیں که انہیں شمار کیا جائے اور اس سے کہیں زیاده روشن و واضح ہیں که ان پر روشنی ڈالی جائے۔

"پس ان میں سے آپ علیه السلام کا غیب کے بارے میں خبر دینا اور دلوں میں موجود کے بارے میں خبر دینا ہے۔"

کمال الدین محمد بن طلحه الشافعی نے کتاب "مطلب السؤول فی مناقب آل رسول علیه السلام میں روایت کیا ہے که جب ابو جعفر محمد بن علی علیہما السلام کے بابا بزرگوار امام علی رضا علیه السلام کی شہادت ہوئی تو آپ علیه السلام کی شہادت کے ایک سال بعد خلیفه مامون بغداد آیا اور اتفاق سے ایک روز شکار کیلئے نکلا اور وه شہر کے ایک طرف راستے سے گزر رہا تھا جبکه بچے کھیل کو دمیں مصروف تھے جبکه حضرت محمد تقی علیه السلام بچوں کے ہمراه کھڑے تھے اور ان دنوں آپ علیه السلام کا سن اقدس گیاره برس تھا۔ پس جب خلیفه مامون وہاں سے گزرا تو بچے ڈر کر بھاگ گئے۔ مگر ابو جعفر علیه السلام اپنے مقام پر کھڑے رہے اور ادھر ادھر نه ہوئے۔ تو خلیفه آپ علیه السلام کے پاس آیا اور اس نے آپ علیه السلام کو دیکھا۔ اللهٰ عزوجل نے خلیفه کے دل میں آپ علیه السلام کا وه رعب ڈالا که اس کے قدم رک گئے اور اس نے رک کر آپ علیه السلام سے سوال کیا۔ اے لڑکے! تو باقی بچوں کے ہمراه بھاگ کیوں نہیں گیا؟ تو محمد علیه السلام نے اس سے فوراً مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے بادشاه! راسته تنگ بھی نہیں ہے که میرے چلے جانے سے تمہارے لئے راسته وسیع ہو جاتا اور میں نے کوئی جرم بھی نہیں کیا ہے که مجھے اس کا خوف ہوتا اور میرا آپ کے بارے میں حسن ظن بھی تھا که آپ اس شخص کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے که جس کا کوئی جرم نه ہو پس میں اپنی جگه کھڑا رہا۔"

پس آپ علیه السلام کے چہرے سے معصومیت اور آپ علیه السلام کے فصیح کلام نے خلیفه کے دل کو لبھا لیا تو اس نے آپ علیه السلام سے سوال کیا۔ آپ علیه السلام کا نام کیا ہے؟ تو آپ علیه السلام نے فرمایا "محمد علیه السلام"تو اس نے پوچھا "آپ علیه السلام کس کے فرزند ہیں؟" تو آپ علیه السلام نے فرمایا "اے بادشاه! میں فرزند رضا علیه السلام ہوں" پس خلیفه نے آپ علیه السلام کے بابابزرگوار علیه السلام کیلئے رحمة الله علیه کہا اور اپنا راسته لے کر چل دیا اور اس کے ہمراه باز بھی تھا۔

پس جب خلیفه آبادی سے باہر نکلا تو اس نے باز کو فضاء میں شکار کیلئے چھوڑا تو وه اس کی آنکھوں سے کافی دیر اوجھل رہا پھر وه فضاء سے واپس آیا تو اس کی چونچ میں ایک چھوٹی سی مچھلی تھی

جبکه وه مچھلی زنده بھی تھی تو خلیفه اس سے بہت متعجب ہوا۔ اس نے وه مچھلی اپنے ہاتھ میں پکڑی اور اپنے گھر کا وہی راستہ لیا کہ جس سے وه شکار کیلئے نکلا تھا پس جب وه اسی مقام پر پہنچا تو وہاں بچوں کو پہلے کی طرح دیکھا۔ پس وه بچے پہلی مرتبه کی طرح بھاگ کھڑے ہوئے مگر ابو جعفر علیه السلام اپنی جگه تشریف فرما رہے۔ پس خلیفه بھی پہلی مرتبه کی طرح وہاں رکا اور آپ علیه السلام کے قریب جا کر اس نے کہا "اے محمد علیه السلام!" آپ علیه السلام نے فرمایا "جی بادشاه" تو خلیفه نے آپ علیه السلام سے پوچھا۔ "میرے ہاتھ میں کیا ہے؟" تو الله عزوجل نے فوراً آپ علیه السلام پر الہام فرمایا تو آپ علیه السلام یوں گویا ہوئے۔ "اے بادشاه! الله تعالیٰ نے اپنی مشیت و قدرت کامله کے ذریعے سمندر میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں خلق فرمائی ہیں که جنہیں بادشاہوں اور خلیفوں کے باز شکار کرتے ہیں۔

اور وه اسے چھپا کر اہل بیت نبوت علیه السلام سے سوال کرتے ہیں" جب مامون نے آپ علیه السلام کا یه فصیح کلام سنا تو اسے بہت تعجب ہوا اور وه کافی دیر آپ علیه السلام کو دیکھتا رہا اور کہا "حقیقت ہے که آپ علیه السلام فرزند رضا علیه السلام ہیں" اور اس نے آپ علیه السلام کے ساتھ نیکی میں اضافه کر دیا۔

ابن طلحه نے کہا "فقط اسی ایک ہی واقعه میں آپ علیه السلام کی دیگر لوگوں پر فضیلت کافی ہے که آپ علیه السلام کے دیگر فضائل بیان کرنے کی حاجت ہی نہیں رہتی ہے۔" اور اسی روایت کو بحار میں المناقب سے نقل کیا گیا ہے که مامون عباسی فرزند رضا علیه السلام کے قریب سے گزرا جبکه آپ علیه السلام بچوں کے ہمراه موجود تھے تو سارے بچے بھاگ گئے ماسوائے آپ علیه السلام کے تو اس نے آپ علیه السلام سے پوچھا۔

آپ علیه السلام تمام بچوں کے ہمراه بھاگ کیوں نہیں گئے؟" امام علیه السلام نے فرمایا "میں نے کوئی گناه نہیں کیا که فرار ہوجاتا اور نه ہی راسته تنگ تھا که آپ کو جگه دیتا۔ آپ جہاں سے گزرنا چاہیں گزر سکتے ہیں۔" تو اس نے کہا "آپ علیه السلام ہیں کون؟" امام علیه السلام نے فرمایا "میں محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیهم السلام ہوں" تو اس نے کہا "آپ علیه السلام کتنے علوم جانتے ہیں؟"

آپ علیه السلام نے فرمایا "تم مجھ سے سماوی اخبار کے بارے میں سوال کر سکتے ہو؟" پس اس نے آپ علیه السلام کو الوداع کیا اور چل دیا۔ اور اس کے ہاتھ میں ایک شکاری باز تھا اور وه اس کے ذریعے شکار کرنا چاہتا تھا۔ وه کافی دیر گھوما اور اس نے دائیں بائیں تلاش کیا مگر اسے کوئی شکار نظر نه آیا۔ تو اس نے اپنے ہاتھوں سے باز کو چھوڑا پس وه افق کی طرف پرواز کرگیا یہاں تک که وه اس کی نظروں سے ایک ساعت کیلئے غائب ہوگیا۔ پھر وه اس کے پاس واپس آیا تو اس نے ایک مچھلی شکار کی ہوئی تھی اس نے وه مچھلی کھانے پینے کی چیزوں میں رکھی اور اپنے ساتھیوں سے کہا "یقینا آج میرے ہاتھوں بچوں کی موت قریب ہے" پس وه واپس پلٹے تو فرزند علیه السلام بچوں میں موجود تھے تو مامون عباسی نے کہا "آپ علیه السلام کے پاس سماوی خبروں میں کیا ہے؟"

تو امام علیه السلام نے فرمایا "ہاں! اے بادشاه! مجھے بیان کیا میرے بابا بزرگوار علیه السلام نے اپنے آباؤ اجداد علیهم السلام سے روایت کرتے ہوئے۔ ان طیب و طاہر حضرات علیهم السلام نے نبی ﷺ سے، آپ ﷺ نے جبرائیل علیه السلام سے روایت کی که رب العالمین عزوجل نے فرمایا "آسمان اور ہوا کے درمیان

ایک وسیع سمندر ہے کہ جس میں ٹھاٹھیں مارتی ہوئی موجیں ہیں کہ جس میں سبز پیٹ اور سیاہ و سفید تنکوں والی پیٹھ رکھنے والی مچھلیاں ہیں کہ جنہیں بادشاہ شکاری باز کے ذریعے شکار کرتے ہیں اور اس کے ذریعے علماء کا امتحان لیتے ہیں۔" تو مامون نے کہا "آپ علیه السلام نے سچ فرمایا "آپ علیه السلام کے بابابزرگوار علیه السلام نے سچ فرمایا "آپ علیه السلام کے جد امجد علیه السلام نے سچ فرمایا اور آپ علیه السلام کے رب تعالیٰ نے سچ فرمایا" پھر اس نے آپ علیه السلام کو اپنے ہمراہ سوار کیا اور آپ علیه السلام سے امّ الفضل کی شادی کر دی۔

اربلی نے کشف الغمه میں عبداللہ بن عجفر الحمیری کی کتاب الدلائل سے نقل کیا ہے، اس نے قاسم بن عبدالرحمن سے کہ جو زیدی المذہب تھا سے روایت کی ہے کہ میں بغداد کے سفر پر نکلا، میں بغداد پہنچا تو میں نے دیکھا کہ لوگ استقبال کی تیاریوں میں مشغول اور کسی کے انتظار میں کھڑے تھے تو میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو لوگوں نے کہا۔ "فرزند رضا علیه السلام، فرزند رضا علیه السلام" تو میں نے کہا۔ "اللہ کی قسم! میں بھی اسے ضرور دیکھوں گا۔" تب آپ علیه السلام ایک گدھے یا خچر پر سوار ہو کر نمودار ہوئے تو میں نے اندر ہی اندر کہا۔ اللہ لعنت کرے (نعوذ باللہ من ذلک) امامیه مذہب رکھنے والوں پر کہ جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس بچے کی اطاعت فرض کی ہے۔"

تو آپ علیه السلام میری طرف گھومے اور فرمایا "اے قاسم بن عبدالرحمن! کیا ہم خود میں سے کسی ایک بشر کی اطاعت کرتے ہیں تب تو ہم گمراہی اور گھاٹے میں ہوئے" میں نے اندر ہی اندر کہا۔ "اللہ کی قسم! (نعوذ باللہ) جادوگر ہے۔" تو امام علیه السلام نے میری طرف گھوم کر فرمایا "ہمارے درمیان اس پر ذکر القاء ہوتا ہے بلکه (جادوگر کہنے والا) جھوٹا اور شریر ترین ہے"

پس میں و اپس پلٹا اور میں امامت کا قائل ہوگیا اور میں نے گواہی دی کہ آپ علیه السلام اللہ کی مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں اور میں اس کا معتقد بھی ہوگیا۔

اور خرائج میں ہے کہ یحییٰ بن ابی عمران نے روایت کی ہے کہ ریّ کے علاقے سے ہمارے اصحاب کی ایک جماعت ابو جعفر علیه السلام کے پاس حاضر ہوئی اور ان میں ایک زیدی المذہب شخص بھی تھا۔ پس ہم نے مسائل پوچھے تو ابو جعفر علیه السلام نے اپنے غلام سے فرمایا "اس شخص کے ہاتھ سے پکڑو اور اسے باہر نکال دو۔" تو زیدی المذہب شخص نے کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول اللہ ﷺ ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یقینا آپ علیه السلام اللہ عزوجل کی حجت علیه السلام ہیں۔

اور ثقة الاسلام محمد بن یعقوب نے اصول کافی میں اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن ابی العلاء سے روایت کی ہے کہ میں نے یحییٰ بن اکثم کہ جو سامراء کا قاضی سے بعد اس کے کہ میں نے اس سے بہت مناظره کیا اور جدوجہد کے ساتھ تبادله کلام کیا اور میں نے اس کے علوم آل محمد علیهم السلام کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا "ایک روز میں قبر رسول اللہ ﷺ کے طواف کیلئے روضہ ئ رسول ﷺ کے اندر گیا تو میں نے محمد بن علی الرضا علیهما السلام کو مشغول طواف دیکھا۔ تو میں نے آپ علیه السلام سے بہت سارے مسائل پوچھے جن کا آپ علیه السلام نے مجھے مکمل جواب عطا فرمایا۔ تب میں نے آپ علیه السلام سے عرض کی۔ اللہ کی قسم! میں ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں مگر اللہ کی قسم! مجھے شرم آ

رہی ہے؟“ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ اس سے پہلے کہ تو مجھ سے امام علیہ السلام کے بارے میں سوال کرے میں بتائے دیتا ہوں“ میں نے عرض کی۔ ”اللہ کی قسم! یہی سوال ہے“ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”وہ امام علیہ السلام میں ہی ہوں“ میں نے عرض کی ”کوئی علامت؟“ تو تب آپ علیہ السلام کے مبارک ہاتھ میں موجود عصا گویا ہوا اور کہا ”یہ میرے آقا علیہ السلام ہیں، یہی حضرت علیہ السلام اس زمانے کے امام علیہ السلام اور یہی حجت عصر علیہ السلام ہیں۔

اور اسی کتاب ہی میں حسین بن محمد الاشعری سے، اس نے کہا مجھ سے بیان کیا ہمارے اصحاب میں سے ایک بزرگ نے کہ جنہیں عبداللہ بن زرین کہا جاتا تھا۔ ”میں مدینہ میں روضہ ئ رسول ﷺ کا مجاور تھا اور ابو جعفر علیہ السلام ہر روز زوال کے وقت مسجد نبویﷺ میں تشریف لاتے تھے۔ پس آپ علیہ السلام صحن سے ہوتے ہوئے قبر رسول اللہ ﷺ کی طرف آتے تھے۔ اور پھر بیت فاطمہ سلام اللہ علیہا میں چلے جاتے تھے۔ اپنے نعلین مبارک اتارتے تھے اور نماز قائم فرماتے تھے۔ مجھے شیطان نے وسواس میں ڈالا تو اس نے کہا ”جب وہ صحن میں اتریں تو تم جانا اور وہ مٹی اٹھانا کہ جہاں آپ علیہ السلام پاؤں رکھتے ہیں“ پس اس روز میں آپ علیہ السلام کے انتظار میں بیٹھا تا کہ میں وہ کام انجام دے سکوں۔“

پس جب زوال کا وقت آیا تو آپ علیہ السلام اپنی سواری پر سوار ہو کر تشریف لائے اور اس جگہ سواری سے نہ اترے کہ جہاں اترا کرتے تھے بلکہ آپ علیہ السلام مسجد کے دروازے پر موجود ایک پتھر پر جا اترے پھر اندر تشریف لے گئے اور رسول اللہ ﷺ کی مزار پر سلام کیا اور پھر اس مقام کی طرف چلے گئے کہ جہاں نماز پڑھا کرتے تھے۔

پس آپ علیہ السلام نے چند روز یہی معمول بنائے رکھا تو میں نے اندرہی اندر کہا ”جب آپ علیہ السلام تشریف لائے اور آپ علیہ السلام نے اپنے نعلین مبارک اتارے تو میں جا کر آپ علیہ السلام کے نقش پاء کے نیچے سے پتھر اٹھا لوں گا۔“ جب دوسرا روز ہوا اورآپ علیہ السلام تشریف لائے تو آپ علیہ السلام جا کر مسجد کے دوازے پر موجود پتھر پر اترے۔ رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا پھر آپ اپنی نماز پڑھنے کی جگہ تشریف لے گئے مگر آپ علیہ السلام نے اپنے مبارک نعلین نیچے نہ اتارے۔ یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نے کئی روز یہی معمول بنائے رکھا۔

تو میں نے اندر ہی اندر کہا ”یہاں میں وہ کام نہیں کر سکا تو کوئی بات نہیں البتہ میں حمام کے دروازے پر جاؤں گا پس جب آپ علیہ السلام حمام میں داخل ہوں گے تو میں آپ علیہ السلام کے قدموں کی خاک اٹھا لوں گا۔ پس میں نے اس حمام کے بارے میں پوچھ گچھ کی کہ جس میں آپ علیہ السلام تشریف لے جایا کرتے تھے۔ تو مجھے بتایا گیا کہ آپ علیہ السلام بقیع میں طلحہ کی اولاد میں سے ایک شخص کے حمام میں تشریف لے جاتے ہیں۔ پس میں نے اس دن کے بارے میں معلومات حاصل کیں کہ جس دن آپ علیہ السلام حمام تشریف لے جایا کرتے تھے پس اس روز میں حمام کے دروازے پر پہنچا اور اس طلحیؔ شخص سے گفتگو کرنے لگا جبکہ میں آپ علیہ السلام کے اس جگہ تشریف لانے کا منتظر تھا۔

تو طلحی نے مجھ سے کہا ”اگر تو حمام کے اندر جانا چاہتا ہے تو اٹھو اور جاؤ کیونکہ کچھ دیر بعد تمہیں حمام میں جانا نصیب نہ ہو سکے گا۔“ میں نے کہا ”وہ کیوں؟“ اس نے کہا ”کیونکہ فرزند رضا علیہ السلام حمام میں داخل ہوا چاہتے ہیں“ میں نے کہا ”یہ فرزند رضا علیہ السلام کون ہیں؟“ اس نے کہا ”آل محمد علیہم السلام میں سے ایک بڑی شخصیت ہیں جو انتہائی نیکو کار اور متقی ہستی ہیں۔“

میں نے اس سے کہا "کیا آپ علیہ السلام کے ہمراہ کوئی دوسرا حمام میں داخل نہیں ہو سکتا ہے؟" اس نے کہا "جب وہ حضرت علیہ السلام تشریف لاتے ہیں ہم ان حضرت علیہ السلام کیلئے حمام خالی کر دیتے ہیں۔"

پس ابھی گفتگو جاری تھی کہ آپ علیہ السلام اپنے غلاموں کے ہمراہ تشریف لائے کہ آپ علیہ السلام کے سامنے ایک غلام چل رہا تھا کہ جس کے ہاتھ میں چٹائی تھی یہاں تک کہ وہ غلام چٹائی لباس تبدیل کرنے کے کمرے میں لے گیا اور اس نے وہاں پر وہ چٹائی بچھا دی اور واپس آکر آپ علیہ السلام کو سلام کیا۔ تو آپ علیہ السلام حجرے کے اندر سواری پر ہی تشریف لے گئے اور لباس تبدیل کرنے کے کمرے میں چٹائی پر جا کر اترے۔

تو میں نے طلحی سے کہا "کیا یہی ہیں وہ کہ جن کے نیکو کار اور متقی ہونے کی تو تعریفیں کر رہا تھا؟ تو اس نے کہا "اے شخص! اللہ کی قسم! آج تک آپ علیہ السلام نے ایسا نہیں کیا آج پہلی مرتبہ ایسا کیا ہے تو میں نے اندر ہی اندر کہا "یہ میرے اس کام کی وجہ سے ہے کہ جس کا میں نے ارادہ کیا ہوا ہے؟" پھر میں نے اندر ہی اندر کہا "میں باہر رک کر آپ علیہ السلام کا انتظار کرتا ہوں ہو سکتا ہے کہ جب آپ علیہ السلام باہر آئیں تو میری مراد بر آئے۔"

مگر جب آپ علیہ السلام باہر تشریف لائے اور لباس زیب تن فرمایا تو سواری منگوائی پس سواری کو لباس والے کمرے میں ہی لایا گیا تو آپ علیہ السلام اسی چٹائی ہی سے سواری پر سوار ہوئے اور باہر تشریف لے گئے۔

تو میں نے اندر ہی اندر کہا "اللہ کی قسم! یقینا میں نے آپ علیہ السلام کو اذیت دی ہے۔ میں دوبارہ ایسا نہیں کروں گا اور نہ ہی آپ علیہ السلام کے بارے میں وہ چاہوں گا کہ جو میں چاہتا تھا" اور میں نے یہ ارادہ تہہ دل سے کیا۔ پس اسی روز جب زوال کا وقت آیا تو آپ علیہ السلام اپنی سواری پر تشریف لائے یہاں تک کہ اسی جگہ ہی اترے کہ جہاں صحن میں اترا کرتے تھے اور اندر داخل ہو کر رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا اور اس جگہ بیت فاطمہ علیہا السلام میں تشریف لے گئے کہ جہاں نماز ادا فرمایا کرتے تھے اور آپ علیہ السلام نے باہر ہی جوتے مبارک اتار کر رکھے اور نماز پڑھنا شروع کر دی۔"

اور اسی کتاب ہی میں ہے علی بن محمد سے، اس نے سہل بن زیاد سے، اس نے داؤد بن قاسم جعفری سے روایت کی ہے کہ میں ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں وارد ہوا تو میرے پاس تین رقعے بغیر عنوان کے تھے تو مجھے اشتباہ سا پڑ گیا کہ ان میں سے کون سا کس کا لکھا ہوا ہے۔ پس میں بہت پریشان سا ہوگیا تو آپ علیہ السلام نے دو رقعوں میں سے ایک رقعہ اٹھایا اور فرمایا "یہ زید بن شبیب کا رقعہ ہے۔" پھر دوسرا اٹھایا اور فرمایا "یہ فلاں شخص کا رقعہ ہے" تو میں ہکا بکا رہ گیا۔ تب آپ علیہ السلام نے میری طرف مبارک نگاہ فرمائی اور مسکرانے لگے اور آپ علیہ السلام نے مجھے تین سو دینار عطا فرمائے اور مجھے حکم دیا کہ میں وہ دینار لے جا کر آپ علیہ السلام کے چچازادوں علیہم السلام میں سے کسی ایک کو دے کر آؤں اور مجھ سے فرمایا۔ وہ تمہیں کہے گا کہ تم اسے کسی کام کی طرف راہنمائی کرو تا کہ وہ اس کا سامان لے سکے تو تم اس کی راہنمائی کرنا۔"

پس میں وہ دینار لے کر اس سیّد کے پاس گیا تو اس نے مجھے کہا "اے ابو ہاشم! تم مجھے کوئی کام بتاؤ کہ جس کیلئے میں سامان بھی خرید سکوں" تو میں نے کہا "جی ہاں"

راوی روایت کرتا ہے کہ ایک اونٹوں والے نے مجھ سے کہا کہ میں آپ علیہ السلام کے پاس جا کر اس کی سفارش کروں کہ امام علیہ السلام اسے کام پر رکھ لیں۔ تو میں آپ علیہ السلام کے ہاں حاضر ہوا تا کہ اس کے بارے میں عرض کر سکوں۔

تو میں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام کھانا تناول فرما رہے تھے اور آپ علیہ السلام کے ہمراہ ایک بڑی تعداد موجود تھی کہ اس اونٹوں والے کے بارے میں امام علیہ السلام سے کلام کرنا میرے لئے ممکن ہی نہ ہو سکا۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا۔ اے ابو ہاشم! کھانا کھاؤ۔ اور میرے سامنے کھانا رکھا گیا۔ پھر آپ علیہ السلام نے خود ہی کلام کی ابتداء فرماتے ہوئے بغیر کسی سوال کے خود ہی فرمایا "اے غلام! اس اونٹوں والے کو دیکھو کہ جسے ابو ہاشم میرے پاس لایا ہے اور اسے اپنے ساتھ کام میں لگا دو۔"

راوی کہتا ہے "ایک روز میں آپ علیہ السلام کے پاس باغیچے میں حاضر ہوا تو میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! میں مٹی کھانے جیسی بری بیماری میں مبتلا ہوں۔ پس آپ علیہ السلام اللہ عزوجل کے حضور میرے لئے دعا فرمائیے۔" پس آپ علیہ السلام خاموش رہے پھر کچھ دنوں بعد آپ علیہ السلام نے خود ہی کلام کی ابتداء فرماتے ہوئے فرمایا۔ "اے ابو ہاشم! اللہ تعالیٰ نے تیری مٹی کھانے والی عادت کو ختم کر دیا ہے" ابو ہاشم نے روایت کی ہے کہ "اس کے بعد سے میرے لیے مٹی سے زیادہ قابل نفرت کوئی چیز نہ ہے۔"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن حمزہ الهاشمی سے، اس نے علی بن محمد سے یا محمد بن علی الهاشمی سے روایت کی ہے کہ میں اس صبح ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا کہ جس روز آپ علیہ السلام کی شادی مامون عباسی کی بیٹی سے ہونے چلی تھی۔ میں نے رات کو دوا لی ہوئی تھی پس اس صبح سب سے پہلے آپ علیہ السلام کے پاس میں ہی حاضر ہوا تھا۔ مجھے پیاس نے شدت سے آ لیا تھا اور میں نے اچھا نہ جانا کہ پانی مانگوں تو ابو جعفر علیہ السلام نے میرے چہرے کی طرف نگاہ فرمائی اور پھر فرمایا "اے غلام مجھے پانی دو۔" پس آپ علیہ السلام نے پانی لے کر نوش فرمایا۔ پھر باقی پانی مجھے عطا فرمایا تو اس میں سے میں نے پیا۔ پھر مجھے دوبارہ ویسی ہی پیاس لگی مگر میں نے پھر بھی پانی مانگنا مناسب نہ سمجھا۔ تو آپ علیہ السلام نے دوبارہ ویسا ہی اہتمام فرمایا کہ جیسا پہلی مرتبہ فرمایا تھا۔ پس جب غلام آیا تو اس کے ہاتھ میں پانی کا جام تھا۔ میں نے اندر ہی اندر کہا "پہلی مرتبہ کی طرح" تو آپ علیہ السلام نے وہ پانی کا جام لیا پھر اس میں سے نوش فرما کر مجھے تھما دیا اور مسکرا دئیے۔ اور مجھ سے فرمایا "یہ ہاشمی اور میں جیسا کہ لوگ کہتے ہیں اسے سمجھتے ہیں۔"

اور اسی کتاب ہی میں علی بن محمد سے، اس نے سہل بن زیاد سے، اس نے علی بن الحکم سے، اس نے دعبل بن علی سے روایت کی ہے کہ وہ ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے اس کیلئے صلہ کا حکم دیا۔ تو اس نے وہ صلہ لیا مگر اللہ کی حمد نہ کی تھی تو امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا "تم نے اللہ عزوجل کی حمد کیوں نہیں کی؟" پھر اس کے بعد میں ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے میرے لیے صلہ کا حکم صادر فرمایا تو میں نے کہا "الحمد للہ" تو ابو جعفر علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "تو ادب سیکھ گیا ہے۔"

اور کشف الغمة میں دلائل الحمیری سے، اس نے دعبل بن علی سے روایت کی ہے کہ وہ امام علی رضا علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا۔۔۔ اور باقی روایت ویسی ہی ذکر کی۔

اور اصول کافی میں اپنی سند کے ساتھ مطوفی سے روایت کی ہے کہ ابو الحسن امام رضا علیہ السلام شہید ہو گئے تو آپ علیہ السلام پر میرے چار ہزار درہم واجب الادا تھے تو میں نے دل ہی دل میں کہا "میرا مال گیا" جب دوسرا روز ہوا تو ابو جعفر علیہ السلام نے مجھے پیغام بھیجا کہ تم ترازو اور ماپنے والے آلات لے کر میرے پاس آؤ۔ پس میں ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "ابو الحسن علیہ السلام شہید ہوئے تو ان حضرت علیہ السلام پر تیرے چار ہزار درہم واجب الادا تھے؟" تو میں نے عرض کی "جی ہاں" تو آپ علیہ السلام نے مصلیٰ اٹھایا کہ جس پر آپ علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ تو اس کے نیچے دینار تھے کہ جو آپ علیہ السلام نے مجھے عطا فرما دئیے۔

اقول: مفید نے الارشاد میں جعفر بن محدم بن قولویہ رحمہ اللہ سے، اس نے محمد بن یعقوب رحمہ اللہ سے سابقہ احادیث میں سے من جملہ روایت کی ہیں اور انہی احادیث ہی کو علی بن عیسیٰ الاربلی نے کشف الغمہ میں ارشاد المفید سے نقل کرتے ہوئے روایت کیا ہے۔

شیخ قطب الدین ابو الحسن سعید بن ھبة اللہ راوندی نے الخرائج میں نقل کیا ہے کہ قاسم بن محسن سے روایت کیا گیا ہے کہ میں مکہ و مدینہ کے درمیان تھا کہ میرے قریب سے ایک ضعیف المال دیہاتی گزرا اس نے مجھ سے کسی چیز کا سوال کیا تو مجھے اس پر بہت رحم آیا تو میں نے آٹا نکال کر اسے دے دیا۔ جب وہ مجھ سے دور چلا گیا تو اچانک ہوا کا ایک بگولہ آیا کہ جو میرے سر سے میرے عمامے کو اڑا لے گیا۔ پس مجھے معلوم نہ ہو پایا کہ وہ عمامہ کہاں گیا اور وہ فقیر کہاں گیا۔" جب میں مدینے پہنچا اور میں ابو جعفر بن امام رضا علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "اے ابو قاسم! کیا راستے میں تیرا عمامہ گم ہوا تھا؟" میں نے عرض کی "جی ہاں" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "اے غلام! اس کو اس کا عمامہ نکال دو۔" تو وہ غلام میرے پاس میرا وہی عمامہ لایا تو میں نے عرض کی "اے فرزند رسول علیہ السلام! یہ آپ علیہ السلام کے پاس کیسے آیا؟" امام علیہ السلام نے فرمایا "تو نے اعرابی (دیہاتی) کو صدقہ دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے شکریہ کے طور پر تیرا عمامہ تجھے پلٹا دیا ہے اور یقینا اللہ احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ہے۔"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے کہا کہ محمد بن ارومہ سے، اس نے حسن المکاری سے روایت کی ہے کہ میں ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام بغداد میں تھے اور ان دنوں مامون کی غیر اعلانیہ قید میں تھے۔ تو میں نے دل ہی دل میں کہا "یہ شخص اپنے وطن لوٹنے والا نہیں ہے جبکہ میں اس کا کھانا پینا خوب دیکھ رہا ہوں۔"

تو آپ علیہ السلام نے اپنا سر جھکایا اور پھر اٹھایا۔ تو آپ علیہ السلام کے چہرے کا رنگ زرد پڑ چکا تھا اور آپ علیہ السلام نے فرمایا "اے حسین! جو کی روٹی اور سادہ نمک جو مجھے حرم رسول اللہ ﷺ میں نصیب ہو مجھے اس حالت کے اچھے اچھے کھانوں سے زیادہ محبوب ہیں۔

اور اسی کتاب ہی میں ہے کہ حسن بن علی الوشاء سے روایت کیا گیا ہے کہ میں مدینہ میں صریا کے مقام پر ایک کنویں پر ابو جعفر علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ تو آپ علیہ السلام اٹھے اور فرمایا "چلے نہ

جانا“ میں نے دل ہی دل میں کہا ”میں نے چاہا تھا کہ میں ابو الحسن امام رضا علیہ السلام سے آپ علیہ السلام کے لباس سے ایک قمیص مانگوں گا مگر میں ایسا نہ کر سکا۔ پس جب میرے پاس ابو جعفر علیہ السلام واپس تشریف لائے تو میں آپ علیہ السلام سے سوال کروں گا۔ تو امام علیہ السلام نے میرے مانگے بغیر اور میرے پاس واپس تشریف لائے بغیر جبکہ میں کنویں پر ہی موجود تھا ایک قمیص بھیجا اور پیام رساں نے کہا ”امام علیہ السلام تم سے فرماتے ہیں ”یہ ابو الحسن علیہ السلام کے اس مبارک لباس میں سے ہے کہ جس میں آپ علیہ السلام نماز ادا کیا کرتے تھے“

اور اسی کتاب ہی میں ابن ارومہ سے روایت کیا گیا ہے۔ ایک عورت کچھ چل، کچھ درہم اور کچھ کپڑے لے آئی۔ تو میں نے سمجھا کہ شاید یہ سارا مال فقط اسی کا ہے مجھے اندازہ تک نہ تھا کہ اس سامان میں اس کے علاوہ بھی کسی کا کچھ ہو سکتا ہے پس جب میں وہ سامان ہمارے دیگر اصحاب کے سامان کے ساتھ لے کر مدینے گیا۔ اور میں نے وہ سارا سامان آپ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ اور میں نے فہرست میں لکھا کہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں فلانۃ عورت نے اتنا، فلاں کی طرف سے اتنا اور فلاں کی طرف سے اتنا اتنا مال بھیجا گیا ہے۔؛ تو آپ علیہ السلام کی طرف سے جواباً توقیع مبارکہ برآمد ہوئی۔ ”میرے پاس پہنچ گیا ہے جو فلاں و فلاں وغیرہ کی طرف سے بھیجا گیا ہے اور دو عورتوں کی طرف سے“ اللہ تم سے قبول فرمائے اور اللہ تم پر راضی ہو اور اللہ تمہیں دنیا و آخرت میں ہمارے ساتھ قرار دے۔“

جب میں نے اس تحریر میں دو عورتوں کا نام دیکھا تو مجھے اس تحریر میں شک سا ہونے لگا اور یہ بھی کہ مجھ سے وہ سامان آپ علیہ السلام کے علاوہ کسی نے لیا ہے کیونکہ مجھے اپنے تئیں یقین تھا کہ وہ سارا سامان مجھے فقط ایک ہی عورت نے دیا تھا اور وہ فقط ایک عورت تھی جب میں نے دو عورتوں کا ذکر دیکھا تو میں نے اپنی تحریر پہنچانے والے کو تہمت دی۔ پس جب میں اپنے وطن واپس لوٹ کر گیا تو میرے پاس وہی عورت آئی اور اس نے کہا ”کیا تو نے میرا سامان پہنچایا؟“ میں نے کہا ”جی ہاں“ اس عورت نے کہا ”اور فلانہ عورت کا سامان؟“ میں نے کہا ”کیا اس سامان میں تیرے علاوہ بھی کسی عورت کا سامان تھا؟“ اس عورت نے کہا ”اس میں میرا اور میری فلانۃ بہن کا سامان شامل تھا۔“ میں نے کہا ”ہاں بالکل، پہنچا دیا ہے۔“

اور اسی کتاب ہی میں روایت کیا گیا ہے بکر بن صالح سے، اس نے محمد بن فضیل صیرفی سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور میں نے اس کے آخر میں لکھا ”کیا آپ علیہ السلام کے پاس رسول اللہ ﷺ کا اسلحہ موجود ہے؟“ اور میں وہ خط روانہ کرنا بھول گیا۔ تو امام علیہ السلام نے کسی کام کے سلسلے میں مجھے خط تحریر فرمایا۔ تو خط کے آخر میں درج فرمایا ”میرے پاس رسول اللہ ﷺ کا اسلحہ موجود ہے اور اس اسلحہ کی ہم میں اہمیت اس تابوت (سکینہ) جیسی ہے کہ جو بنی اسرائیل میں ہوتا تھا۔ ہم جہاں بھی ہوں وہ ہمارے ساتھ ہوتا ہے اور وہ ہر امام علیہ السلام کے ساتھ ہوتا ہے۔

اس نے روایت کیا ہے کہ میں مکہ میں تھا کہ میں نے دل ہی دل میں کچھ سوچا کہ جس کا علم اللہ عزوجل کے سوا کسی کو نہ تھا۔ پس جب میں مدینے میں آیا اور میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”جو تو نے سوچا تھا اس پر اللہ کے حضور استغفار کرو اور دوبارہ ایسا نہ کرنا“ بکر نے کہا ”میں نے محمد سے کہا”وہ کیا چیز تھی؟“ اس نے کہا ”میں کسی کو بتانے والا نہیں“

راوی نے کہا ”میرے ایک پاؤں پر پھوڑا نکل پڑا اور اس پھوڑا کے نکلنے سے پہلے امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا تھا اور میں نے امام علیہ السلام سے عہد بھی کیا تھا۔ پس جو بات آپ علیہ السلام نے مجھ سے آخر میں فرمائی تھی وہ یہ تھی کہ آپ علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا ”عنقریب تمہیں ایک درد کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پس ہمارے شیعوں میں سے جو شخص بھی بیمار ہو اور صبر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں ایک ہزار شہید کے برابر ثواب لکھ دیتا ہے۔“

پس جب میں وادی مرو میں پہنچا تو میرا پاؤں سوج گیا اور اس میں پھوڑا نکل آیا۔ پس میں کئی ماہ تک مسلسل اسی شکایت میں رہا۔ دوسرے سال میں نے حج کیا تو میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کی۔ اللہ عزوجل مجھے آپ علیہ السلام پر قربان فرمائے! میرے پاؤں پر دم کیجئے۔“ اور میں نے آپ علیہ السلام کو عرض کیا کہ یہ وہی درد ہے کہ جس کی آپ علیہ السلام نے پیشن گوئی فرمائی تھی۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ اپنے دوسرے تندرست پاؤں کو میرے قریب لاؤ۔“ میں نے وہ پاؤں آپ علیہ السلام کے سامنے کیا تو آپ علیہ السلام نے اس پر دم فرمایا۔ پس جب میں آپ علیہ السلام کے ہاں سے اٹھا تو تندرست پاؤں میں درد ہونے لگا تو میرے سانس میں سانس آئی اور تب مجھے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام نے اس پاؤں کو درد کیلئے دم فرمایا تھا۔ تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے تندرستی عطا فرما دی تھی۔

اور اسی کتاب ہی میں علی بن جریر سے روایت کی گئی ہے کہ اس نے کہا ”میں ابو جعفر بن امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر بیٹھا تھا کہ آپ علیہ السلام کے ایک غلام کی بکری گم ہو گئی تھی کہ لوگوں نے آپ علیہ السلام کے کچھ ہمسائیوں کو پکڑ لیا تھا تا کہ وہ اس غلام کو جرمانہ دیں اور وہ لوگ کہہ رہے تھے۔ ”تم لوگوں نے بکری چوری کی ہے“ تو ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا ”تم پر ویل ہو! ہمارے ہمسائیوں کو چھوڑ دو کہ ان لوگوں نے چوری نہیں کی ہے۔ بکری تو فلاں شخص کے گھر موجود ہے جاؤ ور بکری کو اس کے گھر سے برآمد کرو۔“

پس وہ لوگ گئے تو ان لوگوں نے اسی شخص کے گھر میں بکری کو موجود پایا۔ ان لوگوں نے اس شخص کو پکڑا اور اسے زدوکوب کیا اور اس کے لباس کو پھاڑ ڈالا۔جبکہ وہ شخص حلف اٹھاتا جاتا تھا کہ اس نے بکری چوری نہیں کی ہے یہاں تک کہ وہ لوگ اس شخص کو ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں لائے تو امام علیہ السلام نے فرمایا۔ وائے ہو تم پر، تم لوگوں نے اس شخص پر ظلم کیا ہے۔ بکری تو اس کے گھر میں خود ہی داخل ہوئی تھی کہ اس شخص کو معلوم تک نہ ہو پایا تھا۔“ پس امام علیہ السلام نے اس شخص کو آگے بلا کر اسے اس کے کپڑوں کے پھاڑے جانے اور اس کو پڑنے والی مار کے بدلے میں کوئی چیز بخشش فرمائی۔“

اور اسی کتاب ہی میں محمد بن الولید الکرمانی سے روایت کیا گیا ہے کہ میں ابو جعفر بن امام رضا علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے گیا تو میں نے دروازے کی ڈیوڑھی پر لوگوں کی کافی بڑی تعداد کو دیکھا۔ پس میں مسافر کی طرف چلا گیا پس میں اس کے پاس زوال شمس تک بیٹھا رہا۔ تب ہم نماز کیلئے اٹھے جب ہم نے نمازظہر ادا کر لی تو مجھے اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کا احساس ہوا میں نے توجہ کی تو وہ امام ابو جعفر علیہ السلام تھے۔ پس میں آپ علیہ السلام کی طرف اٹھ چلا میں نے آپ علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ پھر امام علیہ السلام وہیں تشریف فرما ہو گئے اور امام علیہ

السلام نے مجھ سے میرے آنے کا مقصد پوچھا۔ پھر فرمایا ”پر سکون ہو جاؤ۔“ میں نے عرض کی۔ ”آپ علیه السلام پر قربان جاؤں! میں پر سکون ہو گیا“ امام علیه السلام نے ایسا تین بار فرمایا اور میں نے تینوں بار ہی جواب عرض کیا اور میں نے عرض کی۔ اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیه السلام! میں پر سکون ہوا اور میں راضی ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو اتنی جلا (روشنی) بخشی کہ اگر میں پوری جدو جہد کے ساتھ کوشش بھی کروں تو بھی میں آپ علیه السلام کی امامت کے بارے میں شک تک نہیں پہنچ سکتا ہوں۔ (والحدیث طویل)

اور اسی کتاب ہی میں روایت کیا گیا ہے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، اس نے محمد بن سہل بن السیع سے روایت کی ہے کہ میں مکہ میں مجاور تھا پس میں مدینہ گیا اور میں ابو جعفر علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں چاہتا تھا کہ امام علیه السلام سے ایسے لباس کے بارے میں سوال کروں کہ جو ائمه علیہم السلام کی اترن ہو۔ مگر ایسا ممکن نہ ہو سکا یہاں تک کہ میں نے آپ علیه السلام سے الوداع کیا اور میں واپس جانا چاہتا تھا تو میں نے دل ہی دل میں کہا ”میں آپ علیه السلام کی خدمت میں لکھ کر سوال کرتا ہوں“ پس میں نے آپ علیه السلام کی خدمت میں خط لکھا اور میں مسجد نبوی ﷺ چلا گیا تا کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ کے حضور سو مرتبہ استخارہ کروں پس اگر میں دل میں آیا کہ بھیجوں تو اللہ کی قسم! میں خط ضرور بھیجوں گا ورنہ پھاڑ ڈالوں گا“ پس میں نے ایسا کیا تو میرے دل میں آیا کہ خط نہ بھیجوں۔ پس میں نے وہ خط پھاڑ ڈالا اور مدینے سے سفر پر نکل پڑا۔ میں ابھی مدینے سے نکلا ہی تھا کہ میں نے دیکھا کہ ایک پیام رساں کے ہاتھ میں موجود تھیلے کے اندر کپڑے تھے اور وہ قافلے والوں سے محمد بنج سہل قمی کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ میرے پاس پہنچا تو اس نے مجھ سے کہا ”آپ کے مولا علیه السلام نے تمہارے پاس یہ بھیجا ہے“ میں نے دیکھا وہ کپڑوں کا ایک جوڑا تھا۔

احمد بن محمد نے کہا کہ محمد بن سہل نے فیصلہ کیا کہ جب وہ مرے تو میں ہی اسے غسل دوں اور اسے دونوں کپڑوں ہی میں کفن دوں۔

اور اسی کتاب ہی میں روایت کیا گیا ہے کہ ابو سعید سہل بن زیاد سے، اس نے ابن حدید سے روایت کی ہے کہ میں حاجیوں کی ایک جماعت کے ساتھ سفر پر نکلا تو ہمیں راستے میں راہزن پڑ گئے۔ پس جب ہم مدینہ میں داخل ہوئے۔ سر راہ میری ملاقات ابو جعفر علیه السلام سے ہوگئی۔ پس میں امام علیه السلام کو اپنی رہائش گاہ پر لے گیا اور میں نے آپ علیه السلام کو ہم پر پڑنے والی مصیبت سے آگاہ کیا۔ تو امام علیه السلام نے مجھے لباس عطا فرمایا اور مجھے کچھ دینار بھی عطا فرمائے اور فرمایا۔ ”اپنے ساتھیوں میں ان کی چھن جانے والی مقدار کے برابر تقسیم کر دو۔“ پس میں نے وہ دنیار ان لوگوں میں چھن جانے والی مقدار کے برابر تقسیم کیے تو وہ بالکل اسی رقم کے برابر ہی تھی کہ نہ اس سے کم اور نہ ہی اس سے زیادہ تھے۔“

اور اسی کتاب ہی میں ابی سلیمان سے، اس نے صالح بن محمد بن صالح بن داؤد یعقوبی سے روایت کی ہے کہ جب ابو جعفر علیه السلام شام کی جانب مامون کے استقبال کیلئے بڑھے تو حکم دیا کہ آپ علیه السلام کی سواری کی دم کو باندھ دیا جائے اور وہ گرمیوں کا سخت گرم دن تھا۔ کہ پانی نہیں مل رہا تھا۔

توآپ علیہ السلام کے ہمراہ موجود کسی نے کہا ”آپ علیہ السلام کو سواریوں کے بارے میں کوئی معلومات نہ ہیں کہ یہ کون سا مقام ہے کہ برزون گھوڑے کی دم کو باندھ دیا جائے۔

پس ہم نے تھوڑا سا سفر ہی کیا تھا کہ ہم راستہ بھول گئے اور ایک کیچڑ میں سے جا گزرے پس ہمارے کپڑے اور ہمارے ساتھ موجود سامان خراب ہوگیا۔ مگر آپ علیہ السلام کو ایسا کچھ نہیں ہوا۔

اور اسی کتاب ہی میں روایت کیا گیا ہے کہ ہم اسی سفر ہی میں تھے کہ ایک دن ابو جعفر علیہ السلام نے ہم سے فرمایا۔ تم لوگ عنقریب فلاں مقام پر راستہ بھٹک جاؤ گے اور رات گزرنے کے بعد تم لوگ خود کو فلاں مقام پر پہنچ جاؤ گے۔ تو ہم نے کہا ”آپ علیہ السلام کو علم ہی نہ ہے اور نہ ہی آپ علیہ السلام نے شام کا راستہ دیکھا ہوا ہے۔“ مگر ویسا ہی ہوا کہ جیسا آپ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

اور اسی کتاب ہی میں عمران بن محمد سے روایت کیا گیا ہے کہ میرے بھائی نے مجھے ذرع سونپی کہ میں اسے ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں دیگر اشیاء کے ہمراہ جاؤں۔ پس میں نے باقی چیزیں دیں اور ذرع بھول گیا۔ جب میں اپنے بھائی کو الوداع کرنے لگا تو آپ علیہ السلام نے مجھے فرمایا۔ ”ذرع بھی لے آؤ“ اور میری والدہ نے مجھے کہا کہ میں آپ علیہ السلام سے آپ علیہ السلام کے لباس میں سے ایک قمیص کا سوال کروں تو میں نے آپ علیہ السلام سے سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”اب اسے اس کی ضرورت نہیں ہے“ تب مجھے خبر پہنچی کی میری والدہ اس دن سے بیس دن پہلے ہی فوت ہو گئی تھی۔“

اور اسی کتاب ہی میں روایت کیا گیا ہے کہ لوگوں نے کہا کہ ہم نے امام علیہ السلام کی خدمت میں اپنے اپنے مسائل سے متعلق خطوط لکھے۔ ایک واقفی شخص نے بھی رقعہ لکھا اور اسے ان خطوں کے درمیان رکھ دیا تو تمام خطوط کے جواب آپ علیہ السلام کے دست مبارک کی تحریر کے ساتھ موصول ہوئے۔ ماسوائے اسی واقضی المذہب شخص کے خط کے کہ آپ علیہ السلام نے اس کے رقعہ کا کوئی جواب عنایت نہیں فرمایا تھا۔

اور اسی کتاب ہی میں احمد بن ہلال سے،ا س نے امیہ بن علی العیسیٰ سے روایت کی ہے کہ میں اور حماد بن عیسیٰ مدینہ میں ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں الوداع کرنے کیلئے حاضر ہوئے تو امام علیہ السلام نے ہم سے فرمایا ”سفر پر مت نکلنا اور کل تک یہیں ٹھہرے رہو۔“ جب ہم آپ علیہ السلام کی خدمت سے باہر آئے تو حماد نے کہا ”میں تو جا رہا ہوں کہ میری طبیعت بوجھل سی ہے۔“ میں نے کہا ”البتہ میں تو ٹھہرتا ہی ہوں“ پس حماد سفر پر نکل کھڑا ہوا۔ اس رات وادی میں سیلابی پانی آیا تو وہ اس میں غرق ہوگیا اور اس کی قبر سیالۃ کے مقام پر ہے۔

اور اسی کتاب ہی میں روایت کیا گیا ہے کہ داؤد بن محمد المہدی سے، اس نے عمران بن محمد الاشعری سے روایت کی ہے کہ میں ابو جعفر ثانی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے اپنے مسائل حل کروانے کے بعد امام علیہ السلام سے عرض کی۔ ام الحسن آپ علیہ السلام کی خدمت میں سلام عرض کرتی ہیں اور آپ علیہ السلام سے سوال کرتی ہیں کہ آپ علیہ السلام اسے اپنے لباس میں سے ایک قمیص عطا فرمائیے۔ تا کہ وہ اسے اپنا کفن بنا سکے۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا ”اب اسے اس کی کوئی

ضرورت نہیں ہے“ پس میں واپس چل پڑا مگر اس کا معنیٰ نہ سمجھ سکا۔ تب مجھ تک خبر پہنچی کہ وہ اس بات سے تیرہ یا چودہ دن پہلے فوت ہو چکی تھیں۔

اور علی بن الحسین المسعودی نے کتاب اثبات الوصیۃ میں امیہ بن علی سے روایت کی ہے کہ میں مدینہ میں ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا جبکہ آپ علیہ السلام کے بابا گزرگوار علیہ السلام خراسان میں تھے۔ ایک دن آپ علیہ السلام نے کنیز کو بلایا اور اس سے فرمایا۔ تم اہل خانہ سے کہو کہ ماتم کی تیاری کریں۔ جب ہم آپ علیہ السلام کی مجلس سے اٹھ گئے تو میں ایک گروہ کے ہمراہ تھا۔ ہم نے آپس میں کہا۔ ہم نے یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ کس کے ماتم کی؟“

جب دوسرا روز ہوا تو پورا گروہ پلٹ آیا اور ہم نے آپ علیہ السلام سے عرض کی ”کس کا ماتم؟“ تو امام علیہ السلام نے فرمایا ”زمین کی پشت پر سب سے افضل کا ماتم“ پس اس واقعے کے چند روز بعد امام رضا علیہ السلام کی شہادت کی خبر پہنچی“

اور اسی کتاب ہی میں ہے کہ احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، اس نے محمد المحمودی سے روایت کیا ہے کہ اس نے ایک روایت میں کہا ہے کہ اسحق بن اسماعیل بن نوبخت نے اس سال کہ جس سال ایک جماعت ابو جعفر علیہ السلام کے پاس کئی سال سفر کیا۔ تو اسحق نے کہا ”میں نے آپ علیہ السلام سے پوچھنے کیلئے ایک رقعہ میں دس مسائل لکھے اور میرے پاس کچھ مال بھی تھا۔ میں نے اندر ہی اندر کہا ”اگر آپ علیہ السلام نے مجھے ان مسائل کا جواب دیا تو میں آپ علیہ السلام سے گزارش کروں گا کہ وہ حضرت علیہ السلام دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے فرزند عطا فرمائے۔ پس جب لوگوں نے آپ علیہ السلام سے سوالات پوچھنے شروع کیے تو میں بھی آپ علیہ السلام سے سوال پوچھنے کیلئے گیا۔ جب آپ علیہ السلام نے مجھے دیکھا تو فرمایا ”اے ابو اسحق! اس بچے کا نام احمد رکھنا“

اور دوسری روایت میں ہے کہ اس نے روایت کیا کہ آپ علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا ”اے ابویعقوب اس کا نام احمد رکھنا“ پس میرے ہاں بیٹا ہوا تو میں نے اس کا نام احمد رکھا جو ایک عرصے تک زندہ رہا پھر اس کی وفات ہوگئی۔

اور نے روایت کی ”اور جو جماعت گئی تھی اس میں علی بن حسان الواسطی المعروف الاعمش بھی شامل تھا۔ اس نے روایت کی کہ میرے پاس میں نے بچوں کے کھلونے کے جو چاندی سے بنے ہوئے تھے موجود تھے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا ”میں اپنے مولا علیہ السلام کو ہدیہ دوں گا اور بطور تحفہ پیش کروں گا“ پس جب لوگ متفرق ہوگئے اور آپ علیہ السلام نے تمام لوگوں کے مسائل کے جواب عطا فرما دئیے اور آرام گاہ کی طرف تشریف لے گئے تو میں بھی آپ علیہ السلام کے پیچھے چل دیا۔ تو میں موفق سے ملا اور میں نے کہا ”مولا علیہ السلام سے میری حاضری کی اجازت مانگو“ پس اس نے اجازت مانگی تو میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپ علیہ السلام کو سلام عرض کیا۔ تو آپ علیہ السلام نے مجھے جواب عطا فرمایا۔ آپ علیہ السلام کے چہرے پر ناراضگی کے آثار نمایاں تھے اور آپ علیہ السلام نے مجھے بیٹھنے کا حکم بھی صادر نہ فرمایا۔ میں آپ علیہ السلام کے قریب گیا اور جو کچھ میرے تھیلے میں تھا میں نے وہ سب آپ علیہ السلام کے سامنے نکال کر رکھ دیا۔ تو آپ علیہ السلام نے انتہائی ناگوار و نالاں نگاہ مجھ پر ڈالی۔ پھر ان کھلونوں کو دائیں بائیں پھینک دیا اور فرمایا ”ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس لیے خلق نہیں فرمایا اور نہ ہی میرا اور کھیل کا کوئی تعلق ہے۔“ پس میں آپ علیہ السلام کے سامنے بہت

شرمندہ ہوا اور میں نے آپ علیہ السلام سے معافی مانگی۔ تو آپ علیہ السلام نے مجھے معاف فرما دیا۔ تب آپ علیہ السلام اٹھے اور اندر تشریف لے گئے اور میں وہ کھلونے لے کر باہر نکل آیا۔

اسی روایت کو بحار میں دلائل طبری سے نقل کیا ہے کہ ابن المفضل سے، اس نے بدر بن عمار طبرستانی سے، اس نے محمد بن علی الشلمغانی سے روایت کی ہے کہ اسحق بن اسماعیل نے حج کیا اور باقی روایت ویسی ہی ذکر کی ہے۔

پھر المسعودی نے کہا ”ابو جعفر علیہ السلام نے امر امامت کو مخفی رکھا یہاں تک کہ آپ علیہ السلام دس سال کے ہو گئے“

اسی طرح المسعودی نے اثبات الوصیہ ہی میں کہا ہے کہ حمد بن الفرج وغیرہ سے روایت کیا گیا ہے کہ مجھے ابو جعفر علیہ السلام نے بلایا اور مجھے بتایا کہ ایک قافلہ آنے والا ہے کہ جس میں ایک بردہ فروش ہے کہ جس کے ساتھ کافی غلام ہیں اور آپ علیہ السلام نے ایک تھیلی کہ جس میں ساٹھ دینار تھے میرے حوالے فرمائی اور اس بردہ فروش کے ہمراہ موجود ایک کنیز کا حلیہ، اس کے زیورات، صورت اور لباس کے ذریعے بیان فرمایا اور مجھے حکم دیا کہ میں اس کنیز کو خرید لوں۔ پس میں گیا اور اس نے وہ کنیز خریدی۔ بھاؤ تاؤ کے بعد اور وہ بردہ فروش اس کی اتنی قیمت پر راضی ہو گیا تھا کہ جو امام علیہ السلام نے میرے حوالے فرمائی تھی۔ پس وہ کنیز ہی ابو الحسن علیہ السلام کی مادرگرامی قدر علیہا السلام تھیں کہ جس مخدرہ کا اسم مبارک ”سمانۃ“ تھا۔ اس مخدرہ کو بچپن سے ایک عورت نے پالا تھا کہ جس سے بردہ فروش نے خریدا اور اس مخدرہ کی فروخت تک اس بردہ فروش کو اس مخدرہ کے قریب آنے کا اللہ نے موقع ہی نہ دیا تھا۔ اسی طرح ہی اس مخدرہ نے ذکر فرمایا تھا۔

اور المسعودی نے کہا ”یوسف بن السخت نے صالح بن عطیہ الاصم سے روایت کی ہے کہ ابو جعفر علیہ السلام کے عراق تشریف لے جانے سے پہلے ہی میں نے حج کی سعادت حاصل کی اور میں نے آپ علیہ السلام کے حضور تنہائی کی شکایت کی تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا ” تم حرم سے اس وقت تک نہ جانا کہ جب تک ایک کنیز نہ خرید لو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں سے ایک بیٹا عطا فرمائے گا“ میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی ”آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! اگر آپ علیہ السلام مناسب سمجھیں تو مجھے اتنی قیمت مشورے سے نوازیں؟“ آپ علیہ السلام نے فرمایا ”ٹھیک ہے۔ جاؤ تم کنیز تلاش کرو جب تک کسی کی خریداری پر آمادہ ہو جاؤ تو مجھے بتلانا۔ پس میں نے ایسا ہی کیا تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔ جاؤ اور اس کنیز کے قریب کھڑے ہو جاؤ یہاں تک کہ میں تمہارے پاس سے گزر جاؤں۔ پس میں بردہ فروش کی دکان پر پہنچا۔ تب آپ علیہ السلام ہمارے قریب سے گزرے تو نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ پس آپ علیہ السلام نے اس کنیز کی طرف دیکھا اور چلے گئے۔ پس میں بھی آپ علیہ السلام کی طرف چلا گیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”اس کنیز کی عمر تھوڑی ہے“ جب دوسرا روز ہوا تو میں اس کے مالک کے پاس گیا تو اس نے کہا ”کنیز کو بخار ہے، اس کا پیش کرنا ممکن نہ ہے۔ پس میں اس کے پاس اگلے روز گیا تو میں نے اس سے کنیز کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا ”میں نے اسے آج ہی دفن کیا ہے“ پس میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں خبر عرض کی اور میں نے دوسری کنیز خریدی تو اس میں مجھے میرا فرزند محمد عطا کیا گیا۔

اور اسی روایت کو مصنف نے بحار میں علی بن طاؤس کی کتاب فرج المھموم سے نقل کیا ہے کہ اس نے اپنی اسناد کے ساتھ الحمیری سے، اس نے اپنی کتاب الدلائل میں اپنی اسناد کے ساتھ صالح بن عطیہ سے روایت کی ہے کہ میں نے حج کیا۔۔۔ اس نے باقی روایت ویسی ہی ذکر کی یہاں تک کہ اس نے کہا "میں نے امام علیہ السلام کو اس کنیز کے بارے میں خبر عرض کی تو امام علیہ السلام نے فرمایا "تلاش کرو" پس میں نے ایک اور کنیز تلاش کی اور میں نے آپ علیہ السلام کو بتلایا۔ پس آپ علیہ السلام نے مجھے فرمایا کہ میں اس کنیز کو دکھلاؤں۔ پس میں بردہ فروش کی دکان پر گیا۔ آپ علیہ السلام سوار ہوئے اور ہمارے قریب سے گزر گئے۔ میں آپ علیہ السلام کے پیچھے گیا تو فرمایا۔ اس کو خرید لو میں نے اسے دیکھ لیا ہے۔ پس میں نے وہ کنیز خرید لی اور اسے اپنے پاس لے آیا اور میں نے ایک طہر تک صبر کیا۔ پھر جب وہ پاک ہو گئی تو میں نے اس سے ہمبستری کی تو وہ حاملہ ہو گئی اور اسے میرے لیے ایک فرزند محمد کو پیدا کیا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس سے روایت ہے کہ ہماری اسناد کے ساتھ محمد بن جریر طبری سے، اس نے اپنی اسناد کے ساتھ ابراہیم بن سعید سے روایت کی ہے کہ میں محمد بن علی الجواد علیہما السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ہمارے قریب سے ایک گھوڑی گزری تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "یہ گھوڑی اسی رات ہی ایک نر بچہ جنے گی کہ جس کی چوٹی سفید ہوگی اور اس کے چہرے پر سفید نشان ہوگا۔ پس میں نے آپ علیہ السلام سے اجازت چاہی۔ پھر میں اس گھوڑی کے مالک کے ہمراہ چل دیا۔ میں اس سے گفتگو کرتا رہا۔ یہاں تک کہ رات ہو گئی اور اس گھوڑی نے ویسا ہی نر بچہ جنا کہ جیسا آپ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ تب میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا "اے فرزند سعید! میں نے تمہیں جو کہا تھا اس میں تو نے شک کیا۔ کل تیرے گھر میں جو حاملہ عورت ہے وہ ایک کانا بچہ جنے گی۔" پس اللہ کی قسم! میرے ہاں محمد پیدا ہوا کہ جو پیدائشی طور پر کانا تھا۔

اور اسی کتاب ہی میں مناقب ابن شہر آشوب سے، اس نے سنان بن نافع سے روایت کی ہے کہ میں نے امام علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام سے سوال کیا تو میں نے عرض کی "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! آپ علیہ السلام کے بعد ام امامت کا حاصل (امام علیہ السلام) کون ہے؟" تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "اے فرزند نافع! وہ حضرت علیہ السلام اس دروازے سے تیرے پاس آیا چاہتے ہیں کہ جو اس کا وارث ہوگا کہ جو میں نے پہلے حضرات علیہم السلام سے وراثت میں لیا ہے اور وہ حضرت علیہ السلام ہی میرے بعد اللہ تعالیٰ کی حجت علیہ السلام ہے۔ پس ابھی یہی گفتگو جاری تھی کہ ہمارے پاس محمد بن علی علیہما السلام تشریف لائے۔ جب آپ علیہ السلام نے مجھے دیکھا تو مجھ سے فرمایا "اے فرزند نافع! میں تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں کہ ہم ائمہ علیہم السلام! کو جب مادر گرامی علیہا السلام صدف طیبہ میں اٹھاتی ہیں تو ہم صدف مادر گرامی قدر علیہا السلام میں چالیس روز تک آوازیں سنتے رہتے ہیں اور جب امام علیہ السلام صدف مادر گرامی علیہا السلام میں چار ماہ گزارتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس حضرت علیہ السلام کیلئے تمام زمینی عالم کو بلند فرماتا ہے۔ پس وہ ہر چیز کہ جو امام علیہ السلام سے دور ہوتی ہے امام علیہ السلام کے قریب ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ہر نفع بخش اور نقصان دہ بارش کے کسی قطرے کا تحلیل ہونا بھی امام علیہ السلام سے پوشیدہ نہیں ہوتا ہے اور جہاں تک تیرا ابو الحسن علیہ السلام سے آپ علیہ السلام کے بعد زمانے اور وقت کی حجت کے بارے میں گفتگو کا تعلق ہے تو ابو الحسن علیہ السلام نے تیرے سوال کے جواب میں جو تھیں بیان فرمایا ہے۔ وہ ہی تم پر حجت ہے۔ میں

نے عرض کی "میں سب سے پہلا عبادت گزار ہوں" پھر ابو الحسن علیہ السلام ہمارے پاس تشریف لائے تو فرمایا۔ "اے فرزند نافع! تسلیم کرو اور اس حضرت کو اطاعت کا یقین دلاؤ کیونکہ اس حضرت علیہ السلام کی روح میری روح ہے اور میری روح رسول اللہ ﷺ کی روح ہے۔

اقوال یہ حدیث اختصار کے ساتھ نصوص والی فصل میں گزر چکی ہے۔

حسین بن حمدان الخصیبی نے کتاب الھدایۃ فی الفضائل میں موسیٰ بن جعفر الرازی سے روایت کی ہے کہ ہم اہلیان رے کی ایک جماعت بغداد میں وارد ہوئی ۔ ہم ابو جعفر علیہ السلام کی زیارت کرنا چاہتے تھے۔ ہم آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہمارے ساتھ اہلیان رے میں سے ایک زیدی المذہب شخص بھی موجود تھا کہ جو ہمارے سامنے امامی ہونے کا دعویدار تھا۔ پس جب ہم بیٹھے اور ہم نے آپ علیہ السلام سے مسائل دریافت کیے تو ہم نے زیدیت کے بارے میں سوال کرنا چاہا تو ابو جعفر علیہ السلام نے اپنے غلاموں میں سے کسی ایکس ر فرمایا۔ اس زیدی المذہب شخص کے ہاتھ سے پکڑو اور نکال باہر کرو۔" تب وہ شخص آپ علیہ السلام کے قدموں پر گر پڑا اور کہا "اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ، وان علیا امیر المومنینؑ و ان آباء الائمۃؑ اور آپ علیہ السلام اس زمانے میں اللہ کی حجت علیہ السلام ہیں۔

تو امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا "بیٹھ جاؤ" تو نے یقینا اس گمراہی کے بدلے کہ جس پر تو تھا حقیقت کا ادراک کر لیا ہے اور تو نے امامت اس ہستی کے حق میں تسلیم کر لیا ہے جس ہستی کے بارے میں اللہ نے تم پر واجب کیا ہے کہ تم اس ہستی کی سنو اور اس کے حق کو مت روکو۔ تو اس شخص نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ اے میرے آقا علیہ السلام! اللہ کی قسم! میں پچھلے چالیس سال سے حضرت زید بن علی علیہما السلام کی امامت کو اللہ کا دین سمجھتا تھا۔ مگر میں نے لوگوں کے سامنے مذہب امامیہ کے علاوہ کچھ ظاہر نہ کیا۔ پس جب آپ علیہ السلام کو میری وہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ جس کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں تو میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ علیہ السلام امام علیہ السلام اور حجت علیہ السلام ہیں۔ اور اسی کتاب ہی میں روایت کیا گیا ہے موسیٰ بن قاسم سے روایت ہے کہ ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص نے جبکہ ہم مکہ میں تھے۔ اس کو اسماعیل کہا جاتا تھا۔ اس نے ابو الحسن امام رضا علیہ السلام کے بارے میں مجھ سے بحث و تمحیص شروع کر دی کہ امام ابو الحسن رضا علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ اور اپنی اطاعت کی طرف دعوت دیں؟" میں نہ سمجھ پایا کہ اسے کیا جواب دوں؟" پس میں واپس گیا اور جا کر بستر پر سو گیا۔ میں نے خواب میں ابو جعفر محمد بن علی علیہما السلام کی زیارت کی تو میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! اسماعیل نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ کیا آپ علیہ السلام بزرگوار علیہ السلام پر واجب تھا کہ آپ علیہ السلام مامون عباسی کو اللہ تعالیٰ اور اپنی اطاعت کی طرف دعوت دیں؟" مگر میں نہیں سمجھ پایا کہ اسے کیا جواب دوں؟" امام علیہ السلام نے جواباً فرمایا۔ بے شک امام علیہ السلام اللہ کی طرف فقط تم جیسوں اور تمہارے اصحاب جیسوں کو کہ جن سے وہ حضرت علیہ السلام تقیہ نہ کرتے ہوں بلاتے ہیں۔ پس میری جاگ ہو گئی اور میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے اس جواب کو حفظ کر لیا اور میں طواف کیلئے نکل کھڑا ہوا تو میری ملاقات اسماعیل سے ہوئی۔ تو میں نے اس کو وہی جواب دیا کہ جو مجھے ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا تھا تو گویا میں نے اس کے منہ میں پتھر کا لقمہ دے دیا ہو۔ جب دوسرا سال آیاتو میں مدینہ گیا اور میں ابو جعفر

علیه السلام کی خدمت میں وارد ہوا تو امام علیه السلام نماز ادا فرما رہے تھے۔ پس خادم نے مجھے بٹھا دیا اور خود کھڑا رہا۔ جب امام علیه السلام نماز کی ادائیگی سے فارغ ہو گئے تو فرمایا۔ اے موسیٰ! پچھلے سال جب مکه میں اسماعیل نے تجھ سے میرے بابا رضا علیه السلام کے بارے میں بحث و تمحیص کرتے ہوئے جو کہا تھا اس سے تو کراہ اٹھا تھا۔ میں نے عرض کی "جی ہاں! آپ علیه السلام پر قربان جاؤں" آپ علیه السلام نے فرمایا تو تیرا خواب کیا تھا؟" میں نے عرض کی۔ "میرے آقا علیه السلام! تب میں نے نیند کی حالت میں آپ علیه السلام کی زیارت کی تو میں نے آپ علیه السلام کی خدمت میں اسماعیل کے قول کی شکایت کی تو آپ علیه السلام نے مجھے فرمایا تھا۔ اس سے کہو "بے شک امام علیه السلام پر فقط تم جیسوں اور تیرے اصحاب جیسوں کو الله کی طرف اور اپنی اطاعت کی طرف بلانا واجب ہوتا ہے که جن سے امام علیه السلام تقیه نه کرتے ہوں۔" میں نے عرض کی "اے میرے آقا علیه السلام! الله کی قسم! آپ علیه السلام نے میرے خواب میں ایسا ہی مجھے فرمایا تھا۔ پس میں نے اسی دلیل کے ذریعے اسماعیل سے بحث کی۔" امام علیه السلام نے فرمایا "گرچه تب میں نے تمہارے خواب میں یه کہا تھا مگر اب میں اسی وقت بھی تمہیں دوبارہ کہتا ہوں "ہاں! الله کی قسم! یه یقینا واضح حق ہے"۔

اور صدوقؒ نے الاکمال میں اور یخ السعید علی بن محمد بن علی الخزار نے الکفایةؒ میں دونوں نے اپنی اسناد کے ساتھ عبدالعظیم بن عبدالله بن علی بن الحسین بن زید بن الحسن بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام سے روایت کی ہے که میں اپنے آقا محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں آپ علیه السلام سے حضرت قائم علیه السلام کے بارے میں سوال کرنا چاہتا تھا که آپ علیه السلام ہی مہدی علیه السلام ہیں یا آپ علیه السلام کے علاوہ کوئی اور؟ تو آپ علیه السلام نے خود ہی (بغیر کسی سوال کے) گفتگو کی۔ ابتدا کرتے ہوئے فرمایا۔ اے ابو القاسم! ہمارا قائم علیه السلام جو مہدی علیه السلام ہوگا وہ ایسا ہو گا که جس کی غیبت میں اس کا انتظار اور جس کے ظہور میں اس کی اطاعت واجب ہو گی اور وہ میری اولاد میں سے تیسرا ہوگا۔ اس ذات کی قسم که جس نے حضرت محمد صلی الله علیه وآله وسلم کو نبی صلی الله علیه وآله وسلم بنا کر مبعوث فرمایا اور ہمیں امامت کے ساتھ خصوصیت بخشی۔ اگر دنیا کا ایک دن بھی باقی رہ جائے تو یقینا الله تعالیٰ اس دن کو اتنا طویل فرمائے گا که ہمرا قائم علیه السلام ظہور فرمائے گا اور زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دے گا۔ جبکه وہ ظلم و جور سے پر ہو چکی ہو گی اور یقینا الله تبارک و تعالیٰ ہمارے قائم علیه السلام کے معاملے کو ایک ہی رات میں سلجھائے گا که جس طرح اس نے اپنے کلیم موسیٰ علیه السلام کے معاملے کو سلجھایا تھا که وہ حضرت علیه السلام اپنے اہل خانه کیلئے آگ لینے گئے اور جب واپس پلٹے تو وہ حضرت علیه السلام رسول نبی علیه السلام تھے۔ پھر فرمایا "ہمارے شیعوں کے اعمال میں سے افضل ترین کشائش (ظہور امام علیه السلام) کا انتظار ہے۔"

اور شیخ جلیل الثقه محمد بن الحسن الحر العامل نے اپنی کتاب اثبات العداة میں برسیؒ کی مشارق انوار و یقین سے اور بحار الانوار میں بھی اس ہی سے، اس نے ابو جعفر الهاشمی سے روایت کی ہے که میں بغداد میں ابو جعفر ثانی علیه السلام کی خدمت میں رہتا تھا که ایک دن یاسر خادم آپ علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی۔ "اے میرے آقا علیه السلام! ہماری آقا امّ جعفر آپ علیه السلام سے عرض گزار ہیں که آپ علیه السلام ان کے پاس تشریف لائیں تو امام علیه السلام نے خادم سے فرمایا۔ "واپس جاؤ میں پیچھے آتا ہوں۔" پھر امام علیه السلام اٹھے اور خچر پر سوار ہوئے اور سیدھے

دروازے پر پہنچے۔ پس مامون عباسیؔ کی بہن ام جعفر باہر نکلی اور اس نے آپ علیہ السلام کو سلام کیا اور اس نے آپ علیہ السلام سے التماس کی کہ آپ علیہ السلام امّ فضل بنت مامون کے ہاں تشریف لے جائیں تو اس عورت نے عرض کی "اے میرے آقا علیہ السلام! میں چاہتی ہوں کہ آپ علیہ السلام کو اپنی بیٹی کے ساتھ ایک جگہ دیکھوں تا کہ میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔" پس امام علیہ السلام اندر داخل ہوئے اور آپ علیہ السلام کے سامنے سے پردے اٹھا دیئے گئے۔ پس تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ آپ علیہ السلام واپس باہر تشریف لائے درحالیکہ آپ علیہ السلام تلاوت فرما رہے تھے۔ اور جب ان عورتوں نے اس کو دیکھا تو اس کی دیوانی ہو گئیں۔ پھر آپ علیہ السلام بیٹھ گئے اور ام جعفر باہر نکلی کہ اس کے جسم میں کپکپی طاری تھی۔ تب اس نے کہا "اے میرے آقا علیہ السلام! آپ علیہ السلام نے مجھے ایک نعمت عطا فرمائی مگر اسے ادھورا کیوں چھوڑ دیا؟" تو امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا۔ اللہ کا حکم آیا ہے اس میں جلد بازی مت کرو۔ اسے حدث ہو گیا ہے کہ ایسی حالت میں اعادہ احسن نہ ہے۔ پس جاؤ اور ام فضل سے اس بارے میں سوال کرو۔ پس امّ جعفر گئی اور اس نے امّ فضل کے سامنے وہ سب دہرایا کہ جو امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا تھا۔ تو امّ فضل نے کہا۔اے پھوپھی! میرے بارے میں یہ س ان حضرت علیہ السلام کو کس نے بتلایا؟" پھر کہا۔ میں اپنے باپ کے خلاف بد دعا کیوں کر نہ کروں کہ اس نے میری شادی (نعوذ باللہ) ایک جادوگر سے کردی ہے؟" پھر کہا۔ اے پھوپھی اللہ کی قسم!

جب آپ علیہ السلام کا حسن و جمال میرے سامنے طلوع ہوا تو مجھے وہ ہو گیا کہ جو عورتوں کو ہوتا ہے۔ پس میں نے اپنے کپڑوں پر ہاتھ مار کر انہیں تھام لیا۔ پس امّ جعفر اس عورت کے کلام سے مبہوت سی ہو گئی۔ پھر وہ شرمندہ ہو کر باہر نکلی تو نے کہا "اے میرے آقا علیہ السلام! اس کو کیا ہوا تھا؟ امام علیہ السلام نے فرمایا "وہ عورتوں کے راز میں سے ہے۔" اس نے کہا! اے میرے آقا علیہ السلام! کیا آپ علیہ السلام غیب کا علم جانتے ہیں؟" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "نہیں"

اس نے کہا "کیا آپ علیہ السلام پر وحی نازل ہوتی ہے؟" امام علیہ السلام نے فرمایا "ہرگز نہیں" اس نے کہا تو پھر جسے اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہے اس کا علم آپ علیہ السلام تک کیسے پہنچا؟" امام علیہ السلام: میں نے بھی اسے اللہ کے علم ہی کے ذریعے جانا ہے" پس جب امّ جعفر واپس چلی گئی تو میں نے امام علیہ السلام سے عرض کی "اے میرے آقا علیہ السلام! عورتوں کے راز کیا ہوتے ہیں؟" امام علیہ السلام نے فرمایا "وہ کہ جو امّ فضل کو حاصل ہوا ہے۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ وہ حیض تھا۔"

اور اسی روایت ہی کو حسین بن حمدان الحضینی نے اپنی کتاب الھدایۃ فی الفضایل میں ابو ہاشم داؤد بن القسم جعفریؔ سے ایسا ہی روایت کیا ہے۔

شیخ بن عمر بن عبدالعزیز الکشیؔ نے اپنی کتاب میں احمد بن علی بن کلثوم السرحشی سے روایت کی ہے کہ میں نے ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص کہ جو ابی زبیۃ کے نام سے معروف تھا دیکھا تو اس نے مجھ سے احکم بن یشار المروزی کے بارے میں پوچھا اور مجھ سے اس کے قصہ کے بارے معلومات چاہیں اور اس نشان کے بارے میں کہ جو اس کی گردن پر تھا کہ اس کے حلق پر ایک لکیر نما نشان تھا گویا کہ وہ ذبح کا نشان ہو۔ تو میں نے اس سے کہا۔ میں نے اس سے بار ہا پوچھا ہے مگر اس نے مجھے کچھ نہیں بتایا ہے۔"

اس نے کہا ”ابو جعفر ثانی علیه السلام کے زمانے میں ہم سات افراد بغداد میں ایک ہی حجرہ میں مقیم تھے تو عصر کے وقت سے احکم ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور وہ اس رات ہمارے پاس واپس نہ آیا تھا۔ جب نصف شب کا وقت ہوا تو ہمارے پاس ابو جعفر علیه السلام کی طرف سے ایک توقیع مبارکہ موصول ہوئی۔ کہ تمہارا خراسانیؒ ساتھی فلاں جگہ فلاں گندگی کے ڈھیر پر ذبح شدہ پڑا ہے۔ پس جاؤ اور اس کا فلاں فلاں چیز کے ذریعے علاج کرو۔“پس ہم اس خراسانیؒ کی تلاش میں گئے تو ہم نے دیکھا کہ وہ ذبح شدہ پڑا ہے۔ جیسا کہ امام علیه السلام نے فرمایا تھا۔ پس ہم اسے اٹھا کر لے گئے اور ہم نے اس کا انہی چیزوں کے ذریعے علاج کیا کہ جن کا امام علیه السلام نے حکم دیا تھا۔ پس وہ تندرست ہوگیا۔

احمد بن علی نے کہا ”اس کا قصہ یہ تھا کہ اس نے بغداد میں ایک قوم کے گھر متعہ کیا تو ان لوگوں کو اس کا علم ہو گیا تو ان لوگوں نے اسے پکڑا اور ذبح کیا اور اسے ایک بوری میں بند کر کے گندگی کے ڈھیر پر پھینک دیا“

اور اس نے اسی کتاب ہی میں کہا ہے کہ میں نے جبرائیل بن احمد کی تحریر میں پایا ہے کہ مجھے بیان کیا محمد بن عبداللہ بن مہران نے، اس نے کہا کہ مجھے بتایا عبداللہ بن عامر نے، اس نے شاذویہ الحسین بن داؤد القمی سے روایت کی ہے کہ میں ابو جعفر علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میری اہلیہ حاملہ تھی تب میں نے عرض کی۔ آپ علیه السلام پر قربان جاؤں! اللہ کے حضور دعا فرمائیے کہ وہ مجھے بیٹا عطا فرمائے“ تو امام علیه السلام نے تھوڑی دیر کیلئے سر جھکایا اور پھر اپنا سر مبارک اٹھا کر فرمایا ”جاؤ! یقینا اللہ تمہیں ایک لڑکا عطا فرمائے گا“ آپ علیه السلام نے ایسا تین بار فرمایا۔ میں مکہ گیا اور مسجد الحرام میں گیا تو محمد بن حسن بن صباح ہمارے اصحاب میں سے ایک گروہ کا خط لے کر آیا کہ جن میں صفوان بن یحییٰ، محمد بن سنان اور ابن ابی عمیر وغیرہ شامل تھے۔ پس میں ان کے پاس گیا تو ان لوگوں نے مجھ سے سوال کیا تو میں نے انہیں وہ بتایا کہ جو امام علیه السلام نے فرمایا تھا۔ تو ان لوگوں نے مجھ سے کہا ”کیا تو نے امام علیه السلام سے سمجھ لیا تھا کہ آپ علیه السلام نے ذکر کہا تھا یا ذکی کہا تھا؟“

تو میں نے کہا ”امام علیه السلام نے ذکر فرمایا یا ذکی میں نے اسے خوب سمجھا ہے۔؛ تو ابن سنان نے کہا ”تمہیں عنقریب ایک فرزند عطا ہوگا یا تو وہ اسی جگہ مر جائے گا یا پھر وہ مردہ ہی پیدا ہوگا۔“ تو ہمارے اصحاب نے محمد بن سنان سے کہا

”تو نے برا کیا ہے جو تو جانتا ہے وہ تو ہم بھی جانتے تھے“ اس وقت ایک لڑکا مسجد میں آیا اور اس نے کہا ”جلدی پہنچو کہ تمہاری اہلیہ مرنے والی ہے۔“ پس میں جلدی سے گیا تو میں نے اسے قریب المرگ پایا پھر تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ اس نے ایک مردہ لڑکا پیدا کیا۔“

اور اسی کتاب ہی میں محمد بن مسعود سے روایت کیا گیا ہے کہ اس نے کہا ”مجھے بیان کیا علی بن محمد القمی نے۔ اس نے کہا ”مجھے بیان کیا احمد بن محمد بن عیسیٰ القمی نے اس نے کہا کہ میرے پاس ابو جعفر علیه السلام نے اپنا غلام بھیجا کہ جس کے پاس خط بھی تھا کہ جس میں آپ علیه السلام نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں آپ علیه السلام کی خدمت میں حاضری دوں۔ پس میں آپ علیه السلام کی خدمت میں مدینہ پہنچا تو آپ علیه السلام بزیع کے گھر میں بطور مہمان تشریف فرما تھے۔ میں اندر داخل ہو ا اور میں نے آپ علیه السلام کو سلام عرض کیا توآپ علیه السلام نے صفوان اور محمد بن

سنان وغیرہ کے بارے میں جو تذکرہ فرمایا وہ کئی ایک نے سنا۔ تب میں نے اندر ہی اندر کہا "میں آپ علیہ السلام کے حضور زکریا بن آدم کیلئے رحم کی درخواست کرتا ہوں۔ امید ہے کہ وہ امام علیہ السلام کے ان لوگوں کے بارے میں تاثرات سے بچ جائے گا۔ پھر میں نے اندر ہی اندر خود کو جواب دیا۔ "میں کون ہوں کہ اس معاملے میں الجھوں جبکہ میرے مولا علیہ السلام جیسی ہستیاں بخوبی عالم ہیں کہ وہ کیا کر رہی ہیں۔" تب امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "اے ابو علی! ابو یحییٰ جیسوں کے معاملے میں عجلت سے کام نہیں لیا جاتا۔ اس کی میرے بابا بزرگوار علیہ السلام کیلئے خدمات ہیں اور اس کی میرے بابا حضور علیہ السلام کے ہاں ایک خاص قدر و منزلت تھی اور اسی طرح میرے بابا حضور علیہ السلام کے بعد میرے ہاں بھی۔ البتہ یہ ایک علیحدہ بات ہے کہ اس کے پاس کچھ مال ہے کہ جس کی مجھے ضرورت ہے۔ مگر اس نے میرے پاس نہ بھیجا ہے۔

میں نے عرض کی "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! وہ آپ علیہ السلام کی طرف مال بھیجنے والا ہے اور اس نے مجھے کہا ہے کہ اگر میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں جاؤں تو میں آپ علیہ السلام کو اس کی اطلاع عرض کروں کہ وہ چیز کہ جس نے مجھے مال بھیجنے سے منع کر رکھا ہے وہ میمون اور سافر کا اختلاف ہے۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا "میرا خط اس کے پاس لے جاؤ اور اسے کہو کہ وہ مال میری طرف روانہ کرے۔" پس میں آپ علیہ السلام کا خط زکریا کی طرف لے گیا تو اس نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں مال روانہ کر دیا۔ تو ابو جعفر علیہ السلام نے خود ہی گفتگو کی ابتداء فرماتے ہوئے فرمایا "شک ختم ہو گیا ہے کہ میرے بابا بزرگوار علیہ السلام کا میرے علاوہ کوئی فرزند نہیں ہے" میں نے عرض کی "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں۔ آپ علیہ السلام نے سچ فرمایا"

اور اس روایت کو صفار نے بصائر الدرجات میں احمد بن محمد سے، اس نے اپنے باپ محمد بن عیسیٰ القمی سے، ایسی ہی روایت کی ہے۔ اس قول تک کہ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ اس نے میرے بابا بزرگوار علیہ السلام کی برابر خدمت کی ہے۔۔۔۔

اور محمد بن الحسن الحر العاملی نے اپنی کتاب اثبات الھداۃ میں محمد بن الحسن الصفار سے، اس نے محمد بن عیسیٰ سے، اس نے ابراہیم بن محمد سے روایت کی ہے کہ ابو جعفر محمد بن علی علیہما السلام نے میری طرف خط تحریر فرمایا اور مجھے حکم صادر فرمایا کہ جب تک یحییٰ بن ابی عمران کی وفات نہ ہو میں اس خط کو ہرگز نہ کھولوں۔ پس وہ خط میرے پاس چند سال تک رہا۔ جب وہ روز آیا کہ جس روز یحییٰ بن ابی عمران کی وفات ہوئی تو میں نے خط کو کھولا تو اس میں لکھا تھا۔ "تم تمام امور میں کہ جو یحییٰ بن ابی عمران بجا لایا کرتا تھا اس کے قائم مقام ہو۔" ابراہیم کہا کرتا تھا کہ جب تک یحییٰ بن ابی عمران زندہ تھا مجھے موت کا ہرگز خوف نہ ہوتا تھا۔

اور اسی کتاب ہی میں روایت ہے من جملہ سابقہ معجزات میں گزرا ہے کہ علی بن عیسیٰ الاربلی نے کشف الغمۃ میں دلائل الخمیری سے، اس نے ابن بزیع العطار سے راویت کی ہے کہ ابو جعفر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ "کشائش مامون کے تیس ماہ بعد ہے" پس ہم نے غور کیا تو امام علیہ السلام مامون عباسی کے تیس ماہ بعد شہید ہو گئے۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے طبرسی سے، اس نے اپنی اعلام میں محمد بن الفرج سے روایت کی ہے کہ ابو جعفر علیہ السلام نے میری طرف تحریر فرمایا "میرے پاس خمس لاؤ کیونکہ میں اس سال کے بعد تم سے خمس نہ لے پاؤں گا۔" پس آپ علیہ السلام اسی سال ہی شہید ہو گئے۔

اور اسی کتاب ہی میں مفید کی ارشاد، راوندی کی خرائج اور حمیری کی دلائل سے احادیث سابقہ میں سے من جملہ احادیث کو نقل کیا ہے۔

”اور ان میں سے آپ علیہ السلام کی وہ علامات ہیں کہ جو آپ علیہ السلام کی استجابت دعاء، مریضوں کی شفایابی، دشمنوں کی ہلاکت وغیرہ کے ذریعے ظاہر ہوئیں“

شیخ قطب الدین ابو الحسن سعید بن ہبۃ اللہ بن الحسن الراوندی نے خرائج میں، اس نے محمد بن عمیر بن وافد رازی سے روایت کی ہے کہ میں ابو جعفر محمد بن الرضاء علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے ساتھ میرا بھائی بھی تھا۔ کہ جسے شدید پھلبھری تھی تو اس نے امام علیہ السلام کی خدمت میں پھلبہری کی شکایت کی تو امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری بیماری سے شفاء عطا فرمائے گا۔

پس ہم آپ علیہ السلام کی خدمت سے باہر نکلے تو وہ تندرست ہو چکا تھا۔ پس وہ پھلبہری اسے مرتے دم تک دوبارہ لاحق نہ ہوئی۔

محمد بن عمیر نے کہا ”مجھے ہر ہفتے پہلو کا درد ہوتا تھا۔ پس کچھ دنوں وہ درد انتہائی شدید ہوگیا۔ میں نے امام علیہ السلام سے عرض کی کہ وہ آپ علیہ السلام میرے اس درد کے زائل ہونے کیلئے دعا فرماویں۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا ”تجھے اللہ تعالیٰ تندرستی عطا فرمائے گا۔“ پس دوبارہ اسے وہ بیماری نہ ہوئی۔

اور اسی کتاب ہی میں روایت کیا گیا ہے محمد بن میمون سے کہ وہ امام رضا علیہ السلام کے ہمراہ موجود تھا۔ مکہ میں خراسان کی طرف روانگی سے پہلے، اس نے کہا کہ میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔ میں مدینے جانا چاہتا ہوں۔ پس آپ علیہ السلام مجھے ابو جعفر علیہ السلام کی طرف خط تحریر فرما دیں۔“ تو امام علیہ السلام مسکرا دئیے اور خط تحریر فرما دیا۔ میں مدینے گیا تو میری بینائی پہلے ہی ختم ہو چکی تھی۔ تو ابو جعفر علیہ السلام کا غلام آپ علیہ السلام کو ہمارے پاس باہر لایا تو وہ آپ علیہ السلام کو پنگھوڑے میں لایا۔ میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں خط پیش کیا۔ تو ابو جعفر علیہ السلام نے اپنے خادم موفق سے فرمایا۔ اس کی مہر توڑ کر کھولو۔ تو اس نے اس خط کی مہر توڑ کر کھولا اور آپ علیہ السلام کے سامنے پھیلا دیا۔ تو آپ علیہ السلام نے اس کو غور سے پڑھا۔ اور پھر مجھ سے فرمایا ”اے محمد! تیری آنکھوں کا کیا حال ہے؟“ تو میں نے عرض کی۔ ”اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جیسا کہ آپ علیہ السلام ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ میری آنکھوں کو مرض لاحق ہوا اور میری بصارت زائل ہو چکی ہے۔

تو امام علیہ السلام نے اپنا مبارک ہاتھ آگے بڑھا کر میری آنکھوں پر پھیرا تو میری آنکھوں کی بینائی جیسے تندرستی کی حالت میں تھی پلٹ آئی۔ تو میں نے آپ علیہ السلام کے مبارک ہاتھ اور نورانی پاؤں چومے اور جب میں آپ علیہ السلام کے ہاں سے واپس پلٹا تو میں بینا و بصیر تھا۔

اور اسی کتاب ہی میں ابو بکر بن اسماعیل سے روایت ہے کہ میں نے ابو جعفر بن امام رضا علیہما السلام کی خدمت میں عرض کیا۔ میری ایک لڑکی ہے کہ جسے ریح کی بیماری کی شکایت ہے۔ تو امام علیہ

السلام نے فرمایا۔ اسے میرے پاس لاؤ۔ تو میں اس لڑکی کو آپ علیه السلام کی خدمت میں لایا تو امام علیه السلام نے اس سے فرمایا۔ "اے لڑکی تمہیں کیا شکایت و بیماری ہے؟" تو اس لڑکی نے عرض کی "میری گردن میں ریح کے سبب درد ہے۔" تو امام علیه السلام نے اپنا مبارک ہاتھ کپڑے کے اوپر سے اس لڑکی کے کندھے پر رکھا۔ پس وہ لڑکی آپ علیه السلام کی خدمت سے باہر نکلی تو اس کے بعد کبھی بھی اسے درد کی شکایت نہ ہوئی۔

اقول: اور جو کچھ ہم نے خرائج سے نقل کیا ہے اس میں بھی ہے کہ بکر بن صالح نے محمد بن فضیل صیرفی سے ایک حدیث میں روایت کیا ہے کہ میری ایک ٹانگ میں پھوڑا نکل آیا جبکہ اس سے پہلے کہ میری ٹانگ میں پھوڑا نکلتا آپ علیه السلام نے فرمایا تھا۔ "تو چند مہینے بیمار رہے گا" جب میں نے دوسرے سال میں حج کیا تو میں آپ علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ علیه السلام سے عرض کی۔ "آپ علیه السلام پر قربان جاؤں! میری ٹانگ پر دم کیجئے" اور میں نے آپ علیه السلام ی خدمت میں نشاندہی کی کہ میری اس ٹانگ میں درد ہے" تو امام علیه السلام نے ارشاد فرمایا "اس میں کوئی شکایت نہ ہے تم اپنی دوسری تندرست ٹانگ آگے کرو" تو میں نے اپنی ٹانگ آگے پھیلائی تو آپ علیه السلام نے اس پر دم فرمایا۔ تو جب میں اٹھنے لگا تو تندرست ٹانگ سے بھی درد نکلنے لگا تب میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ آپ علیه السلام نے مجھے درد کا دم کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے صدقے مجھے تندرستی عطا فرمائی ہے۔"

اور شیخ محمد بن الحسن الحرالعاملی نے اپنی کتاب اثبات الھدۃ میں لکھا ہے کہ صاحب کتاب "مناقب فاطمہؑ و ولدھاؑ نے اپنی اسناد کے ساتھ عمارہ بن زید سے روایت کی ہے کہ میں نے دیکھا کہ ایک عورت اپنا ایک اندھا بیٹا لے کر ابو جعفر علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی پس امام علیه السلام نے اپنا مبارک ہاتھ اس پر پھیرا تو وہ اس کے بعد سیدھا کھڑا ہو گیا اور وہ گویا ایسے تھا کہ جیسے اس کی آنکھوں میں کوئی بیماری تھی ہی نہیں۔"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے امام محمد بن علی علیہما السلام کی خدمت میں ریح کے درد کی شکایت کی تو امام علیه السلام نے اس کی گردن پر ہاتھ پھیرا اور کوئی کلام فرمایا تو وہ ریح کا درد وہاں سے باہر ہوا اور اس عورت نے پھر کبھی اس درد کی شکایت کو نہ پایا۔

اور اسی کتاب ہی میں الحمیری سے قرب الاسناد میں، اس نے محمد بن الحسین سے، اس نے محمد بن سنان سے ایک گفتگو میں روایت کی ہے کہ اس نے آپ علیه السلام کو انتہائی کم سنی کی حالت میں دیکھاتو میں آپ علیه السلام کے قریب پہنچا۔ اور میں نے آپ علیه السلام کو اپنے ہاتھوں سے مسح کرنا شروع کیا اور میں نے عرض کی۔ "فطرس کی طرح کا سائل ہوں" تو میری آنکھوں کی بینائی ختم ہو چکنے کے بعد دوبارہ پلٹ آئی۔

اقول:

"الکشی نے اپنی رجال میں اس حدیث کو ایسا ہی روایت کیا ہے کہ میں نے جبرائیل بن احمد کی تحریر میں پایا ہے کہ مجھے بیان کیا محمد بن عبداللہ بن مہران نے، اس نے احمد بن محمد بن ابی نصر

سے، اور محمد بن سنان سے ایک ساتھ روایت کیا ہے کہ ہم مکہ میں تھے کہ جب ابو الحسن امام رضا علیہ السلام بھی مکہ میں تھے تو ہم نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ علیہ السلام پر قربان فرمائے۔ ہم سفر پر نکلنے والے ہیں جبکہ آپ علیہ السلام یہاں پر مقیم ہیں۔ پس اگر آپ علیہ السلام چاہیں تو ہمارے لیے ابو جعفر علیہ السلام کے نام خط تحریر فرما دیجئے تو امام علیہ السلام نے ابو جعفر علیہ السلام کے نام خط تحریر فرما دیا۔ پس ہم موفق کے پاس گئے تو وہ ابو جعفر علیہ السلام کو ہمارے پاس باہر لے آیا تو آپ علیہ السلام موفق کے سینے پر سوار تھے۔ اور آپ علیہ السلام اس خط کو ملاحظہ فرماتے، اسے پڑھتے اور غور و حوض فرماتے رہے۔ اور تبسم فرماتے رہے۔ پھر آپ علیہ السلام کو دوسرا خط پیش کیا گیا تو آپ علیہ السلام نے اسے اوپر سے لے کر نیچے تک ملاحظہ فرمایا۔ محمد بن سنان نے روایت کی ہے کہ "جب ابو جعفر علیہ السلام اس کی قرأت سے فارغ ہوئے تو آپ علیہ السلام نے اپنے مبارک پاؤں کو حرکت دی اور فرمایا۔ باح، باح۔ احمد نے راویت کی ہے کہ ابن سنان نے اس وقت عرض کی۔ قطرسیہ، قطر سیہ۔

اور اسی کتاب ہی میں حمدیہ سے روایت ہے کہ ہمیں بیان کیا ابو سعید الآولی نے، محمد بن مرزبان سے،ا س نے محمد بن سنان سے روایت کی ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں آنکھ کی درد کی شکایت کی تو امام علیہ السلام نے کاغذ اٹھایا اور اس پر ابو جعفر علیہ السلام کے نام خط تحریر فرمایا جبکہ اس وقت ابو جعفر علیہ السلام ظاہراً تین سال سے بھی کم تھے۔ اور وہ خط خادم کے حوالے کیا اور مجھے حکم دیا کہ میں اس خادم کے ہمراہ جاؤں اور فرمایا "پوشیدہ رہنا"

پس ہم ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ایک خادم نے آپ علیہ السلام کو سوار کر رکھا تھا پس اس خادم نے ابوجعفر علیہ السلام کے سامنے وہ خط کھولا تو ابو جعفر علیہ السلام نے اس خط کو ملاحظہ فرمانا شروع کر دیا اور پھر اپنا مبارک چہرہ آسمان کی طرف فرما کر فرمایا۔ باح۔ اور آپ علیہ السلام نے ایسا کئی بار فرمایا۔ پس میری آنکھ کا درد ختم ہوگیا اور میری بینائی اتنی تیز ہوگئی کہ جتنی کسی ایک کی بھی نہ ہو گی۔ تو میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے عرض کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو اس امت پر بزرگی عطا فرمائی ہے کہ جیسا اس نے عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بنی اسرائیل پر بزرگی عطا فرمائی تھی۔ پھر میں نے عرض کی۔ آپ علیہ السلام فطرس کو صحت بخشنے والے (امام حسین علیہ السلام) کی شبیہہ ہیں۔

اور میں واپس آیا اور مجھے امام رضا علیہ السلام نے حکم صادر فرمایا تھا کہ میں پوشیدہ رکھوں پس جب تک اس بات کو میں نے پوشیدہ رکھا تو میری بینائی سلامت و باقی رہی یہاں تک کہ جب مجھ سے وہ بات عام ہوگئی تو میری آنکھ کے بارے میں ابو جعفرعلیہ السلام سے صادر ہوا تھا مجھے وہ آنکھ درد دوبارہ ہو گیا۔

تو میں نے محمد بن سنان سے کہا "اے صاحب فطرس کی شبیہہ! سے تیری کیا مراد تھی" تو اس نے کہا "اللہ تبارک و تعالیٰ ملائکہ میں سے ایک ملک پر غضبناک ہوا کہ جسے فطرس کہا جاتا تھا تو اس کے پروں کو جلا دیا گیا اور اسے سمندر کے جزیروں میں سے ایک جزیرہ میں پھینک دیا گیا۔ جب امام حسین علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حضرت محمد مصطفیﷺ کی دربار میں بھیجا تا کہ جبرائیل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کو ان کے فرزند امام حسین علیہ

السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد کی مبارکباد پیش کر سکیں تو جبرائیل عیہ السلام جو کہ فطرس کا دوست تھا۔ اس جزیرے سے گزراکہ جہاں اس فطرس کو پھینکا گیا تھا اور جبرائیل علیہ السلام نے فطرس کو امام حسین علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد کی خبر دی اور اس چیز کی بھی کہ جو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم صادر فرمایا تھا۔ تب جبرائیل علیہ السلام نے فطرس سے کہا۔ کیا تمہیں پسند ہے کہ میں تمہیں اپنے پروں میں سے کسی پر پر اٹھا کر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دربار میں لے جاؤں۔ تا کہ آپ ﷺ میری شفاعت فرما سکیں؟"

تو فطرس نے کہا "جی ہاں" پس جبرائیل علیہ السلام فطرس کو اپنے پروں میں سے ایک پر پر بٹھا کر حضرت محمد مصطفیﷺ کی دربار میں لائے اور جبرائیل علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کی دربار میں آپ ﷺ کے رب تعالیٰ کی طرف سے مبارکباد پیش کیا ور پھر فطرس کا قصہ آپ ﷺ کے گوش گزار کیا تو حضرت محمد مصطفی ﷺ نے فطرس سے فرمایا۔ "اپنے پروں کو حسین علیہ السلام کے جھولے سے مس کرو اور اس سے شفا طلب کرو۔" پس فطرس نے ایسا ہی کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے پروں کو شفا بخشی اور اس کا ملائکہ میں مقام و مرتبہ اسے واپس بخش دیا۔"

اور بحار الانوار میں مناقب سے،اس میں ابو سلمہ سے راویت کیا گیا ہے کہ میں ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے شدید بہرہ پن لاحق تھا۔ آپ علیہ السلام کو اس کی خبر دی گئی تو جیسے ہی میں اندر داخل ہوا تو آپ علیہ السلام نے مجھے اپنی طرف بلا لیا اور آپ علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھ کو میرے سر اور کانوں پر پھیرا۔ پھر فرمایا۔ سنو۔! "اللہ کی قسم آپ علیہ السلام کی دعا کے بعد میں لوگوں کی معمولی سی کھسر پھسر کو بھی سن لیتا ہوں۔"

ثقۃ الاسلام کلینی نے اصول کافی میں حسین بن محمد سے،ا س نے معلی بن محمد سے، اس نے احمد بن محمد بن عبداللہ سے، اس نے محمد بن سنان سے روایت کی ہے کہ میں ابو الحسن ثالث امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے فرمایا۔ "اے محمد! تمہیں کیا ہوا کہ بہت خوش ہے؟" تو میں نے عرض کی۔ "عمر مر گیا" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "الحمد اللہ" میں نے شمار کیا کہ آپ علیہ السلام نے ایسا چوبیس بار فرمایا۔ تو میں نے عرض کی۔ "اے میرے سردار مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ خبر آپ علیہ السلام کو اتنا مسرور کرے گی تو یقینا میں ننگے پاؤں دوڑتا ہوا آپ علیہ السلام کو یہ خبر سنانے کیلئے حاضر ہوتا۔" امام علیہ السلام نے فرمایا "اے محمد! کیا تو نہیں جانتا کہ اس لعنۃ اللہ علیہ نے حضرت امام محمد بن علی التقی علیہما السلام کو کیا بکواس کی تھی؟" میں نے عرض کی "جی نہیں" امام علیہ السلام نے فرمایا "امام تقی علیہ السلام اس بدبخت سے کسی چیز میں مخاطب ہوئے تو اس بدبخت نے بکواس کی"

میں سمجھتا ہوں کہ آپ علیہ السلام(نعوذ باللہ من ذالک) نشے میں ہیں۔ تو میرے بابا بزرگوار علیہ السلام نے فرمایا "اے میرے معبود! یقینا تمہیں معلوم ہے کہ میں شام تک تیرے روزے سے ہوں تو تو اسے جنگ کی سختی اور اسیری کی ذلت کا ذائقہ چکھا"

پس اللہ کی قسم! کچھ ہی دن گزرے تھے کہ اس کے مال و ملکیت کو ویران کر دیا گیا اور اس کا سب کچھ چھن گیا پھر وہ قید میں ڈال دیا گیا اور وہ اسی حالت ہی میں مر گیا۔ اللہ تعالیٰ کبھی اس پر

رحم نہ فرمائے اور اللہ تعالیٰ یقینا اسے اس عذاب دائمی میں مبتلا فرمائے گا کہ جس عذاب کا اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء علیہم السلام سے ان کے دشمنوں کیلئے وعدہ فرمایا ہے۔“

اور اس روایت کو بحار الانوار میں صاحب کتاب نے المناقب سے، اس نے محمد بن سنان سے ہوبہو روایت کیا ہے یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

اور اصول کافی میں علی بن ابراہیم سے، اس نے ہمارے بعض اصحاب سے، اس نے محمد بن الریان سے روایت کی ہے کہ مامون عباسی نے ابو جعفر علیہ السلام کے خلاف ہر ممکنہ حیلہ استعمال کیا مگر وہ بد بخت آپ علیہ السلام کے برخلاف کسی چیز میں کامیاب نہ ہو سکا۔ پس جب وہ انتہائی برائی پر آمادہ ہو گیا اور اس نے چاہا کہ آپ علیہ السلام سے اپنی بیٹی کی تزویج ممکن بنائے تو اس نے دو سو ایسی خوبصورت کنیزیں بلوائیں کہ جن میں سے ہر ایک ایسے جام کی مانند تھی کہ جس میں ہیرا جڑا ہو۔ جب ابو جعفر علیہ السلام محفل میں تشریف فرما ہوئے تو وہ دف بجاتی ہوئی آپ علیہ السلام کے سامنے آئیں مگر آپ علیہ السلام ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ ایک شخص تھا کہ جسے مخارق کہا جاتا تھا۔ وہ گانے بجانے اور ڈھول کی تھاپ میں مشہور تھا اور لمبی داڑھی والا تھا۔ پس مامون نے اسے بلایا تو اس نے کہا ”اے بادشاہ! اگر آپ کو دنیا کے معاملات میں میری ضرورت ہو تو میں آپ کیلئے ہر کام کرنے کو تیار ہوں۔“ پس وہ شخص ابو جعفر علیہ السلام کے سامنے بیٹھ گیا اور مخارق نے گدھے کی سی بلند آواز میں سر لگائی تو محل میں موجود تمام افراد جمع ہو گئے اور وہ بد بخت سارنگی بجانے اور گانا گانے لگا۔ جب ایک ساعت تک وہ ایسا کر چکا اور ابو جعفر علیہ السلام اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور نہ ہی دائیں بائیں تک دیکھا توپھر اچانک امام علیہ السلام نے اس کی طرف سر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا۔ ”اے مردار خور! اللہ کے غضب سے ڈرو“ تو اس کے ہاتھ سے سارنگی گر پڑی۔ اور پھر مرتے دم تک وہ اسے نہ بجا پایا۔ پس مامون اس بد بخت کی احوال پرسی کیلئے گیا تو اس نے مامون سے کہا ”جب سے ابو جعفر علیہ السلام نے مجھے ڈانٹا ہے میں ایسا ڈرا ہوں کہ مجھے دوبارہ ایسا کرنے کی ہرگز کبھی بھی توفیق نہیں ہو سکتی ہے۔“

اور سیّد جمال العارفین بن طاؤس قدس اللہ روحہ نے کتاب مہج الاعوات میں کہا ہے کہ شیخ علی بن عبدالصمد نے کہا ہے کہ ہمیں بیان کیا ابو جعفر محمد بن ابی الحسن میرے والد کے چچا نے۔ اس نے کہا کہ ہمیں بیان کیا ابو عبداللہ بن محمد بن احمد بن عباس دوریسنی نے، اس نے کہا کہ ہمیں بیان کیا میرے والد نے ابو جعفر محمد بن علی بن ابویہ سے، اس نے کہا کہ مجھے خبر دی میرے دادا نے۔ اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا میرے والد ابو الحسن نے، اس نے کہا کہ ہمیں ہمارے اصحاب کی ایک بڑی جماعت نے کہ جن میں شیخ ابو القاسم علی بن محمد المعادی، ابو بکر محمد بن علی العمری اور ابو جعفر محمد بن ابراہیم بن عبداللہ المدائنی شامل تھے۔ ان سب نے کہا کہ ہمیں بیان کیا ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین القمی نے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا میرے والد نے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا ابو نصر العمدانی نے، اس نے کہا کہ مجھے بیان فرمایا حکیمہ بنت محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام نے کہ جو مخدرہ علیہما السلام ابو محمد بن علی علیہما السلام کی پھوپھی تھیں۔ پس مخدرہ علیہما السلام نے روایت کیا ہے کہ جب حضرت محمد بن علی الرضا علیہما السلام کی شہادت ہو چکی تو میں آپ علیہ السلام کی زوجہ اُمّ عیسیٰ بنت المامون کے پاس گئی اور اسے تعزیت پیش کی۔ تو میں نے دیکھا کہ وہ انتہائی شدید حالت میں گریہ کناں تھی۔ گویا کہ وہ گریہ و بکا کے ذریعے ہی خود کو مار ڈالے گی۔ مجھے

خوف سا ہو چلا کہ اس کا سر درد سے پھٹ جائے گا۔ پس ہم اسی حالت ہی میں آپ علیہ السلام کے کرم، اعلیٰ اخلاق اور آپ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دئیے گئے شرف و جلال اور عزت و کرامت کے بارے میں گفتگو کر رہی تھیں کہ اچانک امّ عیسیٰ نے کہا ”کیا میں آپ لوگوں کو امام علیہ السلام کے بارے میں ایسی چیز کی خبر نہ دوں کہ جو عجیب و غریب اور جس کا وصف بیان کرنا ہمہ قسمی مقدار سے بالا تر ہے؟“ تو میں نے کہا ”وہ کیا ہے؟“ تو امّ عیسیٰ نے کہا ”میں اکثر و بیشتر آپ علیہ السلام کے بارے میں غیریت کا شکار ہو جاتی تھی اور میں ہمیشہ آپ علیہ السلام کو رقابت بھری نظروں سے دیکھتی تھی۔ بسا اوقات میں ایسا کلام بھی سنتی تھی کہ جس کی شکایت میں اپنے بابا مامون کو کرتی تو وہ کہتے تھے۔ بیٹی! ان حضرت علیہ السلام کو برداشت کرو کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے جگر گوشہ علیہ السلام ہیں۔ اسی طرح میں ایک دن بیٹھی تھی کہ میرے پاس ایک لڑکی داخل ہوئی کہ جس نے مجھے سلام کیا تو میں نے اس سے پوچھا ”تو کون ہے؟“ تو اس لڑکی نے کہا ”میں عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہوں اور میں آپ کے شوہر نامدار ابو جعفر محمد بن علی الرضا علیہما السلام کی زوجہ ہوں۔“ پس میرے اندر غیرت نے جوش مارا کہ جو بیان سے باہر ہے۔ میں سوچنے لگی کہ گھر سے باہر نکل کر باہر گلی کوچوں میں چیخنے لگوں اور قریب تھا کہ شیطان مجھے اس عورت سے برائی کرنے پر تیار کر دیتا۔ مگر میں نے اپنا غصہ پی لیا اور میں نے اسے اچھا لباس اور اچھے تحائف پیش کیے۔

جب وہ عورت میرے ہاں سے باہر نکلی تو میں بھی فوراً اٹھی اور سیدھا اپنے باپ کے پاس گئی اور اسے سارے واقعہ کی خبر دی۔ وہ اس وقت نشے میں دُھت تھا۔ کہ عقل اس کے ساتھ موجود نہ تھی۔ تو اس نے کہا ”اے غلام! مجھے تلوار دو۔“ پس وہ سوار ہو کر ابو جعفر علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ ”اللہ کہ قسم! میں اس حضرت علیہ السلام کو ضرور قتل کروں گا“ جب میں نے یہ دیکھا تو میں نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا کہ میں نے اپنے سے اور اپنے شوہر علیہ السلام کے ساتھ یہ کیا کر لیا ہے اور میں نے اپنا سر و منہ پیٹنا شروع کر دیا۔ پس میرا والد آپ علیہ السلام کے ہاں داخل ہوا اور آپ علیہ السلام کو تلوار سے ضربیں مارنے لگا۔ یہاں تک کہ میرے والد نے آپ علیہ السلام کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اور پھر وہاں سے باہر نکل آیا اور اپنے باپ کے پیچھے میں بھی خوف سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ میں پوری رات جاگتی رہی۔ جب دن چڑھ آیا تو میں اپنے باپ کے پاس گئی اور میں نے کہا ”کیا آپ کو معلوم ہے کہ گزشتہ رات آپ نے کیا کارنامہ انجام دیا ہے؟“ تو اس نے کہا ”میں نے ایسا کیا کیا ہے؟“ تو میں نے کہا۔ ”آپ نے فرزند رضا علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے؟“ تب اس کی آنکھوں کے سامنے ایک بجلی سی کوندی اور اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ پھر کچھ دیر کے بعد افاقہ ہوا تواس نے کہا ”ویل ہو تم پر تم کیا کہہ رہی ہو؟“ میں نے کہا ”ہاں! اے بابا جان! اللہ کی قسم، آپ اس حضرت علیہ السلام کے پاس گئے اور آپ اس حضرت علیہ السلام کو اس وقت تک تلوار سے ضربیں مارتے رہے یہاں تک کہ آپ نے اس حضرت علیہ السلام کو قتل کر ڈالای۔ پس اسے اس بات کے سبب شدید اضطراب ہوا اور اس نے کہا ”میرے پاس یاسر خادم کو لاؤ۔ پس جب یاسر آیا تو مامون نے اس کی طرف دیکھا اور کہا۔ ویل ہو تم پر! یہ میری بیٹی کیا کہتی ہے؟“ اس نے کہا۔ ”اے بادشاہ! یہ سچ کہتی ہے۔ پس مامون نے اپنے سینے اور رخسار پر تھپڑ مارے۔ اور کہا ”انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللہ کی قسم! ہم ہلاک ہو گئے۔ اللہ کی قسم! ہم آخرت ابدی تک ذلیل و رسوا ہو گئے۔ اے یاسر! تم پر ویل ہو! جاؤ دیکھو کہ کیا خبر ہے اور آپ علیہ السلام کے بارے میں یہ قصہ کس حد تک سچا ہے۔ مجھے جلدی جلدی خبر دو۔ میری تو اس وقت جان نکلی جا رہی ہے۔ پس یاسر باہر نکلا

تو میں اس وقت اپنا سر و منہ پیٹ رہی تھی۔ پس تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ یاسر جلدی جلدی واپس آیا اور اس نے کہا۔ اے بادشاہ! خوشخبری ہو۔" اس نے کہا "تمہیں بھی خوشخبری ہو! تمہارے پاس کیا خبر ہے؟" تو یاسر نے کہا "میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام تشریف فرما تھے اور آپ علیہ السلام نے قمیص پہن رکھا تھا۔ اور چادر اوڑھ رکھی تھی اور مسواک فرما رہے تھے۔ میں نے آپ علیہ السلام پر سلام کیا اور میں نے عرض کیا۔ اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! میں چاہتا ہوں کہ آپ علیہ السلام مجھے یہ قمیص بخش دیں تا کہ میں اس میں نماز پڑھا کروں اور اس سے برکت حاصل کیا کروں۔" در حقیقت میں چاہتا تھا کہ میں آپ علیہ السلام کے جسد نورانی کا دیدار کر سکوں کہ اس پر تلوار کے زخم ہیں یا نہیں۔ پس اللہ کی قسم! آپ علیہ السلام کا جسد نورانی شفاف و بے عیب تھا کہ اس پر زخم کا نشان تک بھی نہ تھا۔" تو مامون کافی دیر تک روتا رہا اور کہا۔ اس کے بعد کچھ نہیں بچا ہے۔ یقینا یہ اوّلین و آخرین کیلئے عبرت ہے۔ اور کہا۔ اے یاسر! جہاں تک میرا آپ علیہ السلام کی طرف سوار ہو کر جانا، میرا تلوار لینا اور آپ علیہ السلام کے پاس داخل ہونا اور آپ علیہ السلام کی خدمت سے باہر آنا ہے مجھے یاد ہے مگر اس کے علاوہ مجھے کچھ یاد نہیں ہے اور مجھے اسی طرح اپنا اپنی جگہ واپس آنا بھی یاد نہیں ہے۔ میرا وہاں جانا کیسے ہوا اور کیوں ہوا مجھے یاد نہیں۔ اللہ تعالیٰ میری اس بیٹی پر سخت لعنت فرمائے۔ تم اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو۔ تمہارا باپ تمہیں کہتا ہے۔! اللہ کی قسم! اس دن کے بعد اگر تو میرے پاس آپ حضرت علیہ السلام کی شکایت لے کر آئی یا آپ حضرت علیہ السلام کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلی تو یقینا میں آپ علیہ السلام کی طرف سے تم سے انتقام لوں گا۔" پھر تم فرزند رضا علیہ السلام کے پاس جاؤ اور آپ حضرت علیہ السلام کی خدمت میں میرا سلام عرض کرو اور آپ علیہ السلام کی خدمت میں بیس ہزار دینار بھی پیش کرو اور میری وہ عمدہ سواری کہ جس پر میں گزشتہ رات سوار ہوا تھا وہ بھی آپ علیہ السلام کے پاس لے جاؤ۔ پھر اس کے بعد تمام ہاشمیوں کو کہو کہ وہ آپ حضرت علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہو کر سلام کریں۔

یاسر نے روایت کی ہے کہ میں نے ہاشمیوں کو ایسا کرنے کا کہا اور میں خود بھی ان ہاشمیوں کے ساتھ آپ علیہ السلام کو سلام کرنے کی غرض سے آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں مامون کی طرف سے سلام پیش کیا اور میں نے مال آپ علیہ السلام کے سامنے رکھا اور سواری بھی پیش کی۔ آپ علیہ السلام نے ایک پل کیلئے اس سب کی طرف دیکھا اور پھر مسکرا دئیے۔ تو فرمایا: "اے یاسر! ہمارے اور میرے بابا بزرگوار علیہ السلام اور اس (مامون) کے درمیان کیا ایسا ہی معاہدہ تھا۔ یہاں تک کہ وہ مجھ پر تلوار لے کر ٹوٹ پڑا۔ کیا وہ نہیں جانتا ہے کہ میرا ایک ناصر و مددگار ہے کہ جو اس کے اور میرے درمیان حائل ہونے والا ہے۔"

میں نے عرض کی۔ اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! خود سے اس عتاب کو دور ہی رکھیے۔ اللہ کی قسم! حق بات تو یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کے جد امجد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ مامون کو اس پورے معاملے میں عقل سے محرومی کا سامنا تھا۔ اسے معلوم ہی نہیں تھا کہ وہ اللہ کی سرزمین پر کہاں ہے اور اب اس نے اللہ کے نام کی سچی منت مانی ہے کہ وہ کبھی بھی نشہ نہ کرے گا کہ یہ نشہ شیطان کی رسیوں میں سے ایک ہے۔ پس آپ علیہ السلام اے فرزند رسول ﷺ! جب اس کے پاس جائیں تو اس بات کا ہرگز تذکرہ نہ فرمائیے گا اور اس کے اس فعل پر کوئی سرزنش نہ کیجئے گا۔" تو امام علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ کی قسم! میری بھی یہی رائے و ارادہ تھا۔ پھر امام علیہ السلام نے باہر جانے کے کپڑے منگوائے، انہیں زیب تن

فرمایا اور اٹھ کر چل دیئے۔ یہاں تک کہ ان تمام لوگوں کے ہمراہ مامون عباسی کے پاس داخل ہوئے۔ جب مامون نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو کھڑے ہو کر آگے بڑھ کر آپ علیہ السلام کا استقبال کیا اور آپ علیہ السلام کو خوش آمدید کہا۔ اور جتنی دیر تک آپ علیہ السلام اس کے پاس رہے اس نے اپنے پاس کسی کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہ دی اور وہ آپ علیہ السلام سے محو گفتگو رہا اور آپ علیہ السلام سے امر طلبی کی کوشش کرتا رہا۔

کافی دیر کے بعد ابو جعفر محمد بن علی الرضا علیہما السلام نے ارشاد فرمایا۔ "اے بادشاہ!" تو اس نے کہا "لبیک و سعدیک" فرمایا۔ میرے پاس تمہارے لیے ایک نصیحت ہے، اسے قبول کر لو گے؟" مامون نے کہا "حمد و شکر کے ساتھ مگر وہ نصیحت اے فرزند رسول ﷺ ہے کیا؟' امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "وہ یہ ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ رات کے وقت باہر نہ نکلا کریں کیونکہ مجھے اس سرپھری مخلوق سے آپ کے بارے میں خوف ہے اور میرے پاس ایک تعویذ ہے کہ جس کے ذریعے تم اپنی جان کی حفاظت کرو اور اس کے ذریعے تم ہمہ قسمی شر بلا، دھوکے، آفات و مصیبتوں سے خود کو بچا سکتے ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے گزشتہ رات تم سے محفوظ رکھا۔ وہ ایسا حرز ہے کہ اگر تو اس حرز کے ساتھ رومی و ترکی فوجوں کا سامنا کرو اور وہ سب تم پر ٹوٹ پڑیں اور تمام اہل زمین بھی تیرے خلاف ہو جائیں تو جبار اللہ کے اذن سے وہ تمہارے خلاف ذرہ برابر بھی کامیابی حاصل نہ کر پائیں گے اور اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں وہ حرز بھیج دوں کہ اس کے ذریعے مذکورہ تمام اشیاء سے محفوظ رہو گے۔"

مامون نے کہا "جی ہاں! آپ علیہ السلام اسے اپنے مبارک ہاتھ سے لکھ کر مجھے عنائیت فرمائیے۔" امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "ٹھیک ہے"

یاسر نے روایت کی ہے کہ جب دوسرا روز ہوا تو ابو جعفر علیہ السلام نے مجھے پیغام بھجوا کر اپنی خدمت میں بلوایا جب میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور آپ علیہ السلام کے سامنے دو زانوں تہہ کر کے بیٹھ گیا تو آپ علیہ السلام نے اتامہ کی سرزمین سے منگوائی گئی ہرن کی کھال منگوائی۔ پھر اپنے مبارک ہاتھ کے ذریعے یہ تعویذ تحریر فرمایا۔

پھر ارشاد فرمایا۔

تم ہمہ قسمی شر، بلا، دھوکے، آفات و مصیبتوں سے خود کو بچا سکتے ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ مجھے گزشتہ رات تم سے محفوظ رکھا۔ وہ ایسا حرز ہے کہ اگر تو اس حرز کے ساتھ رومی و ترکی فوجوں کا سامنا کرو اور وہ سب تم پر ٹوٹ پڑیں اور تمام اہل زمین کامیابی بھی حاصل نہ کر پائیں گے اور اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں وہ حرز بھیج دوں کہ اس کے ذریعے مذکورہ تمام اشیاء سے محفوظ رہو گے۔

مامون نے کہا "جی ہاں! آپ علیہ السلام اسے اپنے مبارک ہاتھ سے لکھ کر مجھے عنایت فرمائیں" امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "ٹھیک ہے"

یاسر نے روایت کی ہے کہ جب دوسرا روز ہوا تو ابو جعفر علیہ السلام نے مجھے پیغام بھجوا کر اپنی خدمت میں بلوایا۔ جب میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور آپ علیہ السلام کے سامنے دو زانو تہہ کر کے بیٹھ گیا تو آپ علیہ السلام نے اتامہ کی سر زمین سے منگوائی گئی ہرن کی کھال منگوائی پھر اپنے مبارک ہاتھ کے ذریعے یہ تعویذ تحریر فرمایا۔

پھر ارشاد فرمایا۔ اے یاسر! اسے بادشاہ کے پاس لے جاؤ اور اسے کہو کہ وہ اس کا چاندی کا تعویذ بند بنوائے کہ جس پر وہ چیز نقش ہونی چاہیے کہ جس کو میں بعد میں ذکر کرنے والا ہوں۔ پس جب وہ اسے اپنے بازو پر باندھنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے اپنے دائیں بازو پر باندھے اور اچھے طریقے سے کامل و ضو بجا لائے اور پھر چار رکعت نماز ادا کرے کہ ہر رکعت میں الحمد اور سات بار آیت الکرسی، سات بار آیت مجیدہ شھد اللہ، سات بار والشمس والضحاء، سات بار "والیل اذا یغشیٰ" اور سات بار قل ہو اللہ احد تلاوت کرے۔ پس جب اس نماز سے فارغ ہو تو پھر وہ اس تعویذ کو اپنے دائیں بازو پر باندھے۔ اللہ کی طاقت و قوت سے وہ ہمہ قسمی سختیوں اور تکلیفوں کے وقت اور ہر اس شے سے کہ جس کا اسے خوف ہوگا اور وہ اس سے ڈرتا ہوگا محفوظ رہے گا البتہ اسے چاہیے کہ وہ سب تب بجا لائے کہ جب قمر در عقرب کی گھڑیاں نہ ہوں۔ پس اگر وہ اہل روم اور ان کی ساری مملکت سے بھی جنگ کرے گا تو بذن اللہ وہ ان پر غلبہ پائے گا اور اس حرز کی برکت سے بہرہ مند ہوگا۔

سیّد نے کہا "اور روایت کیا گیا ہے کہ جب مامون نے ابو جعفر علیہ السلام سے اس حرز مبارک کے یہ اوصاف سنے تو اس نے اہل روم کے خلاف جنگ کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے ان پر فتح نصیب فرمائی اور اسے بہت سارا کہ جتنا اللہ نے چاہا مال غنیمت حاصل ہوا۔ پس وہ اس حرز کو ہر جنگ و حملے کے وقت اپنے پاس رکھا کرتا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی اپنے فضل کے سبب نصرت عطا فرمائی اور اپنی مشیت کے ذریعے فتح فرمائی۔ بے شک وہ اس سب میں اپنی ہی طاقت و قوت سے ولی ہے۔

"وہ حرز یہ ہے"

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین۔۔۔ الی آخر

الم تر ان اللہ سخر لکم ما فی السمٰوٰت وما فی الارض والفلک تجری فی البحر باہرہ و یمسک السمآء ان تقع علی الارض الا باذنہٖ ان اللہ بالناس لرؤف رحیم

اللھم انت الواحد الملک الریان یوم الدین تفعل ما تشاء بلا مغالبة وتعطی من تشاء بلا من و تفعل ما تشاء و تحکم و ترید و تدوال الایام بین الناس و ترکیھم طبقاً عن طبق۔ اسالک باسمک المکتوب علیٰ سرادق المجدوا سالک باسمک المکتوب علیٰ سرادق السرائر السابق الفائق الحسن الجمیل الیضر رب الملائکة الثمانیة والعرش الذی لا یتحرک واسالک بالعین التی لا تنام و بالحیاة التی لا تموت و بنو روجھک الذی لا یطفاء و بالاسم الاکبر الاکبر الاکبر و بالاسم الاعظم الاعظم الاعظم الذی ھو محیط بملکوت السمٰوٰت والارض و بالاسم الذی اشرقت بہ الشمس واصناء بہ القمر و سجرت بہ البحور و نصبت بہ الجبال و بالاسم الذی قام بہ العرش والکرسی و باسمک المکتوب علی سرادق العرش و باسمک المکتوب علیٰ سرادق العظمة و باسمک المکتوب علی سرادق البھاء و باسمک المکتوب علیٰ سرادق القدرة و باسمک العزیز و باسمائک المقدسات المکرمات المخزونات فی علم الغیب عندک۔

واسئالک من خیرک خیراً مما ارجو و مما لا ارجو و اعوذبعزتک و قدرتک و من شر ما اخاف و احزروما الاحزر یا صاحب محمد ﷺ یوم حسنین و یا صاحب علی یوم صفین انت یا رب مبیر الجبارین و قاصم المتکبرین اسالک بحق طہ و یسٓ والقرآن العظیم والفرقان الحکیم۔ ان تصلی علیٰ محمد وآل محمد و ان تشد عضد

صاحب هذا العقد و ادرابک فی تخر کل جبار عنید و کل شیطان مرید و عدو شدید و عدو منکر الاخلاق و اهله ممن اسلم الیک نفسه و قومن الیک امره و الجاء الیک طهرة

اللهم بحق هذه الاسماء التی ذکرتها و قراتها و انت اعرف بحقهامنی واسئالک یا ذا المن العظیم، والجود الکریم و التی الدعوات المستجابات والکلمات التامات والاسماء النافذات واسئالک یا نور انهار و یانور الیل و نور السماء والارض و نور النور و نوراً یضی ء به کل نور یا عالم الخفایات کلها فی البر والبحر والارض والسماء والجبال و اسئالک یا من لا یفنی ولا یبیر ولا یزول ولاله شی موصوف ولا الیه حد منسوب اله و لا اله سواه ولاله فی ملکه شریک والا تضاف العزة الا الیه لم یزل بالعلوم عالما و علی العلوم واقفاً والامور ناظماً وبالکینونة عالما و للتدبیر محکماً و بالخلق بصیراً و بالامور خبیراً انت الذی خشعت لک الاصوات و ضلت فیک الاحلام و ضاقت دونک الاسباب و ملا کل شی نورک و جل کل شی منک و هرب کل شی الیک و توکل کل شی علیک و انت الرفیع فی جلالک و انت البهی فی جمالک و انت العظیم فی قدرتک و انت الرفیع فی جلالک و انت البهی فی جمالک وانت العظیم فی قدرتک و انت الذی لا یدرک شی وانت العلی الکبیر العظیم مجیب الدعوت قاضی الحاجات محرج الکربات ولی الغمات یا من هو فی علوه دان وفی دنوه عال وفی اشراقه منیر و فی سلطانه قوی و فی ملک عزیز صل علیٰ محمد و اٰل محمد و احرس صاحب هذا العقد و هذا الحرز وهذا الکتاب بعینک التی لا تنام واکنفه برکنک الذی لا یرام والرحمة بقدرک علیه فانه مرزوقک۔ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ بسم اللّٰہ و باللّٰہ الذی لا صاحبة له ولا ولد بسم اللّٰہ قوی الشان عظیم البرهان شدید السلطان ما شاء اللّٰہ کان و مالم یشاء لم یکن اشهد ان نوحاً رسول اللّٰہ وان ابراہیم خلیل اللّٰہ وان موسیٰ کلیم اللّٰہ و نحیه و ان عیسیٰ بن مریم روح اللّٰہ وکلمة صلوٰت اللّٰہ علیه و علیهم اجمعین وان محمداً ﷺ خاتم النبین لا نبی بعده واسئالک بحق الساعة التی یوتی فیها بابلیس اللعین یوم القیامة و یقول اللعین فحاتلک الساعة واللّٰہ ما اتا مهیج مردة اللّٰہ نور السمٰوٰت والارض

وهو القاهر وهو الغالب له القدرة السابغة وهو الحکیم الخبیر اللهم واسألک بحق هذه الاسماء کلها و صفاتها و صورها وهی

سبحان الذی خلق العرش والکرسی و استویٰ علیه اسألک ان تصرف عن صاحب کتابی هذا کل سو عو محزور فهو عبدک و ابن عبدک و ابن امتک و عبدک و انت مولاه فقه اللهم یا رب الاسواء کلها و اقمع عنه ابصار الظالمین و السنة المعاندین و المدیرین له السوء والضر وادفع عنه کل محزورو لخوف و ای عبدٍ من عبدک او امة من امالک او سلطان مارد او شیطان او شیطانة اوجنی اوجنیة او غول اوغولة اراد صاحب کتابی هذا بظلم اوضر او مکراؤ مکروه اوکیداً و خدیعة او نکابة او سعایة او ضاد او عرق او اصطلام او عطب او مغالبة او غدراء او قهر اوهتک سرا او اقتدار او آفةٍ او عاهة او قتل او خرقٍ او انتقام او قطع او سحر او سخ او مرمن او سقمٍ او برص او بوسٍ او فاقةٍ او سغبٍ او عطشٍ او وسوسةٍ او نقصٍ او مخادینٍ او معیشةٍ فاکفه بما شئت وکیف شئت و انی شئت انک و انی شئت انک علیٰ کل شیئٍ قدیر و صلی اللّٰہ علیٰ محمد واله اجمعین و سلم تسلیماً کثیراً ولا حول ولا قوة الا باللّٰہ العلی العظیم والحمد للّٰہ ربّ العالمین

البته جو اس خالص چاندی کے تعویذ بند پر نقش کیا جائے وہ یہ ہے۔

”یا مشهوراً فی السمٰوٰت، یا مشوراً فی الارضیین، یا مشهوراً فی الدنیا والآخرة، جهدت الجبابرة الملوک علیٰ اطفاء نورک و اخماد ذکرک فابی اللّٰہ الا ان یتم نورک و یبوح ذکرک و بوکره المشرکون۔“

سیّد نے کہا ہے کہ میں نے دوسرے نسخہ میں دیکھا ہے کہ جس میں مذکور ہے "وابیت الا ان یتم نورک"

اور اصول کافی میں اپنی اسناد کے ساتھ ابی ہاشم جعفری سے روایت کیا گیا ہے کہ اس نے کہا "میں نے ابو جعفر علیہ السلام کے ہمراہ مسجد المسیب میں نماز ادا کی اور ہم نے قبلہ کی جانب ایک ساتھ نماز ادا کی اور بتایا گیا کہ مسجد میں جو بیری کا درخت ہے وہ خشک ہو چکا ہے۔ کہ اس پر پتے نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ تو آپ علیہ السلام نے پانی منگوایا اور اس بیری کے نیچے وضو فرمایا تو وہ بیری سرسبز ہو گئی اور اس نے پتے اٹھا لیے اور اسی سال ہی پھل بھی اٹھا لیا۔

اور بحار الانوار میں مفید سے روایت کیا گیا ہے کہ ابو جعفر علیہ السلام نے جب شارع کوفہ پر سفر شروع کیا تو مسیب کے گھر کے قریب پڑاؤ ڈالا اس کے گھر کے صحن میں ایک کھجور تھی کہ جو پھل نہیں اٹھاتی تھی۔ تو آپ علیہ السلام نے ایک برتن پانی کا منگوایا اور اس کھجور کے نیچے وضو فرمایا اور اٹھ کر لوگوں کے ہمراہ مغرب اور عشاء کی نماز ادا فرمائی اور دو شکر کے سجدے بجا لائے پھر باہر چلے گئے جب لوگ دوبارہ کھجور کے پاس گئے تو دیکھا کہ اس نے انتہائی خوبصورت پھل اٹھایا ہوا ہے۔ تو لوگوں کو اس سے از حد تعجب ہوا لوگوں نے ان میں سے کھایا تو انہیں انتہائی میٹھی اور لذیذ کھجوریں پایا کہ جن میں ترش روئی کا نام و نشان تک نہ تھا اور لوگوں نے آپ ﷺ کو بہت دعائیں دیں اور آپ علیہ السلام مدینہ کی طرف چلے گئے۔

شیخ مفید نے کہا ہے کہ میں نے اس کھجور کا پھل کھایا ہے کہ اس میں کسی قسم کا عیب نہ ہے۔

اقول: شیخ محمد بن الحسن الحر العاملی نے اپنی کتاب اثبات الھداۃ میں کہا ہے کہ شیخ ابو الصلاح الحلبی نے اپنی کتاب تقریب المعارف میں ائمۃ الھدیٰ علیہم السلام کے بعض معجزات کے ذکر میں کہا ہے کہ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ابو جعفر محمد بن علی علیہما السلام نے بغداد کی اس مسجد میں کہ جسے دار مسیب کہا جاتا ہے میں ایک خشک کھجور کے تنے میں وضو فرمایا۔ آپ علیہ السلام ابھی مسجد سے باہر نہ نکلے تھے کہ وہ سرسبز ہو گئی اور پھلدار ہو گئی۔

مجھے بیان کیا شیخ ابو الحسن محمد بن محمد نے، اس نے کہا ہمیں بیان کیا شیخ ابو عبداللہ محمد بن محمد المفید نے کہ اس نے اس درخت کی کھجوروں کو کھایا ہے کہ جن میں کوئی عیب نہیں ہے (انتھی)

اور اس نے اسی کتاب ہی میں کہا ہے کہ صاحب کتاب "مناقب فاطمہ علیہ السلام و ولدھا" نے اپنی اسناد کے ساتھ المحمود ی سے، اس نے اپنے باپ سے ایک طویل حدیث میں روایت کی ہے کہ جب ابو جعفر علیہ السلام کو مامون کی بیٹی نے زہر دیا تو امام علیہ السلام نے اسے فرمایا۔ "اللہ کی قسم! یقینا اللہ تمہیں ایسے فقر میں مبتلا کرے گا کہ جس کا کوئی مداوا نہ ہوگا اور ایسی بلاء میں مبتلا کرے گا کہ جو پوشیدہ نہ رہ سکے گی۔" تو آپ علیہ السلام نے اس عورت سے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ایسی بیماری میں مبتلا فرمائے گا کہ جس کی کوئی دوا نہ ہوگی۔ تو ویسا ہی ہوا کہ جیسا آپ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ وہ ایسی بیماری میں مبتلا ہوئی کہ اس نے اپنا تمام مال و اسباب اسی بیماری پر لگا دیا یہاں تک کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو گئی۔ اس کی شرمگاہ میں ایک پھوڑا نکل پڑا کہ جسے وہ طبیب کے سامنے کھول کر پیش کرتی تھی۔ وہ اسے دیکھتا تھا اور اس کے بارے میں دوا کا مشورہ دیتا تھا۔

اور قطب راوندی نے الخرائج میں ابن ارومة سے روایت کی ہے کہ معتصم نے امام علیہ السلام کی پیٹھ پیچھے ایک گروہ کو بلایا اور کہا۔ تم سب میرے سامنے محمد بن علی بن موسیٰ علیہم السلام کے خلاف جھوٹی گواہی دو اور لکھو کہ وہ خروج (بغاوت) کا ارادہ رکھتے ہیں۔ پھر اس نے امام علیہ السلام کو بلایا تو کہا ”آپ علیہ السلام یقینا میری حکومت کے خلاف بغاوت و خراج کا ارادہ رکھتے ہیں۔“ تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ ”اللہ کی قسم! میں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے“ تو اس نے کہا ”فلاں، فلاں، فلاں اشخاص نے آپ علیہ السلام کے خلاف گواہی دی ہے“ جب وہ حاضر ہوئے تو انہوں نے کہا ”جی ہاں! یہ وہ خطوط ہیں کہ جو ہم نے آپ علیہ السلام کے بعض غلاموں سے چھینے ہیں۔“ معتصم اس وقت بیرونی کمرے میں بیٹھا تھا۔ تب ابو جعفر علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھ اٹھائے اور فرمایا۔ اے میرے معبود! اگر یہ لوگ مجھ پر جھوٹ بول رہے ہیں تو تو بھی انہیں اپنے عذاب سے پکڑ لے۔“ پس ہم نے اس بیرونی کمرے کی طرف دیکھا کہ وہ لرزنے لگا اور ابھی گرا تو ابھی گرا ہو گیا۔ ان میں سے جو بھی اٹھتا تھا منہ کے بل گر پڑتا تھا۔

تو معتصم نے کہا ”اے فرزند رسول ﷺ! میں نے جو کہا میں اس سے توبہ کرتا ہوں۔ آپ علیہ السلام اپنے رب سے دعا فرمائیے کہ یہ رک جائے۔“

تو امام علیہ السلام نے دعا فرمائی ”اے میرے معبود! اسے قرار دے بے شک تو جانتا ہے کہ یہ لوگ تیرے اور میرے دشمن ہیں۔ تو وہ کمرہ رک گیا۔

صاحب کتاب ثاقب المناقب نے احمد بن محمد الخضری سے روایت کی ہے کہ ابو جعفر علیہ السلام نے حج کیا تو جب آپ علیہ السلام نے زبالة نامی منزل پر پڑاؤ ڈالا تو دیکھا کہ ایک معمر عورت راستے کے کوڑے کے ڈھیر پر پڑاؤ ڈالا تو دیکھا کہ ایک معمر عورت راستے کے کوڑے کے ڈھیر پر پڑی ایک گائے پر گریہ کناں ہے تو امام علیہ السلام نے اس عورت سے اس کے رونے کی وجہ پوچھی تو وہ عورت اٹھ کر ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں آئی اور عرض کیا۔اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! میں ایک ضعیف عورت ہوں اور کچھ کرنے کی طاقت نہیں رکھتی اور یہی گائے ہی میری کل ملکیت تھی۔ تو ابو جعفر علیہ السلام نے اس عورت سے فرمایا۔ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ اس گائے کو زندہ کر دے تو تو کیا کرے گی؟ تو اس عورت نے عرض کی۔ اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! یقینا میں ہر حال میں اللہ کے حضور سجدہ شکر بجا لاؤں گی۔ پس ابو جعفر علیہ السلام نے دو رکعت نماز ادا فرمائی اور کچھ دعائیں فرمائیں۔ پھر امام علیہ السلام نے اپنے مبارک پاؤں سے اس گائے کو ٹھوکر ماری تو وہ گائے اٹھ کھڑی ہوئی تو وہ عورت چیخ اٹھی۔ ”عیسیٰ بن مریم علیہ السلام“ تو امام علیہ السلام نے فرمایا ”نہیں بلکہ مکرم عباد کہ جو انبیاء علیہم السلام کے اوصیاء علیہم السلام ہیں۔

اور ان معجزات میں سے ہے "امام علیہ السلام کیلئے زمین کا سمٹ جانا"

ثقة الجلیل محمد بن یعقوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصول کافی میں احمد بن ادریس سے، اس نے محمد بن حسان سے، اس نے علی بن خالد سے کہ جو زیدی المذہب تھا۔ روایت کی ہے کہ میں عسکر میں تھا کہ مجھے خبر پہنچی کہ یہاں پر ایک قیدی ہے کہ جسے شام کی طرف سے زنجیروں میں جکڑ کر لایا گیا ہے اور لوگوں نے بتایا کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ علی بن خالد نے روایت کی ہے کہ میں جیل خانے کے دروازے پر آیا اور میں نے دربانوں اور نگرانوں کی منت و سماجت کی۔ یہاں تک کہ میں قید خانے تک پہنچ گیا۔ قیدیوں میں وہ قیدی موجود تھا تو میں نے اس سے کہا۔ "اے شخص! تیری کیا کہانی ہے اور تیرا کیا معاملہ ہے؟" تو اس نے کہا "میں ایک شامی باشندہ ہوں کہ جو رائس الحسین علیہ السلام کے نزدیک اللہ کی عبادت میں محو رہتا تھا۔ میں عبادت خداوندی میں مصروف تھا کہ میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے مجھ سے کہا "ہمارے ساتھ چلو" تو میں اس کے ساتھ ہو لیا۔ میں اس کے ہمراہ چلا ہی تھا کہ میں نے خود کو مسجد کوفہ میں پایا تو اس شخص نے مجھے کہا۔ "کیا تم اس مسجد کو پہچانتے ہو؟" تو میں نے کہا "جی ہاں! یہ مسجد کوفہ ہے" پس اس شخص نے بھی نماز ادا کی اور میں نے بھی نماز پڑھی۔ پس میں اس کے ہمراہ ہی تھا کہ اچانک ہم مدینہ میں مسجد نبوی ﷺ میں جا پہنچے۔ پس اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا اور میں نے بھی سلام کیا۔ اس نے بھی نماز ادا کی اور میں نے بھی نماز ادا کی۔ اور رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجا۔ میں اس کے ہمراہ ہی تھا کہ اچانک میں نے خود کو مکہ میں پایا۔ پس میں اس شخص کے ہمراہ ہی رہا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنے مناسک ادا کیے اور میں نے بھی اس کے ہمراہ اپنے مناسک ادا کیے۔ پس میں اس کے ساتھ ہی تھا کہ اچانک میں اس جگہ پہنچ گیا کہ جہاں پر شام میں اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا۔ اور وہ شخص چلا گیا۔

اور جب دوسرا سال آیا تو بھی میرے ساتھ اس شخص نے پہلے سال جیسا برتاؤ کیا۔ جب ہم اپنے اپنے مناسک سے فارغ ہوئے اور اس نے مجھے واپس شام پہنچایا اور مجھے چھوڑ کر جانے کا ارادہ کیا تو میں نے کہا "میں آپ علیہ السلام کو اس کے حق کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ جس نے آپ علیہ السلام کو اس پر قدرت عطا فرمائی ہے کہ جو میں نے دیکھی ہے آپ علیہ السلام مجھے ضرور بتلائیے کہ آپ علیہ السلام کون ہیں؟" تو اس شخص نے کہا "میں محمد بن علی بن موسیٰ علیہم السلام ہوں۔"

پس وہ خبر پھیل گئی۔ یہاں تک کہ محمد بن عبدالملک الزیات تک جا پہنچی تو اس نے مجھے پکڑوایا اور مجھے لوہے میں جکڑا اور مجھے عراق بھیج دیا۔" تو میں نے اس سے کہا "اپنا قصہ محمد بن عبدالملک تک پہنچاؤ" تو اس نے ایسا ہی کیا اور اس نے اپنے قصے میں ہر چیز کو کھول کر بیان کیا تو اس نے اس کے قصے میں جواب دیا۔ تم اس ہی سے کہو کہ جس نے ایک رات میں تمہیں کوفہ تک اور کوفہ سے مدینہ تک اور مدینہ سے مکہ تک کا سفر کروایا اور پھر تمہیں مکہ سے شام تک واپس بھی پہنچایا کہ وہ تمہیں اس قید خانے سے بھی نکال باہر لے جائے"

علی بن خالد نے کہا "پس مجھے اس کے معاملے کا بہت غم ہوا اور میں نے اسے تسلی و تشفی اور صبر کی تلقین بھرا ایک رقعہ لکھا۔ "پھر دوسرے روز میں صبح سویرے اٹھا تو میں نے پورے لشکر، محافظوں کے انچارج، قید خانے کے انچارج کو اور بہت سی مخلوق خدا کو سرگرداں دیکھا تو میں نے کہا

"یہ کیا معاملہ ہے؟" تو لوگوں نے کہا "شام سے لایا گیا قیدی کہ جو نبوت کا دعویدار تھا وہ گزشتہ رات غائب ہو گیا ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ اسے زمین نے نگل لیا ہے یا اسے پرندہ اٹھا کر لے گیا ہے۔

اور اسی روایت کو شیخ محمد بن الحسن الصفار نے بصائر الدرجات میں محمد بن حسان سے، اس نے علی بن خالد سے ایسا ہی قصہ روایت کیا ہے۔ البتہ اس میں اس قول کی جگہ کہ "میں شام کا رہنے والا ایک شخص تھا کہ جو اس مقام پر عبادت کیا کرتا تھا کہ جسے مقام راس الحسین علیہ السلام کہا جاتا ہے" اس نے کہا "میں شام کا باشندہ ہوں کہ جو حسین بن علی علیہما السلام کے سر کی قبر کے پاس اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا۔" اور اسی روایت میں ہی ہے کہ میں نے اس سے کہا "اپنا قصہ پہنچانے کا ذریعہ کیا ہے؟" تو میں نے اسے کاغذ، دوات لا کر دی تو اس نے اپنا قصہ محمد بن عبدالملک۔۔۔۔ اس کی جگہ کہ جو اس نے یہاں ذکر کیا تھا۔

اور مضر نے ارشاد میں جعفر بن محمد بن قولویہ سے، اس نے محمد بن یعقوب سے، اس نے احمد بن ادریس سے، اس نے محمد بن حسان سے، اس نے علی بن خالد سے ایسا ہی قصہ روایت کیا ہے۔ البتہ اس میں ہے کہ میں نے اس سے کہا کہ تم اپنا معاملہ محمد بن عبدالملک تک پہنچاؤ۔

تو اس نے کہا "ایسا تم ہی کرو۔" پس میں نے اس سے سن کر اس کا قصہ لکھا کہ اس میں میں نے اس کے تمام معاملے کی خوب تشریح کی اور پھر میں اسے محمد بن عبدالملک کے پاس لے کر گیا تو اس نے اسی کی پشت پر جواب لکھا۔" اس سے کہو کہ جس نے تمہیں۔۔۔۔ الی آخر"

پھر مفید نے کہا "یہ شخص یعنی علی بن خالد زیدی المذہب تھا مگر جب اس نے یہ سب دیکھا تو وہ امامت اثنائے عشریہ کا قائل ہوا اور اس کا عقیدہ بہت اچھا ہوگیا۔

شیخ محمد بن الحسن الحر العاملی نے اپنی کتاب اثبات الھداۃ میں کہا ہے کہ حافظ ابو نعیم نے کہ جو اہل سنت کے علماء میں سے ہے اپنی کتاب جلیلۃ الاولیاء میں جو لکھا ہے اس میں اپنے اصحاب میں سے کسی کے خطی نسخے میں جیسا پایا ہے وہ کچھ یوں ہے "اس نے کہا! ابو یزید بسطامی نے حکایت کی ہے کہ بسطام سے بیت الحرام کی زیارت کے قصد سے نکلا تو میرا گزر شام سے ہوا۔ یہاں تک کہ میں دمشق پہنچا۔ پس میں جب غوطہ نامی مقام سے گزر رہا تھا تو میرا گزر اس کے دیہاتوں میں سے ایک دیہات سے ہوا تو میں نے گاؤں میں مٹی کا ایک ٹیلہ دیکھا کہ جس پر ایک چار سالہ بچہ مٹی کے ساتھ کھیل رہا تھا تو میں نے اندر ہی اندر کہا۔ "یہ بچہ ہے اگر میں نے اسے سلام کیا تو یہ سلام کو سمجھ ہی نہ پائے گا اور اگر میں نے اسے سلام نہ کیا تو میں ایک واجب چھوڑ بیٹھوں گا" پس میں نے یہی فیصلہ کیا کہ میں اسے سلام کروں۔ پس میں نے اسے سلام کیا تو اس نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور مجھے کہا "اس کی قسم کہ جس نے آسمان بلند کیا اور بساط زمین بچھائی! اگر اللہ نے سلام کا جواب دینے کا حکم نہ دیا ہوتا تو میں تمہیں سلام کا جواب نہ دیتا کہ تو نے میرے معاملے کو چھوٹا جانا اور تو نے مجھے کم سنی کی وجہ سے حقیر جانا ہے۔ و علیک السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ و تحیاتہ و رضوانہ" پھر کہا "اللہ نے سچ فرمایا! اور جب تمہیں سلام کیا جائے تو تم اس سے اچھا جواب دو" اور خاموش ہو گیا تو میں نے کہا "یا اس جیسا ہی پلٹاؤ" تو اس نے کہا "ایسا کام تم جیسے مقصر کرتے رہیں" پس مجھے معلوم ہو گیا وہ تائید شدہ اقطاب (قطب کی جمع) میں سے ہے۔ تب اس نے فرمایا "اے ابو یزید! تجھے تیرے شہر بسطام سے شام کونسی چیز لائی ہے؟" تو میں نے عرض کیا۔ "اے میرے آقا علیہ السلام! میں بیت الحرام کا قاصد ہوں۔" یہاں تک کہ اس نے روایت

کی کہ "وہ حضرت علیہ السلام اٹھے اور فرمایا "کیا تم نے وضو کیا ہوا ہے؟" میں نے عرض کی "نہیں" فرمایا میرے پیچھے آؤ۔ پس میں اس حضرت علیہ السلام کے پیچھے۔ دس قدم ہی چلا تھا کہ میں نے فرات سے بھی بڑا دریا دیکھا پس وہ علیہ السلام اس پر بیٹھ گئے تو میں بھی بیٹھ گیا۔ پس ان حضرت علیہ السلام نے بہترین طریقے سے وضو فرمایا تو میں نے بھی وضو کیا اور آپ حضرت علیہ السلام نے رکوع کی غرض سے قیام فرمایا تو اچانک وہاں سے ایک قافلہ گزرا تو میں اٹھ کر قافلے والوں میں سے ایک کے پاس گیا اور میں نے اس سے اس دریا کے بارے میں سوال کیا تو اس نے کہا "یہ جیحون ہے" اور خاموش ہو گیا۔

پھر اس بابرکت بچے علیہ السلام نے مجھے فرمایا "اٹھو! تو میں بھی ان حضرت علیہ السلام کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا اور میں ان حضرت علیہ السلام کے ساتھ بیس قدم ہی چلا تھا کہ اچانک ہم فرات اور جیحون سے بھی بڑے دریا پر موجود تھے اور مجھے فرمایا "بیٹھ جاؤ" پس میں بیٹھ گیا اور مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ تب میرے قریب سے کچھ لوگ اپنی کشتی پر سوار ہو کر گزرے تو میں نے ان سے اس جگہ کے بارے میں پوچھا کہ جہاں میں موجود تھا۔ تو ان لوگوں نے کہا "یہ نیل مصر ہے اور تمہارے اور دریا کے درمیان ایک فرسخ یا اس سے ب بھی کم فاصلہ ہے" اور وہ چلے گئے پس ایک ساعت ہی گزری تھی کہ میرے وہ ہمسفر علیہ السلام واپس آگئے اور مجھے فرمایا۔ "اٹھو کہ ہمارے چلنے کا وقت ہو چکا ہے" تو میں ان حضرت علیہ السلام کے ہمراہ پیش قدم ہی چلا تھا کہ ہم سورج غروب ہونے کی جگہ انتہائی زیادہ کھجوروں کے مقام پر جا پہنچے اور ہم بیٹھ گئے۔

پھر وہ حضرت علیہ السلام کھڑے ہوئے اور مجھے فرمایا "چلو! پس میں ان حضرت علیہ السلام کے پیچھے پیچھے تھوڑا سا ہی چلا تھا کہ اچانک ہم کعبۃ اللہ میں موجود تھے۔ راوی نے روایت کی ہے کہ پس میں نے اس شخص سے پوچھا کہ جس نے کعبۃ اللہ کو کھولا تھا (کہ یہ حضرت علیہ السلام کون ہیں؟) تو اس نے کہا "یہ میری آقا حضرت محمد الجواد امام تقی علیہ السلام ہیں۔" تو میں نے کہا "اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ اس نے جہاں اپنی رسالت رکھی ہے"

اور اسی قصے کو میرزا محمد باقر بن الامیرزین العابدین بن علامہ حسین بن جعفر بن الحسین الموسوی الخوانساری نے روایت کیا ہے۔ میرزا صاحب اپنے ہم عصروں میں فاضل شخص تھے۔ انہوں نے طیفور الصفار المعروف ابو یزید بسطامی کے حالات زندگی میں اپنی روضات الجنات نامی کتاب میں لکھا ہے۔ اس کے بعد ظاہر ہوتا ہے کہ وہ امام جواد علیہ السلام کے ماشکی تھے۔ اور ابو جعفر علیہ السلام ان کے کلام میں جعفر علیہ السلام سے مشتبہ ہو گئے۔ پس ان لوگوں ہر معاملہ مشتبہ ہو گیا۔ اس طرح کہ امام صادق علیہ السلام کی شہادت 148سنہ ھ میں ہوئی ہے اور علماء میں سے کسی ایک نے بھی ان دونوں تاریخوں میں اختلاف نہیں کیا ہے۔ درحالیکہ ان دونوں تاریخوں کے درمیان 113 سال کا فاصلہ ہے اور علماء نے ابو یزید کی عمر 80سال سے زائد نہ لکھی ہے۔

سیّد نے کہا "ہم نے بعض عامی عرفاء کی کتب میں پایا ہے کہ اس نے لکھا۔ ہمیں بیان کیا شیخ صالح ابو یزید بسطامی نے پھر اس نے اس واقعے کو تھوڑی سی زیادتی کے ساتھ نقل کیا ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ "پس ہم سورج غروب ہونے کی جگہ کہ جہاں کھجوروں کی بہتات تھی پہنچے اور ہم بیٹھ گئے یہاں تک کہ سورج کی ٹکیہ ڈوب گئی۔ تو ان حضرت علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "اٹھو نماز قائم کرو" پس میں اٹھا اور میں نے نماز پڑھی اور ان حضرت علیہ السلام نے جتنی دیر اللہ نے ان

حضرت علیه السلام کو قدرت بخشی نماز کے بعد رکوع کیا۔ پھر بیٹھ گئے۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ایک غلام ان حضرت علیه السلام کے پاس آیا کہ اس کے ہاتھ میں ایک تھال تھا کہ جس میں جو کی تین روٹیاں تھیں۔ کھجوریں تھیں اور شہد کا ایک پیالہ تھا اور ہمارے قریب ٹھنڈے پانی کا ایک چشمہ تھا۔ پس اس غلام نے وہ تھال وہاں رکھا اور جانے لگا تو ان حضرت علیه السلام نے غلام کو اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ۔ تو وہ بیٹھ گیا اور اس نے ہمارے ساتھ کھانا کھایا۔ اللہ کی قسم! میں نے اپنی زندگی میں ویسا کھانا یا اس سے زیادہ لذیز کھانا نہیں کھایا۔

پس جب ہم کھانے سے فارغ ہو گئے تو وہ غلام باقی کھانا لے کر چلا گیا۔ پھر وہ حضرت علیه السلام کھڑے ہوئے اور مجھ سے فرمایا "چلو" پس میں ان حضرت علیه السلام کے پیچھے تھوڑا سا ہی چلا تھا کہ اچانک ہم کعبۃ اللہ میں جا پہنچے اور امام کعبہ نماز پڑھا رہا تھا۔ تو میں نے بھی اس کے پیچھے نماز کی نیت باندھی اور میں نے نماز پڑھی۔ جب نماز تمام ہوئی اور لوگ منتشر ہو گئے اور کوئی ایک بھی باقی نہ رہا تو ان حضرت علیه السلام نے لوگوں میں سے کسی کو پکارا تو اس شخص نے لبیک کہا اور ان حضرت علیه السلام کے پاس حاضر ہو گیا اور عرض کی "خوش آمدید! اے میرے آقا علیه السلام، اے میرے آقا علیه السلام کے فرزند علیه السلام! تو ان حضرت علیه السلام نے فرمایا "دروازہ کھولو تا کہ تمہارا آقا بیت اللہ کی زیارت کرے اور طواف بجا لا سکے۔ پس وہ گیا اور اس نے کھولا اور میں کعبۃ اللہ کے اندر داخل ہوا اور میں نے خوب جی بھر کر زیارت کی اور باہر نکل آیا۔ پھر وہ حضرت علیه السلام اندر داخل ہوئے۔ پس تھوڑی دیر ہی اندر رہے اور پھر باہر تشریف لائے۔ پھر ان حضرت علیه السلام نے مجھ سے فرمایا۔ میں ایک کام میں مشغول ہوا چاہتا ہوں۔ پس تم رات کی آخری تہائی تک اپنی جگہ رکے رہو۔ اور میں بتاتا ہوں کہ تم کس طرف سے جا سکتے ہو۔ پس اگر تم راستہ بھول جاؤ تو بیٹھ جانا اور اپنے اسی مقام پر فجر تک سو جانا۔ پھر اٹھ کر وضو کرنا اور نماز پڑھنا اور اگر میں تم تک پہنچ جاؤں تو ٹھیک بصورت دیگر تم اللہ کی دی ہوئی طاقت سے جہاں جانا چاہو جا سکتے ہو اور وہ حضرت علیه السلام چلے گئے۔ پس میں نے ان حضرت علیه السلام کے بارے میں اس شخص سے پوچھا کہ جس نے کعبۃ اللہ کو کھولا تھا تو اس نے کہا "یہ میرے آقا امام محمد الجواد تقی علیه السلام ہیں۔ تو میں نے کہا "اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس نے اپنی رسالت جہاں رکھی ہے۔ میں آپ علیه السلام کے حکم کے مطابق وہاں قیام پذیر رہا۔ جب رات کی آخری تہائی آئی تو میں اٹھا اور میں چل دیا اور احجار سے دور نہ گیا تھا کہ میں نے وہاں ایک گاؤں پایا تو میں اس گاؤں کے ایک جانب بیٹھ گیا اور سو گیا۔ جب طلوع فجر ہوئی تو میں اٹھ کر پانی کی طرف گیا اور میں نے وضو کیا اور نماز پڑھی اور آپ علیه السلام کا طلوع آفتاب تک انتظار کیا اور انتظار کے دوران میں نے ادھر ادھر ہرگز نہیں دیکھا تھا۔ فقط قبلہ رخ ہو کر زمین کی طرف دیکھتا رہا تھا۔ جب میں نے دیکھا کہ اب آپ علیه السلام تشریف لانے والے نہیں ہیں تو میں اشارہ سمجھ گیا۔ تب میں نے توجہ کی تو میں بسطام شہر کے دروازے پر موجود تھا۔ میں اندر داخل ہو گیا۔ میں نے ایک طویل مدت تک کسی چیز کا ذکر نہ کیا۔ پھر میں نے لوگوں کو بتایا۔ اللہ ہی متزلزل ہونے سے بچانے والا ہے۔

اور کتاب اثبات الھدۃ میں مصنف نے لکھا ہے کہ "مناقب فاطمه علیه السلام و ولدھا" نامی کتاب کے مصنف نے اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن العلاء سے روایت کی ہے۔ میں نے دیکھا کہ محمدبن علی علیه السلام بغیر سواری اور زاد راہ کے ایک ہی رات بیت اللہ کی زیارت کر کے واپس بھی آگئے اور مکہ میں میرا ایک بھائی تھا کہ جس کے پاس انگوٹھی تھی۔ میں نے امام علیه السلام سے عرض کی۔ "آپ علیه السلام

میرے لیے اس بھائی سے وہ نشانی لیتے آئیے گا“ تو امام علیہ السلام اسی رات ہی واپس آئے تو امام علیہ السلام کے پاس وہ انگوٹھی موجود تھی۔“

اقول: اور یقینا اس مقام پر جو مناسب تھیں ان میں سے کچھ آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار امام رضا علیہ السلام کی شہادت کی فصل میں کچھ روایات گزر چکی ہیں کہ جو دلالت کرتی ہیں کہ آپ علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار امام رضا علیہ السلام کو غسل دیا۔ کفن دیا اور طوس میں دفن فرمایا تو آپ علیہ السلام کیلئے زمین سمٹ گئی۔ پھر آپ علیہ السلام مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

”آپ علیه السلام کے معجزات جو مختلف معانی میں ظاہر ہوئے“

بحار الانوار میں المناقب سے روایت کیا گیا ہے کہ ابو جعفر علیه السلام کے عسکر نامی غلام نے روایت کی ہے کہ میں آپ علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دل ہی دل میں کہا ”سبحان اللہ! میرے مولا علیه السلام کا رنگ کتنا شدید گندم گوں ہونے کے باوجود کتنا روشن ہے“ اللہ کی قسم! میں نے اندر ہی اندر یہ کلام مکمل ہی کیا تھا کہ اچانک آپ علیه السلام کا جسد اقدس طویل عریض ہو گیا کہ پورا کمرہ دیواروں تک اور چھت تک آپ علیه السلام کے مطہر جسد سے بھر گیا۔ پھر میں نے دیکھا۔ آپ علیه السلام کا رنگ اقدس سیاہ ترین رات کی طرح تاریک ہو گیا پھر سفید ہوگیا یہاں تک کہ برف کی سفیدی پر بھی غالب آگیا۔ پھر سرخ ہوگیا یہاں تک کہ خون سے بھی زیادہ سرخ ہوگیا۔ پھر سبز ہو گیا کہ اس کا سبزہ سبز پتوں سے بھی زیادہ تھا۔ پھر جسم گھٹنا شروع ہو گیا یہاں تک کہ پہلے جیسی حالت میں آگیا اور اس کا پہلا رنگ ہی آگیا۔ میں نے جو دیکھا تھا اس کی وجہ سے منہ کے بل گر پڑا تو امام علیه السلام نے بآواز بلند مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے عسکر! تم لوگ شک کرتے ہو تو ہم تمہیں خبر دیتے ہیں اور تم کمزور پڑ جاتے ہو تو ہم تمہیں طاقت بخشتے ہیں۔ اللہ کی قسم! ہماری معرفت کی حقیقت تک کوئی نہیں پہنچ سکتا ہے۔ ماسوائے اس کے کہ جس پر ہمارے صدقے اللہ احسان فرمائے اور جسے اللہ تعالیٰ ہمارے لیے بطور ولی پسند فرما لے۔“

اور اسی کتاب ہی میں ”معرفه ترکیب جسد“نامی کتاب سے،اس میں حسین بن ابی احمد تمیمی سے روایت کیا گیا ہے کہ مامون کے زمانے میں ابو جعفر علیه السلام نے فصد کھلوانی چاہی تو حکیم کو بلوایا اور اسے فرمایا ”میری عرق زاہر کو کھولو۔ تو حکیم نے آپ علیه السلام سے عرض کی ”اے میرے آقا علیه السلام میں ایسی رگ کو نہیں جانتا اور نہ ہی میں نے اس کے بارے میں کچھ سنا ہے۔ تو آپ علیه السلام نے اس حکیم کو وہ رگ دکھائی تو جب حکیم نے وہ رگ کھولی تو اس میں سے زرد پانی نکلا یہاں تک کہ طشت بھر گیا۔ پھر امام علیه السلام نے اس سے فرمایا۔ اسے ابھی کھلا ہی رہنے دو۔ تو اس میں سے پہلے سے تھوڑا کم نکلا۔ تب آپ علیه السلام نے فرمایا۔ اب اسے بند کر دو۔ پس جب اس حکیم نے آپ علیه السلام کے مبارک ہاتھ کی اس رگ کو بند کر لیا تو آپ علیه السلام نے اس حکیم کو ایک سو دینار ادا کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ پس اس حکیم نے وہ سو دینار لیے اور یوحنا بن بختیشوع کے پاس گیا اور اسے پورا واقعہ حکایت کیا تو اس نے کہا ”اللہ کی قسم! میں جب سے حکمت میں صاحب نظر ہوا ہوں تب سے اب تک میں نے اس رگ کے بارے میں نہیں سنا ہے۔ البتہ وہاں فلاں اسقف موجود ہے کہ جسے طب میں سالہا سال گزر چکے ہیں۔پس میرے ساتھ وہاں چلو اگر وہ اس بارے میں جانتا ہوا تو ٹھیک ورنہ تو ہمیں کوئی نہ مل پائے گا کہ جو اس کے بارے میں بتلائے۔ پس وہ دونوں چلے اور اس اسقف کے پاس وارد ہوئے اور ان دونوں سے اسے مکمل قصہ بیان کیا تو اس نے کافی دیر تک سر جھکا کر غور و حوض کیا۔ پھر کہا ”یقینا یہ شخص علیه السلام نبی ہے یا ذریت نبی علیه السلام میں سے ہے۔

اور اسی کتاب ہی میں دلائل طبری سے،اس میں عبداللہ بن محمد سے، اس نے کہا کہ عمارہ بن زید نے کہا

اور اثبات الھدة میں"مناقب فاطمہؑ و ولدھا" نامی کتاب کے مصنف سے، اس نے اپنی اسناد کے ساتھ عمارہ بن زید ہی سے روایت کیا ہے کہ اس نے دیکھا کہ محمد بن علی علیہما السلام کے سامنے چینی کا ایک خالی پیالہ تھا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اے عمارة! کیا تو اس میں عجیب چیز کو دیکھنا چاہتا ہے؟" میں نے عرض کی جی ہاں۔ تو آپ علیہ السلام نے اپنا مبارک ہاتھ اس پر رکھا تو وہ پگھلنا شروع ہو گیا یہاں تک کہ پانی بن گیا۔ پھر آپ علیہ السلام نے اسے جمع کیا اور اسے ایک خالی پیالے میں ڈالا اور پھر اسے اونڈھا کیا اور اسے اپنے مبارک ہاتھ سے چھوا تو یہ پہلے کی طرح پیالہ بن گیا۔ تو ارشاد فرمایا۔ ایسے کاموں پر تمہیں قدرت ہونی چاہیے۔

اور خرائج میں اسماعیل بن عباس الھاشمی سے روایت کیا گیا ہے کہ میں عید کے روز ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ علیہ السلام کے حضور تنگی معیشت کی شکایت کی تو آپ علیہ السلام نے مصلیٰ اٹھایا اور اس کے نیچے سے مٹی میں سے سونے کی ایک ڈلی اٹھائی اور مجھے عطا فرما دی۔ پس میں وہ ڈلی لے کر بازار گیا تو وہ ڈلی سترہ مثقال کی تھی۔

اور اسی کتاب ہی میں ہے کہ ابو ہاشم جعفری نے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت محمد بن علی ابن موسیٰ علیہم السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے عرض کی۔ اے فرزند رسول علیہما السلام! میرا باپ مر گیا ہے اور اس کے پاس کافی سارا مال تھا۔ اسے اچانک موت آگئی۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس کا وہ مال کہاں ہے۔؟ اور میں کثیر العبال شخص ہوں اور میں ہوں بھی آپ علیہ السلام کے موالیوں میں سے۔ پس آپ علیہ السلام میری مدد فرمائیے۔ تو ابو جعفر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ جب تو عشاء کی نماز پڑھ لے تو حضرت محمد و آل محمد علیہم السلام پر درود بھیج۔ یقینا تمہارا باپ تمہارے خواب میں تمہارے پاس آئے گا اور تجھے اس مال کے معاملے کی خبر دے گا۔ پس اس شخص نے ویسا ہی کیا تو اس نے خواب میں اپنے باپ کو دیکھا کہ اس نے کہا "اے میرے بیٹے! میرا مال فلاں جگہ ہے۔ وہاں سے اٹھا لو۔ اور فرزند رسول اللہ ﷺ کے پاس جاأ اور آپ ﷺ کو خبر دو کہ میں نے تمہیں مال کے بارے میں بتلا دیا ہے۔ پس وہ شخص گیا اور اس نے وہ مال اٹھایا اور امام علیہ السلام کو مال کے بارے میں خبر دی اور عرض کی۔ تمام تر حمد اس اللہ کیلئے ہے کہ جس نے آپ علیہ السلام کو کلام و مصطفی بنایا۔

اور بحارالانوار میں مجالس مفید سے، اس نے اپنی اسناد کے ساتھ، تکبر بن صالح سے راویت کی ہے کہ میرے سسر نے ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں عرضی لکھی۔ میرا باپ ناصبی اور گندی رائے رکھنے والا ہے۔ اور اس سے مجھے تکالیف اور سختیوں کا سامنا ہے۔ آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! آپ علیہ السلام میرے حق میں دعا فرمائیے اور مجھے حکم صادر فرمائیے کہ میں کیا کروں؟ کیا میں اس سے لڑوں جھگڑوں یا اس کی خاطر مدارت کروں؟ تو امام علیہ السلام نے اس کو جواباً تحریر فرمایا۔ مجھے تمہارا خط سمجھ میں آگیا ہے اور وہ بھی کہ جو تم نے اپنے باپ کے بارے میں لکھا ہے۔ میں تمہیں دعا ترک نہ کروں گا۔ انشاء اللہ اور خاطر و مدارت کرنا تیرے لیے لڑائی جھگڑے کرنے سے بہتر ہے۔ پس تنگی کے ساتھ آسانی بھی ہے۔ پس تم صبر کرو۔ یقینا اچھا انجام متقین کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ان کی ولایت پر ثابت قدم رکھے کہ جن سے تو محبت کرتا ہے۔ ہم اور تم اللہ کی امانت میں ہیں اور اللہ کی امانتیں کبھی ضائع نہیں ہوتی ہیں۔

بکر نے روایت کی ہے کہ "پس اس کے باپ کا دل نرم ہو گیا یہاں تک کہ وہ ایسا بن گیا کہ اس کی کسی چیز میں بھی اس کی مخالفت نہ کرتا تھا۔

شیخ محمد بن الحرا العاملی نے اثباۃ الھداۃ میں لکھا ہے کہ "مناقب فاطمہ علیہ السلام و ولدھا ء" کے مصنف نے اپنی اسناد کے ساتھ ابراہیم بن سعید سے روایت کی ہے کہ میں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام کی ایک سیاہ رنگ کی گھوڑی تھی۔ آپ علیہ السلام نے اس کو چھوا تو اس کا رنگ سرخ ہو گیا۔ پھر آپ علیہ السلام نے اپنی ہتھیلی سے چھوا تو وہ پہلے کی طرح سیاہ ہو گئی۔ تو آپ علیہ السلام نے مجھے فرمایا۔ اے فرزند سعید! امام معصوم علیہ السلام ایسے دکھا سکتا ہے" تو میں نے عرض کی "میں نے آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام کے ہاتھوں میں ایسا ہی دیکھا تھا۔ مجھے شک نہیں ہے کہ آپ علیہ السلام زریۃ بعضھا من بعض واللہ سمیع علیم کے مصداق ہیں۔ تو آپ علیہ السلام نے زمین پر موجود مٹی میں ہاتھ ڈالا تو اسے درہم و دینار کسی مال کی ضرورت ہوتی ہے۔ پس ان تک پہنچا دو کہ زمین کے خزانے امام معصوم علیہ السلام کے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ ابراہیم بن سعید سے روایت کی ہے کہ میں نے دیکھا حضرت محمد بن علی علیہما السلام نے اپنے مبارک ہاتھ زیتون کے پتوں کی طرف بڑھایا تو وہ آپ علیہ السلام کے مبارک ہاتھ میں چاندی کے پتے بن گئے۔ میں نے ان میں سے بہت سے اٹھائے اور میں نے انہیں بازاروں میں خرچ کیا۔ مگر ان میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی۔

اور اس نے اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن یحییٰ سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت محمد بن علی الرضا علیہ السلام سے دجلہ کی نہر کے کنارے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام کیلئے مچھلیوں کا جال پھینکا گیا تو وہ بھر کر آیا اور میں نے آپ علیہ السلام کو انبار کے مقام پر نہر فرات پر دیکھا تو آپ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔

اور اس نے اپنی اسناد کے ساتھ حکیم بن حماد سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنے آقا محمد بن علی علیہما السلام کو دیکھا کہ آپ علیہ السلام نے اپنی مبارک انگوٹھی کو دجلہ میں ڈالا تو ہر آنے جانے والی کشتی رک گئی۔ پھر آپ علیہ السلام نے اپنے غلام سے فرمایا "انگوٹھی نکال لو" تب رکی ہوئی سواریاں چل پڑیں۔

اور اس نے اپنی اسناد کے ساتھ منخل سے روایت کی ہے کہ "سر من رائی" میں میں نے حضرت محمد بن علی علیہما السلام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور میں نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں بیت الاقدس کے سفر کیلئے زادِ راہ کی استدعا کی تو آپ علیہ السلام نے مجھے ایک سو دینار ارشاد فرمایا۔ آنکھیں بند کرو تو میں نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر آپ علیہ السلام نے مجھے ارشاد فرمایا "آنکھیں کھولو! میں نے آنکھیں کھولیں تو میں بیت المقدس میں قبہ کے نیچے موجود تھا۔۔ تو مجھے اس سے حیرت ہوئی۔

اور اس نے اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن عمر سے روایت کی ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت محمد بن علی علیہما السلام نے اپنا مبارک ہاتھ منبر پر رکھا تو ہر درخت نے اپنی شاخوں سے پتوں کو گراد یا اور میں نے دیکھا کہ امام علیہ السلام نے بکری سے کلام فرمایا تو بکری نے آپ علیہ السلام نے جوابی گفتگو کی۔

اور اس نے اپنی اسناد کے ساتھ عمارۃ بن زید سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت محمد بن علی علیہما السلام کی زیارت کی تو میں نے آپ علیہ السلام پر عرض کی۔ امام معصوم علیہ السلام کی علامت کیا ہے؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا "امام معصوم علیہ السلام کی علامت کیا ہے؟ تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "امام معصوم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ اگر کوئی امام معصوم علیہ السلام ہوگا تو تب ایسا کرسکے گا" آپ علیہ السلام نے اپنا مبارک ہاتھ ایک سکت چٹان پر رکھا تو آ پ علیہ السلام کی مبارک انگلیاں اس میں اتر گئیں اور میں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام نے لوہے کو بغیر آگ دئیے موڑ دیا اور پتھر پر اپنی مہر ثبت فرما دی۔

اقول: عنقریب ام نمائم الاعرابیہ کو جو سخت پتھر رکھنے والی تھی کی حدیث آنے والی ہے کہ جس پتھر پر امام علیہ السلام نے آباؤ اجداد علیہم السلام کے بعد مہر لگائی تو مہر لگ گئی۔

اور اثبات الھدٰۃ میں بھی "مناقب فاطمہؑ و ولیدھاؑ" نامی کتاب کے مصنف سے،اس نے اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن علی التنوفی سے روایت کی ہے کہ میں نے دیکھا کہ ابو جعفر علیہ السلام نے بیک سے گفتگو کی تو اس نے اپنے سرکو حرکت دی تو میں نے عرض کیا۔ "نہیں بلکہ آپ علیہ السلام کی بیل کو حکم دیجئے کہ وہ آپ علیہ السلام سے کلام کرے" تو امام علیہ السلام نے فرمایا۔ ہمیں گائے کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہمیں ہر چیز کا علم دیا گیا ہے۔ پھر بیل سے فرمایا "کہو لا الہ الا اللہ وحد لا شریک لہ۔" تو اس نے ایسا ہی کہا تو آپ علیہ السلام نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

اور اس نے اپنی اسناد کے ساتھ یحیٰ بن اکثم سے ایک طویل حدیث میں روایت کیا ہے کہ اس نے حضرت محمد بن علی الرضا علیہما السلام سے امامت کی علامت طلب کی تو امام علیہ السلام کے ہاتھوں میں عصا تھا کہ جو بول پڑا۔ یقینا میرے آقا محمد علیہ السلام ہی وقت کے امام علیہ السلام ہیں۔ اے یحیٰ

اقول: اور سعید بن ھبۃ اللہ الراوندی نے الخرائج میں امام علیہ السلام کے معجزات میں روایت کیا ہے کہ محمد بن ابراہیم الجعفری نے حضرت حکیمۃ بنت الرضا علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ مخدرہ علیہما السلام نے ایک طویل حدیث روایت کی کہ جس کا ما حصل یہ تھا۔ "مامون عباسی امام جواد علیہ السلام پر غضبناک ہوا اور مامون اس وقت نشے میں تھا۔ پس وہ بد بخت اسی حالت میں امام جواد علیہ السلام کے ہاں وارد ہوا اور اس ملعون نے آپ علیہ السلام پر تلوار کے وار کیے اور آپ علیہ السلام کو ذبح کر کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ جب وہ نشے سے باہر نکلا تو لوگوں نے اسے بتایا تو وہ بہت نادم ہوا اور اس نے ایک پیغام رساں بھیجا تا کہ وہ اس کے پاس امام علیہ السلام کی خبر لائے۔ تو اس پیغام رساں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام کے بدن اطہر پر زخموں کا کوئی نشان تک نہ تھا اور آپ علیہ السلام کا نورانی بدن صحیح و سالم تھا۔

اور معلوم ہونا چاہیے کہ آپ علیہ السلام کے بعض معجزات آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام کے احوال طیبہ میں گزر چکے ہیں۔

کتاب اثبات الوصیۃ میں علی بن الحسین المسعودی نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، اس نے احمد بن محمد بن ابی نصر الزنطی سے، اس نے محمود المحمودی سے، اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے

که ابو جعفر علیه السلام کی دائیه نے ایک دن آپ علیه السلام کو عرض کی "کیا وجه ہے که میں آپ علیه السلام کو ہمیشه متفکر دیکھتی ہوں گویا که آپ علیه السلام بڑے بوڑھے ہو گئے ہیں؟" تو امام علیه السلام نے اس خاتون سے فرمایا "عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام بچپن کی حالت میں مریض ہوئے تو آپ علیه السلام نے اپنی والده گرامی قدر علیہا السلام کو اپنے علاج معالجے کی چیزوں کے بارے میں بتلایا" جب اس مخدره علیہا السلام نے آپ علیه السلام کو وه دوا کھلائی تو آپ علیه السلام گریه کرنے لگے تو بی بی مریم علیہا السلام نے فرمایا۔ اے بیٹا جان! کیا میں نے آپ علیه السلام کو بطور علاج وہی نہیں دیا که جو آپ علیه السلام نے مجھے بتایا تھا۔ تو عیسیٰ علیه السلام نے بی بی مریم علیہا السلام سے فرمایا "جو بتلایا وه نبوت کا حکم تھا اور جو کر رہا ہوں یه بچوں کی فطرت ہے۔"

اقول: ہمیں سعد السعود نامی کتاب ملی ہے که جو سیّد علی بن طاوؤس رحمة الله علیه کی تصنیف ہے۔ که جو انہوں نے 1282ھ ق کے شعبان المعظم میں لکھی ہے۔ وه بہت بوسیده حالت میں ہے اس کا کچھ پہلا اور کچھ آخری حصه ختم ہو چکا ہے اور اس کے کوئی ستره اجزاء باقی ہیں اور اس کے اوراق میں سے ایک چوتھائی اوراق باقی ہیں۔ اس میں سیّد علی بن طاوؤس نے جو کہا ہے اس کے لفظ کچھ یوں ہیں۔

فصل۔ ہم نے جزء اوّل میں جو ذکر کیا ہے اس میں که جو قرآن امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہما السلام کی شان میں اترا ہے۔ اس میں ابو احمد عبدالعزیز بن احمد الجلودی کی روایت ہے۔ پھر سیّد نے مختلف اخبار کو بیان کیا۔ یہاں تک که کہا۔ ہم نے اس حدیث کے آخر میں جو ذکر کیا اس کے الفاظ میں دس نمبر سطر پر ہے۔ ہمیں بیان کیا محمد بن جعفر البزاز نے، اس نے علی بن جعفر علیهم السلام سے روایت کی ہے که اس امام زادے علیه السلام نے فرمایا۔ میں نے دیکھا که ابو جعفر محمد بن علی الرضا علیهم السلام کے مبارک ہاتھ میں چاندی کی ایک انگوٹھی تھی که جس پر سانڈھے کی تصویر تھی۔ تو میں نے آپ علیه السلام کی خدمت میں عرض کی۔ "کیا آپ علیه السلام جیسے حضرات علیهم السلام بھی ایسی انگوٹھیاں پہنتے ہیں؟" امام علیه السلام نے فرمایا "یه حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کی انگوٹھی ہے۔"

اقول: یه اس روایت کی تصدیق ہے که جس میں ہے که نبی ﷺ تمام انبیاء و مرسلین علیهم السلام کے وارث تھے۔ پس آپ ﷺ کی طرف رب العالمین کی جانب سے انبیاء و مرسلین علیهم السلام کے اسرار کے ذخائر برابر منتقل ہوئے تو کیا ہمارے مولا محمد بن علی الجواد علیہما السلام کے ہاں اس حال میں بھی آثار حضرت سلیمان علیه السلام موجود تھے؟ جو کچھ سلیمان کا تھا کیونکه ذخائر نبی ﷺ تک پہنچے تھے جن سے واجب و لازم آتا ہے۔اس انگوٹھی کے اسرار کا ظہور نبی ﷺ کے مبارک ہاتھ پر ہوتا مگر الله تعالیٰ اپنے عباد کے مصالح کو دیکھ کر اس کا ظہور کرتا ہے۔

چوتھی فصل

”ان چیزوں کے بیان میں ہے کہ جو آپ علیہ السلام کے فضائل اور آپ علیہ السلام کی تزویج سے متعلق ہیں اور ان مناظروں اور احتجاجات کے بیان میں ہے کہ جو آپ علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اہل زمانہ کے درمیان واقع ہوئے“

مجلس نے بحارالانوار میں کہا ہے کہ برسی نے مشارق الانوار میں کہا ہے کہ روایت وارد ہوئی ہے کہ ابو جعفر علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام کی شہادت کے بعد مسجد نبوی ﷺ میں لایا گیا۔ درحالیکہ آپ علیہ السلام بچپنے میں تھے۔ آپ علیہ السلام منبر پر روز آفروز ہوئے پھر گویا ہوئے اور فرمایا۔ ”میں محمد بن علی الرضا علیہ السلام ہوں۔ میں جواد ہوں۔ میں اصلاب میں موجود لوگوں کے انساب کا بھی عالم ہوں۔ میں تمہارے ظاہر و باطن دونوں کو جانتا ہوں۔ اور اس کو بھی جانتا ہوں کہ جو تم کرنے والے ہو۔ اس علم کے ذریعے کہ جو ہمیں تمام مخلوق کی خلقت سے بھی پہلے عطا کیا گیا ہے اور ہمارا علم آسمانوں اور زمینوں کے فناء ہونے کے بعد بھی باقی رہے گا۔ اگر باطل پرستوں کی مخالفت، گمراہوں کی حکومت اور اہل شک کی رذالت نہ ہوتی تو میں ایسا کلام کرتا کہ جس سے اوّلین و آخرین تعجب میں پڑ جاتے۔ پھر آپ علیہ السلام نے اپنا مبارک ہاتھ اپنے مبارک دہن پر رکھا اور فرمایا ”اے محمد علیہ السلام! خاموش رہو جیسا کہ تم سے پہلے تمہارے آباؤ اجداد خاموش رہے۔“

شیخ محمد بن الحسن العاملی نے کتاب اثبات الھداۃ میں جو لکھا ہے اس کے لفظ کچھ یوں ہیں۔۔ ”حضرت جعفر بن محمد علیہما السلام کی اولاد کے غلام محمد بن جعید سے روایت ہے کہ۔۔۔۔ پھر شیخ نے ایک طویل حدیث ذکر کی کہ جس کا ماحصل یہ ہے۔“ عمر بن فرج الراجحی مدینہ آیا اور اس نے ایک عالم و ادیبہ شخص تلاش کیا کہ جو اہل بیت علیہم السلام کا پکا دشمن تھا۔ پس اس نے اس شخص کو کہا کہ وہ ابو جعفر علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ علیہ السلام کی کم سنی میں آپ علیہ السلام کے ہمراہ رہے اور شیعوں کو آپ علیہ السلام تک نہ پہنچنے دے اور آپ علیہ السلام کو علم و ادب کی تعلیم دیتا رہے۔ پس اس شخص نے آپ علیہ السلام کو گھر کے اندر تک محدود کر دیا اور باہر تالا لگا دیا۔ مگر پھر بھی آپ علیہ السلام باہر تشریف لاتے تھے اور وہ شخص جب آپ علیہ السلام کو کچھ سکھانا چاہتا تھا تو آپ علیہ السلام کو اس بارے میں پہلے سے ہی عالم پاتا تھا۔ پس اس شخص سے پوچھا گیا تو اس نے کہا ”اس مدینے میں کوئی ایک بھی مجھ سے بڑا عالم نہیں ہے ماسوائے اس بچے علیہ السلام کے۔ پھر وہ شخص امام علیہ السلام کی امامت کا معتقد ہو گیا۔ اس بارے میں اس سے پوچھا گیا تو اس نے کہا ”یہ وہ حضرت علیہ السلام ہیں کہ جب ان کے بابابزرگوار علیہ السلام عراق میں شہید ہوئے تو آپ علیہ السلام کم سن اور مدینہ میں تھے اور اسی قرب و جوار میں پلے بڑھے ہیں تو پھر یہ اتنے بڑے عالم کیسے ہو گئے؟

المسعودی نے اثبات الوصیۃ نامی کتاب میں کہا ہے کہ روایت کیا گیا ہے کہ عمر بن الفرج الرجحی نے ابو جعفر علیہ السلام سے کہا "آپ علیہ السلام کے شیعہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ دجلہ کے پانی کی مقدار تک کا علم رکھتے ہیں۔" اس وقت دجلہ کے کنارے بیٹھے تھے۔ تو ابو جعفر علیہ السلام نے اس سے فرمایا "کیا اللہ عزوجل اس بات پر قادر ہے کہ وہ اس کا علم اپنی مخلوق میں سے تجھ کو عطا فرما دے؟" اس نے کہا "جی ہاں! وہ قدرت رکھتا ہے۔ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "میں اللہ کے نزدیک تجھ سے زیادہ معزز و مکرم ہوں۔

اور بحار الانوار میں عیون المعجزات سے نقل کیا گیا ہے کہ عمر بن الفرج الرجعی سے روایت کیا گیا ہے کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے سوال کیا۔۔۔ آگے اس سے پہلے جیسا ہی روایت کیا۔ البتہ اس میں اضافہ ہے۔ اس کی کثیر مخلوق میں سے۔"

ابو عمرو محمد بن عبدالعزیز الکشی نے اپنی کتاب رجال میں لکھا ہے کہ مجھے بیان کیا نصر بن صباح البلخی نے،ا س نے کہا کہ مجھے بیان کیا اسحاق بن محمد البصری ابو یعقوب نے، اس نے کہا مجھے بیان کیا ابو عبداللہ حسین بن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام نے، امام زادے علیہ السلام نے روایت فرمائی کہ میں مدینہ میں ابو جعفر امام جواد علیہ السلام کے پاس موجود تھا اور اس وقت آپ علیہ السلام کے پاس حضرت علی بن جعفر علیہما السلام بھی موجود تھے۔ اہل مدینہ میں سے ایک اعرابی بھی وہاں بیٹھا تھا۔ تو اس اعرابی نے مجھ سے پوچھا۔ یہ جوان کون ہے؟" اور اس نے ابو جعفر علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔تو میں نے کہا "یہ حضرت علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے وصی علیہ السلام ہیں۔ تو اس نے کہا "سبحان اللہ! رسول اللہ ﷺ تو لگ بھگ دو سو سال پہلے فلاں فلاں سنہ میں رحلت پا گئے جبکہ یہ نو خیز ہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے وصی علیہ السلام کیسے ہو سکتے ہیں؟ میں نے کہا۔ یہ حضرت علیہ السلام امام علی بن موسیٰ علیہما السلام کے وصی علیہ السلام ہیں۔ جبکہ امام علی الرضا علیہ السلام حضرت امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے وصی علیہ السلام تھے اور حضرت امام موسیٰ علیہ السلام حضرت امام جعفر بن محمد علیہ السلام کے وصی علیہ السلام تھے اور حضرت امام جعفر علیہ السلام حضرت امام محمد بن علی علیہما السلام کے وصی علیہ السلام تھے۔ اور حضرت امام محمد علیہ السلام حضرت امام علی بن الحسین علیہ السلام اور حضرت امام حسن علیہ السلام کے وصی تھے۔ اور حضرت امام حسن علیہ السلام حضرت اام علی بن ابی طالب علیہما السلام کے وصی علیہ السلام تھے۔ اور حضرت علی علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے وصی علیہ السلام تھے۔ ان سب حضرات ذیشان پر اللہ کا درود و سلام ہو۔

اس وقت طیبیب آپ علیہ السلام کی فصد کھولنے کیلئے آگے بڑھا تو حضرت علی بن جعفر علیہما السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور اس نے عرض کی۔ اے میرے آقا علیہ السلام۔ ابتداء مجھ سے کی جائے تا کہ لوہے کی گرمی آپ علیہ السلام سے پہلے مجھے نصیب ہو۔ تب میں نے اس اعرابی سے کہا "حضرت علیہ السلام کے والد بزرگوار علیہ السلام کے چچا علیہ السلام تمہیں پیغام دے رہے ہیں" پس طبیب نے پہلے حضرت علی بن جعفر علیہما السلام کی فصد کھولی پھر ابو جعفر علیہ السلام کی فصد کھولی اور جب حضرت ابو جعفر علیہ السلام نے جانے کا ارادہ کیا تو علی بن جعفر علیہما السلام اٹھ کھڑے ہوئے اور آپ علیہ السلام کیلئے نعلین مبارک سیدھے کیے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نے مبارک نعلین پہنے۔

اور بحار الانوار میں شیخ مفید کی الاختصاص سے نقل کیا گیا ہے کہ علی بن ابراہیم سے، اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جب ابو الحسن امام رضا علیہ السلام شہید ہو گئے تو ہم نے حج کیا اور ہم ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کہ اس وقت تقریباً تمام علاقوں کے شیعہ حضرات موجود تھے۔ تا کہ ابو جعفر علیہ السلام کی زیارت کر سکیں۔ پس آپ علیہ السلام کے چچا بزرگوار حضرت عبداللہ بن موسیٰ علیہما السلام اندر تشریف لائے کہ وہ حضرت اس وقت انتہائی بوڑھے اور خوش شکل تھے اورآپ علیہ السلام نے سادہ لباس زیب تن کیا ہوا تھا اورآپ علیہ السلام کی پیشانی پر سجدے کے نشان تھے پس وہ بیٹھ گئے اور ابو جعفر علیہ السلام حجرے سے باہر تشریف لائے۔ اور آپ علیہ السلام نے السی کے باریک کپڑے کا قمیص پہن رکھا تھا اور سفید رنگ کی نعلین کو زینت بخشی ہوئی تھی۔ تب عبداللہ علیہ السلام اٹھے اور آگے بڑھ کر آپ علیہ السلام کا استقبال کیا۔ اور آپ علیہ السلام کی پیشانی پر بوسہ کیا اور تمام شیعہ اٹھ کھڑے ہوئے اور ابو جعفر علیہ السلام کرسی پر تشریف فرما ہوئے تو لوگوں نے آپ علیہ السلام کی کم سنی پر متحیر ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پس ایک گروہ میں سے ایک شخص نے پکار کر آپ علیہ السلام کے چچا بزرگوار علیہ السلام سے عرض کی۔ اللہ آپ علیہ السلام کو تندرست ہی رکھے۔ آپ علیہ السلام اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں کہ جو کسی چوپائے سے زنا کر ڈالے؟" تو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا "اس کا دایاں ہاتھ قلم کیا جائے گا اور اس پر حد جاری ہو گی۔ تب ابو جعفر علیہ السلام پر جلال ہو گئے۔ پھر عبداللہ علیہ السلام کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ اے چچا علیہ السلام۔ اللہ کے غضب سے ڈرو۔ اللہ کے غضب سے ڈرو! کیونکہ بہت بڑی مصیبت ہو گی کہ اگر آپ علیہ السلام قیامت کے دن اللہ کے حضور پیش ہوئے اور آپ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تم نے لوگوں کو اس چیز میں فتویٰ کیوں دیا کہ جس کے بارے میں تم علم نہیں رکھتے تھے؟ تو آپ علیہ السلام کے چچا بزرگوار علیہ السلام نے عرض کی۔ اے میرے آقا علیہ السلام! کیا آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام نے ایسا نہیں فرمایا تھا؟ تو ابو جعفر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ بے شک(فرمایا تھا)۔ مگر میرے بابا بزرگوار علیہ السلام سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا تھا کہ جس کے نے نبشِ قبر کے بعد مردہ عورت سے زنا کیا تھا۔ تو میرے بابا بزرگوار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ اس کا دایاں ہاتھ نبش قبر کی وجہ سے کاٹا جائے گا۔ اور اس پر زنا کی حد جاری کی جائے گی کیونکہ مردہ کی حرمت زندہ کی حرمت جیسی ہو گی۔ تو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا "اے میرے آقا علیہ السلام! آپ علیہ السلام نے سچ فرمایا اور میں اللہ کی بارگاہ میں استغفار کرتا ہوں۔ تب لوگ تعجب میں پڑ گئے اور لوگوں نے عرض کی۔ "اے ہمارے آقا علیہ السلام! کیا آپ علیہ السلام ہمیں اجازت دیتے ہیں کہ ہم آپ علیہ السلام سے سوال کریں؟" تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اجازت ہے" تو لوگوں نے اسی ایک ہی مجلس میں آپ علیہ السلام سے تیس ہزار سوالات کیے کہ جن کے جوابات آپ علیہ السلام نے ان لوگوں کو عطا فرمائے تھے۔ درحالیکہ اس وقت آپ علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس نو برس کا تھا۔

اور کلینی رحمۃ اللہ علیہ نے کافی میں علی بن ابراہیم سے، اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ مختلف اطراف و نواحی کے شیعوں نے ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت میں شرف باریابی کی اجازت چاہی تو آپ علیہ السلام نے ان کو اجازت دی۔ وہ سب آپ علیہ السلام کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور ان لوگوں نے ایک ہی مجلس میں آپ علیہ السلام سے تیس ہزار مسائل دریافت کیے تو آپ علیہ السلام نے انہیں جوابات عطا فرمائے جبکہ آپ علیہ السلام کی ظاہری سن اقدس نو برس کا تھا۔

اور کشف الغمة میں الحمیری کی الدلائل نامی کتاب سے انہی اسناد کے ساتھ بالکل ایسی ہی (مندرجہ بالا جیسی) روایت نقل کی گئی ہے۔

اور علی بن الحسین المسعودی نے اثبات الوصیة نامی کتاب میں احمد بن محمد بن عیسیٰ سے، اس نے احمد بن محمد بن ابی نصر سے، اس نے محمو د المحمودی سے روایت کی ہے کہ جب 202ہـ ق میں امام رضا علیہ السلام شہید ہو گئے تو ابو جعفر علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس سات برس کا تھا۔ بغداد اور دیگر شہروں کے لوگوں میں امامت کے بارے میں اختلاف کھڑا ہو گیا۔ تب ریان بن صلت، صفوان بن یحییٰ، محمد بن حکیم، عبدالرحمن بن الحجاج، یونس بن عبدالرحمن اور مختلف علاقوں کے شیعوں کی ایک جماعت کے جو قابل اعتماد گردانے جاتے تھے۔

عبدالرحمن بن الحجاج کے گھر اکٹھے ہوئے اور وہ لوگ امامت کے مسئلے میں غور و فکر کے ساتھ ساتھ رونے اور مصیبت کے سبب ماتم کرنے لگے۔ تب یونس بن عبدالرحمن نے ان سے کہا ”تم امر امامت پر گریہ و زاری کرو کہ ہم اپنے مسائل کس کے پاس لے جائیں؟ جب تک کہ یہ بچہ یعنی ابو جعفر علیہ السلام بڑا نہیں ہو جاتا ہے؟ تو ریان بن صلت اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے یونس کی گردن پر ہاتھ رکھا اور اسے طمانچے رسید کرنے لگا اور اس سے کہنے لگا۔ اے حرام کار عورت کے بیٹے! تو ہمارے سامنے تو ایمان کا اظہار کرتا ہے جبکہ باطنی طور پر شک و شرک کو ترویج دے رہا ہے۔ اگر وہ حضرت علیہ السلام اللہ عزّوجل و علا کی طرف سے امام ہیں تو گرچہ وہ ظاہراً ایک دن کے بچے ہی کیوں نہ ہوں وہ اس امام علیہ السلام جیسے ہیں کہ جو سو سال کے ہوں اور اگر وہ اللہ کی طرف سے امام علیہ السلام نہیں ہیں تو خواہ ہزار سال کے بھی ہو جائیں وہ عام لوگوں کی طرح ہوں گے۔ یہ ہے وہ انداز کہ جس طرح تمہیں فکر ہونی چاہیے۔

پس ایک گروہ نے آگے بڑھ کر یونس کو خوب لعنت و ملامت کی۔ حج کا موسم قریب آیا تو بغداد اور دیگر شہروں کے علماء میں سے اسی آدمی اکٹھے ہوئے اور ان لوگوں نے حج اور مدینے کا قصد کیا۔ تا کہ ابو جعفر علیہ السلام کا مشاہدہ کر سکیں۔ جب وہ وہاں پہنچے تو ابو عبداللہ جعفر بن محمد علیہما السلام کے نور محل پر حاضر ہوئے۔ اور وہ سب سرخ رنگ کی ایک بڑی سی قالین پر بیٹھ گئے۔ تو ان کے پاس حضرت عبداللہ بن موسیٰ علیہما السلام تشریف لائے اور صدر مجلس میں تشریف فرما ہوئے۔ ایک شخص نے کھڑے ہو کر ندا دی ۔ ”یہ فرزند رسول علیہما السلام ہیں جو سوال کرنا چاہیے ان حضرت علیہ السلام سے سوال کر سکتا ہے“ تو گروہ میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی۔ آپ علیہ السلام اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ جس نے اپنی بیوی سے کہا ”تو طلاق یافتہ ہوئی آسمانی ستاروں کی تعداد کے برابر؟“ تو آپ علیہ السلام نے فرمایا ”جو زاء کے اوپر والے تین ستاروں کی تعداد کے برابر اسے طلاق ہو گئی۔ تو شیعوں پر حیرت و غم بوجھ آن پڑا۔ پھر ایک دوسرا شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی۔ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ جس نے چوپائے جانور سے بد فعلی کر ڈالی ؟“ تو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا ”اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اسے سو کوڑے لگائے جائیں گے اور شہر بدر کیا جائے گا“ تب پوری قوم (گروہ) گریہ و زاری کے ساتھ چیخ اٹھی کہ ان میں زمین کے مشرق و مغرب سے مختلف شہروں حجاز، مکہ، اور عراق وغیرہ کے دانا و علماء شخص جمع تھے۔ وہ لوگ مضطرب ہو کر اٹھے اور جانے لگے تھے کہ اچانک صدر مجلس کی جانب سے دروازہ کھلا اور موفق خادم باہر آیا تو اس کے پیچھے پیچھے ابو جعفر علیہ السلام باہر تشریف لائے۔ آپ علیہ السلام نے دو قمیصیں پہن رکھی تھیں او ر عدن

کی چادر اوڑھ رکھی تھی اور آپ علیه السلام نے دو سروں والا عمامه پہن رکھا تھا که اس کا ایک سرا آگے کی طرف اور دوسرا سرا پیچھے کی طرف پشت پر تھا اور آپ علیه السلام کے مبارک پیروں میں قباله کی نعلین تھی۔ آپ علیه السلام نے سلام کیا اور بیٹھ گئے تو تمام لوگ اپنی جگه ساکت ہو گئے۔

تب وہ شخص اٹھا که جس نے پہلا مسئله پوچھا تھا تو اس نے عرض کی۔ اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیه السلام! آپ علیه السلام اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں که جس نے اپنی بیوی سے کہا "تجھے طلاق ہوئی آسمانی ستاروں کی تعداد کے برابر؟" تو آپ علیه السلام نے ارشاد فرمایا "اللہ کی کتاب پڑھو۔ اللہ عزوّجل ارشاد فرماتا ہے "طلاق دو مرتبه ہے، پھر نیکی کے ساتھ روک لو یا تیسری مرتبه احسان کے ساتھ آزاد کر دو۔" اس شخص نے آپ علیه السلام سے عرض کی "مگر آپ علیه السلام کے چچا بزرگوار علیه السلام نے تو مجھے فتویٰ دیا ہے که اس عورت کو طلاق ہو گئی۔ تو آپ علیه السلام نے فرمایا "اے چچا! اللہ کے غضب سے ڈرو اور فتویٰ مت دیجئے جب که درجه امامت پر وہ موجود ہے که جو آپ علیه السلام سے بڑھ کر عالم ہے"

آپ علیه السلام کے سامنے دوسرے مسئلے والا شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی۔ "اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیه السلام! آپ علیه السلام اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں که جس نے کسی چوپائے جانور سے بد فعلی کی؟" تو آپ علیه السلام نے ارشاد فرمایا "اسے تعزیر لگائی جائے گی (حد سے کم سزا) اور چوپائے جانور سے پرہیز کی جائے گی اور اس شخص کو علاقه بدر کر دیا جائے گا تا که اس شخص پر اس بدفعلی کی شرمندگی باقی نه رہے" تو اس شخص نے آپ علیه السلام سے عرض کی "آپ کے چچا بزرگوار علیه السلام نے تو اس اس طرح فرمایا ہے؟" تو آپ علیه السلام نے فرمایا "لا اله الا اللہ! اے چچا علیه السلام! بہت سخت ہوگا که جب آپ کل (بروز محشر) اللہ کے حضور کھڑے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ آپ علیه السلام سے فرمائے گا "تو نے میرے بندوں کو اس بارے میں فتویٰ کیوں دیا تھا که جس کا تمہیں علم نہیں تھا جبکه درجه امامت پر موجود تم سے بڑھ کر عالم تھا؟"

تو حضرت عبداللہ بن موسیٰ علیہما السلام نے آپ علیه السلام سے عرض کی۔ میں نے اپنے برادر بزرگوار امام رضا علیه السلام کو دیکھا تھا که ان حضرت علیه السلام نے اس جیسے مسئلے پر ایسا ہی جواب عطا فرمایا تھا" تو ابو جعفر علیه السلام نے ان حضرت علیه السلام سے فرمایا "بے شک مگر امام رضا علیه السلام سے سوال کیا گیا تھا اس قبر کھودنے والے کے بارے میں که جس نے ایک عورت کی قبر کھود کر اس عورت کی میت سے بد فعلی کی تھی اور اس کے کفن کے کپڑے چرائے تھے۔ تو آپ علیه السلام نے چوری کے سبب اس کے ہاتھ کو کاٹنے کا حکم صادر فرمایا اور اسے شہر بدر کرنے کا اس لیے که اس نے میت کے ساتھ برائی کی۔

ابو خداش المهدی نے روایت کی ہے که میں امام موسیٰ کاظم علیه السلام کی نورانی محفل میں موجود تھا که ایک شخص آپ علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ علیه السلام سے عرض کی "اللہ مجھے آپ علیه السلام پر قربان فرمائے! میری ام ولد کنیز نے میری ایک کنیز کو بلوغت کی حالت میں میرے بیٹے کی بیوی کا دودھ پلا دیا ہے۔ کیا میرا اس کنیز سے نکاح (ہمبستری) جائز و حلال ہے یا وہ مجھ پر حرام ہو گئی ہے؟" تو ابو الحسن علیه السلام نے فرمایا "دودھ چھڑائے جانے کے بعد رضاعت مؤثر نہیں ہوتی ہے" اور اس نے آپ علیه السلام سے سوال کیا حرمین شریفین (کعبة اللہ و مسجد نبوی

ﷺ) میں نماز ادا کرنے کے بارے میں کہ پوری ادا کی جائے گی یا قصر ادا کی جائے گی؟" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "تم چاہو تو پوری ادا کرو اور اگر چاہو تو قصر ادا کرو۔ اس نے آپ علیہ السلام سے عرض کی "خصی شخص عورتوں کے پاس گیا (ہمبستری کی)؟ تو آپ علیہ السلام نے اپنا مبارک رخ انور پھیر لیا۔ اس کے بعد میں نے حج کیا تو میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے انہی مسائل کے بارے میں امام رضا علیہ السلام سے سوال کیا تو آپ علیہ السلام نے مجھے وہی جوابات عطا فرمائے کہ جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے عطا فرمائے تھے۔

ابو خداش المہدی بھی اس وقت امام جعفر تقی علیہ السلام کی محفل میں موجود تھا۔ اس نے روایت کی کہ تب میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے عرض کی "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! میری امّ ولد کنیز نے میری ایک بالغ کنیز کو میرے بیٹے کی بیوی کا دودھ پلا دیا ہے کیا میرا اس سے ہمبستری کرنا حرام ہو گیا؟" تو ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا "دودھ چھڑانے کے بعد رضاعت موثر نہیں ہوتی ہے" میں نے عرض کی "حرمین شریفین میں نماز کا کیا حکم ہے؟" امام علیہ السلام نے فرمایا "تم چاہو تو پوری پڑھو اور اگر چاہو تو قصر پڑھو۔ میں نے عرض کی۔ "خصی شخص نے عورت سے ہمبستری کی" تو آپ علیہ السلام نے رخ انور و اقدس پھیر لیا۔ پھر مجھے قریب بلا کر فرمایا "کوئی فرق نہیں پڑتا ماسوائے اس خباثت کے کہ جو اس پر واقع ہوئی ہو تو۔"

ثقۃ الاسلام نے کافی میں اور صدوق نے اپنی کتاب التوحید میں دونوں نے ابو ہاشم جعفری تک اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے عرض کی۔ "اسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں مگر وہ آنکھوں کو دیکھتا ہے؟"

تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اے ابو ہاشم! دلوں کے وہم (خیالات) آنکھوں کی بینائی سے بڑھ کر گہرے ہوتے ہیں۔ بے شک تو اپنے خیالات کے ذریعے ہند و سندھ کو درک کر سکتا ہے اور ان علاقوں کو بھی کہ جن میں تو نہیں گیا ہے۔ مگر یہاں بیٹھے تیری آنکھیں ان علاقوں کو درک نہیں کر سکتی ہیں۔ پس جب دلوں کے خیالات اللہ تعالیٰ کو درک نہیں کر سکتے تو اسے آنکھیں کیسے درک کر سکتی ہیں۔؟"

اور صدوق نے کتاب التوحید میں اپنی سند کے ساتھ ابو ہاشم جعفری سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو جعفر ثانی علیہ السلام سے سوال کیا "الواحد کا کیا معنی ہے؟" تو امام علیہ اللسام نے ارشاد فرمایا "واحد وہ ہے کہ جس کی توحید پر عام زبانیں یکجا ہو جائیں۔ جیسا کہ اللہ عزّوجل نے فرمایا ہے "اور اگر تم ان لوگوں سے پوچھو کہ کس نے زمین و آسمان کو خلق کیا تو یقینا وہ ضرور کہیں گے۔ اللہ نے"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن عیسیٰ سے، اس نے اسے ذکر کرنے والے سے روایت کی ہے کہ اس نے ابو جعفر علیہ السلام سے سوال کیا۔ کیا ایسا کہنا جائز ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز ہے؟" امام علیہ السلام نے فرمایا "ہاں درست ہے مگر اسے دو حدوں سے نکال کر ایک حد تعطیل اور دوسری حد تشبیہہ۔

اور اسی کتاب ہی میں، اس نے اپنی اسناد کے ساتھ عبدالرحمن بن ابی نجران سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو جعفر ثانی علیہ السلام سے توحید کے بارے میں سوال کیا تو میں نے عرض کی۔ "کیا اس کے بارے میں چیز کی طرح سوچا جا سکتا ہے؟" امام علیہ السلام نے فرمایا "ہاں البتہ اس تک عقل کی رسائی

نہیں اور نہ ہی اس کی کوئی حد ہے" تم اس کے بارے میں جس چیز کی طرح بھی سوچو وہ غلط ہے وہ کسی چیز کے مشابہ نہیں اور نہ ہی وہ خیالات اسے درک کر سکتے ہیں اور اسے خیالات درک کر بھی کیسے سکتے ہیں کیونکہ وہ ہر معقول (عقل کے ذریعے درک کی جانے والی چیز) کے برخلاف ہے اور ہر تصوراتی خیال کے برخلاف ہے۔ بے شک اس کے بارے میں اس چیز کی طرح سوچا جا سکتا ہے کہ جو نہ عقل میں سما سکتی ہو اور نہ ہی محدود ہو۔"

اور اصول کافی میں محمد بن ابو عبداللہ سے اور سلسلہ سند ذکر کیے بغیر ابو ہاشم جعفری سے روایت کی گئی ہے کہ میں ابو جعفر ثانی علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ ایک شخص نے آپ علیہ السلام سے سوال کیا تو عرض کی "آپ علیہ السلام مجھے رب تعالیٰ کے بارے میں خبر دیجیے کہ اس کی کتاب میں اس کے اسماء و صفات بیان کیے گئے ہیں کیا اس کے اسماء و صفات ہی وہ ہیں؟"

تو ابو جعفر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اس کلام کی دو صورتیں ہیں۔ اگر تم یہ کہ رہے ہو کہ یہ اسماء و صفات ہی وہ ہے اور اس سے تمہاری مراد اس کا زیادہ تعداد اور کثرت میں ہونا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے بلند و بالا ہے۔

اور اگر تیری مراد یہ ہے کہ صفات و اسماء ازلی ہیں تو ان کے ازلی ہونے میں دو معانی کا احتمال ہے۔ پس اگر تم کہو کہ وہ صفات و اسماء اس کے علم میں ازلی ہیں تو جی ہاں وہ اس کا مستحق ہے اور اگر تم کہو کہ اس کی تصویر و حروف کے ہجے اور حروف مقطعات بھی ازلی ہیں تو معاذ اللہ کہ اس کے ساتھ اس کے علاوہ کچھ ازلی ہو بلکہ فقط اللہ تھا کہ جب مخلوق نہ تھی پھر اس نے مخلوق کو خلق فرمایا۔ ان اسماء کو صفات کو خلق فرمایا۔ اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان وسیلہ قرار دیا تا کہ لوگ ان کے وسیلہ سے گریہ و زاری کریں اور اس کی عبادت کریں۔ پس یہ اسماء و صفات اس کا ذکر ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ تب بھی تھا کہ جب اس کا کوئی ذکر تک نہ تھا۔ پس اس ذکر کے ذریعے جو مذکور ہے وہ اللہ قدیم ہے کہ جو ازلی ہے اور اسماء و صفات مخلوق ہیں۔ البتہ ان کے معانی کا ہی معنیٰ ہی وہ اللہ ہے کہ جو اختلاف و اعتلاف کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ اختلاف و اعتلاف کو مختلف اجزاء سے مل کر بننے والے میں ہوتا ہے پس یہ نہیں کہا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤتلف ہے اور نہ ہی اللہ کو قلیل و کثیر کی صفت دی جا سکتی ہے بلکہ وہ اپنی ذات میں قدیم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز اجزاء سے مل کر بنی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ واحد ہے کہ جو اجزاء سے مل کر نہیں بنا ہے اور نہ ہی اس کے بارے میں قلت و کثرت کی بابت سوچا جا سکتا ہے کیونکہ وہ ہر چیز کہ جس کے اجزاء ہوں یا اس کے بارے میں قلت و کثرت کی بابت سوچا جا سکے وہ مخلوق ہوتی ہے جو اپنے خالق پر دلالت کرتی ہے۔

پس تمہارا یہ کہنا کہ "اللہ قدیر ہے"تمہارا خبر دینا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز سے عاجز نہیں ہے پس تو نے عجز کے کلمۃ کی نفی کی اور تو نے اس کے سوا ہر چیز کو عاجز قرار دیا۔ اور اسی طرح تمہارا یہ کہنا "وہ جاننے والا ہے" بے شک تو نے اس نے کلمۃ "جہل" کی نفی کی اور تو نے اس کے سوا ہر چیز کو جاہل قرار دے دیا۔ اور جب اللہ عزّوجل تمام اشیاء کو فناء کرنے والا ہے تو اس نے صورت، ہجے اور حروف مقطعات کو بھی فنا کرنا ہے جبکہ وہ ازلی ہے کہ جو ازل سے عالم ہے"

تو اس شخص نے عرض کی "تو پھر ہم ہمارے ربّ تعالیٰ کو سمیع کیسے کہتے ہیں؟ تو امام علیہ السلام نے فرمایا "اس لیے کہ جو کچھ کانوں سے سنا جا سکتا ہے وہ اس سے مخفی نہیں ہوتا ہے۔ ہم اسے

سر میں عقول تک بات پہنچانے والے کانوں کی صفت نہیں لگاتے اور ہم اسے اسی طرح ہی بصیر کہتے ہیں کیونکہ اس سے ہر وہ چیز کہ جو آنکھوں کے ذریعے درک کی جاتی ہے مثلاً رنگ، سایہ وغیرہ مخفی نہ ہے۔ ہم اسے آنکھوں کے ذریعے ملاحظہ کرنے کی صفت نہیں لگاتے ہیں اور اسی طرح ہم اسے لطیف کہتے ہیں کیونکہ وہ مچھر جیسی باریک چیز کا بھی علم رکھتا ہے اور اس سے خفیف تر چیزوں کا بھی۔ جیسے اس کے پیدا ہونے کی چیز، عقل و شہوت قصاف اور اس کی نسل میں کیڑے پن سے بھی واقف ہے اور اس نے ہی ان میں سے بعض کو قیام بخشا کہ جو پہاڑوں میں موجود اپنی اولاد کو کھانا و پینا منتقل کرتے ہیں۔ پس چشمے ، وادیاں اور کھائیاں دیکھ کر ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا خالق لطیف ہے کہ جو ہمہ قسمی کیف سے منزہ و مبریٰ ہے۔ بے شک کیفیت تو اس مخلوق کی ہوتی ہے کہ جسے کیفیت پر پیدا کیا جاتا ہے اور اسی طرح ہم اپنے ربّ تعالیٰ کو قوی کہتے ہیں مگر اس جسمانی طاقت کے ذریعے قوی نہیں کہ جیسی قوت مخلوق میں معروف ہے کیونکہ اگر اس کی قوت مخلوق میں معروف جسمانی قوت جیسی ہو تو یقینا تشبیہہ واقع ہو گئی اور اس میں زیادتی ممکن ہو سکتی ہو گی اور جس میں زیادتی ممکن ہو اس میں نقصان بھی متحمل ہو سکتا ہے اور جس میں کمی ہو سکتی ہے وہ قدیم نہیں ہو سکتا ہے اور جو قدیم نہ ہو وہ عاجز ہوتا ہے۔ پس ہمارا ربّ تعالیٰ و تبارک کی کوئی شبیہہ نہیں ہے نہ اس کی کوئی ضد ہے اور نہ مثال۔ نہ اس کی کوئی کیفیت ہے اور نہ ہی کوئی انتہاء۔ اسے آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں اور دلوں پر اس کی مثال لانا حرام ہے اور خیالات پر حرام ہے کہ اس کی حد بندی کریں اور ضمائر پر حرام ہے کہ وہ اس کی زمانہ بندی کریں۔ وہ بلند و بالا ہے، اپنی مخلوق جیسی صفات اور اپنی مخلوق جیسی نشانیوں سے اور اللہ تعالیٰ ایسی ہر چیز سے انتہائی بلند تر ہے۔

مندرجہ بالا روایت کو صدوق نے اپنی کتاب التوحید میں علی بن احمد بن محمد بن عمران الاقاق سے، اس نے محمد بن عبداللہ الکوفی سے، اس نے محمد بن بشیر سے، اس نے ابو ہاشم جعفری سے بالکل ویسا ہی روایت کیا ہے۔

شیخ ابو عمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز الکشی نے اپنی کتاب رجال میں محمد بن مسعو د سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا المحمودی نے کہ وہ ابو داؤد کے پاس گیا تو وہ اپنی مجلس جمائے بیٹھا تھا اور اس کے اردگرد اس کے اصحاب بیٹھے تھے۔ تب ابن ابی داؤد نے اس سے کہا "اے لوگو! تم اس چیز کے بارے میں کیا کہتے ہو کہ جو گزشتہ رات خلیفہ نے کہی؟" لوگوں نے کہا "وہ کیا ہے؟" اس نے کہا"خلیفہ نے کہا تھا ۔ تم بتاؤ فلاں قوم کیا کر پائے گی اگر ہم لوگوں کے سامنے ابو جعفر علیہ السلام کو (نعوذ باللہ) نشے کی حالت میں لائیں تا کہ لوگ روگردان ہو جائیں؟" لوگوں نے کہا "تب شیعوں کی حجت باطل ہو جائے گی اور تمام قول باطل قرار پائیں گے" میں نے کہا "شیعہ قوم کا مجھ سے اکثر میل جول رہتا ہے وہ لوگ مجھ سے اپنے راز بھی بیان کرتے رہتے ہیں۔ اگر ایسا ہو بھی جائے تو ان پر کوئی اثر نہیں پڑنے والا ہے"

اس نے کہا "تم یہ کیسے کہہ رہے ہو؟" میں نے کہا "وہ کہتے ہیں کہ ہر زمانے میں اور ہر حالت میں اللہ کی زمین میں اللہ کی حجت علیہ السلام کا ہونا ناگزیر و لازم ہوتا ہے تا کہ اس کے ذریعے اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان حجت تمام ہو سکے؟"

میں نے کہا "پس اس زمانے میں ان علیہ السلام جیسی کوئی حجت علیہ السلام نہیں ہے اور نہ ہی نسب میں کوئی ان سے بڑھ کر ہے اور نہ ہی شرف میں۔ ان حضرت علیہ السلام کے حجت اللہ علیہ السلام

ہونے میں سب سے بڑھ کر دلیل یہ ہے کہ سلطان (بادشاہ) اپنے اہل و عیال اور خویش و قبیلے میں سب سے بڑھ کر ان کو احترام دیتا ہے۔" پس ابن ابی داؤد نے یہ کلام خلیفہ کے سامنے رکھا تو اس نے کہا "اس قوم میں حیلہ سازی نہیں ہو سکتی ہے۔ پس تم ابو جعفر علیہ السلام کو اذیت مت دو"

اقول: فاضل مجلسی نے ترجمہ الجلاء میں کہا ہے کہ "جب لوگوں نے امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد مامون پر طعن و تشنیع کی اور اسے امام رضا علیہ السلام کی شہادت کا ذمہ دار ٹھہرایا تو اس نے چاہا کہ وہ خود کو اس سے بری الذمہ ثابت کرے تو جب وہ خراسان سے بغداد آیا تو اس نے مدینہ میں موجود امام جواد علیہ السلام کی طرف خط لکھا کہ جس میں اس نے آپ علیہ السلام سے استدعا کی کہ آپ علیہ السلام اس کی طرف تشریف لا کر اعزاز و اکرام بخشیں۔ جب امام علیہ السلام بغداد میں وارد ہوئے تو مامون کی آپ علیہ السلام سے باقاعدہ ملاقات سے پہلا اتفاق ہوا کہ وہ شکار کی غرض سے نکلا۔۔۔ آگے وہی روایت ہے کہ جس کا ذکر ہم نے آپ علیہ السلام کے معجزات میں کیا ہے۔

مفید نے الارشاد میں کہا ہے کہ مامون عباسی، ابو جعفر علیہ السلام سے خصوصی شفقعت رکھتا تھا کیونکہ اس نے آپ علیہ السلام کی کم سنی کے باوجود آپ علیہ السلام میں جو فضیلتیں دیکھی تھیں اور علم و حکمت و ادب اور کمال عقل میں آپ علیہ السلام کی اس پہنچ کے سبب کہ جس میں آپ علیہ السلام کے زمانے کے مشائخ بھی نہ پہنچ پائے تھے۔ پس اس نے اپنی بیٹی ام فضل کی شادی آپ علیہ السلام سے کر دی اور آپ علیہ السلام اس کو لے کر مدینہ بھی آئے تھے اور مامون آپ علیہ السلام کا از حد اکرام و تعظیم کیا کرتا تھا اور آپ علیہ السلام کو انتہائی جلیل القدر سمجھتا تھا۔"

اور بحار الانوار میں المناقب سے، اس میں خطیب سے، اس کی تاریخ بغداد میں سے، اس نے یحییٰ بن اکثم سے روایت کی ہے کہ امام علیہ السلام کے نکاح کے موقع پر یہ خطبہ پڑھا۔ تمام تر حمد اس اللہ کیلئے ہے کہ جس کی مشیت کے سامنے تمام معاملات ہیچ ہیں اور لا الہ الا اللہ کا نعرہ ہے اس کی ربوبیت کے اصرار کے طور پر اور اللہ کا درود ہو اس کے عبد خاص اور اس کی مخلوق میں سے سب سے افضل حضرت محمد ﷺ پر۔ اما بعد۔ یقینا اللہ عزوّجل نے نکاح کو اس لیے قرار دیا کہ وہ اسے اپنی مناسبت کے سبب سے کمال حد تک راضی کرتا ہے۔ بتحقیق میں اپنی بیٹی زینب کی تزویج حضرت محمد بن علی بن موسیٰ الرضا علیہم السلام سے کرتا ہوں اور ہم آپ علیہ السلام کی طرف سے چار سو درہم حق مہر مقرر کرتے ہیں" اور کہا جاتا ہے کہ اس وقت ان حضرت علیہ السلام کی (ظاہری) عمر اقدس نو سال چند ماہ تھی اور مامون ہمیشہ ان کی بے حد تکریم کرتا تھا اور ان حضرت علیہ السلام کو جلیل القدر سمجھتا تھا"

سیّد علی بن طاؤوس نے کتاب مہج الدعوات میں کہا ہے۔ ہماری اسناد کے ذریعے ہمیں روایت کیا ہے ابو جعفر بن بابویہ نے، اس نے ابراہیم بن محمد بن الحارث النوفلی سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا مجھے بیان کیا میرے باپ نے کہ جو امام علی بن موسیٰ الرضا علیہما السلام کا خادم تھا کہ جب مامون عباسی نے حضرت ابو جعفر محمد بن علی بن موسیٰ الرضا علیہم السلام سے اپنی بیٹی کی شادی کی تو امام علیہ السلام نے اس کی طرف خط لکھا۔ ہر بیوی کا حق مہر اس کے شوہر کے مال میں سے ہوتا ہے اور بتحقیق اللہ تعالیٰ نے ہمارے اموال کو آخرت میں بطور ذخیرہ جمع کر رکھا ہے جس طرح کہ اس نے تمہارے اموال کو اس دنیا میں موجود اور اس کے ذخیرے یہاں رکھے ہیں۔ میں تمہاری بیٹی کو بطور حق مہر "الوسائل الی المسائل" دیتا ہوں۔ یہ مناجات کی وہ کتاب ہے کہ جو میرے بابا بزرگوار علیہ السلام نے

میرے حوالے کی تھی اور فرمایا تھا کہ ”یہ میرے بابا موسیٰ علیہ السلام نے میرے حوالے کی تھی“ اور فرمایا ”یہ میرے بابا جعفر علیہ السلام نے میرے حوالے کی تھی اور فرمایا یہ میرے بابا محمد علیہ السلام نے میرے حوالے کی تھی اور فرمایا یہ میرے بابا علی بن الحسین علیہم السلام نے میرے حوالے کی تھی اور فرمایا کہ یہ میرے بابا حسین علیہ السلام نے میرے حوالے فرمائی تھی اور فرمایا یہ میرے بھائی حسن علیہ السلام نے میرے حوالے فرمائی تھی۔اور فرمایا تھا یہ میرے حوالے میرے بابا امیر المومنین علی بن ابی طالب صلوٰت اللہ علیہم اجمعین نے کی تھی اور فرمایا تھا یہ میرے حوالے رسول اللہ ﷺ نے فرمائی تھی اور فرمایا یہ میرے حوالے جبرائیل علیہ السلام کی کی تھی اور کہا تھا۔ ”اے محمدﷺ اللہ ربّ العزت نے آپ ﷺ پر سلام بھیجا ہے اور آپ ﷺ سے فرمایا ہے ”یہ دنیا و آخرت کے خزانوں کی چابیاں ہیں۔ آپ ﷺ اس کو اپنے مسائل تک رسائی کا وسیلہ بنائیں۔ آپ ﷺ اپنی مراد پائیں گے۔ اور اپنی طلب میں کامیاب ہوں گے۔ پس آپ علیہ السلام اس سے اپنی دنیاوی حاجات ہرگز نہ چاہیں کہ بصورت دیگر آپ ﷺ اپنے دیگر بھائیوں کی نسبت حصے میں خسارہ پائیں گے۔ یہ دس وسائل ہیں کہ جن کے ذریعے تم رغبت کے دروازے بجاؤ کہ کھول دئیے جائیں گے اور ان کے ذریعے حاجات طلب کرو تو کامیاب رہو گے۔ اس کا نسخہ یہ ہے۔ پھر امام علیہ السلام نے ادعیہ مبارکہ کا ذکر فرمایا۔

شیخ مفید بن محمد بن محمد بن نعمان نے الارشاد میں، اس نے حسن بن محمد بن سلیمان سے، اس نے علی بن ابراہیم بن ہاشم سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے ریان بن شبیب سے روایت کی ہے کہ جب مامون عباسی نے چاہا کہ وہ اپنی بیٹھی امّ فضل کی شادی حضرت ابو جعفر محمد بن علی علیہما السلام سے کرے تو اس بات کی خبر عباسیوں تک پہنچی تو ان پر بہت گراں گزرا اور انہوں نے اسے سخت ناپسند کیا اور انہیں خوف ہوا کہ کہیں امر خلافت امام رضا علیہ السلام کی طرح ان حضرت علیہ السلام تک ولی عہدی کے ذریعے نہ پہنچ جائے تو انہوں نے اس معاملے میں خوب غور و خوض کیا۔ پس ان میں سے مامون کے قریبی لوگ اس کے گھر والوں کے ہمراہ جمع ہو کر مامون کے پاس گئے اور انہوں نے کہا ”اے امیر المومنین! ہم تمہیں اللہ کا واسطہ دیتے ہیں کہ تم یہ کام مت بجالاؤ کہ جو تم نے ارادہ کیا ہے کہ اپنی بیٹی کی شادی فرزند رضا علیہ السلام سے کر دو۔ کیونکہ ہمیں خوف ہے کہ اس کے ذریعے امر خلافت کہ جو اللہ نے ہمیں بخشا ہے ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو عزت کا لباس پہنایا ہے اور جو اس قوم اور ہم میں باعث فرق ہے ہم سے چھن جائے گا۔ اور ہر وہ قدیم و جدید معاملات کہ جن پر ہدایت یافتہ خلفاء تھے کہ وہ ان ہی کے ذریعے ان کو غلام بنائے ہوئے تھے اور انہیں کمتر سمجھتے تھے۔ آپ نے امام رضا علیہ السلام کے ساتھ جو کیا ہم ابھی اس کے اثر سے بھی باہر نہ نکل پائے ہیں یہ تو اللہ نے کرم کیا کہ اس نے ہماری کفایت فرمائی۔ تمہیں اللہ کا واسطہ، اللہ کا واسطہ کہ تم ہمیں اس غم میں مت مبتلا کرو کہ جس سے ہم نے بمشکل جان چھڑائی اور تم فرزند رضا علیہ السلام کے بارے میں اپنی رائے سے دست بردار ہو جاؤ اور اس کی طرف متوجہ ہو جاؤ کہ جس کی طرف تمہاری اہل بیت (افراد خانہ) کی رائے ہے کہ یہی دیگر تمام آراء سے تمہارے لیے مفید و راست تر ہے۔

تو مامون نے ان سے کہا ”تمہارے اور آل ابی طالب (علیہم السلام) کے درمیان جو بھی فاصلے ہیں ان کا سبب تم ہی لوگ ہو۔ اگر تم انصاف سے اس قوم کے ساتھ اپنا موازنہ نہ کرو تو یقینا وہ لوگ تم سے افضل ہیں اور جہاں تک مجھ سے پہلے جو ان سے سلوک روا رکھا گیا وہ یقینا قطعی رحمی تھی اور میں قطع رحمی سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں اور اللہ کی قسم! میں نے امام رضا علیہ السلام کو جو اپنا نائب مقرر کیا۔

اللہ کی قسم! مجھے اس پر ندامت نہیں ہے۔ میں نے تو ان حضرت علیہ السلا سے یہ بھی التجا کی تھی کہ وہ علیہ السلام خود امر خلافت کو سنبھالیں اور مجھ سے عباء خلافت کو اتار پھینکیں مگر ان حضرت علیہ السلام نے انکار فرمایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے امر کی ایک مقدار معین ہوتی ہے اور جہاں تک ابو جعفرمحمد بن علی علیہما السلام کا تعلق ہے تو میں نے ان حضرت علیہ السلام کو اس لیے اختیار کیا ہے کہ وہ حضرت علیہ السلام باوجود اپنی صغر سنی کے تمام زمین والوں سے علم و فضل میں بڑھ کر ہیں اور ان میں بہت عجائب پوشیدہ ہیں اور مجھے امید ہے کہ لوگوں کو بھی اس کی معرفت ہو جائے گی کہ جو میں نے ان میں دیکھا ہے۔ تب لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ میری ہی رائے درست و صواب تھی۔

عباسیوں نے کہا ”یہ حضرت علیہ السلام ابھی نوخیز ہیں تمہیں ان حضرت علیہ السلام پر مہربانی آتی ہے تو ان حضرت علیہ السلام کو ہدیے دو کیونکہ وہ ابھی نوخیز ہیں کہ ان میں (نعوذ باللہ) معرفت و دانائی نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ پس تم انہیں ابھی کچھ مدت یوں ہی رہنے دو تا کہ وہ آداب سیکھیں اور دین میں سمجھ بوجھ حاصل کریں۔ پھر اس کے بعد تمہاری جو رائے ہو تم اس پر عمل کرنا۔

تو اس (مامون) نے ان(عباسیوں) سے کہا ”ہلاکت ہو تم پر! میں تم سے زیادہ اس نوخیز حضرت علیہ السلام کی معرفت رکھتا ہوں۔ یہ اہل بیت علیہم السلام یقینا ایسے ہیں کہ ان کو اللہ علم عطا فرماتا ہے۔ اور تمام علمی مواد و الہام اس کی طرف سے ہوتا ہے۔ یقینا ان حضرت علیہ السلام کے آباؤاجداد علیہم السلام نے ان حضرت علیہ السلام کو علم دین و ادب میں ناقص رعایا سے حد کمال تک غنی بنایا ہے۔ پس اگر تم چاہو تو ابو جعفر علیہ السلام کا امتحان لو کہ جو میں تمہیں بیان کر رہا ہوں۔ تمہارے سامنے کھل کر آ جائے گا۔“

ان لوگوں (عباسیوں) نے کہا ”اے امیر المومنین! ہم نے آپ کی خاطر حضرت علیہ السلام کا بنفس نفیس امتحان کا فیصلہ کیا ہے۔ پس ہمیں اور ان حضرت علیہ السلام کو تنہا چھوڑ دیں۔ یقینا ہم ایک آدمی منتخب کریں گے کہ جو آپ کی موجودگی میں ان حضرت علیہ السلام سے فقہ الشرعیہ کے متعلق سوالات کرے گا۔ پس اگر وہ حضرت علیہ السلام اسے درست جواب دینے میں کامیاب ہو گئے تو ان حضرت علیہ السلام کے معاملے میں ہمیں کوئی اعتراض نہ رہے گا۔ اور یقینا خواص و عوام کے سامنے امیر المومنین کی رائے کی مضبوطی کا اظہار بھی ہو جائے گا۔ اور اگر وہ حضرت علیہ السلام ایسا کرنے سے عاجز رہے تو یقینا ہمارے لیے ان حضرت علیہ السلام کی جہالت کیلئے معنوی طور پر کافی ہوگا۔“

تو مامون عباسی نے ان سے کہا ”تمہاری مرضی ہے جب تم چاہو ایسا ہو سکتا ہے“ پس وہ عباسی مامون سے نکلے اور ان سب کا اجتماع اس بات پر ہوا کہ سوال کرنے والا یحییٰ بن اکثم ہوگا اور وہ ان دنوں اپنے زمانے کا قاضی سمجھا جاتا تھا۔ وہ ایسا سوال کرے کہ جس کا جواب معروف نہ ہو اور ان لوگوں نے ایسا کرنے پر ابن اکثم سے انتہائی قیمتی اموال کا وعدہ کیا اور دوبارہ پلٹ کر مامون کے پاس گئے اور ان لوگوں نے مامون سے درخواست کی کہ وہ انہیں اجتماع کا دن مقرر کر دے تو مامون نے اس معاملے میں مثبت جواب دیا۔ پس وہ لوگ اس دن جمع ہو گئے کہ جس پر ان کا اتفاق ہو چکا تھا۔ اور ان کے ساتھ یحییٰ بن اکثم بھی موجود ٹھہرا۔ پس مامون نے حکم دیا کہ ابو جعفر علیہ السلام کیلئے صدر محفل میں مسند بچھائی جائے اور اس میں آپ علیہ السلام کیلئے دو تکیے رکھے جائیں۔ پس ایسا ہی کیا گیا اور ابو جعفر علیہ السلام برآمد ہوئے۔ جبکہ اس وقت آپ علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس نوسال کچھ ماہ تھا۔ تو آپ علیہ

السلام دونوں تکیوں کے درمیان تشریف فرما ہو گئے اور یحییٰ بن اکثم آپ علیه السلام کے سامنے بیٹھ گیا اور لوگ اپنے اپنے مراتب کے مطابق بیٹھ گئے جبکہ مامون اس مسند پر بیٹھا کہ جو ابو جعفر علیه السلام کی مسند سے متصل تھی۔

تو یحییٰ بن اکثم نے مامون سے کہا "کیا مجھے اجازت دیتے ہیں اے امیر کہ میں ابو جعفر علیه السلام سے سوال کروں؟" تو مامون نے اس سے کہا "اس معاملے میں ان حضرت علیه السلام سے تم خود ہی اجازت طلب کرو" تب یحییٰ بن اکثم آپ علیه السلام سے مخاطب ہوا اور عرض کی۔ "آپ علیه السلام پر قربان جاؤں! کیا آپ علیه السلام مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ علیه السلام سے مسئلہ پوچھوں؟"

تو ابو جعفر علیه السلام نے اس سے فرمایا "اگر چاہو تو سوال کر سکتے ہو۔"

یحییٰ نے سوال کیا "آپ علیه السلام پر قربان جاؤں! آپ علیه السلام اس احرام باندھے شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ جس نے شکار کو مار ڈالا؟" تو ابو جعفر علیه السلام نے ارشاد فرمایا "اس نے شکار کو حرم میں قتل کیا یا حرم سے باہر؟" احرام باندھنے والا شخص اس مسئلہ سے عالم تھا یاجاہل تھا؟ اس نے اسے عمداً مارا یا غلطی سے؟ احرام باندھا شخص آزاد تھا یا غلام تھا؟ چھوٹا تھا یا بڑا تھا؟ اس نے پہلی بار مارا تھا یا ایسا پہلے بھی کر چکا تھا؟ شکار پرندوں میں سے تھا یا پرندوں کے علاوہ میں سے تھا؟ وہ چھوٹے شکاروں میں سے تھا یا بڑے شکاروں میں سے؟ اس نے جو کیا وہ ویسا دوبارہ کرنے پر بھی تیار ہے یا اس پر نادم ہے؟ اس نے شکار رات کو کیا تھا یا دن میں؟ جب اس نے شکار کیا وہ عمرے کا احرام باندھے ہوئے تھا یا حج کے احرام میں تھا؟ پس یحییٰ بن اکثم حیران رہ گیا اور اس کے چہرے پر عجز و نامرادی اور زبان میں لڑکھڑاہٹ دیدنی تھی۔ یہاں تک کہ اہل محفل کو اس حقیقت کی معرفت ہو گئی۔

تو مامون عباسی نے کہا "اس نعمت پر اور مجھے مضبوط رائے کی توفیق دینے پر حمد خداوندی ہے" پھر اپنے خاندان والوں کی طرف دیکھا اور ان سے کہا "کیا اب تم نے خود کو پہچان لیا ہے؟" پھر وہ ابو جعفر علیه السلام سے مخاطب ہوا تو آپ علیه السلام سے کہا "اے ابو جعفر علیه السلام! کیا آپ علیه السلام نکاح کا خطبہ دے سکتے ہیں؟" امام علیه السلام نے فرمایا "ہاں! اے امیر" تو مامون نے آپ علیه السلام سے کہا "آپ علیه السلام پر قربان جاؤں! خود اپنے لیے خطبہ پڑھیں کہ میں نے آپ علیه السلام کو اپنے لیے پسند کرتے ہوئے آپ علیه السلام کو اپنی بیٹی امّ فضل بیاہنے کا فیصلہ کیا ہے۔ گرچہ ایک قوم اسے ناپسند کرتی ہے" تو ابو جعفر علیه السلام نے ارشاد فرمایا "تمام تر حمد ہے اللہ تعالیٰ کیلئے اس کی نعمت کے اقرار کے طور پر اور لا اله الا الله کا نعرہ ہے اس کی وحدانیت کے اخلاص کے طور پر اور اللہ کا درود ہو اس کی مخلوق میں سب سے افضل حضرت محمد ﷺ اور آپ ﷺ کی عترت طاہرہ میں سے اصفیاء علیہم السلام پر، اما بعد! اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر مہربانی کی ہے کہ انہیں حلال کے ذریعے حرام سے بے نیاز کر دیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "اپنے ہمسروں سے نکاح کرو اور اپنے غلاموں وار کنیزوں میں سے نیکو کاروں کے ساتھ۔ اگر وہ تنگدست ہوئے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل و کرم کے ذریعے غنی (مالدار) کر دے گا۔ اللہ وسعت دینے والا اور ہمیشہ جاننے والا ہے۔ پھر یہ کہ محمد بن علی بن موسیٰ(علیہم السلام) امّ فضل بنت عبداللہ مامون کیلئے خطبہ دیتے ہیں اور اس کیلئے حق مہر میں اپنی جدّۃ الطاہرہ فاطمہ علیه السلام بنت محمد ﷺ کے حق مہر کے برابر رقم مقرر کرتے ہیں اور وہ حق مہر پانچ سو عمدہ درہم تھے۔ تو کیا اے

امیر! آپ اسے (محمد بن علی بن موسیٰ علیہم السلام کو) امّ فضل بنت عبداللہ مامون حق مہر مذکور پر بیاہتے ہیں؟

تو مامون عباسی نے کہا "جی ہاں! میں اپنی بیٹی امّ فضل کو صداق مذکور پر آپ علیہ السلام سے اے ابو جعفر علیہ السلام! تزویج کرتا ہوں۔ تو کیا آپ علیہ السلام کو نکاح قبول ہے؟" تو ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا "میں اسے قبول کرتا ہوں اور میں اس پر راضی ہوں" پس مامون نے حکم دیا کہ لوگ اپنے اپنے مراتب کے مطابق خواص و عوام میں بیٹھ جائیں۔

ریان نے روایت کی ہے کہ تھوڑی دیر نہ گزری تھی ملاحوں جیسی آوازیں سنیں۔ تب دیکھا کہ وہ چاندی سے بنی ایک کشتی کو ہانکتے ہوئے روئے کہ جس کو انہوں نے ریشم کے رسوں سے کھینچ رکھا تھا۔ اس میں ایک برتن عمدہ خوشبو سے بھرا ہوا تھا۔ مامون نے حکم دیا کہ اس عمدہ و مہنگی خوشبو کے ساتھ خواص کی داڑھیوں کو خضاب کیا جائے۔ پھر وہ عوام خانے کی طرف بڑھائی گئی تو لوگوں نے اس میں سے خوشبو لگائی۔ دستر خوان لگائے گئے۔ لوگوں نے کھانا کھایا اور تمام لوگوں کو ان کی حیثیت کے مطابق تحائف دئیے گئے۔

جب تمام لوگ چلے گئے اور خواص میں سے جنہوں نے باقی رہنا تھا رہ گئے۔ تو مامون عباسی نے ابو جعفر علیہ السلام سے درخواست کی۔ "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! اگر آپ علیہ السلام مناسب سمجھیں تو جو فقہی تفصیل آپ علیہ السلام نے ہمیں بیان فرمائی ہے تو احرام باندھے شخص کے ان تمام تفاصیل میں شکار کرنے کا حکم بیان فرما دیجئے تا کہ ہم اسے جان کر اس سے مفید ہو سکیں۔

ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا "ٹھیک ہے جب احرام باندھا شخص حرم کے علاقے سے باہر شکار کرے اور شکار بھی پرندوں میں سے ہو اور بڑے پرندوں میں سے ہو تو اس پر ایک بکری کفارہ ہو گی اور اگر وہ ایسا شکار حرم مقدس کے اندر کرے تو اس پر کفارہ دوگنا ہو گا اور اگر وہ حرم کے علاوہ علاقے میں پرندوں کے بچے کا شکار کرے تو اس پر کفارہ ہے کہ وہ ایسے حمل کے بچے کو دے گا کہ جس کا دودھ تازہ تازہ چھڑایا گیا ہو۔ اور اگر وہ اسے حرم میں شکار کرے تو اس پر حمل بھی اور بچے کی قیمت بھی بطور کفارہ ادا کرنی ہو گی اور اگر وہ شکار وحشی جانور ہو اور وہ جنگلی گدھا ہو تو اس پر بطور کفارہ ایک گائے ہو گی اور اگر وہ شکار شتر مرغ ہو تو اس پر ایک اونٹنی بطور کفارہ ہو گی اور اگر ہرن ہو تو اس پر ایک بکری کفارہ ہو گی۔ اور اگر ان میں سے کوئی چیز وہ حرم میں شکار کرے تو اس پر دوگنا کفارہ ہو گا کہ وہ کعبۃ اللہ تک پہنچائے گا۔ اور جب احرام باندھا شخص ایسا شکار کرے کہ جس میں اس پر اونٹ کفارہ ہو تو وہ اس کا احرام حج کا تو وہ اس کے منیٰ میں قربان کرے گا اور اگر اس کا احرام عمرے کا تھا تو وہ اس اونٹ کو مکہ میں نحر کرے گا۔ اور شکار کا کفارہ عالم و جاہل دونوں پر یکساں ہے اور اگر ایسا عمداً کرے تو وہ گناہ گار بھی ہے مگر غلطی میں وہ گنہگار نہ ہو گا اور آزاد شخص کا کفارہ خود اس کو ادا کرنا واجب ہے لیکن غلام کی صورت میں آقا پر واجب الادا ہو گا۔ جبکہ نا بالغ پر کوئی کفارہ نہیں بلکہ بڑے پر واجب ہو گا اور پشیمان کفارے کے بعد اپنی پشیمانی کے سبب آخرت کے عذاب سے چھٹکارا پا لے گا گر جو دوبارہ ایسا کرنے پر بھی آمادہ ہو گا۔ اس پر آخرت کی سزا بھی ہو گی۔

تب مامون نے آپ علیہ السلام سے بہت خوب! اے ابو جعفر علیہ السلام! اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام پر اپنے احسانات میں اضافہ کرے۔ اگر آپ علیہ السلام مناسب سمجھیں تو آپ علیہ السلام بھی یحییٰ پر کوئی سوال کریں کہ جس طرح اس نے آپ علیہ السلام سے سوال کیا تھا؟

تو ابو جعفر علیہ السلام نے یحییٰ سے فرمایا ”کیا میں تم سے سوال کروں؟“ تو اس نے عرض کی ”آپ علیہ السلام کو اختیار حاصل ہے۔ آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں۔ اگر میں آپ علیہ السلام سے سوال کا جواب جانتا ہوا تو عرض کر دوں گا بصورتِ دیگر آپ علیہ السلام ہی سے میں استفادہ کروں گا۔“

تو ابو جعفر علیہ السلام نے اس سے فرمایا ”مجھے اس شخص کے بارے میں بتاؤ کہ جس نے دن کے ابتدائی حصے میں ایک عورت کی طرف دیکھا تو اس کا دیکھنا حرام تھا۔ مگر جب دن چڑھا تو وہ عورت اس پر حلال ہو گئی۔ جب سورج غروب ہوا تو اس پر حرام ہو گی۔ جب عشاء کا وقت آیا تو وہ عورت اس پر حلال ہو گئی۔ جب نصف شب ہوئی تو وہ عورت اس پر حرام ہو گئی۔ مگر جب طلوع فجر ہوئی تو وہ اس پر حلال ہو گئی۔ بتاؤں اس عورت کا حال کیا ہوا اور کس چیز کے سبب وہ اس پر حلال ہوئی اور حرام ہوتی رہی؟“

تو یحییٰ بن اکثم نے آپ علیہ السلام سے عرض کی ”اللہ کی قسم! میں اس سوال کے جواب تک نہیں پہنچ پایا۔ اور نہ ہی مجھے اس کی صورتوں کی معرفت ہو سکی ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو ہمیں مستفید فرمائیے۔“

تو ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا ”وہ عورت لوگوں میں سے کسی کی کنیز تھی۔ دن کے ابتدائی حصے میں ایک اجنبی نے اس پر نگاہ ڈالی تو اس اجنبی کی اس پر نگاہ حرام تھی۔ جب دن چڑھا تو اس اجنبی نے وہ کنیز اس کے مالک سے خرید لی تو وہ اس کیلئے حلال ہو گئی۔ جب ظہر کا وقت آیا تو اس نے کیز کو آزاد کر دیا تب وہ کنیز اس پر حرام ہو گئی۔ جب عصر کا وقت آیا تو اس نے اس عورت سے نکاح کر لیا۔ تو وہ اس پر حلال ہو گئی۔ جب مغرب کا وقت آیا تو اس نے ظہار کیا تو وہ عورت اس پر حرام ہو گئی۔ عشاء کے وقت اس نے کفارہ ادا کیا تو وہ اس پر حلال ہو گئی۔ جب نصف شب ہوئی تو اس نے اسے ایک طلاق رجعی دے دی تو وہ اس پر حرام ہو گئی۔ مگر طلوع فجر کے وقت اس نے رجوع کر لیا تو وہ اس پر حلال ہو گئی۔“

تب مامون اپنے افراد خانہ میں سے موجود افراد سے یوں گویا ہوا۔ ”کیا تم میں سے کوئی ایک بھی ہے کہ جو اس جیسے مسئلے میں ایسا جواب دے سکے یا اس گزشتہ مسئلے میں کسی قول کی معرفت رکھتا ہو؟

تو ان عباسیوں نے کہا ”نہیں اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔ امیر اپنی رائے میں سب سے بڑھ کر عالم ہیں۔

تو مامون عباسی نے کہا ”ہلاکت ہو تم پر! یقینا یہ فضیلت جو تم نے دیکھی ہے دوسری مخلوق کی نسبت فقط انہی اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے اور یقینا کم سنی ان کو کمال سے باہر نہیں کر سکتی ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے بارے میں دعا کی تھی۔ جبکہ وہ حضرت علیہ السلام اس وقت دس سال کے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کا اسلام قبول فرمایا۔ اور آپ علیہ السلام کیلئے حکم دیا اور آپ علیہ السلام کے ذریعے بھی

حکم صادر فرمایا جبکہ آپ ﷺ نے آپ علیہ السلام کے علاوہ آپ علیہ السلام کے ظاہری سن میں موجود دیگر کسی ایک کو بھی دعوت اسلام نہ دی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے حسن و حسین علیہما السلام کی بیعت قبول کی تو وہ حضرت علیہ السلام اس وقت چھ سال سے ظاہراً کم سن تھے۔ جبکہ آپ ﷺ نے ان حضرت علیہ السلام کے علاوہ بچوں میں سے کسی کی بیعت نہ لی تھی۔ کیا تمہیں اب بھی علم نہیں ہو پایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس قوم علیہ السلام کو کیا خاصیت بخشی اور یہ کہ یہ حضرات علیہم السلام بعض بعض کی ذریت علیہ السلام ہیں۔ ان کے آخری علیہ السلام کیلئے بھی وہی حکم جاری ہوتا ہے جو ان حضرات علیہ السلام کے پہلے حضرت علیہ السلام کیلئے جاری ہوتا ہے۔

ان عباسیوں نے کہا ”اے امیر! اللہ کی قسم! آپ سچ فرما رہے ہیں۔“ پھر سب لوگ چلے گئے۔

جب دوسرا روز ہوا تو مامون نے لوگوں کو بلایا اور ابو جعفر علیہ السلام بھی تشریف فرما ہوئے اور تمام فوجی سرداروں، دربانوں، خواص اور گورنروں نے مامون عباسی اور ابو جعفر علیہ السلام کو مبارک باد دی۔

چاندی کے تین طشت باہر لائے گئے کہ جن میں مشک و زعفران کے معجون کی ٹکیاں تھیں اور کاغذات تھے کہ جن میں جاگیریں لکھی ہوء تھیں اور سالانہ عطیات لکھے تھے اور اموال لکھے تھے۔ تو مامون نے وہ سب اس کے خواص میں تقسیم کرنے کا حکم دیا۔ پس ہر شخص جو اس ٹکیہ کو کھولتا تھا تو اس میں سے ایک کاغذ نکلتا تھا۔ جو وہ پڑھ کر سناتا تھا تو وہ اسے دے دیا جاتا تھا۔ اور دس دس ہزار کی تھیلیاں رکھی گئی کہ جو فوجی سرداروں وغیرہ میں تقسیم کی گئیں۔ لوگ محفل سے واپس پلٹے تو وہ انعامات و عطیات کے ذریعے غنی (مالدار) ہو چکے تھے۔ اور مامون تمام مساکین کی طرف صدقہ روانہ کیا۔ اور وہ اپنی پوری ماندہ زندگی ابو جعفر علیہ السلام کی تعظیم کرتا رہا اور ہمیشہ آپ علیہ السلام کو اپنی اولاد اور اپنے خاندان والوں پر فوقیت دیتا رہا۔

اسی روایت کو ہوبہو مثال نے روضۃ الواعظین میں اور طبرسی نے الاحتجاج میں سلسلہ سند بیان کیے بغیر ریان بن شبیب سے روایت کیا ہے۔

شیخ ابو محمد حسن بن علی شعبہ نے اپنی کتاب ”تحف العقول عن آل الرسول علیہم السلام میں لکھا ہے کہ مامون نے یحییٰ بن اکثم سے کہا۔ ”تم ابو جعفر محمد بن الرضا علیہما السلام سے ایسا سوال کرو کہ جو تیرے نزدیک قطعی ثابت ہو؟“ تو یحییٰ نے کہا ”اے ابو جعفر علیہ السلام! آپ علیہ السلام اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ جس نے ایک عورت سے زنا کیا۔ کیا اس کیلئے حلال ہے کہ وہ اس سے شادی کر لے؟“

تو امام علیہ السلام نے فرمایا ”وہ اسے اتنی مدت چھوڑے کہ اس عورت کا اس کے نطفے اور اس کے غیر کے نطفے سے استبراء ہو جائے کیونکہ اس بات سے منہ نہیں موڑا جا سکتا ہے کہ اس نے اس کے علاوہ سے زنا کیا ہو جیسا کہ اس نے اس کے ساتھ زنا کیا۔ استبراء کے بعد اگر وہ چاہے تو اس سے نکاح کر سکتا ہے۔

اس عورت کی مثال اس مرد کیلئے کھجور جیسی ہے کہ آدمی اس میں سے حرام کھاتا ہے پھر اسے خرید لیتا ہے تو اس میں سے کھاتا ہے تو اس کیلئے حلال ہو جاتی ہے۔ تو یحییٰ مبہوت سا رہ گیا۔

تب ابو جعفر علیه السلام نے اس سے فرمایا "اے ابو محمد! تم کیا کہتے ہو اس شخص کے بارے میں کہ اس پر ایک عورت حرام تھی مگر دن چڑھے اس پر حلال ہو گئی۔ زوال کے وقت اس پر پھر حرام ہو گئی اور ظہر کے وقت اس پر حلال ہو گئی۔ پھر عصر کے وقت اس پر حرام ہو گئی مگر مغرب کے وقت اس پر حلال ہو گئی۔ آدھی رات کے وقت حرام ہو گئی مگر مغرب کے وقت اس پر حلال ہو گئی پھر دن چڑھے اس پر حرام ہو گئی مگر دوپہر کے وقت اس پر حلال ہو گئی؟

پس یحییٰ اور دیگر نام نہاد فقہا ہکے بکے رہ گئے کہ گویا گونگے و بہرے ہوں۔تو مامون بولا! "اے ابو جعفر علیہ السلام! اللہ آپ علیہ السلام کی عزت میں اضافہ فرمائے۔ ہمارے لیے اس کے جواب کی خود ہی وضاحت فرمائیے؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا "اس شخص نے کسی کی کنیز کی طرف دیکھا تو وہ اس پر حرام تھے۔ اس نے اسے خرید لیا تو وہ اس کیلئے حلال ہو گئی۔ پھر اسے آزاد کر دیا تو وہ اس پر حرام ہو گئی۔ پھر اس سے شادی کر لی تو وہ اس پر حلال ہو گئی۔ پھر اس پر ظہار کیا تو وہ حرام ہو گئی۔ کفارہ ادا کیا تو وہ اس کیلئے حلال ہو گئی۔ پھر اس نے اسے ایک طلاق رجعی دی تو وہ اس پر حرام ہو گئی۔ پھر اس نے اس عورت سے رجوع کر لیا تو وہ عورت اس کیلئے حلال ہو گئی۔ پھر وہ شخص اسلام سے مرتد ہو گیا تو وہ عورت اس پر حرام ہو گئی۔ تب اس شخص نے توبہ کی اور دوبارہ اسلام لے آیا تو وہ عورت اس کیلئے پہلے نکاح کے ساتھ ہی حلال ہو گئی۔ جس طرح کہ رسول اللہ ﷺ نے زینب ربیبۃ الرسول ﷺ کا نکاح ابی العاص بن ربیع کے ساتھ برقرار رکھا کہ جب وہ اسلام لایا تو پہلے ہی نکاح کو باقی رکھا گیا۔

اور بحار الانوار میں ہے کہ مامون کی بیٹی ام فضل سے شادی والے دن ابو ہاشم جعفری نے ابو جعفر علیہ السلام سے عرض کی۔ اے میرے آقا! یقینا یہ دن بڑی برکت والا ہے" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "اے ابو ہاشم! یقینا اس دن اللہ کی برکتیں عظیم ہیں۔" میں نے عرض کی "ایسا ہی ہے کہ اے میرے مولا علیہ السلام! میں اس دن کو میں کہوں؟" امام علیہ السلام نے فرمایا "تو اس دن بھلائی کی بات کر کہ یقینا تمہیں بھلائی نصیب ہو گی" میں نے عرض کی "اے میرے مولا علیہ السلام! میں ایسا ہی کروں گا۔اس کے برخلاف ہرگز نہ کروں گا" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "تب تو ہدایت پائے گا اور بھلائی کے علاوہ کچھ نہ دیکھے گا۔"

شیخ طبرسی نے الاحتجاج میں لکھا ہے کہ روایت کیا گیا ہے کہ اس کے بعد مامون نے اپنی بیٹی امّ فضل کی شادی ابو جعفرعلیہ السلام سے کر دی۔ محفل میں موجود تھا اور اس کے پاس ابو جعفر علیہ السلام بھی تشریف فرما تھے اور یحییٰ بن اکثم اور بڑی تعداد میں دیگر لوگ موجود تھے کہ یحییٰ بن اکثم نے امام علیہ السلام سے سوال کیا "اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! آپ علیہ السلام کیا فرماتے ہیں اس کے بارے میں کہ جو روایت کی گئی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام حضرت رسول اللہ ﷺ نازل ہوئے اور عرض کی "اے محمد ﷺ! اللہ عزوجل نے آپ علیہ السلام پر سلام بھیجا ہے اور آپ علیہ السلام سے فرماتا ہے "ابو بکر سے پوچھو کیا وہ مجھ سے راضی ہے

میں تو اس سے راضی ہوں" تو ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا "میں اس کی فضیلت سے انکار نہیں کر رہا۔ مگر اس حدیث کو روایت کرنے والے پر واجب ہے کہ وہ اسے اس حدیث کے ساتھ سمجھے کہ جس میں رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تھا۔ "مجھ پر جھوٹ باندھنے کی بہتات ہو چکی ہے

اور میرے بعد اس میں مزید اضافه ہو گا۔ پس جس کسی نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا اس کا مقعد آگ سے بھرا جائے گا۔ پس جب تم تک مجھ سے منسوب کوئی حدیث پہنچے تو اسے اللہ کی کتاب اور میری سنت کے سامنے رکھو۔ پس جو اللہ کی کتاب اور میری سنت کے موافق ہو اس کو لے لو اور جو اللہ کی کتاب اور میری سنت کے مخالف ہو اسے مت لو" اور یہ حدیث اللہ کی کتاب کے موافق نہیں ہے۔

اللہ نے فرمایا ہے "اور یقینا ہم ہی نے انسان کو خلق کیا ہے اور ہم ہی جانتے ہیں کہ اس کے اندر کس کا وسواس ہے اور ہم شہہ رگ حیات سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔" پس کیا اللہ عزوجل پر جنبت کی رضا مخفی تھی کہ اسے اس کے خفیہ راز کے بارے میں سوال کرنا پڑا۔ یہ حدیث عقلاً محال ہے۔

پھر یحییٰ بن اکثم نے کہا "روایت کیا گیا ہے کہ ابو بکر، عمر کی اس زمین میں مثال آسمان میں جبرائیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام جیسی ہے۔

تو امام علیہ السلام نے فرمایا "اس حدیث میں بھی واجب ہے کہ تم غور و فکر کرو کیونکہ جبرائیل علیہ السلام و میکائیل علیہ السلام اللہ کے دو مقرب فرشتے ہیں کہ جنہوں نے کبھی بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کی ہے اور دونوں فرشتوں نے لحظہ بھر کیلئے بھی اللہ کی اطاعت کو ترک نہیں کیا جبکہ ان دونوں صاحبان نے اللہ عزوجل کا خوب شرک کیا اور اسلام لائے بھی تو شرک کے بعد اور ان دونوں صاحبان کی زندگی کا اکثر حصہ اللہ عزوجل کے شرک میں گزرا ہے۔ بس یہ محال ہے کہ وہ دونوں صاحبان دو مقرب فرشتوں کے مشابہ ہوں"

یحییٰ نے پوچھا "اسی طرح یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ وہ دونوں صاحبان جنتی بوڑھوں کے سردار ہیں۔ اس حدیث کے بارے میں آپ علیہ السلام کیا فرماتے ہیں؟" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "یہ حدیث بھی اسی طرح محال ہے کیونکہ اہل جنت تمام کے تمام جوان ہوں گے اور ان میں کوئی بوڑھا نہ ہو گا۔ یہ وہ حدیث ہے کہ جسے بنو امیہ نے اس حدیث کے مقابلے میں کھڑا تھا کہ جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت حسن و حضرت حسین علیہما السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ دونوں حضرات علیہم السلام جنتی جوانوں کے سردار علیہ السلام ہیں۔

یحییٰ بن اکثم نے پوچھا "روایت کیا گیا ہے کہ عمر بن الخطاب اہل جنت کے چراغ ہیں؟"

تو امام علیہ السلام نے فرمایا "یہ حدیث بھی اسی طرح محال ہے کیونکہ جنت میں اللہ کے مقرب فرشتے "آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک تمام انبیاء علیہم السلام و مرسلین علیہم السلام موجود ہوں گے کیا ان حضرات علیہم السلام کے انوار سے جنت روشن نہ ہو گی کہ اس کے نور سے منور ہو گی؟"

یحییٰ بن اکثم نے پوچھا "روایت کیا گیا ہے کہ سکینہ ایمانی عمر کی زبان پر بولتی ہے؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا "میں عمر کی فضیلت کا انکار نہیں کر رہا مگر ابو بکر،عمر سے افضل تھا۔ اس نے تو بر سر منبر کہا تھا "مجھ پر ایک شیطان مسلط ہے کہ جو مجھے گمراہ کرتا رہتا ہے۔ پس اگر میں راہ سے ہٹ جاؤں تو تم مجھے راستہ لگانا۔"

یحییٰ نے کہا "روایت کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا اگر میں مبعوث نہ کیا جاتا تو یقینا عمر کو مبعوث کیا جاتا؟"

تو امام علیہ السلام نے فرمایا "اللہ کی کتاب اس حدیث سے زیادہ سچی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں ارشاد فرماتا ہے "اور جب ہم نے نبیوں علیہم السلام سے ان کے میثاق لیے اور تم سے اور نوح علیہ السلام سے میثاق لیا۔" پس اللہ تعالیٰ نے نبیوں علیہم السلام سے میثاق لے رکھا تھا تو کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنا میثاق بدل دے۔ جبکہ انبیآء علیہم السلام نے آنکھ جھپکنے تک کی دیر کیلئے بھی اللہ کا شرک نہیں کیا تھا تو اس کو کیسے مبعوث کیا جاتا کہ جس نے شرک میں زندگی گزاری اور اس کی زندگی کے اکثر ایام شرک باللہ میں گزرے اور نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا "میں اس وقت بھی نبی ﷺ تھا کہ جب آدم علیہ السلام کا روح علیحدہ اور جسم علیحدہ تھا۔"

یحییٰ بن اکثم نے پوچھا "" اسی طرح یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا "جب بھی مجھ سے وحی منقطع ہوئی میں نے سمجھا آل خطاب پر نازل ہو گئی"

امام علیہ السلام نے فرمایا "یہ بھی اس طرح محال ہے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ نبی ﷺ اپنی نبوت میں شک کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اللہ تعالیٰ نے ملائکہ علیہم السلام اور لوگوں میں سے رسولوں علیہم السلام کو چن لیا تو یہ کیسے ممکن ہے کہ نبوت اللہ کے مصطفی ﷺ سے اس کی طرف منتقل ہو جائے کہ جو مشرک ہوا ہے۔

یحییٰ بن اکثم نے سوال کیا۔ "روایت کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا "اگر عذاب نازل ہو تو کوئی ایک بھی اس سے نہ بچ پائے گا ماسوائے عمر ابن خطاب کے؟"

تو امام علیہ السلام نے فرمایا "یہ بھی محال ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نہیں کرنے والا جب کہ آپﷺ ان میں موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان پر عذاب نہیں کرنے والا درحالیکہ وہ استغفار کرنے والے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں خبر دی ہے کہ وہ کسی ایک پر بھی عذاب کرنے والا نہیں ہے جب تک کہ آپ ﷺ ان میں موجود ہیں اور جب تک وہ اللہ کے حضور استغفار کرنے والے ہیں۔

اقول: ترجمۃ الجلاء میں ہے۔ "ابن الرضا علیہ السلام مامون کی مانندہ زندگی میں اس کے ہاں معزز و مکرم رہے۔ مگر آپ علیہ السلام کی زوجہ امّ فضل اپنے اخلاق اور افعال کے سبب آپ علیہ السلام سے موافق نہ رہی۔ یہی وجہ ہے کہ آپ علیہ السلام ہمیشہ دیگر بیویوں اور کنیزوں کی طرف متوجہ رہے اور آپ علیہ السلام ہمیشہ بی بی ام الھادی علیہما السلام کو ترجیح دیتے تھے۔ وہ ہمیشہ اپنے باپ مامون کے پاس آپ علیہ السلام کی شکایت لگاتی رہتی تھی مگر اس کی شکایات کی طرف توجہ نہ دیتا تھا۔ کیونکہ اسے مولا رضا علیہ السلام سے اس کی غلطی اسے یاد تھی۔ پس وہ آپ علیہ السلام کو اذیت دینے میں ملوث نہ ہوا۔ اور نہ ہی آپ علیہ السلام کی اہل بیت علیہم السلام میں سے کسی کو ضرر پہنچایا کیونکہ وہ جان چکا تھا کہ ایسا کرنے میں (اذیت دینے میں) اس کی دنیا کی کوئی بھلائی نہیں ہے"

مفید وغیرہ نے کہا ہے کہ جب امام علیہ السلام مامون کی معاشرت سے اکتا گئے تو آپ علیہ السلام نے اس سے اجازت لی کہ وہ علیہ السلام اللہ کے گھر کا حج کریں۔ پس آپ علیہ السلام نے حج ادا فرمایا اور اپنے وطن اور اپنے جد امجد ﷺ کے مدینے واپس آگئے۔

اس کی تائید وہ روایت کرتی ہے کہ جس کا ذکر مفید نے الارشاد میں کیا ہے کہ لوگ روایت کرتے ہیں کہ ام فضل بنت مامون نے مدینہ سے اپنے باپ کو خط لکھا کہ جس میں اس نے اپنے باپ کے سامنے ابو جعفر علیہ السلام کی شکایت کی اور کہا ”ابو جعفر علیہ السلام مجھ پر کنیزوں کو فوقیت بخشتے ہیں اور میری توہین ہوتی ہے“ تو مامون نے اس کو جواباً لکھا۔ ”اے بیٹی! میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے تیری شادی اس لیے نہیں کی کہ ان حضرت علیہ السلام پر ہم حلال کو بھی حرام کر دیں۔ اب اس کے بعد جب میں تمہیں بتلا رہا ہوں دوبارہ شکایت نہ کرنا۔

جب ابو جعفر علیہ السلام مامون سے واپسی پر بغداد سے مدینہ کی طرف سفر پر نکلے تو آپ علیہ السلام کے ہمراہ ام فضل بھی تھی۔ آپ علیہ السلام کا گزر باب کوفہ کی شارع پر ہوا تو آپ علیہ السلام کے پیچھے پیچھے لوگوں کا ایک جمِ غفیر چل رہا تھا۔ پس آپ علیہ السلام سورج غروب ہونے کے وقت دارالمسیب میں اترے۔ اور مسجد کے اندر تشریف لے گئے۔ مسجد کے صحن میں ایک کھجور کا درخت تھا۔ کہ جو اس سے پہلے پھل نہیں اٹھاتی تھی۔ تو آپ علیہ السلام نے پانی کا کوزہ منگوایا اور کھجور کے درخت کی جڑوں میں وضو فرمایا اور اٹھ کر لوگوں کے ہمراہ مغرب کی نماز ادا فرمائی کہ جس کی پہلی رکعت میں آپ علیہ السلام نے الحمد اور اذا جآء نصر اللہ والفتح اور دوسری رکعت میں الحمد اور قل ہو اللہ احد اور دوسری رکعت ہی میں رکوع سے پہلے قنوت فرمایا اور تیسری رکعت میں تشہد و سلام کے بعد تھوڑی دیر بیٹھے ذکر الٰہی کرتے رہے اور اس سے پہلے کہ تعقیبات شروع فرماتے آپ علیہ السلام نے اٹھ کر چار رکعت نماز نافلہ ادا فرمائی اور پھر تعقبات کے بعد دو سجدے شکر کے بجا لائے پھر باہر تشریف لائے اور جب اس کھجور کے درخت تک پہنچے تو لوگوں نے دیکھا کہ اس نے بہت خوبصورت پھل اٹھایا ہوا تھا۔ لوگوں کو بہت تعجب ہوا لوگوں نے اس میں سے کھایا تو انہیں انتہائی میٹھی کھجوریں پایا کہ جن میں ترش روئی وغیرہ نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ اور پھر لوگوں نے آپ علیہ السلام کو الوداع کیا۔

آپ علیہ السلام اس وقت ہی مدینہ گئے اور پھر مدینہ ہی میں سکونت پذیر رہے یہاں تک کہ معتصم ملعون نے آپ علیہ السلام کو 225ھ ق کے اوائل میں بغداد کی طرف گرفتار کروایا تو آپ علیہ السلام بغداد میں رہے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نے اسی سال ہی کے ذیقعدہ کے مہینے کے آخر میں شہادت پائی اور اپنے جد امجد ابو الحسن موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیے گئے۔

اور عیون المعجزات نامی کتاب میں مرقوم ہے کہ جب ابو جعفر علیہ السلام اور آپ علیہ السلام زوجہ مامون کی بیٹی حج کیلئے نکلے تو آپ علیہ السلام مدینے میں موجود اپنے پیچھے فرزند ابو الحسن علی نقی علیہ السلام کے پاس تشریف لے گئے اور ان حضرت علیہ السلام کو وراثت و اسلحہ سپرد کیا اور اپنے قابل اعتماد لوگوں اور اصحاب کے سامنے ان حضرت علیہ السلام کی امامت کی نص ارشاد فرمائی اور آپ علیہ السلام عراق واپس چلے گئے کہ مامون کی بیٹی آپ علیہ السلام کی زوجہ بھی آپ علیہ السلام کے ہمراہ تھی۔ اس وقت مامون رومی علاقوں کی طرف سفر پر تھا اور وہ 218ھ ق کے رجب کے مہینے میں

بدیرون کے مقام پر مر گیا اور یہ سب امام ابو جعفر علیہ السلام کی امامت کے سترھویں سال ہوا۔ اور تب ابو اسحق محمد بن ہارون المعتصم کی بیعت کی گئی تو وہ شعبان 218ہجری ھ ق کا مہینہ تھا۔

اور مجلسی نے ترجمہ الجلاء میں لکھا ہے۔ کیونکہ معتصم کے کان ہمیشہ امام علیہ السلام کے معجزات کو سنتے رہتے تھے اور آپ علیہ السلام کے کرامات و علوم کا چرچا تھا اسی وجہ سے اس کے دل میں آپ علیہ السلام کیئے کینہ و عداو جمع ہو گیا کہ جس کا بیان ممکن نہیں ہے۔ وہ بدبخت ہمیشہ آپ علیہ السلام کے برخلاف سازش میں لگا رہا یہاں تک کہ اس نے امام علیہ السلام سے بغداد آنے کی استدعا کی۔ جب آپ علیہ السلام بغداد کے سفر پر نکلنے لگے تو آپ علیہ السلام نے اپنے فرزند امام ہادی النقی علیہ السلام کو وصیت فرمائی اور آپ علیہ السلام کو اپنا نائب علیہ السلام مقرر فرمایا اور اکابر شیعوں کے اور قابل اعتماد امامی لوگوں کے سامنے آپ علیہ السلام کی امامت کی نص فرما دی اور آپ علیہ السلام نے اپنی تحریریں، اسلحہ، اور ابناء و اوصیاء علیہم السلام کے آثار امام ہادی النقی علیہ السلام کے سپرد فرما دیں اور جب آپ علیہ السلام اپنے جد امجد ﷺ کے وطن اور اپنے جد امجد ﷺ کے جوار رحمت کو چھوڑ کر جانے لگے تو اپنے اہل و عیال اور اولاد سے آخری الوداع کیا کہ پھر لوٹ کر جانا آپ علیہ السلام کو نصیب نہ ہوا اور آپ علیہ السلام بغداد میں وارد ہوئے تو وہ 220ہجری ھ ق کے محرم الحرام کے مہینے کی 28تاریخ تھی۔

اور علی بن الحسین المسعودی نے کتاب اثبات الوصیۃ میں لکھا ہے کہ ابو جعفر علیہ السلام اس سال کہ جس سال مامون رومی علاقے بدیرون کی طرف گیا امّ فضل کے ساتھ مکہ کی طرف حج کی غرض سے نکلے اور اپنے فرزند علی علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے گئے جبکہ وہ صغیرسن تھے۔ پس آپ علیہ السلام نے ان حضرت علیہ السلام کو مدینہ میں چھوڑا اور خود عراق واپس چلے گئے جبکہ آپ علیہ السلام کے ہمراہ آپ علیہ السلام کی زوجہ امّ فضل بھی تھیں۔ البتہ آپ علیہ السلام نے یہ سفر ابو الحسن علیہ السلام کی امامت کے اشارے و نص کے بعد اور ابو الحسن علیہ السلام کو وصیت کرنے کے بعد کیا۔ مامون عباسی بدیرون کے مقام پر خمیس کے دن رجب المرجب 218ہ ھ ق کی تیرہ راتیں گزرنے کے بعد فوت ہو گیا۔ اور وہ ابو جعفر علیہ السلام کی امامت کا سترہواں سال تھا اور اس وقت ابو اسحق محمد بن ہارون المعتصم کی 218ہ ھ ق میں بیعت کی گئی۔ جب ابو جعفر علیہ السلام عراق واپس گئے تو معتصم ملعون اور جعفر بن مامون ہمیشہ آپ علیہ السلام کی شہادت کے حیلے اور تدابیر میں لگے رہے۔

پانچویں فصل

”ان چیزوں کے بیان میں ہے کہ جو آپ علیہ السلام کی شہادت، مدت حیات مبارکہ، وقت شہادت، مقام دفن اور آپ علیہ السلام کی اولاد علیہم السلام کی تعداد سے متعلق ہیں“

علی بن الحسین المسعودی نے اپنی کتاب اثبات الوصیة میں لکھا ہے کہ جب ابو جعفر علیہ السلام دوبارہ عراق واپس تشریف لائے تو معتصم اور جعفر بن مامون ہمیشہ آپ علیہ السلام کو شہید کرنے کی تدبیریں اور سازشیں کرنے لگے۔ تب جعفر نے اپنی بہن امّ فضل سے بات کی کہ وہ اس کی مادری و پدری دونوں اطراف سے بہن تھی اور یہ بات اس سے اس نے فقط اس لیے کی کہ وہ اپنی بہن کے امام علیہ السلام سے وفاداری سے منحرف ہوئے اور امام علیہ السلام پر دوسری بیویوں کے معاملے میں غیرت کرے کیونکہ امام علیہ السلام ہمیشہ ابو الحسن علیہ السلام کی مادر گرامی قدر علیہما السلام کو بہت فضیلت دیتے تھے۔ علاوہ ازیں کہ وہ مخدرہ علیہ السلام آپ علیہ السلام سے بہت شدید محبت کرتی تھیں اور کیونکہ ابو جعفر کی بہن کی کوئی اولاد نہ تھی تو اس نے اس سازش میں اپنے بھائی کو مثبت جواب دیا۔ ان لوگوں نے سفید لمبے انگوروں میں زہر ملا دیا کیونکہ امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا ”تمہارا گریہ کسی کام کا نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! تمہیں فقر یوں لپیٹ میں لے گا کہ اس کا کوئی مداوہ نہ ہوگا اور ایسی بیماری لگے گی کہ جو چھپانے سے بھی نہ چھپائی جائے گی ”پس اسے اس کے اعضاء و جوارح میں سے انتہائی حساس ترین عضو میں بیماری لگی کہ جو ناسور بن گئی وہ ہر وقت اس کے علاج میں لگی رہی یہاں تک کہ اس کی تمام ملکیت اس بیماری پر لگ گئی۔ یہاں تک کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو گئی۔

اس نے لکھا ”روایت کیا جاتا ہے کہ وہ ناسور اس کی شرمگاہ میں تھا اور جعفر بن مامون نشے میں دھت ہو کر کنویں میں جا گرا کہ اسے مردہ نکالا گیا۔

اور بحار الانوار میں المناقب سے نقل کیا گیا ہے کہ روایت کی گئی ہے کہ آپ علیہ السلام کی زوجہ امّ فضل بنت مامون نے آپ علیہ السلام کو زہر دیا۔ جب امام علیہ السلام کو احساس ہوا تو اس کو بد دعا دی اور فرمایا ”اللہ تعالیٰ تمہیں ایسی بیماری میں مبتلا کرے کہ جس کی کوئی دوا نہ ہو “ پس اس کی شرمگاہ میں ایک پھوڑا نکلا۔ وہ عورت مختلف طبیبوں کے پاس بھٹکتی رہی اس کے علاج پر مشورے ہوتے رہے۔ مگر اسے کسی چیز نے فائدہ نہ دیا۔ یہاں تک کہ وہ اسی بیماری کے ذریعے ہی جھنم واصل ہو گئی۔

اقول: ہم نے اثبات الھداۃ کتاب سے اما علیہ السلام کی استجابت الدعوات کے سلسلے میں پہلے لکھا ہے کہ ایک روایت میں ہے کہ اس کی شرمگاہ میں پھوڑا نکلا یہاں تک کہ وہ طبیب کے سامنے شرمگاہ کھولتی تھی وہ اسے دیکھتا تھا اور اس کے بارے میں دوا کیلئے مشورہ دیتا تھا۔

اور بحار الانوار میں المناقب سے نقل کیا گیا ہے کہ جب معتصم ملعون کی بیعت ہو گئی تو وہ بدبخت آپ علیہ ا لسلام کے احوال کے بارے میں چھان بین کرنے لگا اور پھر اس نے عبدالملک الزیات کی

طرف لکھا کہ وہ امام تقی علیہ السلام اور امّ فضل کو اس کے پاس لائے تو زیات ملعون نے علی بن یقطین کو آپ علیہ السلام کے پاس بھیجا تو آپ علیہ السلام نے سامان باندھا اور بغداد چلے گئے۔ تو اس نے امام علیہ السلام کی بہت تعظیم و تکریم کی۔پس لوگوں کے سامنے اس نے امام علیہ السلام اور امّ فضل کو بہت اہمیت دی۔ پھر اس نے امام علیہ السلام کی طرف لوگوں کے ہاتھوں اپنی مہر کے ساتھ شربت بھیجا اور کہلوا بھیجا کہ "امیر نے اس میں سے پیا ہے"

کہا گیا ہے کہ وہ احمد بن داؤد، سعید بن الخصیب اور معروف لوگوں کی ایک جماعت تھی" اور آپ علیہ السلام کو کہا ہے کہ آپ علیہ السلام بھی اس میں سے ٹھنڈے پانی کے ساتھ پئیں اور اسی وقت پئیں۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا "میں اسے رات کو پیوں گا۔" پیغام رساں نے کہا "یہ ٹھنڈا ہونے کی صورت میں زیادہ مفید ہوتی ہے اور برف پگھل گئی ہے۔" اس نے اصرار کیا تو امام علیہ السلام نے ان کے کرتوت کا علم رکھنے کے باوجود نوش فرمایا۔

راوی نے کہا "امام علیہ السلام شدید گندمی رنگت کے مالک تھے۔ اسی وجہ سے منافقین نے آپ علیہ السلام کے بارے میں شک کیا اور مکہ میں قافیہ شناسوں کے سامنے پیش کیا۔۔۔ آخر روایت تک کہ جس کا ذکر امام علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد کی فصل میں کر چکے ہیں۔

اور اسی کتاب ہی میں عیاشی سے اس کی تفسیر میں سے، اس نے احمد بن ابی داؤد کے ساتھی کہ جو اس کا انتہائی قریب ترین دوست تھا سے روایت کی ہے کہ ایک دن ابن ابی داؤد معتصم سے واپس آیا تو بہت غمگین تھا۔ میں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی۔ تو اس نے کہا "میں چاہتا ہو کہ بیس سال پیچھے چلا جاؤں" میں نے اس سے کہا "وہ کیوں؟" اس نے کہا"نقل کفر فرتہ باش) کیونکہ اس سیاہ فام ابو جعفر محمد بن علی بن موسیٰ علیہم السلام نے آج امیر کے سامنے آج جو کچھ کیا ہے۔

میں نے کہا "وہ کیسے ہوا؟"اس نے کہا "ایک چور نے اقرار کیا اس نے چوری کی ہے اور اس نے خلیفہ سے کہا وہ اسے سزا دے کر پاک کریں۔ پس اس غرض سے فقہاء اکٹھے ہوئے اور اس وقت اس کی محفل میں محمد بن علی علیہما السلام بھی موجود تھے۔

خلیفہ نے پوچھا کہ اس کا ہاتھ کس جگہ سے کاٹنا واجب ہے؟" تو میں نے کہا "کلائی سے" اس نے کہا "اس پر کیا دلیل ہے؟" میں نے کہا "کیونکہ ہاتھ سے مراد انگلیاں اور کلائی تک ہتھیلی ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تیمم والی آیت میں فرمایا ہے "اور تم مسح کرو اپنے چہروں پر اور ہاتھوں کا" اور میری اس بات میں ایک گروہ نے میرے ساتھ اتفاق کیا جبکہ دوسرے گروہ نے کہا "بلکہ واجب ہے کہ اس کا ہاتھ کہنی تک کاٹا جائے" خلیفہ نے کہا۔ اس پر دلیل کیا ہے؟" ان لوگوں نے کہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جب وضو والی آیت میں کہا ہے کہ اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ تو یہ بات دلالت کرتی ہے کہ ہاتھ کی حد کہنی ہے۔

تب امیر محمد بن علی علیہما السلام کی طرف متوجہ ہوا تو کہا "اے ابو جعفر علیہ السلام! آپ علیہ اسلام اس بارے میں کیا فرماتے ہیں؟" تو ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا "اے امیر! اس بارے میں لوگوں نے بات کر لی ہے" امیر نے کہا "جو انہوں نے کہا ہے اسے چھوڑئیے۔ آپ علیہ السلام بتلائیے کہ آپ علیہ السلام کے پاس کہنے کو کیا ہے؟" ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا "اے امیر! آپ مجھے اس سے معاف

ہی رکھیے۔" امیر نے کہا "میں آپ علیہ السلام کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ علیہ السلام کے پاس اس بارے میں جو حکم ہے صادر فرمائیے۔" تب ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا "البتہ جب تم نے مجھے اللہ کی قسم دی ہے تو میں کہتا ہوں۔ ان لوگوں نے اس معاملے میں سنت کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ ہاتھ کاٹنا انگلیوں کی جڑوں میں سے ہے۔ پس ہتھیلی کو چھوڑ دیا جائے گا۔ امیر نے کہا "اس پر دلیل کیا ہے؟" ابو جعفر علیہ السلام نے فرمایا "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "سجدہ سات اعضاء پر ہوتا ہے۔ پیشانی، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے اور دونوں پاؤں، پس اگر اس کا ہاتھ کلائی یا کہنی کاٹا گیا تو سجدے کیلئے اس کا ہاتھ باقی نہ رہے گا اور اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔ "اور مساجد اللہ کیلئے ہیں کہ جن پر سجدہ کیا جاتا ہے۔ پس اللہ کے ساتھ ان میں کسی کو شریک مت کرو اور جو اللہ تعالیٰ کا ہے اسے کاٹا نہیں جا سکتا ہے۔" پس معتصم کو یہ بات پسند آئی اور اس نے چور کا ہاتھ انگلیوں کی جڑوں سے کاٹنے کا حکم دیا۔ ہتھیلی کے بغیر۔

ابن ابی داؤد نے کہا "اس وقت میرے لیے قیامت برپا ہو گئی اور میں نے تمنا کی کہ میں زندہ نہ ہوتا۔"

زرقان نے روایت کی ہے کہ ابن ابی داؤد نے کہا "تین دن کے بعد میں معتصم کے پاس گیا۔ تو میں نے کہا "اے امیر! مجھ پر نصیحت کرنا واجب ہے اور میں وہ کلام کرنے چلا ہوں کہ مجھے معلوم ہے کہ میں اس کے سبب جہنم جاؤں گا۔" اس نے کہا "وہ کیا ہے؟" میں نے کہا "جب امیر نے اپنی مجلس میں اپنی رعیت میں سے فقہاء اور علماء کو مجمع کیا۔ اس معاملے میں کہ جس کا تعلق دین سے تھا تو امیر نے ان لوگوں سے اس بارے میں شرعی حکم کی بابت سوال کیا تو انہوں نے امیر کو اس معاملے میں اپنے پاس موجود حکم کے بارے میں خبر دی۔ اس وقت امیر کی مجلس میں امیر کے خاندان والے، فوجی سردار، وزراء اور کاتب بھی موجود تھے اور اس کو لوگ دروازوں کے پیچھے بھی کان لگائے سن رہے تھے۔ پھر امیر نے ان سب فقہاء اور علماء کی قول کو رد کر دیا۔ اس شخص کے قول کے مقابلے میں کہ اس امت میں سے ایک گروہ جس کی امامت کا قائل ہے اور ان کا دعویٰ ہے کہ وہ شخص امیر سے بلند مقام و مرتبے کا مالک ہے۔ پھر امیر نے اس کے حکم کو نافذ کر دیا۔ فقہاء کے قول کو چھوڑ دیا۔"

پس معتصم کا رنگ بدل گیا اور میں نے اسے جو انتباہ کی تھی وہ منتبہ ہو چکا تھا اور اس نے کہا "اللہ تجھے تیری اس نصیحت کے بدلے جزاء خیر عطا فرمائے۔ پس چوتھے روز خلیفہ نے اپنے وزراء کے کاتبوں میں سے ایک کاتب کو حکم دیا کہ وہ ابو جعفر علیہ السلام نے انکار فرما دیا اور فرمایا۔ یقینا تو جانتا ہے کہ میں تمہاری محافل میں نہیں آ سکتا ہوں۔" اس کاتب نے کہا "میں آپ علیہ السلام کو کھانے کی دعوت دے رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ علیہ السلام میرے لباس پر پاؤں رکھیں اور میرے گھر میں داخل ہوں تا کہ میں اس کے ذریعے برکت حاصل کر سکوں اور فلاں بن فلاں جو خلیفہ کے وزراء میں سے ہے۔ بھی آپ علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہے۔ تو امام علیہ السلام اس کی طرف گئے۔ جب آپ علیہ السلام نے کھانا تناول فرمایا تو آپ علیہ السلام کو زہر کا احساس ہوا تو آپ علیہ السلام نے اپنی سواری منگوائی۔ تب گھر کے مالک نے کہا "آپ علیہ السلام یہیں آرام فرمائیے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا "میرا تیرے گھر سے چلے جانا ہی تمہارے لیے بہتر ہے" پس وہ دن اور رات مکمل آپ علیہ السلام زہر کے زیر اثر رہے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام شہید ہو گئے۔"

اور خرائج میں ابو مسافر سے روایت کیا گیا ہے۔ ابو جعفر علیه السلام نے جس روز شہادت پائی اس روز عشاء کے وقت فرمایا ”میں آج رات شہید ہو جاؤں گا“

پھر فرمایا ”ہم وہ لوگ ہیں کہ جب ہم میں سے کسی کیلئے اللہ تعالیٰ دنیا کو ناپسند فرماتا ہے تو ہم اس کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں“

المسعودی نے اثبات الوصیة میں لکھا ہے۔ جب امام تقی علیه السلام کی شہادت کا وقت قریب آیا تو آپ علیه السلام نے ابو الحسن امام علی نقی علیه السلام کی امامت پر نص فرمائی اور آپ علیه السلام کو وصیت فرمائی جبکہ آپ علیه السلام ابو الحسن علیه السلام کو مدینے میں موادیت و اسلحہ سپرد کر چکے تھے۔ آپ علیه السلام کی شہادت 220ھ ھ ق میں منگل کے روز 25 ذی الحجہ کے روز ہوئی۔ اس وقت آپ علیه السلام کا ظاہری سن اقدس چوبیس سال کچھ ماہ تھا کیونکہ آپ علیه السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد 195ھ ھ ق میں ہوئی۔ آپ علیه السلام اپنے بابا بزرگوار علیه السلام کے ہمراہ چھ سال چند ماہ گزارے اور بابا بزرگوار علیه السلام کے بعد اٹھارہ سال چھ زندہ رہے اور آپ علیه السلام کو آپ علیه السلام کے جد امجد ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیه السلام کے مزار میں دفن کیا گیا۔“

اور اسی کتاب ہی میں الحمیری سے،اس نے محمد بن عیسیٰ سے، اس نے حسن بن قارن سے، اس نے اس شخص سے کہ جس نے دعویٰ کیا کہ وہ ابو جعفر علیه السلام کا رضاعی بھائی ہے روایت کی ہے کہ ابو الحسن امام نقی علیه السلام کتب خانے میں تشریف فرما تھے۔اور آپ علیه السلام کا مؤدب اہل بغداد میں سے ایک کرخی شخص تھا۔ کہ جس کی کنیت ابو زکریا تھی اور اس وقت ابو جعفر علیه السلام بغداد میں تھے اور ابو الحسن علیه السلام مدینہ میں مؤدب کے سامنے تختی پڑھ رہے تھے کہ اچانک شدید گریہ و بکاء شروع فرما دی تو مؤدب نے آپ علیه السلام سے رونے کی وجہ پوچھی۔ تو آپ علیه السلام نے اسے کوئی جواب نہ دیا اور اٹھ کر روتے ہوئے گھر کے اندر آئے اور گھر میں گریہ و زاری کے بین بلند ہوئے۔ اس کے بعد پھر واپس باہر تشریف لائے تو ہم نے آپ علیه السلام سے آپ علیه السلام کے رونے کی وجہ پوچھی تو آپ علیه السلام نے فرمایا ”میرے بابا بزرگوار علیه السلام شہید ہو گئے ہیں۔“ ہم نے آپ علیه السلام سے عرض کی ”آپ علیه السلام کو کیسے پتا چلا؟“ امام علیه السلام نے فرمایا ”میرے اندر وہ رجلال اللہ عزّوجلّ پیدا ہوا ہے کہ جس سے مجھے معلوم ہو گیا کہ میرے بابا بزرگوار علیه السلام شہید ہو گئے۔“ تب ہم نے وقت تحریر کر لیا۔ جب ہمارے پاس باقاعدہ خبر آئی تو ہم نے دیکھا کہ آپ علیه السلام بعینہ اسی وقت شہادت پائی تھی۔

صفار نے بصائر الدرجات میں اسی روایت کو بعینہ محمد بن عیسیٰ سے روایت کی ہے۔

اور مسعودی کی اثبات الوصیة میں حسن بن محمد بن معلی سے، اس نے حسن بن علی الوشاء سے روایت کی ہے کہ مجھے بیان کیا ابو الحسن رضا علیه السلام کی کنیز! امّ محمد علیہما السلام نے کہ ابو الحسن علیه السلام روتے ہوئے آئے اور اپنے بابا بزرگوار علیه السلام کی پھوپھی حضرت امّ ابیہا بنت موسیٰ کاظم علیہما السلام کی گودی میں بیٹھ گئے تو اس مخدرہ علیه السلام سے فرمایا ”اللہ کی قسم! ابھی ابھی میرے بابا بزرگوار علیه السلام شہید ہو گئے۔“ تو اس مخدرہ علیه السلام نے عرض کی ”ایسا مت فرمائیے“ امام علیه السلام نے فرمایا ”اللہ کی قسم! ایسا ہی ہے جیسا میں نے کہا ہے“ پس ہم نے وہ وقت اور دن

رکھ لیا جب آپ علیه السلام کی وفات کی خبر پہنچائی گئی تو بالکل ویسا ہی تھا۔ جیسا امام علیه السلام نے فرمایا تھا۔

اسی (مندرجه بالا روایت) کو اربلی نے کشف الغمة میں الحمیری کی دلائل سے اور عیون المعجزات نامی کتاب میں حسن بن محمد بن المعلیٰ سے، اس نے حسن بن علی الوشاء سے بالکل ویسا ہی روایت کیا ہے۔

اور کافی میں مصنف نے اپنی سند کے ساتھ ہارون بن الفضل سے روایت کی ہے که میں نے حضرت ابو الحسن علی النقی ابن محمد تقی علیہما السلام کو اس روز دیکھا که جب ابو جعفر محمد تقی علیه السلام کی شہادت ہوئی تو ابو الحسن علیه السلام نے فرمایا "انّ للہ و انا الیه راجعون۔ ابو جعفر علیه السلام شہید ہو گئے۔ آپ علیه السلام سے عرض کیا گیا "آپ علیه السلام کو کیسے معلوم ہوا؟" امام علیه السلام نے فرمایا "میرے علیه السلام کے اندر اللہ عزّوجل کیلئے وہ عاجزی در آئی ہے که جس کو پہلے میں نے محسوس نہیں کیا۔"

اسی روایت کو مسعودی نے اثبات الوصیة میں الحمیری سے، اس نے معاویه بن حکیم سے، اس نے ابو الفضل یشبانی سے،اس نے ہارون بن فضل سے، بالکل اسی طرح ہی روایت کیا ہے۔

محمد بن طلحه شافعی نے مطالب السؤول میں لکھا ہے۔ "جہاں تک آپ علیه السلام کی حیات طیبه کا تعلق ہے تو آپ علیه السلام کی شہادت 220ھ ھ ق کے ذی الحجه کے مہینے میں ہوئی۔ اس وقت نام نہاد خلافت کی قمیص معتصم نے پہنی ہوئی تھی جبکه آپ علیه السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد کے باب میں گزر چکا ہے که آپ علیه السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد 195ھ ھ ق میں ہوئی۔ پس آپ علیه السلام کی اس دنیا میں حیات طیبه پچیس سال ہوتی ہے اور آپ علیه السلام کا نورانی مزار مقابر قریش بغداد میں ہے۔

ابن الجوزی نے کہا "آپ علیه السلام کی شہادت بغداد میں 5 ذی الحجه کے دن ہوئی اور آپ علیه السلام اپنے جد امجد موسیٰ بن جعفر علیہم السلام کے پہلو میں مقابر قریش میں دفن ہوئے۔ آپ علیه السلام کی قبر اطہر معروف اور زیارت گاہ ہے۔ آپ علیه السلام صاحب اولاد تھے۔ ان میں سے مشہور ترین امام علی النقی علیه السلام ہیں۔

اربلی نے کشف الغمة میں لکھا ہے که حافظ عبدالعزیز بن الاخضر نے کہا ہے که "آپ علیه السلام کی شہادت بغداد میں ذی الحجه کے مہینے کے آخر میں ہوئی که وہ 220ھ ء ھ ق تھا اور اس وقت آپ علیه السلام کا ظاہری سن اقدس 25سال تھا۔ اور آپ علیه السلام کی قبر اطہر بغداد کے مقابر قریش میں آپ علیه السلام کے جد امجد موسیٰ کاظم علیه السلام کے پہلو میں ہے۔

محمد بن سعید نے 220ھ ھ ق کے واقعات میں لکھا ہے۔ اسی سال ہی محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد علیہم السلام بغداد میں شہید ہوئے۔ جس سال آپ علیه السلام بغداد گئے تھے اسی سال ہی منگل کے دن 25ذی الحجه کو شہید ہو گئے۔ یعنی 220ھ ھ ق میں آپ علیه السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد کا سال 195ھ ھ ق تھا پس یوں آپ علیه السلام کی حیات مبارکه و مطہرہ 25سال بنتی ہے۔ یه بھی کہا گیا ہے که آپ علیه السلام کی شہادت واثق باللہ عباسی کے دور میں ہوئی اور آپ علیه

السلام کی مزار اقدس آپ علیہ السلام کے جد امجد موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے پاس ہے۔ ہارون علیہ السلام بن موسیٰ علیہ السلام آئے اور انہوں نے آپ علیہ السلام کی۔۔۔ پر نماز پڑھی اور آپ علیہ السلام کو مقابر قریش میں دفن کیا گیا۔

ہمیں بیان کیا احمد بن علی بن ثابت نے، اس نے کہا محمد بن علی بن موسیٰ ابو جعفر بن الرضا علیہم السلام مدینہ سے بغداد میں ابو اسحاق معتصم کے پاس لائے گئے اور آپ علیہ السلام کے ہمراہ آپ علیہ السلام کی زوجہ امّ فضل بنت المامون بھی تھی۔ آپ علیہ السلام بغداد میں شہید ہوئے اور آپ علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کے جد امجد موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے پاس مقابر قریش میں دفن کیا گیا اور آپ علیہ السلام کی زوجہ امّ فضل کو معتصم کے محل میں حرم سراء میں رکھا گیا۔

پھر اربلی نے اسی کتاب ہی میں لکھا ہے کہ ابن الخشاب نے اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن سنان سے روایت کی ہے کہ ابو جعفر ثانی محمد بن علی المرتضیٰ علیہما السلام 220ھ ھ ق میں پچیس سال تین ماہ اور بارہ دن کے ظاہری سن اقدس میں شہید ہوئے۔ آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد 195ھ ھ ق میں ہوئی۔ آپ علیہ السلام اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے ہمراہ نو سال تین ماہ رہے اور آپ علیہ السلام منگل کے دن 24 ذی الحجہ 220ھ ھ ق کو شہید ہوئے۔

کہا ہے ”دوسری روایت میں ہے کہ آپ علیہ السلام اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے ہمراہ نو سال چند ماہ رہے۔ آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد گیارہ رمضا المبارک جمعة المبارک کی شب ہوئی۔ اور وہ 195ھ ھ ق تھا اور آپ علیہ السلام کی شہادت منگل کے روز 25ذی الحجہ 220ھ ھ ق میں ہوئی۔ آپ علیہ السلام کی قبر اطہر بغداد کے مقابر قریش میں ہے۔

اور طبرسی نے اعلام الوریٰ میں لکھا ہے ”آپ علیہ السلام کی شہادت بغداد میں ذی القعدہ کے آخر میں 220ھ ھ ق میں ہوئی اور آپ علیہ السلام کا اس وقت ظاہری سن اقدس کے ایام امامت میں مامون کی بادشاہی کے باقی ایام بھی تھے۔ اور آپ علیہ السلام معتصم کی بادشاہت کے ابتدائی دنوں میں شہید ہوئے۔“ پھر طبرسی نے مختلف فصلوں میں آپ علیہ السلام کی امامت پر نصوص! آپ علیہ السلام کے معجزات و دلائل، صاقب و فضائل، آپ علیہ السلام کے مامون کے سامنے مناظرات، آپ علیہ السلام سے یحییٰ بن اکثم کے سوال اور بہت سے دیگر امور کو ذکر کیا ہے کہ جس کا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں۔

اور کہا ”اور آپ علیہ السلام مدینہ چلے گئے اور وہیں رہے یہاں تک کہ معتصم ملعون نے آپ علیہ السلام کو 220ھ ھ ق میں بغداد کی طرف گرفتار کروایا اور آپ علیہ السلام بغداد ہی میں رہے اور اسی سال ہی ذی العقدہ کے آخر میں شہید ہو گئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام کو زہر دیا گیا۔ آپ علیہ السلام نے اپنے پیچھے اولاد میں سے اپنے فرزند علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام اور بیٹیوں میں سے حضرت حکیمہ سلام اللہ علیہا، حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا اور حضرت امّ کلثوم سلام اللہ علیہا کو چھوڑا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام نے اپنے پیچھے فاطمہ سلام اللہ علیہا امامة سلام اللہ علیہا نامی دختران عصمت علیہم السلام کے علاوہ کوئی اولاد نہ چھوڑی ہے۔ انتہی کلامہ۔

اور کافی میں محمد بن سنان سے سند دیتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ ”محمد بن علی علیہما السلام شہید ہوئے تو اس وقت آپ علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس 25سال تین ماہ اور 12دن تھا۔ آپ علیہ السلام منگل کے روز 24ذی الحجہ 220ہـ ھ ق میں شہید ہوئے۔

آپ علیہ السلام اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے بعد پچیس دن کم سترہ سال دنیا میں موجود رہے۔

اور کشف الغمة میں الحمیری کی کتاب الدلائل سے سلسلہ سند کو ذکر کیے بغیر محمد بن سنان سے بالکل ایسا ہی روایت کیا گیا ہے۔

اور کافی میں ہے کہ آپ علیہ السلام کی شہادت ذیقعدہ کے مہینے کے آخر میں 220ہـ ھ ق میں ہوئی اور اس وقت آپ علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس پچیس سال دو ماہ اٹھارہ دن تھا۔ اور آپ علیہ السلام بغداد کے مقابر قریش میں اپنے جد امجد موسیٰ علیہ السلام کی مزار اقدس کے پاس دفن کیے گئے۔ معتصم ملعون نے آپ علیہ السلام کو اسی سال ہی کے ابتداء میں بغداد گرفتار کروایا تھا اور آپ علیہ السلام اسی سال ہی میں شہید ہو گئے۔

اور روضة الواعظین میں ہے کہ آپ علیہ السلام بغداد میں ذی القعدہ کے آخر میں زہر کے ذریعے شہید کیے گئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام کی شہادت ذی الحجہ کے چھ دن باقی تھے۔ 220ہـ ھ ق میں ہوئی اور اس وقت آپ علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس پچیس سال تھا اور آپ علیہ السلام کی مدت خلافت و ولایت الٰہیہ سترہ سال تھی اور آپ علیہ السلام کا بغداد میں تشریف لانے کا سبب معتصم ملعون کی طرف سے آپ علیہ السلام کی مدینے سے گرفتاری تھی۔ پس آپ علیہ السلام اٹھائیس محرم الحرام 220ہـ ھ ق کو بغداد میں وارد ہوئے اور آپ علیہ السلام اسی سال شہید ہو گئے۔

اور مفید نے الارشاد میں لکھا ہے۔ ”ابو جعفر علیہ السلام کی نورانی آمد کے بارے میں بحث گزر چکی ہے اور ہم نے ذکر کیا ہے کہ آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد کا مقام مدینہ ہے اور آپ علیہ السلام کی شہادت بغداد میں ہوئی اور آپ علیہ السلام کے بغداد میں تشریف لانے کا سبب معتصم ملعون کا آپ علیہ السلام کو مدینے سے گرفتار کروانا تھا۔ پس آپ علیہ السلام بغداد میں ہی ذی العقدہ کے در دن باقی تھے داخل ہوئے اور اسی سال ہی بغداد ہی میں ذی العقدہ کے مہینے میں شہید ہو گئے۔ اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام زہر کے ذریعے شہید ہوئے مگر میرے نزدیک یہ خبر ثابت نہ ہے کہ جس کی میں گواہی دوں اور آپ علیہ السلام مقابر قریش میں اپنے جد امجد ابو الحسن موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ آپ علیہ السلام اس دن پچیس سال چند ماہ کے تھے اور آپ علیہ السلام نے اپنی اولاد علیہ السلام میں اپنے فرزند علی علیہ السلام کہ جو آپ علیہ السلام کے بعد امام علیہ السلام تھے۔ موسیٰ علیہ السلام، فاطمہ علیہا السلام، امامہ علیہا السلام کو چھوڑا اور جن حضرات کے ہم نام مبارک لکھ چکے ہیں ان کے علاوہ کوئی فرزند نہ چھوڑا۔

حسین بن حمدان الحسینی نے الھدایة فی الفضائل میں لکھا ہے کہ ابو جعفر محمد بن علی بن موسیٰ علیہم السلام شہید ہوئے تو آپ علیہ السلام کی عمر مبارک پچیس سال تین ماہ اور بارہ دن تھی۔ وہ منگل کا دن تھا۔ ذی الحجہ کے چھ دن باقی تھے۔ 220ہـ ھ ق تھا۔ آپ علیہ السلام اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے ہمراہ نو سال تین ماہ رہے اور اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے بعد سترہ سال بارہ دن باقی

رہے۔ آپ علیہ السلام کا مشہد مقدس مقابر قریش میں اپنے جد امجد علیہ السلام کے پہلو میں ایک ہی قبر کے نیچے ہے۔ آپ علیہ السلام اولاد علیہم السلام میں آپ علیہ السلام کے فرزندان امام ہادی علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام جبکہ دختران میں خدیجہ سلام اللہ علیہا، حلیمہ سلام اللہ علیہا اور ام کلثوم علیہ السلام تھیں۔

اور بحار الانوار میں مناقب سے نقل کیا گیا ہے۔ آپ علیہ السلام بغداد میں ذی القعدہ کے آخر میں زہر کے ساتھ شہید کیے گئے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ذی الحجہ میں ہفتہ کا دن تھا کہ جب ذی الحجہ کے چھ دن باقی تھے اور 220ہجری ھ ق تھا۔ اور آپ علیہ السلام کو مقابر قریش میں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کے پہلو میں دفن کیا گیا اور اس وقت آپ علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس پچیس برس تھا۔ اور لوگوں نے کہا ہے کہ پچیس سال تین ماہ بارہ دن تھے اور کہا جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے ہمراہ سات سال چار ماہ دو دن رہے اور ان حضرت علیہ السلام کے بعد بیس دن کم اٹھارہ سال اس دنیا میں رہے۔ آپ علیہ السلام کا عرصہ امامت مامون کی بادشاہی کے باقی ایام اور معتصم و واثق کی بادشاہت کے ایام پر محیط تھا اور آپ علیہ السلام واثق ملعون کے دور حکومت میں شہید ہوئے۔

اور ابن بابویہ نے کہا "معتصم نے محمد بن علی علیہما السلام کو زہر دیا اور آپ علیہ السلام کی اولاد علیہم السلام میں امام علی نقی علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام، حکیمہ سلام اللہ علیہا، خدیجہ سلا م اللہ علیہا اور امّ کلثوم سلام اللہ علیہا تھیں۔

ابو عبداللہ الحارسی نے کہا"امام علیہ السلام نے اپنے پیچھے فقط فاطمہ سلام اللہ علیہا اور امامہ سلام اللہ علیہا کو چھوڑا۔ مامون نے بھی آپ علیہ السلام کی شادی کروائی تھی مگر اس میں آپ علیہ السلام کو کوئی اولاد نہ تھی اور آپ علیہ السلام کے بغداد میں ورود کا سبب معتصم کا آپ علیہ السلام کو مدینے سے گرفتار کروانا تھا۔ پس جب آپ علیہ السلام بغداد میں وارد ہوئے تو220ہجری ھ ق کے محرم الحرام کے دو دن باقی تھے۔ پس آپ علیہ السلام بغداد ہی میں رہے یہاں تک کہ اسی سال ہی بغداد میں شہید ہو گئے۔

اور اسی کتاب ہی میں ہے تاریخ الغفاری سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام کی پندرہ ماہِ رمضان المبارک جمعۃالمبارک کی شب اس دنیا میں نورانی آمد ہوئی۔

ماہ رمضان المبارک کی ہر دن کی دعا میں کہو "اے میرے معبود! آپ علیہ السلام امام المسلمین پر درود بھیجئے------ اور اس پر اپنے عذاب میں اضافہ فرما اور مصباح الکفعمی میں بناء پر اس کے کہ جو جدول میں ذکر کیا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام کی شہادت منگل کے روز معتصم کے ایام حکومت میں دس رجب المرجب 220ہجری ھ ق میں بغداد میں ہوئی اور آپ علیہ السلام مقابر قریش میں دفن کیے گئے اور آپ علیہ السلام کی چار اولادیں تھیں۔

بارہواں باب

دسویں امام، روشن نور، چمکتے چاند، صاحب فضل و مناقب حضرت ابو الحسن ثالث علی بن محمد النقی الہادی صلوٰت اللہ علیه وعلی ابایہئ و اولادہٖ کے احوال کے بیان میں ہے اور اس میں چند فصلیں اور ایک خاتمه ہے۔

پہلی فصل

"ان چیزوں کے بیان میں ہے کہ جو آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد، نورانی آمد کی تاریخ، آپ علیہ السلام کے اسماء مبارکہ اور ان کی علیتیں، آپ علیہ السلام کے القاب و کنیت اور آپ صلوات اللہ علیہ کی انگوٹھی کے نقش کے متعلق ہیں"۔

محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السوؤل میں لکھا ہے کہ آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد 214ہـ ھ ق کے رجب المرجب میں ہوئی۔

پدر بزرگوار علیہ السلام ابو جعفر محمد القانع بن علی الرضا بن موسیٰ علیہم السلام تھے۔ کہ جن حضرت علیہ السلام کا ذکر تفصیلی طورپر گزر چکا ہے۔ اور آپ علیہ السلام کی مادر گرامی قدر علیہا السلام ظاہراً امّ ولد کنیز تھیں کہ جن مخدرہ علیہ السلام کا نام گرامی کچھ اور تھا اور جہاں تک آپ علیہ السلام کے اسم گرامی قدر کا تعلق ہے تو وہ علی علیہ السلام تھا اور آپ علیہ السلام کی کنیت ابو الحسن علیہ السلام تھی۔

اور جہاں تک آپ علیہ السلام کے القاب کا تعلق ہے تو وہ الناصح، المتوکل، الفتاح، النقی، المرتضیٰ علیہم السلام ہیں۔ البتہ ان میں سے مشہور ترین المتوکل تھا۔ مگرآپ علیہ السلام اسے ہمیشہ چھپاتے تھے۔ اور اپنے اصحاب کو حکم صادر فرمایا کرتے تھے کہ وہ اس مبارک لقب کے ذکر سے گریز کریں کیونکہ ان دنوں بادشاہ کا لقب بھی المتوکل (عباسی) تھا۔

اور اربل نے کشف الغمہ میں لکھا "حافظ عبدالعزیز بن الاخضر خباندی نے لکھا ہے "ابو الحسن علی بن محمد بن موسیٰ علیہم السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد 214ہـ ھ ق میں ہوئی۔ آپ علیہ السلام کا لقب الھادی تھا۔ آپ علیہ السلام کی مادر گرامی قدر سمانہ سلام اللہ علیہا تھیں اور کہا جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد ذی الحجہ کی پندرہ تاریخ 212ہـ ھ ق میں ہوئی۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں لکھا ہے کہ ابن الخشاب نے کہا "ابو الحسن العسکری علی بن محمد علیہما السلام رجب المرجب کے مہینے میں 214ہـ ھ ق میں اس دنیا میں تشریف لائے۔ آپ علیہ السلام کی مادر گرامی قدر سمانۃ خاتون علیہا السلام تھیں اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ متفرشہ مغربیہ علیہ السلام تھیں۔ آپ علیہ السلام کا لقب الناصح علیہ السلام، المرتضیٰ علیہ السلام، النقی علیہ السلام اور المتوکل علیہ السلام تھا اور آپ علیہ السلام کی کنیت ابو الحسن علیہ السلام تھی۔

اور صدوق نے اپنی کتاب ہلل میں لکھا ہے کہ میں نے اپنے اساتیز سے سنا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے "وہ محلہ کہ جس میں حضرت امام علی علیہ السلام بن محمد علیہ السلام اور امام حسن علیہ السلام بن

علی علیه السلام سر من رائی میں رہائش پذیر تھے اسے عسکر کہا جاتا تھا۔ پس اسی وجه سے ان دونوں اماموں علیہم السلام میں سے ہر ایک امام علیه السلام کو عسکری علیه السلام کہا جاتا ہے۔

اور بحار الانوار میں المناقب سے نقل کیا گیا ہے که آپ علیه السلام کا اسم گرامی قدر علی علیه السلام اور آپ علیه السلام کی کنیت ابوالحسن علیه السلام کے سوا کچھ نه تھی۔ اور آپ علیه السلام کے القاب "النجیب علیه السلام، المرتضیٰ علیه السلام، المومن علیه السلام، الهادی علیه السلام، النقی علیه السلام، العالم علیه السلام، الفقیه علیه السلام، الامین علیه السلام، الطیب علیه السلام، المتوکل علیه السلام، العسکری علیه السلام" تھے اور آپ علیه السلام کو ابو الحسن الثالث علیه السلام اور الفقیه العسکری علیه السلام کہا جاتا تھا۔ آپ علیه السلام تمام لوگوں سے زیادہ خوبرو، تمام لوگوں سے زیادہ سچا لہجه رکھنے والے، تمام لوگوں سے زیادہ بہترین قربت رکھنے والے، تمام لوگوں سے زیادہ دور اندیش کلام فرمانے والے تھے۔ جب آپ علیه السلام خاموش ہوتے تو پر ہیبت و پر وقار ہوتے تھے اور جب کلام فرماتے تو آپ علیه السلام کا چہرہ منور ترین ہو جاتا تھا۔ آپ علیه السلام رسالت و امامت کے گھر کے پروردہ تھے۔ اور وصایت و خلافت کے حامل تھے۔ آپ علیه السلام روح نبوت ﷺ کی پسندیدہ ترین شاخ اور شجر رسالت ﷺ کے خالص و اخلص ثمرہ تھے۔

آپ علیه السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد مدینه کے صریا نامی مقام پر پندرہ ذی الحجه 212ھ ھ ق میں ہوئی۔ آپ علیه السلام کی مادر گرامی قدر علیہا السلام ظاہراً امّ ولد کنیز تھیں که جن مخدرہ علیہا السلام کو سمانیه المغربیه علیہا السلام کہا جاتا تھا اور یه بھی کہا جاتا ہے که آپ علیه السلام کی مادر گرامی قدر سیّد امّ فضل علیہا السلام کے نام نامی سے معروف تھیں۔

اور عیون المعجزات نامی کتاب میں روایت ہے که آپ علیه السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد 214 ھ ھ ق کے رجب المرجب میں ہوئی۔ آپ علیه السلام کو اس سال مدینه لایا گیا که جب ابو جعفر علیه السلام نے مامون کی بیٹی کے ہمراہ حج ادا فرمایا۔ اور اس وقت آپ علیه السلام ظاہراً بہت ہی کم سن تھے۔ آپ علیه السلام کی اس دنیا میں و پاکیزہ آمد اپنے آباؤ اجداد علیہم السلام کی نورانی و پاکیزہ آمد کی طرح تھی اور آپ علیه السلام کی مادر گرامی قدر علیہا السلام کا مبارک اسم بنا بر اس کے که جو اصحاب الحدیث نے روایت کیا ہے سمانة علیهاا لسلام تھا اور وہ مخدرہ سلام اللہ علیہا عبادت گزار خواتین میں سے تھیں۔

علی بن الحسن المسعودی نے اثبات الوصیة میں لکھا ہے محمد بن الفرج وغیرہ سے روایت کیا گیا ہے که مجھے ابو جعفر علیه السلام نے بلایا اور مجھے بتلایا که ایک قافله آنے والا ہے که جس میں ایک بردہ فروش بھی ہے۔ که جس کے پاس کچھ غلام وغیرہ بھی ہیں۔ اور آپ علیه السلام نے ایک تھیلی میرے حوالے فرمائی که جس میں ساٹھ دینار تھے اور ساتھ ہی آپ علیه السلام نے مجھے ایک کنیز کی شکل و صورت، حلیه اور لباس وغیرہ کی وضع و قطع بھی بیان فرمائی اور مجھے حکم دیا که اس کنیز کو خرید لوں۔ پس میں گیا اور میں نے اس کنیز کو خریدنے کیلئے بھاؤ تاؤ کیا وہ بعینه اسی رقم کے عوض ملی که جو آپ علیه السلام نے میرے حوالے فرمائی تھی۔ وہی کنیز ہی بعد میں امّ ابی الحسن علیہا السلام بنیں۔ اس مخدرہ علیہا السلام کا مقدس نام سمانة خاتون تھا۔ وہ مخدرہ علیہا السلام ذکر فرماتی تھیں که ان مخدرہ

علیہا السلام کی تربیت و پرورش ایک خاتون نے کی اور پھر اسے بردہ فروش کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ پس اس بردہ فروش نے چھوئے بغیر ہی آپ علیہما السلام کو فروخت کر ڈالا۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں لکھا ہے کہ عمر بن الفرج او ر علی بن مہزیار سے روایت کیا گیا ہے کہ امام ابو الحسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "میری مادر گرامی علیہا السلام میرے حق امامت کی عارضہ تھیں اور وہ مخدرہ علیہا السلام اہل جنت میں سے تھیں۔ کوئی بھی بھٹکانے والا شیطان ان کے قریب نہ ہو پایا اور نہ ہی کسی بد بخت جابر و ظالم کا مکر و فریب انہیں پہنچ پایا۔ بلکہ آپ علیہ السلام ہمیشہ اللہ کی اس آنکھ کے زیر حفاظت رہیں کہ جسے پسند نہیں ہوتی اور آپ علیہ السلام کا کردار دیگر صدیقین علیہ السلام و صالحین علیہ السلام کی ماؤں علیہا السلام سے مختلف نہ تھا۔

اقول: "جان لیجئے کہ یہ روایت آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام کے معجزات کے باب میں گزر چکی ہے۔"

المسعودی نے لکھا ہے "اور آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں آمد اپنے آباؤ اجداد علیہم السلام کی طرح پاکیزہ و نورانی تھی اور وہ رجب المرجب 214ـہ ھ ق تھا۔ اور آپ علیہ السلام کو اس سال مدینہ لایا گیا تو آپ علیہ السلام ظاہراً بہت ہی کم سن تھے کہ جس سال ابو جعفر علیہ السلام نے اپنی زوجہ مامون کی بیٹی کے ہمراہ حج ادا فرمایا۔

اور شیخ طوسی نے المصباح میں لکھا ہے کہ ابراہیم بن ہاشم القمی سے روایت کیا گیا ہے کہ ابو الحسن علی بن محمد العسکری علیہما السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد منگل کے روز رجب المرجب کے تیرہ دن گزر جانے کے بعد 214ـہ ھ ق میں ہوئی۔

اقول: "آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام کے اس دنیا میں ظہور پذیر ہونے کے باب میں گزر چکا ہے کہ جو شیخ نے مصباح میں لکھا ہے کہ ابن عیاش نے روایت کی ہے کہ میرے اہل خانہ کی طرف شیخ ابو القاسم رحمة اللہ علیہ کے ہاتھوں جو توقیع مبارکہ برآمد ہوئی اس میں یہ دعا رجب المرجب کے ایام کیلئے وارد ہوئی۔ "اے میرے معبود! میں تم سے اس رجب المرجب میں سوال کرتا ہوں ان دو حضرات محمد بن علی الثانی اور ان کے فرزند علی بن محمد المنتخب علیہم السلام کے واسطے سے کہ جب کی اس دنیا میں نورانی آمد رجب المرجب میں ہوئی۔ پھر شیخ نے لکھا "اور ابن عیاش نے ذکر کیا ہے کہ ابو الحسن الثالث علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد دو رجب المرجب کو ہوئی اور اسی طرح ذکر کیا گیا کہ ہے وہ بابرکت دن پانچ رجب المرجب کا تھا۔" شیخ نے اسی کتاب ہی میں ایک اور مقام پر لکھا ہے۔

"اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ ابو الحسن علی محمد العسکری علیہما السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد ذی الحجہ کی 27 کوہوئی۔"

علی بن محمد المالکی نے فصول المهمة میں آپ علیہ السلام کی صفت آرائی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "آپ علیہ السلام گندم گوں رنگت کے تھے اور آپ علیہ السلام کی انگوٹھی کا نقش "اللہ ربی و ھو عصمتی من خلقه" تھا۔

اور کفعمی نے لکھا ہے "آپ علیہ السلام کی مبارک انگوٹھی کا نقش "حفظ العھود من اخلاق المعبود" تھا۔

اور زرندی نے اپنی کتاب "نظم در السمطین" میں لکھا ہے کہ "آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد صریا کے مقام پر منگل کے روز 5رجب المرجب 214ھ ھ ق میں ہوئی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی تشریف آوری پندرہ ذی الحج 212ھ ھ ق میں ہوئی اور آپ علیہ السلام کی مادر گرامی قدر سمانیہ مغربیہ علیہا السلام ظاہراً ایک امّ ولد کنیز تھیں۔ اور آپ علیہ السلام کی مبارک انگوٹھی کا نقش 'من عصی ھواہ بلغ مناہ" تھا۔

اور مسعودی نے اثبات الوصیّہ میں لکھا ہے کہ "ابو الحسن علیہ السلام نے اللہ کے امر(امامت) کو ظاہراً 220ھ ھ ق میں سنبھالا اور اس وقت آپ علیہ السلام ظاہری سن اقدس اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کی طرح چھ سال چند ماہ تھا۔ یہ واقعہ معتصم کے بادشاہ بننے کے دو سال بعد کا ہے۔

اور لکھا ہے کہ "الحمیری نے محمد بن جعید کہ جو حضرت جعفر بن محمد علیہما السلام کی اولاد کا آزاد کردہ غلام تھا سے روایت کی ہے کہ عمر بن الفرج الرجعی، ابو جعفر علیہ السلام کی شہادت کے بعد حج سے واپسی پر مدینے آیا۔ پس اس نے اہل مدینہ میں سے اہل بیت رسول اللہ علیہم السلام کے مخالفی و معارزین کی ایک جماعت کو اکٹھا کیا اور ان سے کہا "تم لوگ میرے لیے ایسے آدمی کو تلاش کرو کہ جو اہل ادب اور قرآن و دیگر علوم پر دسترس رکھنے والا ہو مگر اہل بیت علیہ السلام سے محبت نہ رکھتا ہو۔ میں اسے اس بچے(ابو الحسن علیہ السلام) کے ساتھ چپکا دیتا ہوں اور اسے (ابو الحسن علیہ السلام) کی تعلیم کے لیے مقرر کر دیتا ہوں اور میں اسے کہوں گا کہ وہ اس رافضی گروہ کو کہ جو اس بچے (ابو الحسن علیہ السلام) کی طرف جانا چاہے یا رابطہ کرنا چاہے دور رکھے" تو ان لوگوں نے اس کے سامنے ایک اہل ادب کہ جس کی کنیت ابو عبداللہ تھی کا ذکر کیا وہ شخص جنیدی کے نام سے معروف تھا۔ اور اہل مدینہ اسے ادب و فہم میں متقدم سمجھتے تھے وہ اہل بیت رسول علیہ السلام سے عداوت کا اظہار کرنے والا ناصبی مشہور تھا۔ پس عمر بن الفرج نے اس شخص کو بلوایا اور اس کیلئے بادشاہ کی طرف سے مال مقرر کیا۔ اسے کچھ پیشگی بھی دیا اور پھر اسے بتایا کہ بادشاہ نے تمہیں اس قسم کا حکم دیا کہ تو اس بچے علیہ السلام پر نگاہ رکھ۔

پس جنیدی صریا کے مقام پر نورانی محل میں ہمیشہ ابو الحسن علیہ السلام کے ساتھ ساتھ رہتا تھا اور جب رات ہوتی تھی تو وہ دروازے کو تالا لگا کر بند کر دیتا اور چابیاں اپنے پاس رکھتا تھا۔ پس کچھ عرصہ یہی صورتحال بنی رہی اور شیعہ حضرات امام علیہ السلام سے کٹ کر رہ گئے کہ آپ علیہ السلام سے احادیث نہ سن سکتے تھے اور نہ ہی آپ علیہ السلام ان لوگوں کے سامنے قرأت فرما سکتے تھے۔

راوی نے کہا ہے "پھر ایک جمعۃ المبارک کے روز اس جنیدی سے ملا تو میں نے اس کو سلام کیا اور پھر اس سے کہا "اس ہاشمی لڑکے (ابو الحسن علی السلام) کا کیا حال ہے کہ جس کی تم تادیب کر رہے ہو؟" تو اس نے میری بات کا برا مناتے ہوئے مجھے کہا "تم اس حضرت علیہ السلام کو لڑکا کہتے ہو اس حضرت علیہ السلام کو ہاشمی بزرگ علیہ السلام کیوں نہیں کہتے ہو۔ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم مدینہ میں مجھ سے بڑھ کر کسی عالم کو جانتے ہو؟" میں نے کہا "ہر گز نہیں"۔

تو اس نے کہا ”اللہ کی قسم! میں نے اس حضرت علیہ السلام کو ادب کا ایک حصہ سکھانے کی کوشش کی۔ کہ جس کے بارے میں میرا دعویٰ تھا کہ مجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے مگر اس حضرت علیہ السلام نے مجھے اسی حصے میں ایک پورا باب املاء کرا ڈالا کہ جس سے میں مستفید ہوتا تھا۔ حالانکہ لوگوں کا گمان ہے کہ میں اس حضرت علیہ السلام کو پڑھا رہا ہوں جبکہ اللہ کی قسم! میں تو ان حضرت علیہ السلام سے سیکھ رہا ہوں“

راوی کہتا ہے ”میں اس جنیدی کی یہ گفتگو سن کر ایسا رد عمل کیا کہ گویا میں نے سنا ہی نہ ہو“ پھر دوبارہ اس کے بعد میں اس سے ملا اور میں اس سے آپ علیہ السلام کے بارے میں احوال دریافت کیے تو میں نے کہا ”اس ہاشمی جوان علیہ السلام کا کیا حال ہے؟“ تو اس نے مجھ سے کہا ”تم اس حضرت علیہ السلام کے بارے میں ان الفاظ کے ذریعے ذکر کرنا ترک کر دو۔ اللہ کی قسم! وہ حضرت علیہ السلام اہل زمین میں سے سب سے برتر ہیں اور اللہ کی مخلوق میں سے سب سے افضل ہیں۔ وہ حضرت علیہ السلام بسا اوقات گھر کے اندر جانا چاہتے ہیں تو میں ان حضرت علیہ السلام سے عرض کرتا ہوں کہ جب تک آپ علیہ السلام دس سورے نہ سنا لیں گھر نہیں جا سکتے۔“ تو وہ حضرت علیہ السلام مجھ سے فرماتے ”تم کون سے سورے سننا پسند کرتے ہو تو میں ان حضرت علیہ السلام کے سامنے طویل ترین سورہ ہائے مبارکہ کا کہا تو وہ حضرت علیہ السلام ان سورہ ہائے مبارکہ کو انتہائی سرعت کے ساتھ یوں تلاوت کرنے لگے کہ میں نے ویسی صحیح قرأت کسی ایک سے بھی نہ سنی ہے اور آپ علیہ السلام کے پاس مزا میر داؤد علیہ السلام میں سے جو ہیں ان کی تلاوت میں آپ علیہ السلام اپنی مثال آپ علیہ السلام ہیں۔

پھر اس نے کہا ”ان حضرت علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام عراق میں شہید ہو گئے جبکہ آپ علیہ السلام ظاہراً بہت ہی کم سن تھے اور آپ علیہ السلام کی ظاہری نشو ونما برے ترین ہمسائیوں کے درمیان ہوئی تو آپ علیہ السلام کے پاس اتنا علم کہاں سے آگیا؟“

راوی نے کہا ”پھر چند شب و روز ہی گزرے تھے کہ میں اس جنیدی سے ملا تو میں نے اسے امام علیہ السلام کی امامت کا معتقد پایا وہ شخص حق کی معرفت پا چکا تھا او حق کا کماحقہ قائل ہو چکا تھا۔

اقول: ابی فراس کی شرح شافیہ میں محمد بن جعید سے ایسی ہی روایت نقل کی گئی ہے البتہ اس میں اس کے اس قول کے بعد کہ آپ علیہ السلام اپنی مثال آپ علیہ السلام ہیں۔“ میں اضافہ ہے کہ ان حضرت علیہ السلام کو اول سے لے کر آخر تک قرآن حفظ ہے۔ ارو وہ حضرت علیہ السلام اس کی تاویل و تنزیل کے عالم ہیں۔۔۔ الی آخر۔

المسعودی نے کہا ”امام علیہ السلام کی امامت کے ساتویں سال 227ھ ھ ق کا میں معتصم عباسی واصل جہنم ہو گیا جبکہ اس وقت ابو الحسن علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس چودہ سال تھا اور تب ہارون واثق بن معتصم کی بیعت ہوئی اور پھر واثق بن معتصم کی بیعت ہوئی اور پھر واثق بھی 332ھ ھ ق میں جہنم واصل ہوا۔ اس وقت ابو الحسن علیہ السلام کی امامت کا بارہواں سال تھا۔ تب جعفر متوکل بن المعتصم کی بیعت ہوئی۔

دوسری فصل

”حضرت ابو الحسن ثالث بن محمد الھادی علیہما السلام کی امامت پر دلالت کرنے والی ان نصوص کے بیان میں ہے کہ جو گزشتہ نصوص کے علاوہ ہیں“

ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی نے کافی میں علی بن ابراہیم سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے اسماعیل بن مہران سے روایت کی ہے کہ جب ابو جعفر علیہ السلام پہلی مرتبہ مدینے سے بغداد جانے لگے تو جاتے وقت میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ ”آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! میں آپ علیہ السلام کے بارے میں ان ملعونوں کے ظلم میں خوف زدہ ہوں۔ اگر ایسا ہو جائے تو آپ علیہ السلام کے بعد امامت کدھر ہو گی؟“ آپ علیہ السلام نے اپنا رخ انور میری طرف گھمایا اور مسکراتے ہوئے فرمایا ”جو تو سوچ رہا ہے وہ اس سال ہونے والا نہیں ہے“ پھر جب دوسری مرتبہ آپ علیہ السلام کو معتصم کے کہنے پر جانا پڑا تو میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ ”آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! آپ علیہ السلام تو جا رہے ہیں تو آپ علیہ السلام کے بعد امر امامت کن حضرت علیہ السلام کے پاس ہوگا؟“ تو آپ علیہ السلام کی ریش اطہر تر ہو گئی۔ پھر مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا ”اب کے بار ہی میرے بارے میں خوف ہے۔ امر امامت میرے بعد فرزند علی علیہ السلام کے ہاں ہے۔“

اور اسی کتاب ہی میں حسین بن محمد سے،اس نے الخیرانی سے، اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جو ہمیشہ ابو جعفر علیہ السلام کی خدمت کیلئے دروازے پر موجود رہتا تھا۔ کہ اس کی یہی خدمت لگائی گئی تھی۔ احمد بن محمد بن عیسیٰ ہر شب کے وقت سحر آتا تھا تا کہ ابی جعفر علیہ السلام کی بیماری کے بارے میں خبر لے سکے۔ اور وہ پیغام رساں کہ جو ابو جعفر علیہ السلام اور میرے باپ کے درمیان پیغام رسانی کا پیغام انجام دیتا تھا جب بھی آتا تھا۔ احمد میرے باپ اور اس پیغام رساں کو تنہا چھوڑ کر چلا جاتا تھا۔ پس ایک رات وہ پیغام رساں آیا تو احمد مجلس سے اٹھ گیا اور میرے باپ کو اس پیغام رساں کے ساتھ تنہا چھوڑ دیا اور احمد دیوار کی اوٹ میں کھڑا ہو گیا اور گفتگو سننے لگا۔

تب پیغام رساں نے میرے باپ سے کہا ”تمہارے مولا علیہ السلام نے تمہیں سلام بھیجا ہے اور تمہارے لیے یہ بندوبست بھی فرما دیا تھا۔ یہ ابو جعفر الاشعری ہے جو اس رقعہ کو سننے میں میری گواہی دے گا۔ اور میرے باپ نے اس سے کہا کہ وہ گواہی دے تو احمد نے اس بات سے ہی انکار کر دیا کہ اس نے ایسا کچھ سنا تھا۔ تب میرے باپ نے اسے مباہلہ کی دعوت دی۔ پس جب اس پر حق واضح ہو گیا تو اس نے کہا ”یقینا میں نے ایسا ہی سنا تھا۔ اور میں ہمیشہ یہی پسند کرتا تھا کہ یہ امر امامت عرب ہی کی کسی شخصیت کے پاس رہے نہ کہ کسی عجمی شخص کے پاس ہو“ پس تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ تمام لوگ حق کے قائل ہو گئے۔

اور مفید نے الارشاد میں ابن قولویہ سے، اس نے محمد بن یعقوب سے مندرجہ بالا جیسا ہی واقعہ روایت کیا ہے اور اسی طرح اس سے پہلے والا بھی۔

پھر مفید نے لکھا "اس بارے میں روایات بہت زیادہ ہیں اگر ہم ان سب کو تحریرکرنے بیٹھ جائیں تو کتاب کی طوالت کا باعث ہوگا جبکہ مختلف گروہوں کا ابو الحسن علیہ السلام کی امامت پر اجماع کر لینا اور آپ علیہ السلام کے دور امامت میں کسی اور کا دعویٰ امامت نہ کرنا کہ جس سے معاملہ مشتبہ ہو سکتا تھا ہمیں نصوص والی روایات کو تفصیلی طور پر بیان کرنے سے بے نیاز کر دیتا ہے۔"

محمد بن یعقوب کلینی نے لکھا ہے کہ صفوانی کے نسخہ میں لکھا ہے۔ ابو محمد بن جعفر کوفی سے، اس نے محمد بن عیسیٰ بن عبید سے، اس نے محمد بن الحسین الواسطی سے روایت کی ہے۔

اس نے سنا احمد بن ابی خالد ابو جعفر علیہ السلام نے اس تحریر شدہ وصیت پر گواہ بنایا۔ احمد بن ابی خالد جو کہ ابو جعفر علیہ السلام کا غلام تھا نے گواہی دی کہ یقینا ابو جعفر محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام نے اس کو گواہ بنایا۔ کہ آپ علیہ السلام نے اپنے اور اپنے بھائیوں کے بارے میں اپنے فرزند علی علیہ السلام کو وصیت فرمائی اور آپ علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کا معاملہ بھی ان حضرت علیہ السلام کے سپرد فرمایا اور عبداللہ بن المساور کو اپنی جائیداد، اموال، مفقات اور غلاموں وغیرہ جیسے ترکے کے بارے میں حضرت علی بن محمد علیہما السلام کے ظاہری سن بلوغت تک پہنچنے تک نگران بنایا۔ پس اسی روز ہی عبداللہ بن المساور نے تم سے فرمایا ہے "میں شہید ہونے والا ہوں۔ میرے بعد امر امامت کا ظاہری معاملہ میرے فرزند علی علیہ السلام کے ہاں ہونے والا ہے۔پس میرے اس حضرت علیہ السلام کا تم پر وہی حق ہے کہ جو میرے بابا بزرگوار علیہ السلام کے بعد تم پر تھا۔"

پھر پیغام رساں چلا گیا اور احمد اپنی جگہ واپس آیا اور اس نے میرے باپ سے کہا "اس پیغام رساں نے تمہیں کیا کہا ہے؟" اس نے کہا "خیر کی خبر دی ہے" احمد نے کہا " اس نے جو کہا ہے میں نے اسے سن لیا ہے۔ تم اسے مت چھپاؤ اور جو سنا ہے دوبارہ کہو" تو میرے باپ نے اس سے کہا۔ تو نے جو کیا ہے اللہ نے تم پر حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے ارو تم لوگ جاسوسی مت کرو۔ پس تم گواہی کے طور پر اسے اپنے پاس چھپائے رکھو۔ ہو سکتا ہے کہ ہمیں کسی روز اس بارے میں تمہاری شہادت کی ضرورت پڑے اور خبردار اسے تم قبل از وقت ظاہر مت کرنا۔

جب دوسرا روز ہوا تو میرے باپ نے وہ سب دس رقعوں میں لکھا ہے اور ان کو مہر بند کیا اور اسے مختلف قسم کے دس گروہوں کے حوالے کیا اور کہا "اگر میرے ساتھ موت کا حادثہ ہو جائے تو جب تم سے یہ مانگے جائیں اس سے پہلے ہی تم انہیں کھولنا اور اس میں جو لکھا ہے اس پر عمل کرنا" جب ابو جعفر علیہ السلام شہید ہو گئے تو میرے باپ نے ذکر کیا کہ وہ اس وقت تک گھر سے باہر نہ نکلے کہ جب تک میرے باپ کے ہاتھ پر چار سو انسانوں نے قطعی فیصلہ نہ کرلیا۔ مختلف گروہوں کے سربراہ محمد بن الفرج کے پاس جمع ہو گئے اور وہ اس امر امامت کے بارے میں غور و حوض کرنے لگے تب محمد بن الفرج نے میرے باپ کی طرف خط لکھا کہ اگر اسے شہرت کا خطرہ نہ ہوتا تو یقینا وہ دوسرے لوگوں کے ہمراہ مل کر اس کے پاس آتا اور اس نے میرے با پ سے درخواست کی کہ وہ اس کے پاس آئے۔ پس میرا باپ سوار ہوا اور اس کے پاس گیا تو اس نے دیکھا کہ اس کے پاس بہت بڑی تعداد جمع ہے۔ ان لوگوں نے میرے باپ سے کہا "تمہارا امر امامت کے بارے میں کیا کہنا ہے؟" تو میرے باپ نے ان لوگوں سے کہ جن کے پاس رقعے موجود تھے کہا "و ہ رقعے لاؤ" تو وہ لوگ رقعے لائے۔ تب میرے باپ نے ان سے کہا "یہ ہے وہ کہ جس کا

مجھے حکم دیا گیا تھا۔ تو ان میں سے بعض نے کہا ”ہم چاہتے ہیں کہ اس معاملے میں تمہارے ساتھ کوئی اور بھی گواہ ہونا چاہیے۔“ تب میرے باپ نے ان لوگوں سے کہا ”اللہ عزوجل آپ علیه السلام اور آپ علیه السلام کے دیگر بھائی بہنوں کے معاملات کی نگہداشت کیلئے روانہ ہو گیا اور موسیٰ علیه السلام کا معامله ان دونوں حضرات کے بعد خود ان حضرت علیه السلام کے ہاتھ میں تھا۔ بنابر اس شرط کے کہ جو صدقات آپ علیه السلام کے بابابزرگوار علیه السلام نے صدقه کیے تھے اور وہ اتوار کا روز تھا۔ ذی الحجه کی تین راتیں گزر چکی تھیں۔ 220ھ ق تھا۔

اور احمد بن ابی خالد نے اپنی گواہی اپنے ہاتھوں سے لکھی اور حسن بن محمد بن عبداللہ بن الحسن بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب نے بھی تحریر کی ابتداء میں احمد بن ابی خالد کی طرح گواہی دی۔ آپ علیه السلام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے خود لکھا اور نصر خادم نے گواہی دی تو اس نے بھی اپنے ہاتھ سے لکھا۔

اور شیخ محمد بن ابراہیم نعمانی نے اپنی کتاب الغیبة میں اپنی اسناد کے ساتھ امیه بن علی القسیی سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو جعفر محمدبن علی الرضا علیه السلام سے عرض کی۔ آپ علیه السلام کے بعد کون حضرت علیه السلام امام علیه السلام ہوں گے؟ تو امام علیه السلام نے ارشاد فرمایا ”میرا فرزند علی علیه السلام“ پھر تھوڑی دیر کیلئے سر جھکائے رکھا۔ پھرسر اٹھا کر فرمایا ”یہ بھلائی عنقریب ہو گی“ میں نے عرض کی ”جب ایسا ہو تو پھر کس طرف؟“ تو آپ علیه السلام خاموش ہو گئے۔ پھر عرض کی ”کس طرف؟“ یہاں تک کہ جب تیسری بار عرض کیا تو آپ علیه السلام نے فرمایا ”مدینه کی طرف“ میں نے عرض کی ”کون سے مدینے کی طرف؟“ تو فرمایا ”ہمارے اسی مدینے کی طرف اور کیا اس کے علاوہ بھی کوئی مدینه ہے؟“

شیخ صدوق نے اپنی کتاب کمال الدین و تمام النعمة میں اپنی سند کے ساتھ صقر بن دلف سے روایت کی ہے کہ میں نے سنا ابو جعفر محمد بن علی الرضا علیہماالسلام ارشاد فرما رہے تھے ”میرے بعد امام علیه السلام میرا فرزند علی علیه السلام ہے۔ اس حضرت علیه السلام کا فرمان میرا فرمان ہے اور اس حضرت علیه السلام کا حکم میرا حکم ہے اور اس حضرت علیه السلام کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ اور اس حضرت علیه السلام کے بعد امامت ان حضرت علیه السلام کے فرزند حسن علیه السلام میں ہو گی۔ ان حضرت علیه السلام کا حکم ان حضرت علیه السلام کے بابا بزرگوار علیه السلام کے حکم جیسا ہوگا اور ان حضرت علیه السلام کا فرمان ان حضرت علیه السلام کے بابا بزرگوار علیه السلام کے فرمان جیسا ہو گا اور ان حضرت علیه السلام کی اطاعت ان حضرت علیه السلام کی اطاعت جیسی ہو گی۔“ پھر آپ علیه السلام خاموش ہو گئے۔ (الخبر)

اسی روایت کو علی بن محمد الخزاز القمی نے کتاب الکفایة میں اپنی اسناد کے ساتھ ہو بہو روایت کیا ہے۔

اور المسعودی نے اثبات الوصیة میں لکھا ہے کہ بیان کیا الحمیری نے حسن بن علی بن ہلال سے، اس نے محمدبن اسماعیل بن بزیع سے روایت کی ہے کہ ابو جعفر علیه السلام نے مجھ سے فرمایا ”یہ امر امامت ابو الحسن علیه السلام کے سپرد ہوگا تو وہ ظاہراً سات سال کے ہوں گے“ پھر ارشاد فرمایا ’ہاں بلکه سات سال سے بھی کم جیسا کہ عیسیٰ علیه السلام تھے“

اور اس نے اسی کتاب ہی میں لکھا ہے الحمیری نے محمد بن احمد بن یحییٰ سے، اس نے محمد بن عثمان الکوفی سے روایت کی ہے۔ اس نے ابو جعفر علیه السلام سے عرض کی "میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں اگر آپ علیه السلام کے ساتھ کوئی حادثه ہو جائے تو کس حضرت علیه السلام کی طرف رجوع کریں؟" تو امام علیه السلام نے ارشاد فرمایا "میرے اس فرزند یعنی ابو الحسن علیه السلام کی طرف" پھر ارشاد فرمایا "البته عنقریب خیر واقع ہو گی۔" میں نے عرض کی "تب کہاں؟" تو امام علیه السلام نے فرمایا "مدینه کی طرف" میں نے عرض کی "کس مدینه کی طرف؟" تو امام علیه السلام نے ارشاد فرمایا "اس مدینه کی طرف که جو رسول اللہ ﷺ کا مدینه ہے اور کیا اس کے علاوہ بھی کوئی مدینه ہے؟"

اور طبرسی نے اعلام الوریٰ میں ان احادیث کو ذکر کرنے کے بعد که جو آپ علیه السلام کے بابابزرگوار علیه السلام کی طرف سے آپ علیه السلام کی امامت پر نص ہیں اور گزر کی ہیں لکھا ہے که "اس باب میں احادیث بہت زیادہ ہیں البته آپ علیه السلام کی امامت پر تمام شیعوں کے اجماع اور آپ علیه السلام کے زمانے میں کسی اور کی طرف سے امامت کا دعوے دار نه ہونے کے سبب ہمیں ان تمام احادیث کو وارد کرنا ضروری نه ہے۔

تیسری فصل

آپ علیہ السلام کی امامت پر کچھ دلائل، آپ علیہ السلام کے معجزات، آپ علیہ السلام کی عظمت و شان کے احوال اخافہ برایں کے جو آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار محمد بن علی الرضا علیہما السلام کے احوال میں گزر چکے ہیں اور آپ علیہ السلام کے احوال میں مزید گزرنے والی ہیں اور یہ بہت زیادہ روایا ت ہیں۔"ان میں سے وہ آیات ہیں کہ جن میں آپ علیہ السلام نے غیب کی خبریں دیں اور دلوں میں موجود کے بارے میں خبر دی"

ثقۃ الاسلام شیخ محمد بن یعقوب الکلینی نے کافی میں اپنی اسناد کے ساتھ علی بن محمد النوفلی سے روایت کی ہے کہ میں نے سنا ابو الحسن العسکری فرما رہے تھے۔ اللہ کے اسم اعظم کے تہتر حروف ہیں۔ آصف بن برخیا کے پاس فقط ایک حرف تھا۔ کہ جب اس نے وہ حرف بولا تو اس کے اور سباء کے درمیان زمین سمٹ گئی تھی اور اس نے بلقیس علیہ السلام کا تخت اٹھایا۔ یہاں تک کہ سلیمان علیہ السلام کے سامنے رکھ دیا۔ پھر زمین پلک جھپکنے سے بھی پہلے پھیل گئی جبکہ ہمارے پاس اس میں سے بہتر حروف ہیں اور اللہ کے پاس ایک حرف پوشیدہ ہے کو اس کا علم غیب ہے۔

اور اسی حدیث کو صفار نے البصائر میں اپنی سند کے ہوبہو نوفلی سے روایت کیا ہے۔

اور المسعودی نے اثبات الوصیۃ میں لکھا ہے کہ نوفلی نے روایت کی ہے اور پھر مندرجہ بالا جیسی حدیث ذکر کی ہے۔

اور الکافی میں علی بن محمد سے، اس نے اسحاق بن محمد سے، اس نے ہاشم جعفری سے روایت کی ہے کہ میں ابو الحسن عسکری علیہ السلام کے پاس آپ علیہ السلام کے فرزند ابو جعفر علیہ السلام کی شہادت کے بعد موجود تھا اور میں اندر ہی اندر سوچ رہا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ میں کہوں کہ گویا ان دونوں حضرات علیہم السلام کی حالت یعنی ابو جعفر علیہ السلام اور ابو محمد علیہ السلام اس وقت ابو الحسن علیہ السلام اس وقت ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام اور اسماعیل بن جعفر بن محمد علیہم السلام جیسی ہے۔

کیونکہ ان دونوں حضرات علیہم السلام کا معاملہ ان دونوں حضرات علیہ السلام جیسا ہی ہے کہ ابو جعفر علیہ السلام کے بعد ابو محمد علیہ السلام کی امامت کی امید تھی۔ اس سے پہلے کہ میں گفتگو کرتا ابو الحسن علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ "ہاں اے ابو ہاشم! اللہ نے ابو جعفر علیہ السلام کے بعد ابو محمد علیہ السلام کے بارے میں وہ فیصلہ کیا ہے جو پہلے مصروف نہ تھا جیسا کہ اس نے موسیٰ علی السلام کے بارے میں اسماعیل علیہ السلام کے گزر جانے کے بعد فیصلہ فرمایا کہ جو آپ

علیه السلام کے احوال سے پوشیدہ تھا۔ بات ویسی ہی ہے کہ جیسی تم نے اندر ہی اندر سوچی ہے۔ گرچه ابطال کرنے والوں کو ناپسند ہی کیوں نه ہو۔ابو محمد علیه السلام میرا فرزند ہی میرے بعد امام علیه السلام ہے۔ ان حضرت علیه السلام کے پاس ہی وہ علم ہے کہ جس کی ضرورت ہوتی ہے اور ان حضرت علیه السلام کے پاس ہی آثار و آلات امامت ہیں۔

اس حدیث کو روایت کیا شیخ ابو جعفر طوسی نے اپنی کتاب الغیبة میں سعد بن عبدالله الاشعری سے، اس نے کہا مجھے بیان کیا ابو ہاشم داؤد بن القاسم جعفری نے اور پھر مندرجه بالا حدیث جیسا ذکر کیا۔

اور اسی کتاب ہی میں سعد سے، اس نے علی بن محمد الکلینی سے، اس نے اسحق بن محمد النخعی سے، اس نے شاہویه بن عبدالله الجلالی سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن عسکری علیه السلام سے آپ علیه السلام نے ابو جعفر علیه السلام کے بارے میں ایسی احادیث روایت کی تھیں کہ جو ان حضرت علیه السلام کی امامت پر دلالت کرتی تھیں۔ جب ابو جعفر علیه السلام شہید ہو گئے تو مجھے ان روایات کے سبب بہت قلق سا محسوس ہوا اور میں حیران و پریشان سا ہو کر رہ گیا نه آگے جا سکتا تھا۔ نه پیچھے جا سکتا تھا۔ میں آپ علیه السلام کی خدمت میں یه سب تحریر کرنے سے خوف محسوس کرتا تھا کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ کیا ہوگا۔ پس میں نے آپ علیه السلام کی خدمت اقدس میں خط لکھا اور میں نے آپ علیه السلام سے دعا کی التجا کی کہ الله تعالیٰ بادشاہ کی طرف سے اسباب میں ہماری کشائش فرمائے کیونکه ہم اپنے غلاموں کے بارے میں پریشان ہیں۔ تو امام علیه السلام نے دعاؤں بھرا جوان تحریر فرمایا۔ تو چاہتا تھا کہ ابو جعفر علیه السلام کے گزر جانے کے بعد آئندہ ہونے والے امام علیه السلام کے بارے میں سوال کرے کہ اس بارے میں تجھے بہت قلق ہے۔ پس تم غم نه کرو یقینا الله کسی قوم کو ہدایت کے بعد گمراہ نہیں کرتا ہے جب تک کہ ان کے سامنے اس کو واضح نه کر دے کہ جس سے وہ متقی بن سکتے ہوں۔ میرے بعد تمہارا امام میرا فرزند ابو محمد علیه السلام ہے۔ ان حضرت علیه السلام کے پاس ہر وہ چیز ہے کہ جس کی تم لوگوں کو ضرورت پڑ سکتی ہے۔ الله جس کو چاہتا ہے مقدم کر سکتا ہے اور جس کو چاہتا ہے مؤخر کر سکتا ہے۔ کوئی آیت منسوخ نہیں کرتے ہیں یا کوئی آیت فراموش نہیں کرتے مگر یه کہ ہم اس سے بہتر لاتے ہیں۔ یا اس جیسی ہی لاتے ہیں۔ میں نے وہ چیز لکھ دی ہے کہ جس میں ہر چیز کی وضاحت ہے اور یقین والا عقل رکھنے والے کیلئے قناعت کا سبب بھی ہے۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں لکھا ہے کہ مجھے بتایا ہے ایک جماعت نے، انہوں نے ابو المفضل ایشانی سے، اس نے ابو الحسین محمد بن بحر بن سہل ایشبانی الرضی سے، اس نے کہا یشر بن سلیمان النخاس کہ جو ابو ایوب انصاری کی اولاد میں سے تھا اور ابو الحسن علیه السلام و ابو محمد علیه السلام کے سوالیوں میں سے تھا۔ اور سرمن رائی میں ان دونوں حضرات علیہما السلام کا ہمسایه بھی تھا نے روایت کی ہے کہ میرے پاس کافور نامی خادم آیا ارو اس نے کہا ”ہمارے مولا و آقا ابو الحسن علی بن محمد العسکری علیہما السلام تمہیں اپنی خدمت میں بلا رہے ہیں۔ پس میں امام علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں آپ علیه السلام کے قدموں میں بیٹھ گیا تو امام علیه السلام نے مجھ سے فرمایا ”اے بشرا! یقینا تو انصار کی اولاد میں سے ہے اور یه آل محمد علیه السلام سے تم لوگوں کی محبت یقینا تم لوگوں میں نسل در نسل منتقل ہو رہی ہے۔ تم لوگ ہم اہل بیت علیہم السلام کے قابل اعتماد ہو۔ میں تمہیں

ایسا پاک و پاکیزہ شرف بخشنا چاہتا ہوں کہ جو تمام شیعہ ہم سے محبت کے سبب حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں۔ ایک راز ہے کہ جو میں تمہیں سونپنا چاہتا ہوں۔ میں تمہیں ایک کنیز کی خریداری کی ذمہ داری سونپنا چاہتا ہوں۔

پس امام علیہ السلام نے رومی رسم الخط میں ایک نفیس سا خط لکھا اور اس کو ایک زرد رنگ کی تھیلی کہ جس میں 220 دو سوبیس دینار تھے ڈال کر اپنی مہر اقدس ثبت فرمائی اور فرمایا "یہ لو اور یہ لے کر بغداد جاؤ اور فرات پر موجود بندرگاہ پر فلاں دن جانا۔ جب تم پہنچو گے تو تمہیں اپنے ایک جانب قیدیوں کی چند کشتیاں دکھائیں دیں گی۔ ان میں تم چند کنیزیں دیکھو گے کہ جن کی خریداری کیلئے ایک بڑا رش دیکھو گے کہ جن میں مختلف اشراف عرب کے وکلاء اور بنی عباس کے فوجی سردار وغیرہ شامل ہوں گے۔ جب تم یہ سب دیکھو تو دور سے بنی عمرو بن یزید النخاس نامی بندے کا پوچھنا اور اس پر دن بھر نگاہ رکھنا یہاں تک کہ خریداروں کے سامنے فلاں فلاں صفت کی حامل کنیز کہ جس نے حریر کا لباس پہنا ہوگا اور وہ خریداروں کے سامنے پیش ہونے سے مانعہ ہو گی اور اس چیز سے مانعہ ہو گی کہ خریدار اسے ہاتھ لگائے یا خریدار کی نگاہوں سے اسے دیکھے۔ تم ایک باریک پردے کے اندر سے رومی زبان میں بین سنو گے۔ جان لو کہ وہ پکار رہی ہو گی۔ ہائے پردہ۔ تو ایک خریدار کہے گا اس کی پاکدامنی نے مجھے اس میں رغبت پیدا کر دی ہے میں اس کنیز کے تین سو درہم دیتا ہوں تو وہ کنیز عربی زبان میں اس سے کہے گی "اے سلیمان بن داؤد علیہما السلام جیسی جاگیر کے اندر ان حضرت جیسی ہی حکومت کے مالک بھی ہو۔ تب بھی مجھے تم میں کوئی رغبت نہیں ہے۔ تم اپنے مال پر ہی رحم کرو۔" اس وقت بردہ فروش کہے گا "تب کیا کیا جائے کہ تمہارا فروخت کرنا بھی لازم ہے" تب وہ کنیز کہے گی۔ "جلدی کس بات کی ہے مجھے خریدار کو خود پسند کرنا لازم ہے تا کہ میری دلی رغبت اس کی طرف ہو جائے اور میں اس کی وفادار اور امانت دارر ہوں۔ تب تم عمرو بن یزید بردہ فروش کے پاس جانا ارو اس سے کہنا کہ تمہارے پاس اشراف میں سے ایک ہستی کا مہر بند خط ہے کہ جو اس ہستی نے رومی زبان میں رومی رسم الخط میں لکھا ہے کہ جس میں اس ہستی نے اپنی وفاء، اپنی شرافت اور اپنی سخاوت کو بیان کیا ہے۔ پس تم یہ خط اس کنیز کو دو کہ وہ اس خط کے مالک کے اخلاق میں غور کر سکے۔ اگر وہ اس ہستی کی طرف مائل ہو جائے اور اس ہستی پر راضی ہو جائے تو میں اس کی خریداری کیلئے تمہاری طرف اس ہستی کا وکیل ہوں۔

بشر بن سلیمان نے روایت کی ہے کہ "اس کنیز کے معاملے میں مجھے جو کچھ بھی میرے مولا ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا تھا میں نے اس سب کی عملاً تعمیل کی۔ جب اس کنیز نے خط کو پڑھا تو شدید گریہ و زاری کی اور پھر عمرو بن یزید سے کہا "مجھے اس خط لکھنے والے کو بیچ دو" اور اس کنیز نے بھاری بھرکم حلف اٹھایا کہ اگر بردہ فروش نے اسے اس ہستی کو نہ بیچا تو وہ خود کو مار ڈالے گی۔ بردہ فروش نے اس کنیز کی قیمت میں بہت بھاؤ تاؤ کیا مگر بات اسی پر طے ہوئی کہ جو دینار میرے مولا علیہ السلام نے میرے حوالے کیے تھے۔ پس اس بردہ فروش نے وہ دینار لیے تو کنیز نے ہنسی خوشی فروخت ہونا قبول کر لیا۔

میں اس کنیز کو بغداد میں اس حجرہ میں لے آیا کہ جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا۔ مگر اس کنیز کو قرار ہی نہیں آ رہا تھا۔ وہ بار بار امام علیہ السلام کے مبارک خط کو لے کر بوسے دیتی سینے سے لگاتی اور رخساروں پر رکھتی تھی اور اپنے بدن سے مسح کرتی تھی۔ مجھے بہت تعجب ہوا تو میں نے اس سے کہا "تم خط کو اتنا

چوم رہی جبکہ تم خط لکھنے والے کو جانتی ہی نہیں ہو؟" تو اس نے کہا "اے اولاد انبیاء علیہم السلام کے بارے میں کمزور عقیدہ کے مالک! مجھے میرے حال پر چھوڑ دو اور اپنے دل کو میرے بارے میں خیالات سے پاک کرو" اور آگے حدیث بیان کی یہاں تک کہ کہا "جب وہ کنیز "سرمن رائی" پہنچی تو میرے مولا ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوئی تو امام علیہ السلام نے فرمایا "اللہ نے تمہیں اسلام کی عزت اور نصرانیت کی ذلت کیسے دکھلائی۔

اور حضرت محمد و اہل بیت محمد علیہم السلام کی خدمت میں پیش ہوئی تو امام علیہ السلام نے فرمایا "میں تمہیں عزت بخشنا چاہتا ہوں۔ کیا چاہتی ہو۔ بیس ہزار دینار یا تمہارے لیے ابدی شرف کی خوشخبری؟" اس نے عرض کی۔ "میرے لیے فرزند کی خوشخبری؟" امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا "میں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں ایک ایسے فرزند علیہ السلام کی کہ دنیا کے مشرق و مغرب سب پر حکومت کرے گا اور زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دے گا جیسا کہ وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہو گی۔ اس نے عرض کی "کس حضرت علیہ السلام سے؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا "اس سے کہ جس حضرت علیہ السلام سے تیرا نکاح رسول اللہ ﷺ نے فلاں رومی حضرت حکیمہ علیہما السلام نے عرض کی۔ "تو کیا میں اس مخدرہ علیہا السلام کو آپ علیہ السلام کی مقدس بارگاہ میں بھیجوں؟" اے میرے آقا علیہ السلام!

تو امام علیہ السلام نے فرمایا "اس بارے میں آپ علیہ السلام میرے لیے بابا بزرگوار علیہ السلام سے اجازت طلب فرمائیے۔

حضرت حکیمہ علیہا السلام نے روایت کی ہے کہ میں نے چادر وغیرہ اوڑھی اور میں ابو الحسن علیہ السلام کے نور محل میں حاضر ہوئی۔ میں نے آپ علیہ السلام پر سلام پیش کیا اور میں بیٹھ گئی تو آپ علیہ السلام نے خود ہی مجھ سے گفتگو کی ابتداء کرتے ہوئے فرمایا "اے حکیمہ علیہا السلام! تم نرجس علیہا السلام کو میرے فرزند ابو محمد علیہ السلام کی بارگاہ میں بھیجو" تو میں نے عرض کی "اے میرے آقا علیہ السلام! میں اسی قصد ہی سے حاضر ہوئی تھی کہ آپ علیہ السلام سے اجازت طلب کروں اس معاملہ میں۔" (الخبر)

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ صالح بن محمدبن عبداللہ بن محمد بن زیاد سے، اس نے اپنی ماں فاطمہ بنت محمد بن الہیثم کہ جو ابن سبانۃ کے نام سے مصروف تھا سے روایت کی ہے کہ میں جب حضرت جعفر بن علی علیہما السلام کی اس دنیا میں تشریف آوری ہوئی تو اس روز میں ابو الحسن علی بن محمد العسکری علیہما السلام کے نورانی محل میں موجود تھی۔ میں نے دیکھا کہ اہل بیت نبوت علیہ السلام اس حضرت علیہ السلام کی نورانی آمد پر بہت مسرور تھے۔ میں ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی مگر میں نے آپ علیہ السلام کو اس پر خوش نہیں دیکھا۔ تو میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔ "اے میرے آقا علیہ السلام! میں اس فرزند علیہ السلام کی دنیا میں آمد پر آپ علیہ السلام کو خوش نہیں دیکھ رہی ہوں؟" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "تم پر اس کا معاملہ بہت گھمبیر گزرے گا کہ یہ کثیر مخلوق کو عنقریب گمراہ کرے گا۔"

اقول: "یہ حدیث موافق ہے اس کے کہ جو معلوم و مروی ہے"

سال کے فلاں رومی مہینے کی فلاں رات پڑھا تھا۔

امام علیه السلام نے اس سے فرمایا "میرے فرزند ابو محمد علیه السلام سے که جس سے تیری شادی حضرت مسیح علیه السلام اور ان کے تیسرے وصی علیه السلام نے کی۔ امام علیه السلام نے فرمایا "کیا تو اسے جانتی ہے؟" تو اس نے عرض کی "جب سے میں نے سیّدة النساء علیہما السلام کے نورانی ہاتھ پر اسلام قبول کیا ہے تب سے کوئی رات نہیں ہے که جب میں نے ان حضرت علیه السلام کی زیارت نه کی ہو۔ تو امام علیه السلام نے فرمایا "اے کافور! میری دختر حکیمه علیہا السلام کو بلا لاؤ" جب وہ مخدرہ علیہا السلام حاضر ہوئیں تو امام علیه السلام نے اس مخدرہ عصمت علیہا السلام حاضر ہوئیں تو امام علیه السلام نے اس مخدرہ عصمت علیہا السلام سے فرمایا "اے رسول الله ﷺ کی دختر نیک اختر علیہا السلام! اس کو اپنے گھر لے جاؤ اور اسے فرائض و سنن کی تعلیم دو کیونکه یه ابو محمد علیه السلام کی زوجه اور قائم عجل الله فرجه الشریف کی مادر گرامی علیہا السلام ہیں۔

صدوق نے کمال الدین و تمام النعمة نامی کتاب میں حضرت حکیمه بنت محمد بن علی علیہم السلام تک اپنی اسناد کے ساتھ حدیث حضرت نرجس علیہا السلام میں روایت کیا ہے که ابو محمد علیه السلام نے اس مخدرہ علیہا السلام کو ملے اور غور سے دیکھا تو حضرت حکیمه علیہا السلام نے ابو محمد علیه السلام سے عرض کی "اے میرے آقا علیه السلام! لگتا ہے آپ علیه السلام اس مخدرہ علیہا السلام کو اپنے پاس بلانا چاہتے ہیں۔ تو کیا میں اس مخدرہ علیہا السلام کو آپ علیه السلام کی جانب بھیج دوں؟" تو ابو محمد علیه السلام نے ارشاد فرمایا "نہیں اے پھوپھی جان علیہا السلام! لیکن مجھے اس مخدرہ علیہا السلام پر تعجب ہو رہا ہے"حضرت حکیمه علیہا السلام نے عرض کی "آپ علیه السلام کو کیا تعجب ہے؟" تو ابو محمد علیه السلام نے فرمایا "عنقریب اس مخدرہ علیہا السلام کی مقدس جھولی کو وہ کریم فرزند علیه السلام بارونق بنا دے گا که جس کے ذریعے الله تعالیٰ زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دے گا جیسا که وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہو گی۔

ابو جعفر طوسی نے المصباح میں اسحق بن عبدالله العلوی العریضی سے روایت کی ہے که میرے باپ اور میرے چچاؤں میں سال کے ان چار دنوں کے بارے میں اختلاف ہو گیا که جن میں روزہ رکھا جاتا ہے۔ پس وہ سب سواریوں پر سوار ہو کر ہمارے آقا و مولا ابو الحسن علی بن محمد علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت آپ علیه السلام صریا نامی مقام پر مقیم تھے اور یه سرمن رائی میں منتقل ہونے سے پہلے کی بات ہے تو ان سب نے عرض کی "اے ہمارے آقا علیه السلام! ہم آپ علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں ایک مسئله میں ہمارے درمیان اختلاف ہو گیا ہے" تو امام علیه السلام نے ارشاد فرمایا "ہاں تم لوگ میرے پاس آئے ہو تا که سال که ان چار دنوں کے بارے میں سوال کرو که جن میں روزہ رکھا جاتا ہے تو ان لوگوں نے عرض کی "ہم آپ علیه السلام کی خدمت میں فقط اسی غرض سے ہی حاضر ہوئے ہیں" تو امام علیه السلام نے فرمایا "'ان میں سے ایک دن سترہ ربیع الاوّل ہے که جس روز رسول الله ﷺ کی اس دنیا میں نورانی آمد ہوئی اور ستائیس رجب المرجب کا دن ہے که جس روز الله تعالیٰ نے رسول الله ﷺ کو مبعوث فرمایا اور پچیس ذی العقدہ کا دن ہے اور وہ وہ دن ہے که جب کعبة الله کے نیچے زمین بچھائی گئی اور نوح علیه السلام کی کشتی کوہ جودی پر جا کر ٹھہری جو بھی اس روز روزہ رکھے۔ اس کا وہ روزہ سال کا کفارہ ہوتا ہے اور اٹھارہ ذی الحجه کا دن ہے که جو یوم غدیر ہے که جس روز رسول

اللہ ﷺ نے علی علیہ السلام کو امام علیہ السلام اور امیر المومنین مقرر فرمایا۔ پس جو اس دن روزہ رکھے تو اس کا وہ روزہ ساٹھ سال کا کفارہ ہوتا ہے۔

راوندی نے الخرائج میں اسحق بن عبداللہ العلوی العریضی سے روایت کرتے ہوئے اسی حدیث کو تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ لکھا ہے۔

ثقۃ الاسلام نے الکافی میں حسین بن محمد سے، اس نے معلی بن محمد سے، اس نے الوشاء سے، اس نے خیران الاسباطی سے روایت کی ہے کہ میں مدینے میں ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "تیرے پاس واثق عباسی کے بارے میں کیا خبر ہے؟"

میں نے عرض کی "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! میں نے اسے عافیت کی حالت میں چھوڑا ہے اور میں لوگوں میں سے سب سے آخر میں اس ملنے والوں میں سے ہوں کہ میں اس سے فقط دس روز پہلے ملا تھا۔" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "اہل مدینہ کہتے ہیں کہ وہ مر گیا ہے۔ جب امام علیہ السلام نے مجھے فرمایا "جعفر علیہ السلام کیا کر رہا تھا؟" میں نے عرض کی "میں نے اسے لوگوں میں سے سب سے ابتر حالت میں جیل میں چھوڑا ہے" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "البتہ وہ حاکم ہے یہ ابن زیات کیا کر رہا تھا؟"

میں نے عرض کی "وہ واثق کے ساتھ تھا اور حکومت گویا اس ہی کی تھی" امام علیہ السلام نے فرمایا "البتہ وہ اس کیلئے بد بختی بنا" پھر خاموش ہو گئے اور پھر مجھ سے فرمایا "اے خیران! اللہ کی تقدیر اور احکام نے بھی ہر حالت میں پورا ہونا ہے۔ واثق مر گیا ہے اور متوکل جعفر عباسی خلیفہ بن گیا ہے اور ابن زیات قتل کر دیا گیا ہے"

میں نے عرض کی "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! یہ کب ہوا؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا "تیرے سفر پر نکلنے کے چھ دن بعد"

اور مفید نے الارشاد میں جعفر بن محمد سے، اس نے کلینی سے اسی حدیث کو ایسا ہی روایت کیا ہے۔

اور راوندی نے الخرائج میں خیران سے اس جیسی حدیث ہی روایت کی ہے۔

اور اسی حدیث کو ہی علی بن محمد المالکی نے العضول المهمة میں خیران الاسباطی سے روایت کیا ہے البتہ اس نے حدیث کے آخر میں یہ اضافہ کیا ہے "پس تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ متوکل عباسی کا قاصد مدینہ پہنچا تو ویسا ہی ہوا تھا جیسا امام علیہ السلام نے فرمایا تھا"

اور اسی کتاب ہی میں ہے حسین بن محمد سے، اس نے معلی بن محمد سے،ا س نے احمد بن محمد بن عبداللہ سے، اس نے علی بن محمد النوفلی سے روایت کی ہے کہ مجھے محمد بن الفرج نے کہا کہ ابو الحسن علیہ السلام نے اس کی طرف خط تحریر فرمایا۔ اے محمد! اپنے معاملات نمٹا لو اور محتاط ہو جاؤ۔" میں اپنے امور نمٹانے میں مصروف تھا مگر میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ امام علیہ السلام نے مجھے یہ کیوں تحریر فرمایا۔ یہاں تک کہ میرے پاس ہرکارہ آیا اور اس نے مجھے مصر سے قید کیا اور ہر وہ چیز قبضے میں لے لی جس کا میں مالک تھا اور پھر میں آٹھ سال تک قید خانے میں رہا۔ پھر امام علیہ السلام کی طرف سے

قید خانے کے اندر ہی میرے پاس خط آیا جس میں لکھا تھا۔ اے محمد! مغرب کی جانب سکونت پذیر ہونا۔" میں نے خط پڑھا تو میں نے کہا۔ امام علیہ السلام نے میری طرف یہ خط لکھا ہے جبکہ میں قید خانے میں ہوں۔ عجیب ہے۔ پس تھوڑی مدت ہی گزری تھی کہ مجھے رہا کر دیا گیا۔ والحمد اللہ۔

پھر محمد بن الفرج نے آپ علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں خط لکھا اور اپنی جائیداد کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے اس کی طرف خط تحریر فرمایا "عنقریب تمہیں پلٹا دی جائیں گی۔ تمہیں نقصان نہیں پہنچائے گا مگر ان کا تمہاری طرف پلٹنا"

جب محمد بن الفرج کو عسکر بلوایا گیا تو اس کی جائیداد کی واپسی لکھ دی گئی مگر وہ اس سے پہلے ہی مر گیا۔

اور احمد بن الخضیب نے محمد بن الفرج کی طرف خط لکھا اور اسے عسکر آنے کا کہا تو اس نے ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں مشورہ کی غرض سے خط لکھا تو امام علیہ السلام نے اس کی طرف لکھا۔ سفر پر نکلو کہ اسی میں ہی تمہاری کشائش ہے۔ انشاء اللہ۔ پس وہ سفر پر نکلا۔ تھوڑا سفر ہی گزرا تھا کہ وہ مر گیا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے حسین بن محمد سے،ا س نے ایک شخص سے، اس نے احمد بن محمد سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا ابو یعقوب نے، اس نے روایت کیا ہے کہ میں نے محمد بن الفرج کو عسکر میں موت سے پہلے عشاء کے وقت دیکھا۔ ابو الحسن علیہ السلام کے سامنے آیا تو امام علیہ السلام نے اس کی طرف نگاہ فرمائی۔ دوسرے روز وہ بیمار ہو گیا کچھ دنوں بعد میں عیادت کی غرض سے اس کے پاس گیا تو اسکی حالت بہت خراب تھی تو اس نے مجھے بتایا کہ امام علیہ السلام نے اس کی طرف کچھ کپڑا بھیجا ہے۔ اس نے وہ کپڑا لے کر تہہ کیا اور اسے اپنے سر کے نیچے رکھا۔ اور اسی سے ہی اسے کفن دیا گیا۔

احمد نے روایت کی ہے ابو یعقوب نے کہا"میں نے ابو الحسن علیہ السلام کو ابن الخضیب کے ہمراہ دیکھا کہ ابن الخضیب نے امام علیہ السلام سے کہا "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! خوش ہو جائیے کہ آپ علیہ السلام مقدم ہیں۔ تو امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا "تم مقدم ہو" پس چاردن ہی گزرے تھے کہ ابن الخضیب کی پنڈلی پر تیل کی مالش کی گئی پھر وہ مر گیا۔

اس نے کہا کہ اس سے روایت کیا گیا ہے کہ جب امام علیہ السلام نے ابن الخضیب سے اس گھر کے بارے میں بحث کی کہ جو وہ آپ علیہ السلام سے لینا چاہتا تھا تو امام علیہ السلام نے اس کو پیغام بھجوایا۔ تم پر اللہ عزوجل کی طرف سے وہ عذاب آن پڑے گا کہ تیرا بقایا بھی نہ بچے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے انہی دنوں ہی میں اسے اپنے عذاب کی لپیٹ میں لے لیا۔

اور اسی کتاب ہی میں احمد بن محمد سے،اس نے ہمارے اصحاب میں سے کسی سے، اس نے محمد بن علی سے روایت کی ہے۔ اس نے کہا۔ مجھے بتایا زید بن علی بن الحسین بن زید نے کہ میں مریض ہو گیا اور طبیب رات کے وقت میرے پاس آیا اور اس نے میرے لیے اس رات ہی سے ایک دوا تجویز کی کہ وہ اسے فلاں فلاں دن تک لوں مگر میرے لیے اس دوا کی فراہمی ممکن ہی نہ تھی۔ ابھی طبیب دروازے سے باہر نہیں نکلا تھا کہ میرے پاس نصر ایک شیشی لے کر آیا کہ جس میں وہ دواء بعینہ موجود تھی اور اس نے

مجھ سے کہا ”ابو الحسن علیہ السلام تمہیں سلام کہہ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اس دوا کو فلاں فلاں دن تک لو“ میں نے وہ دوا لی اسے پیا اور میں تندرست ہو گیا۔

محمد بن علی نے کہا کہ مجھے زید بن علی نے کہا ”اے طعنے دینے والے! غالی اس میں غافل کیوں ہیں۔ الحدیث

اسی حدیث کو حسین بن حمدان الخصیبی نے اپنی کتاب الھدایۃ فی الفضائل میں زید بن علی بن زید سے روایت کیا ہے کہ میں شدید مرض میں مبتلا ہو گیا۔پھر اس نے ہوبہو پہلی گفتگو کو آگے بڑھایا۔ پر کہا۔ ”اور طبیب نصرانی تھا جس روز میں تندرست ہوا اس نے مجھے دیکھا اور مجھ سے سوال کیا کہ تیری سرعت سے تندرستی کی وجہ کیا ہے تو میں نے اس سے کچھ نہ چھپایا اور اسے سب بتا دیا تو وہ سیدھا ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے آپ علیہ السلام کے نورانی ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا اور عرض کی ”اے میرے آقا علیہ السلام! یہ مسیح علیہ السلام کا علم ہے اور مسیح علیہ السلام کا علم نہیں ہو سکتا ہے۔ مگر اس میں کہ جو اس حضرت علیہ السلام جیسا ہو۔

اور الکافی میں حسین بن محمد سے، اس نے معلی بن محمد سے،اس نے احمد بن محمد بن عبداللہ سے روایت کی ہے عبداللہ ہر وقت تحلیل کو زیر ورد رکھتا تھا۔ اسی وجہ سے اس کا نام عبداللہ پڑ گیا تھا۔ وہ عسکر میں منتقل ہونا چاہتا تھا مگر بعد میں اس نے اس ارادے کو ترک کر دیا۔ میں نے اس سے اس کے اس ارادے سے باز رہ جانے کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا ”میں نے سوچا کہ ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہو کر آپ علیہ السلام سے اس بارے میں سوال کروں۔ تو آپ علیہ السلام مجھے ایک تنگ راستے میں مل گئے۔ آپ علیہ السلام میرے قریب آئے یہاں تک کہ جب آپ علیہ السلام میرے پاس سے گزرنے لگے تو آپ علیہ السلام نے میری طرف ایک چیز پھینکی کہ جو آپ علیہ السلام کے دہن اقدس میں تھی۔ وہ چیز میرے سینے پر آگری۔ میں نے اسے پکڑ لیا۔ دیکھا تو وہ ایک رقعہ تھا جس میں لکھا تھا۔ ” یہاں بھی نہیں اور اس طرح بھی نہیں“

شیخ سعید بن ھبۃ اللہ الراوندی نے الخرائج میں آپ علیہ السلام کے معجزات کے باب میں لکھا ہے کہ ھبۃ اللہ ابو منصور الموصلی نے روایت کی ہے کہ ربیعہ کے گھر میں اس کا ایک نصرانی کاتب رہتا تھا۔اور ایک ثوث تھا کہ جو اہل کفر میں سے تھا۔ جسے یوسف بن یعقوب کہا جاتا تھا۔ میرے والد کے پاس آئے۔ میں نے اس سے پوچھا۔ کیا بات ہے کہ تم اس وقت آئے ہو؟“ اس نے کہا ”مجھے اس وقت ہی متوکل عباسی کے پاس حاضر ہونے کیلئے بلایا گیا ہے مجھے نہیں معلوم کہ وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ البتہ میں نے خود کو اللہ تعالیٰ سے ایک سو دینار کے عوض خرید لیا ہے کہ میں نے وہ دینار حضرت علی بن محمد الرضا علیہ السلام کیلئے اٹھائے ہوئے ہیں۔ تو میرے باپ نے اس سے کہا ”یقینا تمہیں اس سے فائدہ ہوگا۔؛“ وہ متوکل کے پاس حاضر ہونے کیلئے چلا گیا پھر وہ تھوڑے دنوں کے بعد ہمارے پاس خوش و خرم واپس آیا۔

میرے باپ نے کہا ”اپنا قصہ مجھے بیان کرو؟“ اس نے کہا ”میں سر من رائی میں گیا۔ ابھی میں اس میں داخل ہوا ہی تھا کہ میں ایک گھر میں قیام پذیر ہو گیا۔ اور میں نے کہا ”میں چاہتا ہوں کہ متوکل کے دروازے پر جانے سے پہلے اور اس سے پہلے کہ کسی کو یہاں پر میری آمد کی خبر ہو یہ دینار فرزند رضا علیہ السلام تک پہنچاؤں۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ متوکل نے آپ علیہ السلام کو باہر سوار ہونے سے منع

کر رکھا ہے اور آپ علیہ السلام فقط گھر میں ہی پابند ہو کر رہ گئے ہیں۔ تو میں نے سوچا۔ کیا کروں کہ میں نصرانی شخص ہوں۔ اگر میں نے ابن الرضا علیہما السلام کے گھر کا پتہ پوچھا تو مجھے خوف ہے کہ مجھ سے پوچھ گچھ ہو اور جس کا مجھے خوف ہے اس میں مزید اضافہ ہو جائے"

پس میں نے ایک ساعت تک اس میں مزید غور و فکر کیا تو میرے دل میں آیا اور میں اپنے گدھے پر سوار ہوا اور شہر میں نکل گیا۔ میں نے گدھے کو جدھر جاتا تھا جانے دیا۔ اس نیت سے کہ ہو سکتا ہے میں کسی ایک سے بھی پوچھے بغیر آپ علیہ السلام کے گھر کو ڈھونڈ پاؤں۔میں نے دینار ایک رومال میں لپیٹے اور اپنی جیب میں رکھ لیے اور میں سوار ہو گیا۔ گدھا مختلف سڑکیں اور بازار گھومتا رہا اور اپنی مرضی سے جدھر چاہا چلتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ ایک دروازے پر جا کر رک گیا۔ میں نے اسے چلانے کی پوری کوشش کی مگر وہ نہ چلا۔ میں نے ایک لڑکے سے کہا " پوچھو یہ کس کا گھر ہے" تو کہا گیا یہ فرزند رضا علیہ السلام کا گھر ہے۔ میں نے کہا "اللہ اکبر! اللہ کی قسم! یہ پکی دلیل ہے۔" اچانک ایک سیاہ فام خادم اندر سے باہر آیا اور اس نے مجھ سے کہا "تو یوسف بن یعقوب ہے؟" میں نے کہا "جی ہاں" اس نے کہا "اترو" میں اتر گیا تو اس نے مجھے دہلیز پر بٹھایا اور اندر چلا گیا۔ میں نے اندر ہی اندر کہا "یہ دوسری دلیل ہے کہ اس غلام کو میرے نام کا پتہ کیسے چلا۔ اس شہر میں کوئی بھی میرا جاننے والا نہیں ہے اور نہ ہی میں آپ علیہ السلام کے پاس کبھی حاضر ہوا ہوں"

تب وہ خادم باہر آیا اور اس نے کہا "وہ دینار کہ جو ایک رومال میں بندھے تیری جیب میں ہیں کہاں ہیں وہ دو۔" میں نے اسے وہ دینار دئیے اور میں نے اندر ہی اندر کہا "یہ تین دلیلیں ہو گئیں۔ پھر وہ میرے پاس پلٹ کر آیا اور اس نے کہا "اندر آ جاؤ" میں اندر گیا تو آپ علیہ السلام تنہا ہی تشریف فرما تھے۔ تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "اے یوسف! کیا تم پر واضح ہو گیا؟" میں نے عرض کی "اے میرے مولا علیہ السلام! میرے لیے ایسی دلیل کے ذریعے وضاحت ہو گئی ہے کہ جو اکتفا کرنے والوں کیلئے مکتفی بہ ہے۔"

تو امام علیہ السلام نے فرمایا "افسوس ہے کہ تم اسلام نہ لاؤ گے۔ البتہ عنقریب تمہارا فلاں بیٹا اسلام لائے گا۔ وہ ہمارے شیعوں میں سے ہو گا۔ مختلف گروہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ہماری ولایت تم جیسوں کو فائدہ نہ دے گی۔ اللہ کی قسم! وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ ہماری ولایت یقینا تم جیسوں کو بھی نفع دیتی ہے۔ جاؤ جس کام کیلئے تم آئے ہو اسے پورا کرو۔ یقینا تم جو پسند کرتے ہو وہ ہی دیکھو گے اور عنقریب تمہارے ہاں ایک مبارک بیٹے کی پیدائش ہو گی۔

اس نے کہا""پس میں متوکل کے دروازے پر گیا اور میں نے اپنی مراد پائی اور میں واپس آ گیا"

ھبۃ اللہ نے روایت کی ہے کہ میں نے اس کے فرزند سے ملاقات کی یعنی اس کے باپ کی موت کے بعد وہ مسلمان تھا اور وہ بہترین شیعہ تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ اس کا باپ نصرانیت پر ہی مرا اور یہ کہ وہ اپنے باپ کی موت کے بعد ہی اسلام لایا تھا اور وہ کہا کرتا تھا "میں اپنے مولا علیہ السلام کی بشارت ہوں"

اقول: جان لیجئے کہ اس روایت میں آپ علیہ السلام کے فرمان "اے یوسف! کیا تمہارے لیے واضح نہیں ہوا۔۔۔سے لے کر اے یوسف! نہیں ہوگا۔۔۔ تک الخرائج کے اکثر نسخوں میں نہیں ہے بلکہ میں نے اسے خرائج کے کچھ نسخوں میں پایا ہے۔ پس غور فرمائیے۔

راوندی نے لکھا ”اور ان میں سے ایک روایت وہ ہے کہ احمد بن عیسیٰ کاتب سے مروی ہے۔ اس نے روایت کیا کہ میں خواب کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ گویا کہ آپ ﷺ میرے حجرے میں محو خواب ہیں اور آپ ﷺ نے مجھے مٹھی بھر کھجور عطا فرمائے کہ جس میں پچیس کھجوریں تھیں۔ پھر تھوڑی مدت ہی گزری تھی کہ ابو الحسن علی بن محمد علیہما السلام تشریف لائے۔ آپ علیہ السلام کے ہمراہ ایک بدو راہ شناس بھی تھا۔ آپ علیہ السلام کو میرے حجرے میں قیام پذیر کیا گیا۔ وہ راستہ شناس مجھ سے ہی چارہ لیا کرتا تھا۔ ایک دن اس نے مجھ سے پوچھا کہ تیرے گھاس کا معاوضہ کتنا ہے؟ میں نے اس سے کہا ”میں تم سے کچھ نہیں لینے والا“ تو اس نے مجھ سے کیا“”کیا تو چاہتاہے کہ میں تمہیں اس علوی (ابو الحسن علیہ السلام) کے پاس لے جاؤں تا کہ تو ان حضرت علیہ السلام کا سلام کرے؟“ میں نے کہا ”مجھے کوئی کراہت نہیں ہے۔ پس میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی ”اس گاؤں میں فلاں فلاں نامی اشخاص آپ علیہ السلام کے موالیوں میں سے ہیں اگر آپ علیہ السلام حکم صادر فرمائیں تو ہم ان لوگوں کو آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کر سکتے ہیں۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا ”ایسا نہ کرو“ میں نے عرض کی۔ ”ہمارے ہاں عمدہ قسم کی کھجوریں ہوتی ہیں۔ اگر آپ علیہ السلام اجازت دیں تو کچھ آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کریں؟“ تو امام علیہ السلام نے فرمایا ”اگر تم کچھ لاؤ گے تو مجھ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ اگر کچھ دینا ہو تو اس راہ شناس تک پہنچاؤ۔ وہ اس میں سے کچھ میرے پاس بھیج دے گا“ پس میں نے اپنی جیب میں ڈال لیں اور کچھ مکھن بھی۔ پس میں وہ اس کے پاس لے گیا تو اس راہ شناس نے مجھ سے کہا ”کیا تو چاہتا ہے کہ تو تیرے امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو؟“ میں نے کہا ”جی ہاں“ میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ کھجوریں کہ جو میں نے اس راہ شناس کو دی تھیں ان میں سے کچھ آپ علیہ السلام کے سامنے رکھی تھیں۔ میں نے وہ کھجوریں بھی نکالیں اور مکھن بھی کہ جو میں لے گیا تھا اور میں نے وہ آپ علیہ السلام کے سامنے رکھ دیں تو آپ علیہ السلام نے کھجوروں کی ایک مٹھی بھر کر مجھے دی اور ارشاد فرمایا ”اگر رسول اللہ ﷺ تمہیں کچھ زیادہ دیتے تو ہم بھی تمہیں زیادہ دیتے۔“ تب میں نے انہیں شمار کیا تو وہ اتنی ہی تھیں کہ جتنی خواب میں مجھے ملی تھیں نہ اس میں سے کم تھیں اور نہ ہی زیادہ۔

اقول: ایسا ہی واقعہ حضرت جعفر بن محمد الصادق علیہ السلام اور حضرت علی بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کے بارے میں بھی ہے کہ جو اس واقعہ کے ہوبہو مشابہ دلیل ہے۔ ان واقعات کاذکر میں نے ان دونوں حضرات علیہما السلام کے واقعہ میں کیا ہے۔

راوندی نے لکھا ”ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ابو محمد طبری نے روایت کیا ہے کہ میری تمنا تھی کہ مجھے آپ علیہ السلام کی جانب سے ایک عدد انگوٹھی عطا ہو تو نصر خادم میرے پاس دو درہم لے کر آیاتو میں نے انگوٹھی بنوائی۔ میں ایک ایسے گروہ کے پاس گیا کہ جو شراب نوشی میں مصروف تھے۔ انہوں نے مجھے گھیر لیا یہاں تک کہ میں نے بھی ایک دو جام پئے۔ انگوٹھی میرے ہاتھ میں بہت تنگ تھی۔ مجھے اسے وضو کیلئے اتارنا بھی ممکن نہ تھا مگر صبح کے وقت میں نے دیکھا تو وہ میرے پاس نہ تھی۔ تب میں نے اللہ کے حضور توبہ کی۔“

اس نے لکھا "اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایوب بن نوح نے روایت کی ہے کہ یحییٰ بن زکریا کی بیوی کو حمل تھا تو اس نے ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا۔ میرے ہاں حمل ہے۔ آپ علیہ السلام اللہ کے حضور دعا فرمائیں کہ وہ مجھے فرزند عطا فرمائے" تو آپ علیہ السلام نے اس کو جواباً تحریر فرمایا "بسا اوقات بیٹیاں بیٹوں سے بہتر ہوتی ہیں۔' تو اس کے ہاں بیٹی کی پیدائش ہوئی۔

ایوب بن نوح نے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور آپ علیہ السلام کے حضور اس چیز کی شکایت کی کہ جس سے مجھے اذیت تھی تو امام علیہ السلام نے میری طرف جواباً تحریر فرمایا کہ وہ معاملہ دو ماہ تک سلجھ جائے گا تو وہ معاملہ دو ماہ کے اندر اندر ہی ختم ہو گیا اور میں حیرت میں رہ گیا۔

اس نے لکھا "اور ان میں سے ایک وہ روایت ہے کہ جس میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا کہ جو آپ علیہ السلام کی اہل بیت علیہم السلام میں تھا اور اسے معروف کہا جاتا تھا۔ اس نے آپ علیہ السلام سے کہا "میں آپ علیہ السلام کے پاس آیا تھا مگر آپ علیہ السلام نے مجھے حاضر ہونے کی اجازت نہ دی تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "مجھے تمہارا نہیں بتایا گیا تھا مگر یہ کہ تمہارے چلے جانے کے بعد تو نے مجھے ان الفاظ سے یاد کیا کہ جو سزاوار نہیں تھے" تو اس شخص نے حلف اٹھایا کہ اس نے ایسا نہیں کیا تھا۔ ابو الحسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "مجھے معلوم تھا کہ اس نے جھوٹا حلف اٹھایا ہے۔ میں نے اس کے خلاف ان الفاظ کے ساتھ بد دعا کی۔ اے میرے معبود! اس شخص نے جھوٹا حلف اٹھایا تو ہی اس سے انتقام لے" وہ شخص دوسرے روز مر گیا۔

اس نے لکھا۔ ان میں سے ایک وہ ہے کہ جسے حضرت علی بن جعفر علیہما السلام سے روایت کیا گیا ہے کہ میں نے ابو الحسن علیہ السلام سے عرض کی "ہم میں سے کون دین سے سب سے بڑھ کر محبت کرتا ہے؟" تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "تم میں سے جو تمہارے امام علیہ السلام سے سب سے بڑھ کر محبت کرتا ہے" طویل حدیث کے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا "اے علی علیہ السلام! یہ متوکل مدینہ میں محل بنانا چاہتا ہے۔ ابھی وہ محل مکمل نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ اس کی تکمیل سے پہلے ہلاک ہو جائے گا۔ ترکی فرعونوں میں سے ایک فرعون کے ہاتھوں"

اس نے لکھا "اور ان میں سے ایک وہ ہے کہ ابو ہاشم نے روایت کی ہے کہ میں مدینے میں تھا کہ واثق کے ایام میں ایک ترکی ایک بدو کی تلاش میں آیا ہوا تھا تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا "ہمیں باہر لے چلو تا کہ ہم اس ترکی کو دیکھیں۔ پس ہم باہر نکلے اور ایک مقام پر کھڑے ہو گئے تو وہ ترکی ہمارے قریب سے گزرا تو امام علیہ السلام نے اس سے ترکی زبان میں گفتگو فرمائی تو وہ اپنے گھوڑے سے اترا اور اس نے امام علیہ السلام کی سواری کے پاؤں چومے اور ترکی جانے لگا تو میں نے اس سے کہا "اس شخص علیہ السلام نے تم سے کیا فرمایا ہے؟" اس نے کہا "یہ نبی علیہ السلام ہیں" میں نے کہا "ہرگز نہں" اس نے کہا "اس ہستی علیہ السلام نے مجھے میرے بچپن کے اس نام سے پکارا ہے کہ جو مجھے ترکی میں پکارا جاتا تھا۔ کوئی ایک بھی اس وقت تک اس کو نہ جانتا ہے۔"

اور مصنف نے الخرائج میں لکھا ہے "اسی میں ہے کہ اصل اصفہان کی ایک جماعت نے کہ جن میں ابو العباس احمد بن نصر اور ابو جعفر محمد بن علویہ بھی شامل ہیں نے روایت کیا ہے کہ اصفہان میں ایک شخص تھا کہ جسے عبدالرحمن کہا جاتا تھا اور وہ شیعہ تھا۔اس سے پوچھا گیا کہ وہ کون سا

سبب ہے کہ جس کی وجہ سے تجھ پر زمانے کے دیگر اماموں کو چھوڑ کر امام علی نقی علیہ السلام کی امامت کا قائل ہونا واجب ہو گیا؟" اس نے کہا "میرا مشاہدہ ہے کہ جس نے یہ مجھ پر واجب کیا اور وہ یہ کہ میں ایک تنگدست شخص تھا جبکہ میں بولنے میں جرأت مند اور بے باک تھا۔ اصل اصفہان نے چند سالوں پہلے ایک سال مجھے ایک گروہ کے ہمراہ متوکل کے پاس بھیجا۔ ایک روز ہم متوکل کے دروازے پر موجود تھے کہ متوکل کی طرف سے حضرت علی بن محمد بن الرضا علیہم السلام کو حا ضر کرنے کا حکم دیا گیا؟" تو کہا گیا "یہ شخص علیہ السلام علوی ہے اور رافضی لوگ اس کی امامت کے قائل ہیں" پھر کہا گیا کہ "ممکن ہے کہ متوکل نے ان حضرت علیہ السلام کو قتل کرنے کیلئے بلوایا ہو۔" تو میں نے کہا "میں یہاں سے نہیں جانے والا۔جب تک کہ میں اس ہستی علیہ السلام کو دیکھ نہ لوں کہ وہ کون سا شخص علیہ السلام ہے"

تب امام علیہ السلام گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے تو لوگ دائیں بائیں دو صفیں بنائے آپ علیہ السلام کو دیکھ رہے تھے۔ جب میں نے آپ علیہ السلام کی زیارت کی تو میرے دل میں آپ علیہ السلام کی محبت جاگزیں ہو گئی اور میں نے اندر ہی اندر دعا شروع کر دی کہ اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کو متوکل کے شر سے محفوظ فرمائے۔ آپ علیہ السلام چند لوگوں کے گھیرے میں یوں تشریف لائے کہ آپ علیہ السلام صرف اپنے گھوڑے پر نگاہ رکھے ہوئے تھے اور دائیں بائیں نہ دیکھ رہے تھے جبکہ میں دعا میں مصروف تھا۔ جب آپ علیہ السلام میرے قریب سے گزرنے لگے تو آپ علیہ السلام مجھ سے مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا۔اللہ تعالیٰ نے تمہاری دعا قبول فرمائی، تمہاری زندگی طویل فرمائی، تمہارا مال و اولاد کثیر ہوگا۔" پس میں کانپ کر رہ گیا اور اپنے ساتھیوں کے درمیان گر گیا۔ پس وہ مجھ سے سوال کرنے لگے اور کہنے لگے "تمہیں کیا ہو گیا ہے؟" میں نے کہا "ٹھیک ہے" مگر میں نے اس بارے میں نہ بتایا۔اس کے بعد ہم اصفہان واپس آ گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے مجھ پر مال و دولت کے دروازے کھول دئیے۔ یہاں تک کہ ان دنوں جب میرا دروازہ بند ہوتا تو میرے گھر کے اندر کی مالیت دس لاکھ درہم ہے۔ گھر کے باہر کی مالیت علیحدہ ہے اور مجھے دس اولادیں عطا ہوئیں اور اس وقت پچھتر سال ہو چکی ہے۔ اور میں اس ہستی علیہ السلام کی امامت کا قائل ہوں کہ جس کو میرے دل کی بات کا علم ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس کے مبارک الفاظ کے ذریعے میرے بارے میں دعا قبول فرمائی۔

اور عیون المعجزات میں روایت کیا گیا ہے اہل مدینہ میں سے ایک شخص نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور اس نے آپ علیہ السلام سے سوال کیا کہ متوکل کی بادشاہت کے کتنے دن باقی ہیں؟" تو امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ تم لوگ متواتر سات سال کاشتکاری کرتے رہو گے تو جو فصل تم کاٹو تو اس کے دانوں کو بالیوں ہی میں رہنے دینا ماسوائے اس تھوڑے سے کہ جو تم کھاؤ پھر اس کے بعد سات سال انتہائی خوشحالی کے آئیں گے جو کچھ تم لوگوں نے ان سات سالوں کے واسطے سے پہلے جمع کر رکھا ہوگا سب کھا جائیں گے ماسوائے اس تھوڑے سے کہ جو تم نے بیج کے واسطے بچا رکھو گے۔ پھرایک سال آئے گا کہ جس میں لوگوں کیلئے خوب بارش ہو گی اور انگور بھی خوب پھلے گا اور لوگ اس سال انہیں شراب کیلئے نچوڑیں گے (یوسف 47تا49) متوکل کی موت پندرھویں سال کے اوائل میں ہو گی"

ابو علی حسن بن محمد بن الحسن الطوسی نے امالی میں اپنے باپ سے، اس نے ابو محمد الفحام سے، اس نے کہا ہمیں بیان کیا المنصوری نے، اس نے کہا کہ ہمیں بیان کیا میرے باپ کے چچا زاد نے، اس نے روایت کی ہے کہ ایک دن میں متوکل کے پاس گیا تو وہ شراب نوشی میں مصروف تھا اس نے مجھے بھی شراب نوشی کی دعوت دی۔ تو میں نے کہا "اے میرے آقا! میں نے آج تک ہرگز شراب نہیں پی ہے۔" اس نے کہا "تم علی بن محمد علیہما السلام کے ساتھ پیتے ہو (العیاذ باللہ)۔"

تو میں نے اس سے کہا "جو تمہارے سامنے ہے وہ ان کے سامنے معروف نہیں ہے۔ یہ بات تمہیں نقصان پہنچائے گی مگر ان حضرت علیہ السلام کو کوئی نقصان نہ دے گی۔"

میں نے خط میں دوبارہ یہ بات آپ علیہ السلام کے سامنے نہ دہرائی۔

چند دنوں کے بعد فتح بن خاقان نے مجھے کہا"اس شخص یعنی متوکل کو بتایا گیا ہے قم سے مال لایا جا رہا ہے اور اس نے مجھے حکم دیا ہے میں اس کیلئے جاسوسی کر کے اسے اس بارے میں خبر دوں تو تم مجھے بتاؤ کہ وہ مال کس راستے سے آ رہا ہے تا کہ میں اس راستے سے اجتناب کروں۔" پس میں امام علی بن محمد علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے تبسم فرمایا اور مجھ سے فرمایا "اچھائی کے علاوہ کچھ نہ ہو گا تو نے دوبارہ خط کیوں نہیں لکھا؟" میں نے عرض کی "اے میرے آقا علیہ السلام! آپ علیہ السلام کی جلالت کے مد نظر" تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "مال رات کے وقت آئے گا اور وہ اس تک نہیں پہنچ پائیں گے،پس تم رات میرے پاس گزارو۔"

جب رات کا کچھ حصہ گزر چکا اور آپ علیہ السلام حسب معمول عبادت میں مشغول ہو گئے تو اچانک نماز کو سلام کے ساتھ تمام فرمایا۔ اور مجھ سے فرمایا "آدمی پہنچ چکا ہے اور اس کے پاس مال بھی ہے" میں باہر نکلا تو ایک شخص کے پاس تھیلا تھا کہ جس میں مال تھا۔ میں نے اس سے وہ مال لے لیا اور اسے آپ علیہ السلام کے پاس لے آیا۔ امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "اس سے کہو وہ گلو بند دو کہ جس کے بارے میں قینہ نے تم سے کہا تھا کہ وہ اس کی دادی کے ذخیرے میں سے ہے"

میں اس شخص کے پاس گیا تو اس نے وہ گلو بند مجھے دیا تو میں وہ گلوبند لے کر آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔ اس سے کہو "وہ جبہ کہ جو تم نے تبدیل کر لیا ہے اسے وہ واپس کر دینا۔ میں اس شخص کے پاس گیا اور میں نے اسے اس جبہ سے تبدیل کر لیا اور میں جا کر وہ لے آتا ہوں" تب امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا"اس سے کہو یقینا اللہ تعالیٰ ہی ہماری اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ تمہارے سامان میں موجود ہے۔ وہ اس میں سے نکال کر مجھے دو۔پس میں اس شخص کے پاس گیا اور میں نے وہ جبہ اس کے سامان میں سے نکالا تو اس پر غشی کا دورہ پڑ گیا۔ تب امام علیہ السلام بذات خود اس کے پاس باہر تشریف لائے تو اس شخص نے آپ علیہ السلام سے عرض کی "میں شک کا شکار تھا پس مجھے یقین حاصل ہو گیا (کہ آپ علیہ السلام ہی امام برحق علیہ السلام ہیں)

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ کافور خادم سے روایت کی ہے کہ امام علیہ السلام کی ہمسائیگی میں مختلف دستکار لوگوں کی رہائشیں تھیں۔ وہ مقام ایک گاؤں کی مانند تھا۔ یونس نامی نقاش امام علیہ السلام کی قدم بوسی کیا کرتا تھا اور ہمارے آقا امام علیہ السلام کی خدمت کیا کرتا تھا۔ پس وہ

ایک روز کانپتا ہوا امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ اے میرے آقا علیہ السلام! میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں اہل خانہ سے اچھے سلوک کی درخواست کرتا ہوں" امام علیہ السلام نے فرمایا "بات کیا ہے؟" اس نے عرض کی "میں اس دنیا سے اٹھنے والا ہوں" امام علیہ السلام نے مسکراتے ہوئے فرمایا "اے یونس! وہ کس وجہ سے؟" یونس نے عرض کی "موسیٰ بن بغا نے میری طرف ایک انمول نگینہ بھیجا تھا۔ میں اسے منقوش بنا رہا تھا کہ وہ مجھ سے ٹوٹ گیا اور دو حصے ہو گیا۔ اور کل اسے واپس دینے کا وعدہ بھی ہے۔ وہ موسیٰ بن بغا ہے (ظالم ہے) یا تو وہ مجھے ایک ہزار کوڑے مارے گا یا مجھے قتل کر ڈالے گا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا "گھر چلے جاؤ کہ کل صبح اچھا ہی ہو گا اور اچھائی کے علاوہ کچھ نہ ہو گا۔"

جب دوسرا روز ہوا تو وہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں تھر تھر کانپتا آیا اور عرض کی "اس کا ہرکارہ آیا ہے اور وہ نگینہ مانگے گا؟" امام علیہ السلام نے فرمایا "تم اس کے پاس واپس جاؤ۔ انشاء اللہ تم اچھائی کے علاوہ کچھ نہ سنو گے۔ اس نے عرض کی "اے میرے آقا علیہ السلام! میں اسے کیا کہوں؟" امام علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا۔ اس کے پاس جاؤ اور سنو کہ وہ تمہیں کیا کہتا ہے۔ اچھائی کے علاوہ کچھ نہ ہے" پس وہ گیا اور مسکراتا ہوا واپس آیا اور بولا کہ اس ہرکارے نے مجھے کہا "اے محترم! لڑکیوں میں اختلاف ہو گیا ہے کیا یہ ممکن ہے کہ آپ علیہ السلام اس کے دو نگینے بنا دیں اس پر تمہیں انعام ملے گا" تو ہمارے آقا و امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اے میرے معبود! تیرے لیے ہی تمام تر حمد ہے کہ تو نے ہمیں ان میں سے قرار دیا ہے کہ جو تیری واضح حمد کرتے ہیں۔ تو نے اس کو کیا کہا؟ اس نے عرض کی۔ میں نے اسے کہا "مجھے مہلت دو تا کہ میں اس معاملے میں غور و فکر کر سکوں کہ کیسے بناؤں۔" امام علیہ السلام نے فرمایا "تو نے درست کہا"

اقول: ابو محمد حسن بن علی العسکری علیہما السلام کا ایک معجزہ ہے کہ جو ہو بہو اس معجزے کے مشابہ ہے جو عنقریب اپنے مقام پر ذکر ہوگا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنے باپ سے، اس نے ابو محمد الفحام سے، اس نے المنصوری سے، اس نے اپنے باپ کے چچا سے روایت کی ہے کہ ایک روز حضرت علی بن محمد علیہما السلام نے مجھ سے فرمایا "اے ابو موسیٰ! میں سرمن رائی میں جبراً لایا گیا تھا اور اگر مجھے یہاں سے نکالا گیا تو بھی جبراً نکالا جاؤں گا۔ میں نے عرض کی۔ اے میرے آقا علیہ السلام وہ کیسے؟" امام علیہ السلام نے فرمایا "اس لیے کہ اس کی ہوا پسندیدہ ہے اور اس کا پانی میٹھا ہے اور اس میں بیماریاں کم ہیں۔ پھر فرمایا۔ سرمن رائی ویران بھی ہو گا اتنا کہ اس کی سبزیوں اور دکانوں میں چوہے ہوں گے اور اس کی ویرانی کا تدارک میرے بعد میری مزار کی عمارت کے ذریعے ہو گا۔

مناقب فاطمه و ولدها علیهم السلام نامی کتاب کے مصنف نے اپنی سند کے ساتھ محمد بن اسماعیل بن احمد الکاتب القهقلی سے، اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں سرمن رائی میں درب الحصّی نامی مقام پر سیر کر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ یزداد نصرانی طبیب کو وہ یخشوع کے شاگردوں میں سے تھا اور وہ موسیٰ بن بغا کے گھر سے واپس آ رہا تھا۔پس وہ میرے ساتھ ساتھ چلا اوراس نے ہم سے گفتگو شروع کی۔ یہاں تک کہ اس نے مجھ سے کہا "کیا تو اس چار دیواری کہ جسے تو دیکھ رہا ہے اس کے مالک کو جانتا ہے؟ میں نے کہا اس کا مالک کون ہے؟" اس نے کہا "اس کا مالک وہ علوی و حجازی جوان

علیه السلام یعنی علی بن محمد الرضا علیہم السلام ہیں۔" ہم اس وقت آپ علیه السلام کے گھر کی چار دیواری کے قریب سے گزر رہے تھے۔ میں نے یزداد سے کہا "ہاں! انکا کیا معاملہ ہے؟" اس نے کہا "اگر مخلوق میں سے کوئی علم غیب جانتا ہے تو یہی حضرت علیه السلام ہیں۔" میں نے کہا "وہ کیسے؟" مجھے اس بارے میں بات بتاؤ؟" اس نے کہا "میں تمہیں ان حضرت علیه السلام کے بارے میں ایسی عجیب بات بتاتا ہوں کہ جس جیسی بات نہ تو نے سنی ہو گی اور نہ ہی لوگوں میں سے کسی نے سنی ہو گی لیکن تجھ پر اللہ تعالیٰ ہی میرا کفیل اور نگہبان ہو گا کہ تم اسے کسی سے بیان نہ کر و گے کیونکہ میں ایک طبیب شخص ہوں۔ میری معشیت اسی میں ہے کہ اس بادشاہ کے سامنے میری بدخوئی نہ ہو جبکہ مجھے یہ خبر بھی ملی ہے کہ اس حضرت علیه السلام سے خوف کے سبب خلیفہ نے اس حضرت علیه السلام کو حجاز سے یہاں بلوایا ہے تا کہ لوگوں کے دل ان حضرت علیه السلام کی طرف مائل نہ ہوں اور امر خلافت ان لوگوں سے (عباسیوں سے) چھن نہ جائے۔ میں نے کہا "میرا وعدہ ہوا مجھے بتاؤ تمہیں کوئی حرج نہ پڑے گا اور بے شک تم ایک نصرانی شخص ہو جو معاملہ ان لوگوں میں زیربحث ہے اس بارے میں تمہیں کوئی ہمت نہ دے پائے گا۔"

اس نے کہا "ٹھیک ہے میں تمہیں بتاتا ہوں کہ میں نے کچھ دنوں پہلے ان حضرت علیه السلام کی زیارت کا شرف حاصل کیا تو آپ علیه السلام ایک سیاہ رنگ کے گھوڑے پر سوار تھے۔ آپ علیه السلام نے سیاہ رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے اور عمامہ بھی سیاہ رنگ کا تھا۔ جبکہ آپ علیه السلام خود بھی گندمی رنگ کے تھے۔ جب میں نے آپ علیه السلام کو دیکھا تو آپ علیه السلام کی تعظیم کیلئے کھڑا ہو گیا اور میں نے اندر ہی اندر کہا "لباس سیاہ ہے"، عمامہ سیاہ ہے، سواری سیاہ ہے اور یہ حضرت علیه السلام بھی گندمی ہیں۔ گویا سیاہی میں سیاہی میں سیاہی ہے۔" جب آپ علیه السلام میرے قریب سے گزرے تو آپ علیه السلام نے سخت نگاہوں سے میری طرف نگاہ فرمائی اور فرمایا "تیری آنکھیں جو سیاہی میں سیاہی میں سیاہی دیکھ رہی ہیں تیرا دل اس سے بڑھ کر سیاہ ہے۔"

میرے باپ نے اس طبیب سے کہا "ٹھیک ہے تم کسی ایک سے بھی یہ بیان کرنا۔ یہ بتاؤ کہ تم نے پھر کیا کیا اور کیا کہا؟" اس نے کہا "میں آپ علیه السلام کے قدموں میں گر پڑا، مجھ سے جواب نہ بن پڑا تو میں نے آپ علیه السلام سے عرض کی۔ جو میں نے مشاہدہ کیا ہے اس کے بعد بھی میرا دل سفید نہ ہوگا؟" امام علیه السلام نے فرمایا "اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

میرے باپ نے روایت کی ہے کہ جب یزداد بیمار ہوا تو اس نے میرے پاس پیغام بھجوایا اور میں اس کے پاس گیا تو اس نے کہا "میرا دل سیاہی کے بعد روشن ہو گیا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں اور یہ کہ حضرت علی بن محمد علیہما اللہ کی مخلوق پر اللہ کی حجت اور اللہ کے ناموس اعظم ہیں۔ پھر وہ اسی مرض میں فوت ہو گیا اور آپ علیه السلام نے اس پر نماز جنازہ پڑھی۔

اور اسی روایت کو علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد الطاؤس نے فرج الهموم نامی کتاب میں نقل کیا ہے کہ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ ہماری اسناد کے ساتھ ہمیں محمد بن جریر طبری سے روایت کیا گیا ہے، اس نے اپنی اسناد کے ساتھ کہا ہے کہ مجھے بیان کیا ابو الحسن محمد بن اسماعیل بن احمد القمی نے کہ جو

338ء ھ ق میں سرمن رائی میں کاتب تھا۔ اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا میرے باپ نے اور پھر پچھلی روایت کی طرح باقی حدیث کو ذکر کیا۔

شیخ احمد بن علی بن احمد بن العباس النجاشی نے اپنی کتاب الرجال میں لکھا ہے کہ ہمیں بتایا جعفر بن محمد المؤدب نے، اس نے کہا کہ ہمیں بیان کیا احمد بن محمد نے،ا س نے کہا کہ مجھے بیان کیا ابو جعفر احمد بن یحییٰ الاودی نے، اس نے روایت کی ہے کہ میں جامع مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے داخل ہوا جب میں نے نماز پڑھ لی تو میں نے حرب بن الحسن الطحان اور ہمارے اصحاب کے ایک گروہ کو ایک ساتھ بیٹھے دیکھا تو میں ان کی طرف گیا اور میں نے ان کو سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ ان لوگوں میں حسن بن سماعة بھی بیٹھا تھا۔ ان لوگوں نے حضرت حسن بن علی علیہما السلام کا تذکرہ شروع کر دیا۔ کہ آپ علیہ السلام پر کیا کیا حالات گزرے۔ پھر اس کے بعد حضرت زید بن علی علیہما السلام اور ان حضرت علیہ السلام پر گزرنے والے احوال کا تذکرہ شروع کر دیا۔ ہمارے ساتھ الگ مسافر شخص بیٹھا تھا کہ جسے ہم نہیں جانتے تھے۔ تو اس نے کہا "اے لوگو! ہمارے ہاں سرمن رائی میں ایک علوی شخص علیہ السلام ہے کہ جو یا تو ساحر ہے یا کاہن ہے" تو ابن سماعة نے اس سے کہا "وہ شخص کس نام سے معروف ہے؟" اس نے کہا علی بن محمد الرضا علیہم السلام کے نام سے" لوگوں نے اس سے کہا "تمہیں اس حضرت علیہ السلام کے بارے میں اس چیز کا ظہور کیسے ہوا؟"

اس نے کہا "ہم اس حضرت علیہ السلام کے ساتھ ان حضرت علیہ السلام کے گھر ہی کے دروازے پر بیٹھے تھے۔ وہ حضرت علیہ السلام سرمن رائی میں ہمارے ہمسائے ہیں۔ ہم پر عشاء کے وقت ان حضرت علیہ السلام کے ساتھ بیٹھ کر گفتگو کیا کرتے ہیں۔ اچانک ہمارے قریب سے بادشاہ کے گھر سے ایک فوجی سردار کا گزر ہوا کہ اس کے ساتھ پورا اعزاز اور دیگر بہت سے فوجی سردار، آدمی وغیرہ بھی تھے۔ جب علی بن محمد علیہما السلام نے اس کو دیکھا تو آگے بڑھ کر اس کا استقبال کیا۔ اسے سلام کے بعد اس کو بہت عزت دی۔ جب وہ چلا گیا تو اس حضرت علیہ السلام نے ہم سے فرمایا "بس یہی اس کی خوشی ہے کہ کل یہ نماز سے پہلے دفن کیا جائے گا"

ہمیں اس پر بہت تعجب ہوا۔ ہم اس حضرت علیہ السلام کی محفل سے اٹھ کر چلے گئے اور ہم نے کہا۔ یہ غیب کا علم ہے اور ہم تین افراد نے عہد کیاکہ اگر ایسا نہ ہوا کہ جوان حضرت علیہ السلام نے فرمایا ہے تو ہم اس حضرت علیہ السلام کو قتل کر دیں گے اور ہمیں اس حضرت علیہ السلام سے چھٹکارا مل جائے گا۔ میں اپنے گھر میں تھا اور فجر کی نماز پڑھ چکا تھا کہ اچانک میں نے شور و غل کی آوازیں سنیں۔ میں دروازے کی طرف لپکا تو دیکھا کہ بہت سے لوگ کہ جن میں لشکر والے اور دیگر افراد شامل تھے جمع تھے اور وہ کہہ رہے تھے "فلاں فوجی سردار گزشتہ رات نشے کی حالت میں فلاں بلند مقام سے پھسلا اور نیچے آن گرا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ چنانچہ مر گیا" میں نے کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔

اور میں اس کے پاس جانے کیلئے نکل کھڑا ہوا۔ دیکھا تو وہی شخص ہی مرا پڑا تھا کہ جس کے بارے میں ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ وہ مرنے والا ہے۔ پس میں اس کی تدفین تک وہاں رہا اور پھر واپس آگیا۔ پس ہم سب نے اس حالت پر تعجب کیا۔۔۔ پھر اس نے ایک طویل گفتگو کی تب حسن بن سماعة نے اس شخص کے عناد کی وجہ سے اس کا انکار کر دیا اور وہ پورا گروہ کہ جس نے یہ سنا وہ بھی

ابن سماعة کے ہمراہ ہو گیا اور انہوں نے اس شخص کو روکا اور ان میں سے بعض کے ساتھ جو کچھ ہوا یہ مقام اس کے دہرانے کیلئے مناسب نہ ہے۔

شیخ ابو الحسن سعید بن ھبة اللہ الراوندی نے الخرائج میں آپ علیہ السلام کے معجزات کے باب میں لکھا ہے۔ ابو القاسم بغدادی نے زرارۃ سے روایت کی ہے کہ متوکل نے ارادہ کیا کہ پیدل چل کر دن کے وقت علی بن محمد بن الرضا علیہم السلام اس کو سلام پیش کرنے کیلئے آئیں تو اس کے وزیر نے اس سے کہا "ایسا مت کرو ایسا کرنے پر تمہیں طعن و تشنیع کا سامنا کرنا پڑے گا اور بری باتیں سننے کو ملیں گی۔ پس تم ایسا مت کرو" اس نے کہا "ایسا ضرور کرنا ہے۔ اس نے کہا۔ اگر ایسا کرنا لازمی ہی ہے تو یہ فرمان جاری کرو کہ تمام فوجی سردار اور تمام اشراف بھی پیدل چل کر تیرے پاس آئیں تا کہ لوگوں کو گمان بھی نہ ہو کہ تیرا مقصد فقط ان حضرت علیہ السلام کو ہی پیدل بلانا تھا۔ پس اس نے ایسا ہی کیا۔ آپ علیہ السلام پیدل چل پڑے۔ شدید گرمی تھی۔ آپ علیہ السلام دہلیز پر پہنچے تو پسینے سے شرابور تھے۔ میں آپ علیہ السلام سے ملا اور آپ علیہ السلام کو ڈیوڑھی میں بٹھایا اور رومال کے ساتھ آپ علیہ السلام کے پسینے کو صاف کیا اور میں نے کہا" اس کے خلاف کوئی بات نہ لائیے گا" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "تم پر افسوس ہے۔ اپنے گھروں میں تین دن تک رہو۔ یہ ایسا وعدہ ہے کہ جو جھوٹا نہیں ہے۔"

زرارۃ نے کہا "میرے ہاں ایک معلم تھا کہ جو شیعہ اور میں اکثر اوقات اسے رافضی کہا کرتاتھا۔ پس میں گھر واپس گیا تو عشاء کا وقت تھا۔ میں نے اس سے کہا "اے رافضی! ادھر آؤ کہ میں تمہیں وہ چیز بیان کروں کہ جسے میں نے تمہارے امام علیہ السلام سے آج ہی سنا ہے" اس نے مجھ سے کہا "تو نے کیا سنا ہے؟" تو میں نے جو آپ علیہ السلام نے فرمایا تھا اسے بتایا تو اس نے کہا"تیری مرضی ہے کہ اگر تو میری نصیحت قبول کرلے" میں نے کہا "بتاؤ" اس نے کہا "اگر علی بن محمد علیہما السلام نے ایسا فرمایا ہے تو تم احتیاط کرو اور اپنا تمام مال چھپا دو کیونکہ متوکل تین دن کے بعد یا تو مرنے والا ہے یا پھر قتل ہونے والا ہے" میں اس پر غصے ہوا اور میں نے اسے سب و شتم کے بعد اپنے سامنے سے دور بھگا دیا۔ وہ چلا گیا تو میں نے خلوت میں خوب سوچ و بچار کی اور میں نے کہا "اگر میں اس پر یقین کر لوں تو مجھے کوئی نقصان نہ ہوگا اور اگر ایسا ہو جائے تو میرا مواخذہ یقینی ہے۔ میں ایسا ہی کرتا ہوں اگر واقعہ نہ بھی ہوا تو مجھے اس سے کوئی نقصان نہ ہو گا۔

پس میں سوار ہو کر متوکل کے گھر گیا اور وہاں میرا جو کچھ بھی تھا اسے وہاں سے نکال لایا اور جو کچھ میرے گھر میں مال و زر موجود تھا وہ اپنے قابل اعتماد لوگوں کے گھر چھوڑا اور میں نے اپنے گھر میں ایک بیٹھنے والی چٹائی کے علاوہ کچھ نہ چھوڑا۔ جب چوتھی رات آئی تو متوکل قتل کر دیا گیا اور میں اور میرا مال سلامت رہ گیا۔ اس وقت میں شیعہ ہو گیا اور آپ علیہ السلام کی خدمت میں چل کر گیا اور میں نے آپ علیہ السلام سے التماس کی کہ آپ علیہ السلام میرے لیے دعا فرمائیں اور میں نے آپ علیہ السلام کی ولایت کا حق ادا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

علی بن عیسیٰ الاربلی نے کتاب کشف الغمة میں الحمیری کی کتاب الدلائل سے نقل کیا ہے کہ ایوب بن نوح نے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن علیہ السلام کی طرف خط لکھا کہ قاضی جعفر بن عبدالواحد مجھ سے جھگڑ رہا ہے اور وہ مجھے کوفہ میں اذیت دیتا تھا۔ میں نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں اس کی شکایت کی اور اس سے مجھے پہنچنے والی اذیتوں کا ذکر کیا تو امام علیہ السلام نے مجھے جواباً تحریر

فرمایا "دو ماہ کے اندر اندر اس کا معاملہ سلجھ جائے گا۔" پس وہ دو ماہ کے اندر کوفہ سے معذول ہو گیا اور مجھے اس کی اذیتوں سے راحت ملی"

لکھا ہے کہ "آپ علیہ السلام کی خدمت میں محمد بن الحسین بن مصعب المدائنی نے خط لکھا اور اس نے آپ علیہ السلام سے شیشے پر سجدہ کرنے کے بارے میں سوال کیا۔ اس نے کہا کہ جب میں نے خط روانہ کر دیا تو میں نے دل میں سوچا۔ ویسے یہ ہے تو زمین میں سے اگنے والی چیزوں میں سے اور لوگ بھی کہتے ہیں کہ اس پر سجدے میں کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ یہ ان میں سے ہے کہ جو زمین میں سے اگتی ہیں" تو امام علیہ السلام کی طرف سے جواب برآمد ہوا۔ "تم اس پر سجدہ نہیں کر سکتے گرچہ تیرا دل کہتا ہے کہ یہ زمین میں سے اگنے والی چیزوں میں سے ہے کیونکہ یہ ریت اور نمک سے بنتا ہے اور نمک مصرنی ہوتا ہے۔

اور محمد بن شرف سے روایت کیا گیا ہے کہ اس نے کہا "میں ابو الحسن علیہ السلام کے ہمراہ مدینہ میں چل رہا تھا تو امام علیہ السلام نے مجھے فرمایا "کیا تو شرف کا بیٹا نہیں ہے؟" میں نے عرض کی "بالکل ایسا ہی ہے" اور میں نے چاہا کہ آپ علیہ السلام سے ایک مسئلہ دریافت کروں۔ مگر آپ علیہ السلام نے میرے پوچھے بغیر ہی خود ہی ابتداء فرماتے ہوئے فرمایا "ہم عام راستے پر ہیں۔ یہاں مسئلہ بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔"

اور محمد بن الفضل البغدادی سے روایت ہے کہ میں نے ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا۔ ہمارے دو مسافر خانے ہیں کہ جنہیں ہمارے والد نے ہمارے لیے چھوڑا ہے۔ ہم ان دونوں کو فروخت کرنا چاہتے ہیں جبکہ ایسا کرنا ہمارے لئے بہت مشکل ہو رہا ہے۔ اے ہمارے آقا علیہ السلام! آپ علیہ السلام ہمارے لیے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کو مناسب قیمت پر فروخت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے لیے اس میں بھلائی عطا فرمائے۔ مگر آپ علیہ السلام نے ان کے بارے میں کوئی جواب عطا نہ فرمایا۔ ہم بغداد واپس گئے تو دیکھا کہ وہ دونوں جل کر راکھ ہو چکے ہیں۔

اور ایوب بن نوح سے روایت ہے کہ میں نے ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا کہ میری اہلیہ حاملہ ہے۔ آپ علیہ السلام اللہ کے حضور دعا فرمائیں کہ مجھے فرزند عطا فرمائے تو امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا "جب پیدا ہو تو اس کا نام محمد رکھنا" پس فرزند ہی پیدا ہوا تب میں نے اس کا نام محمد رکھا۔

محمد بن الریان بن صلت نے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور آپ علیہ السلام سے اس دشمن کو حیلے سے قتل کرنے کی اجازت چاہی کہ جس کو حیلے سے قتل کرنا ممکن نہ تھا۔ تو آپ علیہ السلام نے مجھے اس سے منع فرمایا اور آپ علیہ السلام نے ایسا کلام تحریر فرمایا کہ جس کا معنیٰ یہ تھا کہ تم اسے چھوڑ دو۔ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ اللہ کی قسم چھوڑنا ہی بہتر تھا وہ ذلیل ہوا، تنگدست ہوا اور دین و دنیا کے اعتبار سے تمام لوگوں سے ابتر ہو کر مر گیا۔

اور علی بن محمد الحجال سے روایت ہے کہ میں نے ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا "میں آپ علیہ السلام کے خدمت گزاروں میں سے ہوں۔ مجھے میرے پاؤں میں ایک بیماری نے آن لیا ہے۔ کہ میں اٹھنے اور بیٹھنے پر بھی قادر نہیں ہوں کہ واجب ادا کروں۔ اگر آپ علیہ السلام مناسب

سمجھیں تو اللہ کے حضور دعا فرمائیں کہ وہ مجھے بیماری سے شفاء عطا فرمائے اور مجھے اس قابل بنا دے کہ میں کھڑے ہو کر واجب ادا کر سکوں اور اس سلسلے میں امانتیں ادا کر سکوں اور میرا شمار ان لوگوں میں فرمائے کہ جو جان بوجھ کر کوتاہی نہیں کرتے اور میرے ضائع ہونے والے واجبات کو ان میں شمار فرمائے کہ جنہیں جان بوجھ کر نہیں چھوڑا اور میرے نسیان کا مجھے چھوٹ عطا فرمائے اور آپ علیہ السلام میرے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ عزوجل مجھے اس دین پر ثابت قدم فرمائے کہ جو اس نے اپنے نبی ﷺ کے لئے پسند فرمایا۔ تو جواب برآمد ہوا۔ اللہ عزوجل تجھ سے اور تیرے باپ سے بیماری کو دور کرے۔ میرا باپ مریض تھا مگر میں نے خط میں نہیں لکھا تھا۔ مگر آپ علیہ السلام نے خود ہی اس کیلئے دعا فرمادی"یہ وہ آخری حدیث تھی کہ جسے اربل نے الدلائل سے نقل کیا ہے"

اور اس نے راوندی کی الخرائج میں سے بھی کچھ معجزات کو نقل کیا ہے۔

اور سیّد مرتضیٰ سے منسوب کتاب عیون المعجزات میں حسن بن اسماعیل کہ جو اہل نہرین کے بزرگوں میں سے تھے۔ روایت کی گئی ہے کہ میں اور میرے گاؤں کا ایک شخص ایک چیز اپنے ہمراہ لے کر ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہونے کیلئے سفر پر نکلے۔ ہمارے گاؤں کے ایک شخص نے ہمیں ایک خط دیا کہ جو ہم نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں پہنچانا تھا اور اس نے کہا "تم لوگ آپ علیہ السلام پر میری طرف سے سلام بھیجنا اور آپ علیہ السلام سے سوال کرنا کہ کیا میں سفید رنگ کا فلاں پرندہ کہ جو جھاڑیوں میں رہتا ہے اسے کھانا جائز ہے یا نہیں؟" پس جو کچھ ہمارے پاس تھا وہ سب ہم نے آپ علیہ السلام کے خازن کے سپرد کر دیا۔ اس وقت آپ علیہ السلام کے پاس بادشاہ کا نمائندہ آیا تو آپ علیہ السلام سوار ہونے کیلئے اٹھے اور ہم آپ علیہ السلام کے مشہد مقدس سے باہر نکل آئے اور ہم نے آپ علیہ السلام سے کسی چیز کے بارے میں سوال نہ کیا۔ جب ہم شارع عام پر پہنچے تو آپ علیہ السلام پیچھے سے ہمیں آن ملے اور میرے ساتھی سے بنطی زبان میں فرمایا۔ اسے میرے طرف سے بھی سلام پہنچانا اور اس سے کہنا "فلاں سفید رنگ کا پرندہ نہیں کھایا جا سکتا ہے کیونکہ وہ مسخ شدہ ہے۔

اسی حدیث کو علی بن الحسن المسعودی نے کتاب الوصیۃ میں حسین بن اسماعیل شیخ اہل النہرین سے ایسا ہی روایت کیا ہے۔

المسعودی نے لکھا ہے اور الحمیری نے نوفلی سے روایت کی ہے کہ ابو الحسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اے علی! یہ سرکش ایک محل بنانا چاہتا ہے مگر وہ اس کیلئے مکمل نہ کیا جا سکے گا اور اسی سال ہی اس کی ناک ترکوں میں سے ایک ترکی فرعون کے ذریعے ٹیڑھی ہو جائے گی۔

نوفلی نے روایت کی ہے میں نے سنا آپ علیہ السلام فرما رہے تھے۔ اللہ کے اسم اعظم کہ تہتر حرف ہیں اور آصف بن برخیا کے پاس فقط اس میں ایک حرف تھا۔ جسے اس نے پڑھا تو اس کے اور سباء کے درمیان زمین سمٹ گئی اور اس نے بلقیس علیہ السلام کا تخت اٹھا کر سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کر دیا اور پھر زمین آنکھ جھپکنے کی دیر سے بھی کم دیر میں پھیل گئی اور ہمارے پاس اس میں سے بہتر حروف ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت و اذن سے ہمیں جو عطا فرمایا ہے وہ بہت عجیب ہے۔

اس نے لکھا اور اہل مدائن میں سے ایک شخص نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور اس نے متوکل کی بادشاہی کے باقی رہنے کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے تحریر فرمایا۔ بسم

اللہ الرحمن الرحیم۔ تم لوگ سات سال تک خوب زراعت اگاؤ گے۔۔۔۔ اور اس میں نچوڑیں گے (القرآن) پس وہ پندرہویں سال قتل ہو گیا۔

اور اسی کتاب ہی میں ہے احمد بن محمد الکاتب الاسکافی سے، اس نے ایک شخص سے کہ جسے ادریس بن زیاد کہا جاتا تھا ایک طویل حدیث میں روایت کیا ہے کہ میں سفر پر نکلا اور میرا ارادہ تھا کہ میں اپنے آقا ابو الحسن علیہ السلام کی زیارت کروں گا اور آپ علیہ السلام سے کچھ مسائل کے بارے میں سوال کروں گا۔ ان میں سے ایک یہ مسئلہ بھی تھا کہ میں آپ علیہ السلام سے جنب آدمی کے پسینے کے بارے میں سوال کروں گا کہ کیا اس قمیص میں نماز جائز ہے کہ جس میں مجھے جنب کی حالت میں پسینہ آیا ہو یا جائز نہیں ہے؟ پس میں سرمن رای پہنچ گیا مگر آپ علیہ السلام تک رسائی ممکن نہ ہو سکی۔ آپ علیہ السلام ایک بیماری کی وجہ سے سوار ہوکر باہر نہ نکلتے تھے۔ پھر میں نے سنا لوگ گفتگو کر رہے تھے کہ آپ علیہ السلام سوار ہو کر باہر آئے ہیں۔ پس میں تیزی سے گیا مگر آپ علیہ السلام مجھ سے پہلے بادشاہ کے محل میں جا چکے تھے۔ بس میں شارع عام پر بیٹھ گیا۔ میں نے عزم کیا کہ آپ علیہ السلام کے باہر تشریف لانے تک یہیں بیٹھا رہوں گا۔ مجھے شدید گرمی نے تنگ کیا تو میں دروازے پر موجود ایک کمرے میں چلا گیا اور وہاں بیٹھ کر آپ علیہ السلام کی راہ تکنے لگا۔ مجھے اونگھ آگئی اور میری آنکھیں بند ہو گئیں مجھے کوئی خبر نہ رہی مگر یہ کہ جب میرے کندھے پر کوئی چیز رکھی گئی تو میں نے آنکھیں کھول لیں تو میرے آقا و مولا ابو الحسن علیہ السلام سواری پر سوار تشریف فرما تھے میں اٹھ کر جلدی سے آپ علیہ السلام کی طرف بڑھا تو امام علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا۔ اے ادریس! یہ وقت تمہارا ہے تو میں نے عرض کی "جی ہاں! اے میرے آقا علیہ السلام" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "اگر پسینہ حلال جنب کا ہو تو حلال ہے اور اگر حرام جنب کا ہو تو حرام ہوتا ہے۔" آپ علیہ السلام نے بغیر سوال کے جواب عنایت فرما دیا۔ پس میں اسی کا قائل ہو گیا اور آپ علیہ السلام کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔

اور اسی کتاب ہی میں آپ علیہ السلام کی غیب کے بارے میں احادیث کو کہ جو پہلے گزر چکی ہیں من جملہ طور پر روایت کیا گیا ہے۔

اقول: میں نے ابو جعفر محمد بن جریر طبری کی کتاب دلائل الامامۃ میں جو کچھ پایا ہے اس کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔

مجھے بیان کیا ابو عبداللہ القمی نے، اس نے ابن عباس سے،اس نے ابو طالب عبید بن احمدسے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا المقیل الایلمی نے کہ میں سرمن رأی میں اپنے دروازے پر بیٹھا تھا اور ہمارے مولا ابو الحسن علیہ السلام متوکل کے محل سے سوار ہو کر تشریف لا رہے تھے پس فتح القلانی کہ جو آپ علیہ السلام کے خدمت گزاروں میں سے تھا وہ آکر میرے ایک جانب بیٹھ گیا اور اس نے کہا "میرے چار سو درہم ہمارے مولا علیہ السلام پر واجب الادا ہیں۔ اگر آپ علیہ السلام مجھے وہ عطا فرما دیں تو مجھے بہت فائدہ ہو گا" میں نے اس سے کہا "تم ان کا کیا کرو گے؟" اس نے کہا "میں ان کے ذریعے کھجور خریدوں گا اور ان کی نبید بناؤں گا۔"

جب اس نے مجھ سے یہ گفتگو کی تو مجھ سے اپنا چہرہ موڑ لیا۔ میں نے جو اس نے مجھ سے گفتگو کی تھی اس بارے میں کوئی بحث نہ کی اور وہ خاموش ہو گیا اور میں بھی خاموش ہو گیا۔ اس

گفتگو کے بعد ابو الحسن علیه السلام تشریف لائے۔ ہماری اس گفتگو کو کسی نے نہ سنا تھا اور نہ ہی وہاں کوئی اور موجود تھا۔ جب میں نے آپ علیه السلام کو دیکھاتو میں کھڑا ہو گیا۔ آپ علیه السلام آئے یہاں تک کہ سواری کے باندھنے والی جگہ پر اپنی سواری سے نیچے اترے۔ آپ علیه السلام کے چہرے پر ناگواری کے آثار واضح تھے۔ جب آپ علیه السلام اپنی سواری سے اتر چکے تو آپ علیه السلام نے مجھے بلایا اور ارشاد فرمایا "اے مقیل! اندر جاؤ اور چار سو درہم لاؤ اور اس فتح ملعون کو پہنچا دو اور اس سے کہو "یہ تمہارا حق ہے اس کو لو اور اس کے ذریعے دو سو درہم کا خوف خریدو کہ اللہ تعالیٰ ہی ان دو سو درہم میں جو چاہے کر سکتا ہے جس کے ذریعے تم جو کرنا چاہتے ہو۔"

مقیل نے روایت کی ہے کہ میں نے چار سو درہم نکال کر اسے دئیے اور اسے مکمل قصہ بیان کیا تو اس نے کہا "اللہ کی قسم میں اب کبھی بھی شراب یا نشہ آور چیز ہرگز نہ خریدوں گا اور تمہارا امام علیه السلام ہر چیز جانتا ہے۔

حسین بن احمد الخصینی نے الهدایة فی الفضائل نامی کتاب میں محمد بن عبدة القمی سے روایت کی ہے کہ جب میں قم سے انتہائی لطیف و نفیس قسم کے تحائف لے کر ابو الحسن علیه السلام کی طرف سرمن رأی گیا تو جب میں سرمن رأی پہنچا تو میں نے وہاں پر ایک مکان کرائے پر لیا اور میں آپ علیه السلام تک پہنچنے کا موقع اور ایسا آدمی کہ جو وہ نفیس تحائف آپ علیه السلام کی خدمت تک پہنچائے تلاش کرنے لگا کہ جو میں لے کر آیا تھا۔ کیونکہ ایسا کرنا میرے لیے ممکن نہ تھا۔تب میں نے ایک بڑھیا کہ جو میرے ساتھ اس گھر میں رہتی تھی کو اس پر مامور کیا کہ وہ میرے لیے ایسی عورت تلاش کر لائے کہ جس سے میں متعہ کروں۔ پس وہ بڑھیا میری ضرورت کی تلاش میں باہر نکل گئی کہ اچانک دروازہ بجایا گیا ور باہر سے آواز آئی تو میں باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ ایک بچہ تھا۔ میں نے اس سے کہا "تمہاری کوئی حاجت ہے؟" تو اس نے مجھ سے کہا"میرے آقا و مولا ابو الحسن علیه السلام نے تمہارے لیے فرمایا ہے "ہم تیری نیکی پر شکر گزار ہیں اور ان نفیس تحائف پر بھی کہ جو تم لائے ہو اور ہمیں دینا چاہتے ہو۔ پس تم اپنے وطن چلے جاؤ اور اپنے ساتھ اپنے قیمتی تحائف بھی لے جاؤ اور اس معاملے میں از حد محتاط ہو جاؤ کہ تم ایک ساعت سے زیادہ ہرگز نہ رہو۔ پس اگر تم نے اس کے برخلاف کیا اور تم یہاں قائم پذیر ہوئے تو تم سزا پاؤ گے۔ پس تم اپنی جان بچاؤ۔ تو میں نے کہا "اللہ کی قسم! میں نکلنے لگا ہوں اور میں یہاں نہیں رہنے والا" پس وہ بڑھیا آئی تو اس کے ساتھ متعہ کیلئے عورت بھی تھی۔ میں نے اس کے ساتھ متعہ کیا اور رات کو وہی رک گیااور میں نے کہا کل میں نکل جاؤں گا۔

جب رات کا کافی حصہ گزر گیا تو ہمارے گھر کے دروازے کو لوگوں نے بجانا شروع کر دیا۔وہ لوگ شدید دستک دے رہے تھے۔ پس وہ بوڑھی عورت ان کے پاس باہر گئی تب میں ان تحائف کو چھپانے لگا۔ اس وقت داروغہ اور سپاہی تھے کہ جن کے پاس مشعل اور شمعیں تھیں۔ ان لوگوں نے اس بڑھیا سے کہا "اس مرد اور اس عورت کو ہمارے پاس باہر لاؤ کہ جو تمہارے گھر میں ہیں۔ اس عورت نے ان لوگوں کو ٹالنے کی بہت کوشش کی مگر انہوں نے گھر پر دھاوا بول دیا۔ ان لوگوں نے مجھے اور اس عورت کو گرفتار کر لیا اور میرے ہمارے جو نفیس تحائف وغیرہ جو بھی تھے وہ سب لوٹ لیا اور میں چھ ماہ تک سرمن رأی کے قید خانے میں پڑا رہا۔ پھر امام علیه السلام کے موالیوں میں سے کوئی میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا "تیری وہ سزا پوری ہوئی کہ جس سے تمہیں ڈرایا گیا تھا۔ آج کے دن تمہیں قید خانے سے چھوڑ دیا

جائے گا پس تم اپنے وطن کی طرف نکل جاؤ۔ پس میں اسی روز ہی نکل کھڑا ہوا۔ میں نے بہت تیزی سے سفر کیا یہاں تک کہ میں قم جا پہنچا۔ مجھے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام کے حکم کی مخالفت کے سبب ہی مجھے وہ سزا ملی تھی۔"

اور اسی کتاب ہی میں فارس بن حاتم بن ماہویہ سے روایت کیا گیا ہے کہ اس نے کہا "ایک روز متوکل نے ہمارے آقا ابو الحسن علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا۔ سوار ہو کر آئیے ہم شکار کرنے چلے ہیں تا کہ ہم آپ علیہ السلام کے وجودسے برکت حاصل کریں۔

تو امام علیہ السلام نے پیام رساں سے فرمایا "میں سوار ہوا چاہتا ہوں" جب پیام رساں چلا گیا تو امام علیہ السلام نے ہم سے فرمایا "اس نے جھوٹ کہا ہے جو کہا گیا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ اور چاہتا ہے۔" ہم نے عرض کی "اے ہمارے مولا علیہ السلام! وہ کیا چاہتا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا "اس کا یہ قول اس بات کا مظہر ہے کہ اگر اسے اچھائی نصیب ہو تو وہ اس کی نسبت ایسی چیز سے دیتا ہے کہ جس کے ذریعے وہ اللہ سے دور ہو جاتا ہے اور اگر اس کو کوئی نقصان پہنچے تو وہ اس کی نسبت ہماری طرف دیتا ہے۔

وہ اس روز سوار ہو کر شکار کیلئے نکلے گا۔پس وہ اور اس کی فوج نہر کے ایک گھاٹ سے گزرنا چاہیں گے تو سارا لشکر وہ گھاٹ عبور کر جائے گا تو اس کا پاؤں اتر جائے گا اور اس کا ہاتھ بھی کمزور پڑ جائے گا اور وہ ایک ماہ تک مریض رہ جائے گا۔"

فارس نے روایت کی ہے کہ "ہمارے آقا علیہ السلام سوار ہوئے۔ ہم بھی اس سفری لشکر میں آپ علیہ السلام کے ہمراہ تھے۔ متوکل کہہ رہا تھا۔ "اے میرے مدنی چچا زاد" ہم نے اسے کہا "وہ حضرت علیہ السلام اے امیر لشکر میں ہیں۔" گھاٹ کو دیکھا گیا اور اسے اچھی طرح چیک کیا گیا۔ ہم اپنے آقا علیہ السلام کے ہمراہ لشکریوں کے آخر میں تھے۔ متوکل آپ علیہ السلام کو تلاش کر رہا تھا۔ جب ہم نہر پر پہنچے اور گھاٹ آیا تو متوکل کی سواری نے اسے عبور کرنے سے انکار کر دیا۔ جبکہ باقی سارا لشکر عبور کر گیا اور ہماری سواریوں نے بھی نہر عبور کر لیا تھا۔

متوکل کے ہرکاروں نے اس کی سواری کو گھاٹ عبور کرانے کی بھرپور کوشش کی مگر اس نے عبور نہ کیا۔ متوکل نے وہ گھاٹ عبور کیا اور وہ اس سے جا ملے۔ ہمارے آقا علیہ السلام واپس آگئے۔ دن کی چند گھڑیاں ہی گزری تھیں کہ ہمارے پاس خبر آئی کہ متوکل اپنی سواری سے گرا ہے اور اس کا پاؤں اتر گیا ہے اور اس کا ہاتھ بھی کمزور پڑ گیا ہے۔ وہ پورا ایک ماہ بیمار پڑا رہا اور اس نے ابو الحسن علیہ السلام پر عتاب کیا اور اس نے کہا "ابو الحسن علیہ السلام فقط اس لیے واپس گئے ہیں کہ کہیں ہم یوں گر نہ پڑیں اور اس کی نسبت ان حضرت علیہ السلام کی طرف نہ دی جائے۔

تب ابو الحسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اس ملعون نے سچ کہا اور اس نے اپنے دل میں موجود کو ظاہر کیا ہے۔"

اور اسی کتاب ہی میں علی بن عبداللہ الحسنی سے روایت کیا گیا ہے کہ ایک طویل حدیث میں ہے کہ متوکل نے امام علیہ السلام سے حضرت ابو طالب علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا تو ابو الحسن علیہ السلام نے اسے بھرپور جواب عنایت فرمایا۔ تب اس نے کہا "اے ابو الحسن علیہ السلام! کیا آپ علیہ

السلام اس پر قدرت رکھتے ہیں کہ آپ علیہ السلام آج رات مجھے میرے خواب میں ابو طالب علیہ السلام کو دکھائیں؟" تو امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا "ہاں" اور امام علیہ السلام نے متوکل کو اسی رات ہی ابو طالب علیہ السلام کی زیارت کروائی اور ابو طالب علیہ السلام نے متوکل کو بتلایا کہ جو ابوالحسن علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

اقول: عنقریب آپ علیہ السلام کی شہادت کی فصل میں یہ حدیث پوری آئے گی۔ اور اس کتاب میں بھی آپ علیہ السلام کے معجزات کے بارے میں آپ علیہ السلام کی طرف سے غیب کی خبریں دینے والی احادیث سے من جملہ کو روایت کیا گیا ہے۔

اور بحار الانوار میں المناقب سے نقل کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ متوکل نے عتاب ابن ابی عتاب کو مدینہ بھیجا تا کہ وہ حضرت علی بن محمد علیہما السلام کو سرمن رأی لے آئے۔ شیعہ آپس میں گفتگو کیا کرتے تھے کہ آپ علیہ السلام غیب کا علم رکھتے ہیں۔ عتاب کے دل میں بھی یہ بات موجود تھی جب مدینہ سے کچھ فاصلے پر پہنچے تو اس نے دیکھا کہ امام علیہ السلام نے برساتی اوڑھی ہوئی تھی جبکہ آسمان بالکل صاف تھا۔ پس جلد ہی بادل چڑھ آئے اور بارش شروع ہو گئی۔ تب عتاب نے کہا "ایک" پھر جب آپ علیہ السلام فرات پر پہنچے تو آپ علیہ السلام کو انتہائی دل گیر دیکھا تو اس سے فرمایا "اے ابو احمد! تمہیں کیا ہوا؟" تو اس نے عرض کی۔ "میرا دل اپنی ان حاجات میں الجھا ہوا ہے کہ جنہیں میں نے امیر کے سامنے پیش کی تھیں" امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا "تیری حوائج یقینا پوری ہوں گی" پس جلد ہی اس کی حاجات کی بر آوری کی خوشخبری آن پہنچی تو اس نے کہا "لوگ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ علیہ السلام علم غیب رکھتے ہیں۔ یقینا ان میں سے دو باتیں واضح ہو چکی ہیں۔

اور اسی کتاب ہی میں المعتمد سے الاصول میں سے، اس نے علی بن مہزیار سے روایت کی ہے کہ میں عسکر گیا جبکہ میں امامت میں شک کیا کرتا تھا۔ وہ ہار کے دنوں میں ایک دن تھا بادشاہ شکار پر نکلا تھا اور اس نے گرمیوں کے کپڑے پہنے ہوئے تھے اور لوگوں نے بھی گرمیوں کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ جبکہ ابو الحسن علیہ السلام نے لبادہ اوڑھ رکھا تھا اور آپ علیہ السلام کے گھوڑے پر بھی برسات میں گھوڑے کو خشک رکھنے والا لبادہ تھا اور گھوڑے کی دم بھی بندھی ہوئی تھی۔ لوگوں کو آپ علیہ السلام پر بہت تعجب ہو رہا تھا اور وہ کہہ رہے تھے "کیا تم نے دیکھا ہے کہ اس مدنی علیہ السلام نے اپنے آپ علیہ السلام کے ساتھ کیا کر رکھا ہے" میں نے دل ہی دل میں کہا "اگر یہ حضرت علیہ السلام امام علیہ السلام ہوتے تو ایسا نہ کرتے"

جب لوگ صحرا میں پہنچے تو زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ انتہائی گھمبیر بادل آسمان پر بلند ہوا اور خوب جم کر برسا کہ کوئی بھی نہ بچا مگر یہ کہ وہ سب بارش میں بھیگ گئے۔ جبکہ آپ علیہ السلام لوٹے تو صحیح و سالم تھے۔ میں نے دل میں کہا "ہو سکتا ہے کہ یہ حضرت امام علیہ السلام ہوں" پھر میں نے کہا "میں چاہتا ہوں کہ ان حضرت علیہ السلام سے جنب کے پسینے کے بارے میں سوال کروں" اور میں نے دل ہی دل میں کہا "اگر ان حضرت علیہ السلام نے اپنا چہرہ کھولا تو امام علیہ السلام ہوں گے" جب آپ علیہ السلام میرے قریب آئے تو اپنا چہرہ کھولا پھر فرمایا "اگر مجنب کا پسینہ کپڑوں میں آ جائے اور وہ حرام سے جن ہو تو اس میں نماز جائز نہیں ہے اور اگر اس کی جنابت حلال سے ہو تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔" اس کے بعد میرے اندر کوئی شبہ نہ رہا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے البرہان نامی کتاب سے، اس نے دھنی سے روایت کی ہے کہ جب آپ علیه السلام کو سرمن رأی لایا گیا تو متوکل آپ علیه السلام کی دکھاوے کے طور پر عزت کیا کرتا تھا۔ اس نے ایک روز آپ علیه السلام کی طرف ایک ٹوکری بھیجی کہ جس میں انجیر تھے۔ ہرکارے کو راستے میں بارش نے گھیر لیا تو وہ مسجد میں پناہ گزیں ہوا پھر اس کے دل میں انجیر کی خواہش اٹھی تو اس نے وہ ٹوکری کھولی اور اس میں سے کچھ انجیریں کھائیں۔ پس وہ جب امام علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیه السلام کھڑے نماز ادا کر رہے تھے تو آپ علیه السلام کے خادموں میں سے کسی نے اس سے پوچھا۔ تیری کہانی کیا ہے تو اس نے اپنی کہانی بیان کی تو اس خادم نے اس سے کہا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ ان حضرت علیه السلام کو تمہاری پوری خبر ہے اور اس کی بھی کہ تو نے ان میں سے انجیر کھائے ہیں۔" تو ہرکارے پر قیامت ٹوٹ پڑی اور وہ اپنے گھر کی طرف بھاگا یہاں تک کہ اس نے جب طلب کرنے والوں کی آواز پہنچی تو وہ اور اس کے گھر میں موجود ہر شخص اس خبر سے کانپ کر رہ گیا۔

اور اسی کتاب ہی میں حسین بن علی سے روایت ہے کہ امام نقی علیه السلام کے پاس ایک شخص خوف سے کانپتا ہوا آیا اور وہ کہہ رہا تھا "میرے فرزند کو آپ کی محبت کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا ہے۔ اس شب وہ اسے فلاں جگہ جا کر دفن کرنے والے ہیں" امام علیه السلام نے فرمایا "تو کیا چاہتا ہے؟" اس نے عرض کی "والدین جو چاہتے ہیں" تو امام علیه السلام نے فرمایا "اس کو کچھ نہیں ہونے والا، جاؤ تمہارا بیٹا تم تک پہنچ جائے گا" جب صبح ہوئی تو اس کا بیٹا اس کے پاس واپس آگیا تو اس نے پوچھا "اے بیٹا! تیرے ساتھ کیا ہوا؟" اس نے بتایا۔ جب ان لوگوں نے قبر کے پاس لے جا کر میرے ہاتھ باندھے تو میرے پاس دس ہستیاں آئیں کہ جو انتہائی پاکیزہ اور معطر تھیں۔ انہوں علیہم السلام نے مجھ سے میرے رونے کی وجہ پوچھی تو میں نے ان حضرات علیہم السلام کو وجہ بتائی۔ تو ان حضرات علیہم السلام نے فرمایا "اگر طالب کو مطلوب بنا دیا جائے تو تیری جان بچ سکتی ہے اور تو نکل سکتا ہے۔ تم نبی ﷺ کے مزار کی زیارت لازماً کرنا" میں نے کہا "ٹھیک ہے" تو ان حضرات علیہم السلام نے داروغ کو پکڑا اور اسے

پہاڑی سے کھائی میں پھینک دیا کہ کسی نے اس کی چیخ بھی نہ سنی اور اس کو کوئی شخص دیکھ بھی نہ پایا۔ اور ان حضرات علیہم السلام نے مجھے تمہارے پاس بھیج دیا اور وہ حضرات علیہم السلام میرے ان حضرات علیہم السلام کی طرف جانے کے منتظر ہیں" اور اس نے اپنے باپ کو الوداع کیا اور چلا گیا۔ تب اس کا باپ امام علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ علیه السلام کو اس کی حالت کی خبر دی اور ایک شور شرابہ بلند ہوا۔ لوگ جا رہے تھے اور کہتے جا رہے تھے "ایسا ایسا ہو گیا" امام علیه السلام نے مسکراتے ہوئے فرمایا "جو ہم جانتے ہیں وہ نہیں جانتے ہیں"

اور اس ہی کتاب میں اس نے ابو الحسن بن سهلویه البصری کی جو ملاح کے نام سے معروف تھا سے روایت کی ہے امام ابو الحسن علیه السلام نے میری راہنمائی فرمائی تو میں واقفی تھا۔ امام علیه السلام نے فرمایا "کتنے عرصے سے اس نیند میں ہو البتہ اب تمہیں اس سے بیدا ر ہونا چاہیے" تب میرے دل میں ایسی چیز آئی کہ جس نے مجھے پر سکون کر دیا اور میں نے حق کی اتباع شروع کر دی۔

شیخ صدوقؒ نے المجالس نامی کتاب میں اپنی اسناد کے ساتھ احمد بن ابی القاسم سے، اس نے ابو ہاشم جعفری سے روایت کی ہے کہ مجھے شدید تنگی نے گھر لیا۔ تب میں ابو الحسن علی بن محمد علیہما السلام کے پاس گیا اور میں نے آپ علیه السلام کے حضور حاضری کی اجازت چاہی تو آپ علیه السلام نے

مجھے اجازت بخشی۔ جب میں بیٹھ گیا تو آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اے ابو ہاشم! تجھ پر اللہ کی کون سی ایسی نعمت ہے کہ جس کا شکر تیرے ذمے واجب الادا ہے اور اے ابو ہاشم کیا تو شکر ادا کرنا چاہتا ہے؟" تو مجھ سے کوئی جواب نہ بن پایا۔ تو امام علیہ السلام نے خود ہی گفتگو کی ابتداء فرماتے ہوئے فرمایا "اس نے تمہیں ایمان کی دولت سے مالا مال فرمایا اور تمہارے بدن پر جہنم کی آگ حرام قرار دی ہے اور اس نے تمہیں صحت کی دولت بخشی اور اس طرح اپنی اطاعت پر تیری مدد فرمائی اور تجھے قناعت پسندی کی صفت بخشی اور تجھے بے وفائی سے محفوظ فرمایا۔ اے ابو ہاشم! بے شک میں نے تم سے یہ گفتگو فقط اس لیے شروع کی ہے کہ میں سمجھتا ہوں کہ تو میرے سامنے اس ہستی کی شکایت کرنا چاہتا ہے کہ جس نے تم پر اتنے احسانات کیے۔ میں نے تمہارے لیے سو دینار کا کہہ دیا ہے پس تم وہ لے لو"

سیّد ابن طاؤس نے کشف المحجۃ میں اپنی اسناد کے ساتھ کلینی کی کتاب الرسائل سے، اس نے اس کانام رکھنے والے سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن علیہ السلام کی طرف خط لکھا کہ ایک شخص چاہتا ہے کہ وہ اپنے امام علیہ السلام کے حضور وہ سب پیش کرے کہ جو وہ اپنے ربّ کی بارگاہ میں کہنا چاہتا ہے" تو امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا "اگر تیری کوئی حاجت ہے تو اپنے ہونٹ ہلاؤ تو تمہیں جواب ملے گا" مجلسی نے بحار الانوار میں اس ہی سے اسی طرح ہی روایت کیا ہے۔

اور اسی کتاب ہی میں البصائر سے، اس نے محمد بن عیسیٰ سے، اس نے ابو علی بن راشد سے روایت کی ہے کہ میرے پاس بار بردار بار لے کر آئے تو اس سے پہلے کہ میں تحریروں کو دیکھتا۔ آپ علیہ السلام کا نمائندہ میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے فلاں کتاب دے دو جبکہ میرے پاس گھر میں کتاب نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ پس میں جان بوجھ کر کے نہیں ہے اسے تلاش کرنے کی غرض سے اٹھا مگر مجھے کچھ نہ ملا۔ جب نمائندہ واپس چلا گیا تو ہم نے بعض گٹھڑیوں کو کھولا تو مجھے ایک کتاب ملی کہ تو مجھے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام نے درست ہی منگوایا تھا۔ تب میں نے وہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں بھجوا دی۔

قطب الدین راوندی نے الخرائج میں محمد بن الفرج سے روایت کی ہے کہ حضرت علی بن محمد علیہما السلام نے مجھ سے فرمایا "اگر تو کوئی مسئلہ پوچھنا چاہتا ہے تو اسے لکھو اور وہ تحریر اپنے مصلے کے نیچے رکھا کرو اور اسے تھوڑی دیر چھوڑ دیا کرو پھر اسے نکال کر اس میں دیکھا کرو۔ میں نے ایسا کیا تو میں نے اس میں اس مسئلے کا جواب لکھا پایا کہ جو مسئلہ میں آپ علیہ السلام سے پوچھنا چاہتا تھا۔

شیخ محمد بن الحسن الحر العاملی نے اثبات الھداۃ نامی کتاب میں اپنی سند کے ساتھ محمد بن عیسیٰ سے، اس نے ایک شخص سے روایت کی ہے کہ میں ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام انتہائی علیل تھے۔ تب آپ علیہ السلام نے تکیے سے سر اٹھایا اور ارشاد فرمایا "تمہارا امام ابو فلاں علیہ السلام ہیں۔ میں نے عرض کی "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! خوف ہے کہ وہ لوگ آپ علیہ السلام کو اتنا علیل دیکھیں گے تو دھوکہ دیں گے" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "مجھے اس بیماری سے کوئی نقصان نہیں ہے" پس آپ علیہ السلام تندرست ہو گئے۔ والحمد للہ ربّ العالمین۔

شیخ ابو علی فضل بن الحسن الطبرسی نے اعلام الوریٰ نامی کتاب میں حسن بن محمد بن جمہور القمی سے کتاب الواحدہ میں سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا حسین بن محمد نے کہ میرا ایک دوست بغاء کی

اولاد کا ایک مؤدب میرا دوست تھا یا وہ خادم تھا۔ شک میری طرف سے ہے تو اس نے مجھ سے کہا "امیر نے خلیفہ کے محل سے واپسی پر کہا کہ امیر نے اس شخص کو آج قید کرنے کا حکم صادر کیا ہے کہ جو کہ ان دنوں ابن الرضا علیہما السلام کی امامت کے قائل ہیں اور اسے علی بن کرکر کے حوالے کیا۔ میں نے سنا وہ حضرت علیہ السلام کہہ رہے تھے "میں اللہ کے حضور صالح علیہ السلام کی ناقہ سے زیادہ مکرم ہوں۔ تم اپنے گھروں میں بے رہو تین دن ہی ہیں اور یہ وعدہ جھوٹ نہیں ہے"

اس نے کہا "نہ تو کلام میں کچھ ہے اور نہ ہی کوئی نشانی ہے یہ کونسی چیز ہے" میں نے کہا "اللہ تمہیں سلامتی سلامتی دے! تم سے وعدہ کیا گیا ہے تم دیکھو کہ تین دن کے بعد کیا ہوتا ہے۔ جب دوسرا روز ہوا تو اس نے آپ علیہ السلام کو آزاد کر دیا اور آپ علیہ السلام سے معذرت کی۔ جب تیسرا روز ہوا تو باغیوں نے متوکل پر حملہ کر کے، ان کی ایک جماعت نے اسے قتل کر ڈالا اور اس کا بیٹا منتصر اس کی جگہ خلیفہ بن بیٹھا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا ابوالحسین سعید بن سہل البصری نے کہ جس کا لقب ملاح تھا۔ اس نے روایت کی ہے کہ جعفر بن القاسم الھاشمی البصری واقفی العقیدہ تھا۔ میں اس کے ساتھ سرمن رأی میں تھا کہ راستے میں ابو الحسن علیہ السلام کی نگاہ اس پر پڑی تو امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا "یہ نیند کب سے ہے اب تمہیں اس سے بیدار ہو جانا چاہیے" تو جعفر نے مجھ سے کہا "علی بن محمد علیہما السلام نے مجھے جو فرمایا ہے اس کے سننے کے بعد اللہ کی قسم میرے دل میں چوٹ لگی ہے"

پس چند دن گزرنے کے بعد خلیفہ کی اولاد میں سے کسی کا ولیمہ تھا۔ اس نے ہمیں اس میں دعوت دی اور ہمارے ساتھ ساتھ ابو الحسن علیہ السلام کو بھی دعوت دی۔ جب لوگوں نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو سب نے آپ علیہ السلام کی تعظیم و توقیر کی مگر محفل میں موجود ایک جوان نے آپ علیہ السلام کی توقیر نہ کی۔ اور اس نے آپ علیہ السلام سے تفاظی اور ٹھٹھا شروع کیا۔ تو آپ علیہ السلام نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے جوان! تجھ میں ٹھٹھا کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے کہ جس نے تمہیں اللہ کے ذکر سے دور کر رکھا ہے۔ حالانکہ تو تین دن کے بعد اہل قبور میں سے ہو گا" ہم نے کہا "یہ ایک دلیل امامت ہے۔ دیکھتے ہیں کہ کیا ہوتا ہے" پس وہ جوان خاموش ہو گیا اور ان نا شائستہ حرکات سے باز آگیا۔ ہم نے کھانا کھایا اور محفل سے باہر نکل آئے۔ ایک دن کے بعد وہ جوان بیمار ہو گیا اور تیسرے روز دن کے ابتدائی حصے میں اس کی موت ہو گئی اور دن کے آخری حصے میں اسے دفن کر دیا گیا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے کہا ہے کہ مجھے سعید ہی نے بیان کیا کہ ہم اسی طرح سرمن رأی میں اپنے خاندان کے ایک ولیمہ میں جمع ہوئے تو ہمارے ساتھ وہاں پر ابو الحسن علیہ السلام بھی موجود تھے۔ ایک شخص نے آپ علیہ السلام کی جلالت و عظمت کو نظر انداز کرتے ہوئے فضول گوئی اور ٹھٹھا شروع کر دیا۔ تو آپ علیہ السلام جعفر سے مخاطب ہوئے اور فرمایا "یہ شخص اس کھانے میں سے کچھ بھی نہ کھا پائے گا اور اسے اس کے اہل خانہ کے بارے میں ایسی خبر ملے گی کہ اس کا جینا دو بھر ہو جائے گا" تب دستر خوان لگا دیا گیا۔ جعفر نے کہا "اس خبر کے بعد اور کیا ہو کہ اس کا قول غلط ہو گیا ہے۔ اللہ کی قسم اس شخص نے ہاتھ دھوئے اور کھانے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اچانک ایک لڑکا روتا ہوا دروازے سے اندر داخل ہوا اور اس نے اس شخص سے کہا "جلدی پہنچو کہ تمہاری ماں گھر کے اوپر چھت پر تھی اور

وہ مر گئی ہے۔“ جعفر نے کہا "تب میں نے کہا ”اللہ کی قسم! اس کے بعد میں واقفی المذہب نہ رہا اور میں آپ علیہ السلام کی امامت کا قائل و معتقد ہو گیا۔“

”اور ان میں سے آپ صلوات اللہ علیہ کے معجزات کا مردوں کے زندہ کرنے، دشمنوں کو ہلاک کرنے، مریضوں کو شفایاب کرنے اور کوڑھی و مبروص کے تندرست کرنے میں ظاہر ہونا ہے“

سیّد مرتضیٰ کی طرف منسو ب کتاب عیون المعجزات میں ہے کہ مجھے بیان کیا ابو الحف المصری نے، اس نے اپنے راویوں کے ذریعے محمد بن سنان الزاہری رفیع اللہ درجتہ سے روایت کی ہے کہ ابو الحسن علی بن محمد علیہما السلام حج کرنے کیلئے تشریف لے گئے۔ جب آپ علیہ السلام واپس تشریف لا رہے تھے۔ مدینہ کی طرف تو آپ علیہ السلام نے ایک خراسانی شخص اپنے مردہ گدھے پر کھڑا گریہ و بکا کر رہا تھا اور بین کر رہا تھا کہ اب میں اپنا سامان کس پر لادوں؟“ امام علیہ السلام کا وہاں سے گزر ہوا تو آپ علیہ السلام سے عرض کیا گیا ”یہ خراسانی شخص آپ حضرات اہل بیت علیہم السلام کے محبوں میں سے ہے“ تب آپ صلوات اللہ و سلامۃ علیہ اس مردہ گدھے کی جانب بڑھے اور فرمایا ”بنی اسرائیل کی گائے اللہ کے حضور مجھ سے بڑھ کر مکرم نہ تھی کہ ان لوگوں کے اس گائے کے کچھ حصے کو مردہ پر مارا تھا تو وہ زندہ ہو گیا تھا۔ پھر امام علیہ السلام نے اپنے دائیں پاؤں سے ٹھوکر ماری اور فرمایا ”اٹھو اللہ کے اذن سے“ تب گدھے میں حرکت پیدا ہوئی۔ پھر وہ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ پس خراسانی نے اپنا سامان اس پر باندھا اور اس پر چڑھ کر مدینے پہنچا۔ جب بھی آپ علیہ السلام کا گزر ہوتا تھا تو لوگ آپ علیہ السلام کی طرف انگلیاں اٹھا کر اشارہ کرتے اور کہتے تھے۔ یہی ہے وہ حضرت علیہ السلام کہ جس نے خراسانی کے مردہ گدھے کو زندہ کیا تھا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے ابو جعفر بن جریر طبری سے، اس نے عبداللہ بن محمد البلوی سے، اس نے ہاشم بن زید سے روایت کی ہے کہ میں نے علی بن محمد العسکری علیہما السلام کو دیکھا کہ آپ علیہ السلام کوڑھی کے پاس گئے اور اسے شفا یاب کر دیا اور میں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام نے مٹی سے پرندے جیسی شکل بنائی اور اس میں پھونک ماری تو وہ اڑنے لگا۔“ میں نے عرض کی ”آپ علیہ السلام کے اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی فرق نہیں“ آپ علیہ السلام نے فرمایا ”میں علیہ السلام اس میں سے اور وہ علیہ السلام مجھ سے ہیں ”

علی بن الحسین المسعودی نے اثبات الوصیۃ میں ہے آپ علیہ السلام ایک روز متوکل کے محل میں داخل ہوئے اور نماز پڑھنا شروع کر دی۔ تب مخالفین میں سے ایک شخص آپ علیہ السلام کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اس نے کہا ”یہ کتنی بڑی ریاکاری ہے“ تو آپ علیہ السلام نے جلدی سے نماز تمام فرمائی۔ پھر اس کی طرف متوجہ ہوئے تو ارشاد فرمایا ”اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں پیس کر رکھ دے گا“ تب وہ شخص مردہ ہو کر گر پڑا۔ تب محل میں یہ گفتگو چھڑ گئی“

اور برسی نے مشارق الانوار میں، اس نے محمد بن الحسن الجھنی سے روایت کی ہے کہ متوکل کی محفل میں ایک ھندی شعبدہ باز آیا اور اس نے کچھ ایسے کرتب دکھائے کہ جو اسے بہت پسند آئے تو متوکل نے اس سے کہا ”اے ھندی! اس وقت ہماری محفل میں ایک شریف آدمی حاضر ہونے والا ہے۔ جب وہ آئے تو تم اس کے پاس ایسا کرتب پیش کرو کہ جو اسے خجل کر دے“

جب ابو الحسن علیہ السلام تشریف لائے تو اس ھندی نے کرتب کیا مگر آپ علیہ السلام اس کی طرف متوکہ ہوئے تو اس نے آپ علیہ السلام سے بدکلامی کرتے ہوئے کہا "اے شریف آدمی! تمہیں میرے کرتب پسند نہیں آ رہے۔ گویا تم بھوکے ہو" پھر اس نے قالین میں موجود ایک دائرہ نما شکل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اے روٹی! اس شریف آدمی کے پاس جا" تب وہ صورت بلند ہوئی تو ابو الحسن علیہ السلام نے قالین پر موجود ایک درندے کی تصویر پر اپنا مبارک ہاتھ رکھا اور فرمایا "اٹھو اور اس کو پکڑ لو" تب وہ تصویر درندہ بن گئی اور اس ھندی کو چبا گئی اور پھر وہ تصویر قالین میں اپنی جگہ چلی گئی۔ پس متوکل منہ کے بل گر پڑا اور جو کھڑے تھے وہ بھاگ گئے۔

اور اسی حدیث کو مجلسیؒ نے بحار الانوار میں برسی سے اسی طرح ہی روایت کیا ہے۔

اور اسی واقعے کو حسین بن حمدان الخضینی نے کتاب الھدایة فی الضائل میں محمد بن احمد الجھنی سے اسی طرح ہی روایت کیا ہے البتہ اس کے آخر میں اضافہ کیا ہے کہ تب متوکل نے کہا جبکہ اللہ نے اس کی عقل کو ختم کر دیا تھا "اے ابو الحسن علیہ السلام! وہ شخص کہاں گیا۔ آپ علیہ السلام اسے واپس لائیے" تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا "اگر موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے جو کھایا تھا وہ اگلا ہوتا تو یہ شخص بھی واپس آ جاتا" اور پھر اُٹھ کر تشریف لے گئے۔

اور قطب الدین راوندی نے الخرائج میں ابو ہاشم جعفری سے روایت کی ہے کہ اہل سرمن رأی میں سے ایک شخص کے پاؤں میں برص ظاہر ہوئی اور ہر رات اس میں اضافہ ہونے لگا۔ پس ایک روز وہ شخص ابو علی الفھری کے پاس بیٹھا اور اس نے اس کے سامنے اس کی شکایت کی۔ تو اس نے اسے کہا "اگر تم کسی روز ابو الحسن علی بن محمد بن الرضا علیہم السلام کے سامنے پیش ہو جاؤ اور ان حضرت علیہ السلام سے اپنے لیے دعا کی التماس کرو تو مجھے امید ہے کہ تیری یہ بیماری زائل ہو جائے گی" پس وہ شخص ایک روز آپ علیہ السلام کے راستے میں بیٹھ گیا جبکہ آپ علیہ السلام متوکل کے محل سے باہر تشریف لا رہے تھے۔ جب اس نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو اٹھ کھڑا ہوا تا کہ وہ آپ علیہ السلام کے قریب جا ئے آپ علیہ السلام نے اس کی طرف اپنے مبارک ہاتھ سے اشارہ فرماتے ہوئے تین بار فرمایا "دور رہو اللہ تمہیں صحت دے، دور رہو اللہ تمہیں صحت دے، دور رہو اللہ تمہیں صحت دے،" پس وہ شخص دور ہی رہا اور اس نے آپ علیہ السلام کے قریب آنے کی جرأت نہ کی اور پلٹ گیا اور اس نے فھری سے ملاقات کی اور اسے تمام احوال بیان کیا اور وہ بھی کہ جو آپ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

تو اس نے کہا "ان حضرات علیہم السلام نے تیرے حق میں دعا فرما دی ہے پس جاؤ یقینا تمہیں تندرستی مل گئی" پس وہ شخص اپنے گھر چلا گیا اور وہ اس رات سویا جب صبح اٹھا تو اس کے جسم پر برص میں سے کسی چیز کا نشان تک نہ تھا۔"

اور محمد بن جریر طبری نے دلائل الامامت نامی کتاب میں لکھا ہے کہ احمد بن علی نے روایت کی ہے کہ عیسیٰ بن الحسن القمی نے مجھے اور میرے باپ علی کو بلایا اور وہ بہت جلدی میں تھا۔ اس نے ہم سے کہا "مجھے میری چچا زاد احمد بن اسحاق کے پاس لے چلو" ہم لے گئے تو وہ اسے ہمارے ہمراہ ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں لے گیا۔ ہم نے دیکھا کہ ان دونوں نے آپس میں کچھ ایسی گفتگو کی کہ جسے میں نہ سمجھ سکا۔ تب احمد نے امام علیہ السلام سے عرض کی۔ اللہ مجھے آپ علیہ السلام پر قربان فرمائے! یہ میرا چچا زاد عیسیٰ بن حسن ہے، اس کے بازو پر اخروٹ کی مانند سفید چھالے پڑ گئے

ہیں" تب امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "اے عیسیٰ! آگے آؤ" تب میں آپ علیہ السلام کی طرف آگے بڑھا تو آپ علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "اپنا بازو باہر نکالو" تو میں نے اپنا بازو باہر نکالا تو آپ علیہ السلام نے اس پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا اور زیر لب کچھ کلام فرمایا اور پھر بلند آواز سے تین بار فرمایا "بسم اللہ الرحمن الرحیم" اسم اعظم کے اتنا قریب تر ہے کہ جتنا آنکھ کی سفیدی آنکھ کی سیاہی کے قریب ہوتی ہے۔" پھر فرمایا! اے عیسیٰ!" میں نے عرض کی "لبیک" فرمایا "اپنی بازو کو اپنی قمیص کے اندر ڈالو اور پھر باہر نکالو" پس میں نے بازو باہر نکالا تو میرے ہاتھ میں تھوڑا بہت کچھ بھی نشان تک باقی نہ تھا۔

اور مفید نے الارشاد میں اور راوندی نے الخرائج میں محمد بن علی سے، اس نے کہا کہ مجھے بتایا زید بن علی بن الحسین بن زید نے کہ میں بیمار ہو گیا اور رات کے وقت طبیب میرے پاس آیا اور اس نے میرے لیے دوا تجویز کی کہ میں صبح کے وقت فلاں فلاں دن تک لوں۔ میرے لیے اس دوا کو رات کے وقت حاصل کرنا ممکن نہ تھا۔ طبیب دروازے سے باہر نکل رہا تھا کہ امام ابو الحسن علیہ السلام کا صحابی اندر داخل ہوا اور اس کے ہاتھ میں ایک شیشی تھی کہ جس میں بعینہ وہی دوا تھی۔ اس نے مجھ سے کہا "ابو الحسن علیہ السلام نے تمہیں سلام بھیجا ہے اور تمہارے لیے فرمایا ہے کہ اس دوا کو فلاں فلاں دن تک لو" پس میں نے وہ دوا لی اور اسے پیا تو میں تندرست ہو گیا۔

محمد بن علی نے روایت کی ہے کہ زید بن علی نے مجھے کہا "اے محمد! غالی میں اس حدیث سے دور کیوں ہیں؟"

اقول: یہ خبر کلینی وغیرہ کی سند کے ساتھ اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ گزر چکی ہے"

”اور ان میں سے آپ علیہ السلام کی استجابت دعا میں ظاہر ہونے والے معجزے ہیں“

علی بن حسین المسعوی نے اثبات الوصیۃ نامی کتاب میں لکھا ہے کہ الحمیری نے محمد بن عیسیٰ سے، اس نے علی بن جعفر علیہما السلام سے روایت کی ہے کہ شب جمعۃ المبارک ابو الحسن علیہ السلام مسجد نبوی ﷺ میں تشریف لائے اور بیت فاطمہ علیہا السلام کے سامنے ستون کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔ جب آپ علیہ السلام بیٹھ گئے تو آپ علیہ السلام کی اہل بیت علیہم السلام میں سے ایک شخص کہ جسے علی بن جعفر علیہما السلام وغیرہ جانتے ہیں۔ آپ علیہ السلام کے قریب ایک جانب بیٹھ گیا اور اس نے آپ علیہ السلام سے کہا ”میں آپ علیہ السلام کے پاس آیا مگر آپ علیہ السلام نے مجھے حاضر ہونے کی اجازت نہ دی“ امام علیہ السلام نے فرمایا ”یقینا تو اس وقت آیا ہو گا کہ جب تیرا میرے پاس پہنچنا ممکن نہ ہوگا اور نہ مجھے تیرے آنے کی کوئی خبر تھی۔ البتہ مجھے تیرے بارے میں خبر ملی ہے کہ تو نے میرے بارے میں جو ذکر کیا اور شکوہ کیا وہ ان الفاظ میں تھا جو مناسب نہ تھے۔ تو اس شخص نے کہا ”نہیں، اللہ کی قسم! میں نے ایسا نہیں کیا جس نے ایسا کیا ہو وہ اس صاحب قبر یعنی نبی ﷺ سے بری الذمہ ہو“ ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا مجھے معلوم تھا کہ وہ جھوٹا حلف اٹھا رہا ہے تب میں نے ان الفاظ میں دعا کی ”اے میرے معبود! اس نے جھوٹا حلف اٹھایا ہے۔ اس سے تو ہی انتقام لے۔“ تو دوسرے روز وہ شخص مر گیا اور مدینہ میں یہ بات مشہور ہو گئی۔

شیخ ابو علی الحسن بن محمد بن الحسن طوسی نے الامالی میں ، اس نے اپنے باپ سے، اس نے ابو محمد الضحام سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا ابو الحسن محمد بن احمد نے، اس نے کہا مجھے بیان کیا میرے باپ کے چچا نے کہ ایک روز میں امام علیہ السلام کی بارگاہ مقدس میں حاضر ہوا تو میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی ”اے میرے آقا علیہ السلام! اس فلاں شخص نے میرا جینا دو بھر کر دیا ہے اور میری معیشت کاٹ کر رکھ دی ہے۔ مجھے پریشان کر رہا ہے، اس کی اس دشمنی کی وجہ سے مجھے کوئی اور سمجھ میں نہیں آتی ہے ماسوائے اس کے کہ اسے میری آپ علیہ السلام کے ساتھ پکی عقیدت کا علم ہے۔ اگر آپ علیہ السلام اس سے کچھ فرمائیں تو یقینا وہ آپ علیہ السلام کے فرمان کو قبول کرتا ہے۔ پس آپ علیہ السلام اس مسئلہ میں مجھ پر اپنا فضل و کرم فرمائیں ”تو امام علیہ السلام نے فرمایا انشاء اللہ تیرا کام ہو جائے گا۔“

جب رات ہوئی تو متوکل کے ہرکاروں نے یکے بعد دیگرے میرے دروازے کو بجانا شروع کر دیا۔ پس میں گیا تو فتح دروازے پر موجود تھا۔ اس نے کہا ”ہم نے تمہیں تیرے گھر سے رات کے وقت ایسے نہیں بلایا بلکہ اس شخص نے تمہیں شدید طلب کیا ہے۔ اندر جاؤ۔ میں اندر گیا تو متوکل اپنے بستر میں بیٹھا ہوا تھا۔ تو اس نے کہا ”’اے ابو موسیٰ! ہم نے تم سے منہ موڑا اور تمہیں بھلا دیا۔ تیرا میرے پاس کیا واجب الادا ہے؟“ میں نے کہا ”فلاں صلہ اور فلاں رزق وغیرہ وغیرہ“ اور میں نے چیزیں گنوائیں تو اس نے اسی وقت مجھے دینے کاحکم صادر کیا اور اس سے بھی کئی گنا زیادہ دینے کا حکم دیا۔ تو میں نے فتح سے کہا ”حضرت علی بن محمد علیہما السلام یہاں پر تشریف لائے تھے؟“ اس نے کہا ”نہیں“ میں نے کہا ”رقعہ تحریر فرمایا ہے؟“ اس نے کہا ”نہیں“ تو میں واپسی مڑا تو وہ میرے پیچھے پیچھے آیا اور اس نے مجھ سے

کہا ”اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تو نے ان حضرت علیہ السلام سے دعا کیلئے التماس کی ہو گی۔ تم ان حضرت علیہ السلام سے میرے لیے بھی التماس دعا کرو۔“

جب میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے مجھے فرمایا ”اے ابو موسیٰ! کیا تو راضی ہو گیا؟“ میں نے عرض کی ”آپ علیہ السلام کی برکت سے اے میرے آقا علیہ السلام! لیکن لوگوں نے مجھے بتایا ہے کہ آپ علیہ السلام تو اس کے پاس گئے اور نہ ہی اس سے سوال کیا؟“ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہم امور میں اس کے علاوہ کسی کے سامنے التجا نہیں کرتے ہیں اور مشکلات میں اس کے علاوہ کسی پر بھروسہ نہیں کرتے ہیں اور جب ہم سوال کرتے ہیں تو وہ قبول فرماتا ہے اور جب ہمیں عدل کے بارے میں خطرہ ہوتا ہے تو وہ ہم سے عدل ہی فرماتا ہے ” میں نے عرض کی۔ فتح نے مجھے ایسے ایسے کہا ہے؟“ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”وہ ظاہراً ہم سے محبت کا اظہار کرتا ہے مگر باطنی طور پر ہماری مخالفت کرتا ہے۔ دعاتو اس کیلئے ہے کہ جو وہ دعا مانگے تو وہ اللہ کی اطاعت رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے اعتراف اور ہم اہل بیت علیہم السلام کے حق کے اعتراف میں مخلص تھا۔ تم نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے ایک چیز کا سوال کیا تو اس نے تمہیں محروم نہیں کیا۔ میں نے عرض کی۔ ”اے میرے آقا علیہ السلام! آپ علیہ السلام نے مجھے دیگر دعاؤں سے ہٹ کر کوئی خاص دعا تعلیم فرمائیے؟“ تو امام علیہ السلام نے فرمایا ”یہ دعا وہ ہے کہ جو میں اکثر اوقات اللہ کے حضور مانگا کرتا ہوں اور میں نے اللہ کے حضور سوال کیا ہے کہ میرے بعد جو بھی میرے مشہد میں یہ دعا مانگے اسے خالی نہ پلٹائے اور وہ دعا یہ ہے۔

یا عدت عند العدد، و یار جائی والمعتمد، و یا کھفی والسند و یا واحد یا احد یا قل ہو اللہ احد اسئلک اللھم بحق من خلقتہ من خلقک ولم تجعل فی خلقک مثلھم احداً ان تصلی علیھم و تفعل لی کیت و کیت

قطب الدین راوندی نے الخرائج میں لکھا ہے کہ آپ علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک تھیلوں والے ٹیلے کا واقعہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ متوکل یا واثق یا ان کے علاوہ کسی نے لشکر کو حکم دیا اور وہ نوے ہزار ترکی فوجی تھے۔ کہ جو سرمن رأی میں سکونت پذیر تھے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے گھوڑے کا گھاس کھانے والا تھیلا سرخ مٹی سے بھرے اور فلاں وسیع میدان کے درمیان میں ایک دوسرے کے اوپر ڈال دیں۔ پس انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پس جب وہ ایک بڑے پہاڑ جیسا بن گیا تو وہ اس کے اوپر چڑھ گیا اور ابو الحسن علیہ السلام کو بلا کر اوپر چڑھایا اور کہا ”میں نے آپ علیہ السلام کو اس لیے بلایا ہے تا کہ آپ علیہ السلام میرے گھوڑا سواروں کا مظاہرہ فرما سکیں“ جبکہ اس نے انہیں حکم دے رکھا تھا کہ وہ جنگی لباس زیب تن کریں اور اسلحہ سجائیں اور مکمل تیاری کے ساتھ پر ہیبت انداز میں چلیں اور اس کی غرض یہ تھی کہ ہر اس شخص کو دلگیر کرے کہ جو اس کے خلاف بغاوت کا خیال رکھتا ہے۔ اور اسے ابو الحسن علیہ السلام سے بھی خوف تھا۔ کہیں آپ علیہ السلام بھی اپنی اہل بیت علیہم السلام میں سے کسی کو خلیفہ کے برخلاف بغاوت کا حکم صادر نہ فرما دیں۔ تب ابو الحسن علیہ السلام نے اس سے فرمایا ”کیا میں بھی تمہیں اپنا لشکر دکھاؤں؟“ اس نے کہا ”جی ہاں! تب آپ علیہ السلام نے اللہ سبحانہ کے حضور دعا فرمائی تو آسمان سے لے کر زمین تک اور مشرق سے لے کر مغرب تک ملائکہ تھے کہ جنہوں نے جنگی اسلحہ اٹھا رکھا تھا۔ تب خلیفہ صاحب پر غشی طاری ہو گئی جب اسے افاقہ ہوا تو ابو الحسن علیہ

السلام نے اس سے فرمایا "ہم دنیاوی معاملے میں تم سے کوئی جنگ نہیں چاہتے ہیں۔ ہم تو آخرت کے امور میں مشغول ہیں۔ تمہیں میرے بارے میں وہ نہیں سوچنا چاہیے کہ جو تو سوچتا ہے"

اور لکھا ہے کہ ابو ہاشم جعفری نے روایت کی ہے وہ ابو الحسن علیہ السلام کے بابا بزرگوار ابو جعفر علیہ السلام اور جد بزرگوار امام رضا علیہ السلام کے بعد ابو الحسن علیہ السلام کی زیارت سے محروم ہو کر رہ گیا تھا۔ جب وہ انتہائی تگ و دو کے بعد آپ علیہ السلام کی زیارت کرنے میں کامیاب ہوا تو بغداد کی طرف واپسی سے پہلے اس نے ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت اقدس میں آپ علیہ السلام کے دیدار کے بارے میں اپنے شوق کا اظہار کیا۔ پھر عرض کی۔ اے میرے آقا علیہ السلام! آپ علیہ السلام اللہ کے حضور میرے حق میں دعا فرمائیے کہ اکثر اوقات مجھے پانی میں سفر کرنے کی استطاعت نہیں ہوتی ہے کہ مجھے راہزنوں اور جاسوسوں کا خطرہ ہوتا ہے اور میں آپ علیہ السلام سے دور رہنے پر مجبور ہوں۔ میں آپ علیہ السلام کے گھوڑے کی پشت پر سوار ہو کر آیا ہوں جبکہ میرا گھوڑا بھی بہت ضعیف ہے۔ میری اس کے علاوہ کوئی سواری بھی نہ ہے۔ آپ علیہ السلام اللہ کے حضور میرے حق میں دعا فرمائیے کہ وہ مجھے آپ علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہونے کی طاقت عطا فرمائے۔

تو امام علیہ السلام نے فرمایا "اے ابو ہاشم! اللہ تمہیں بھی طاقت بخشے اور تیرے اس گھوڑے کو بھی۔ "راوی نے کہا ابو ہاشم(اس کے بعد) فجر کی نماز بغداد میں پڑھتا تھا اور اس گھوڑے پر سوار ہو کر سفر کرتا تھا تو اسی روز ہی زوال کے وقت سرمن رأی پہنچ جاتا تھا اور اگر چاہتا تو اسی گھوڑے پر اسی روز ہی بغداد پہنچ جایا کرتا تھا۔

یہ ان عجیب معجزات میں سے ہے کہ جنہیں مشاہدہ کیا گیا۔

اسی حدیث کو طبرسی نے اعلام الوریٰ میں ابن عیاش کی کتاب اخبار ابی ہاشم سے، اس نے عبداللہ بن عبدالرحمن الصالحی سے، اس نے ابو ہاشم جعفری سے ایسا ہی روایت کیا ہے۔

سیّد علی ابن موسیٰ بن طاؤس الحسنی نے مھج الدعوات و منھج العنایات نامی کتاب میں لکھا ہے کہ ہمیں بتایا گیا کہ محمد بن جعفر بن ہشام الاصبعی نے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا السیع بن حمزہ القمی نے روایت کی ہے کہ عمرو بن مسعدہ جو معتصم خلیفہ کا وزیر تھا۔ مجھ پر غلیظ ہتھکنڈوں کی انتہا کر دی یہاں تک کہ مجھے اس کی طرف اپنے خون بہائے جانے اور بے نسل ہو جانے کا خوف پیدا ہو گیا۔ تب میں نے اپنے آقا ابو الحسن العسکری علیہ السلام کی خدمت میں وہ سب لکھا کہ جو مجھے درپیش تھا۔ تو آپ علیہ السلام نے میری طرف تحریر فرمایا "تم پرکوئی مصیبت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی تکلیف ہے پس تم ان کلمات کے ذریعے اللہ کے حضور دعا کرو تو تم جن حالات میں گھرے ہو اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں سے نکلنے کی راہ عطا فرمائے گا۔ اور تمہارے لیے نجات و کشائش مہیا فرمائے گا کیونکہ آل محمد علیہم السلام بڑی مصیبتوں، دشمنوں کی دشمنی، تنگدستی کے خوف اور سینوں کی تنگی کے وقت انہی کلمات کے ذریعے دعا کرتے ہیں۔"

الیسع بن حمزہ نے روایت کی ہے کہ میں نے ان کلمات کے ذریعے کہ جو میرے آقا علیہ السلام نے مجھے تحریر فرماتے تھے۔ دن کے وقت دعا کی تو اللہ کی قسم! دن کا ایک حصہ بھی نہ گزرا تھا کہ میرے پاس عمرو بن مسعدہ کا نمائندہ آیا اور اس نے کہا "وزیر کے پاس پہنچو" پس میں اٹھا اور اس کے پاس گیا،

اس نے مجھے دیکھا تو میرے لیے آزادی کا حکم دیا اور اس نے مجھے اس کے فاخرہ ترین لباس میں سے ایک خلعت دینے کا حکم دیا اور اس نے مجھے تحفے میں خوشبو دی۔ پھر مجھے قریب بلا کر اپنے پاس بٹھایا اور مجھ سے گفتگو کے دوران وہ مجھ سے معذرت کرنے لگا اور اس نے مجھ سے جو کچھ چھینا تھا وہ واپس کر دیا اور مجھ سے اچھا سلوک کیا اور میری تمام زمینیں واپس کر دیں بلکہ ان میں اس کے قریبی ٹکڑوں کا بھی اضافہ کر دیا۔

شیخ ابو عمرو محمد بن عمر عبدالعزیز الکشی نے اپنی کتاب الرجال میں محمد بن مسعود سے، اس نے کہا کہ یوسف بن السخت نے روایت کی ہے کہ علی بن جعفر ابو الحسن علیہ السلام کا وکیل تھا اور وہ بغداد کے نواح میں همینا نامی گاؤں کا رہنے والا تھا۔ پس متوکل نے اسے گرفتار کروا کے قید کروا ڈالا۔ اس کی قید طویل ہو گئی اور ادھر عبدالرحمن بن خاقان کی طرف سے اس کے مال کی ضمانت کہ جو تیس ہزار دینار تھے طویل ہو گئی تو اس نے عبید اللہ سے بات کی تو اس نے اس کی حالت متوکل کے سامنے بیان کی تو اس نے کہا ”اے عبیداللہ! اگر مجھے تیرے بارے میں تھوڑا سا بھی شک ہوتا تو میں کہتا کہ یقینا تو رافضی ہے، یہ شخص فلاں کا وکیل ہے اور میں تو اس کو قتل کرنے والا ہوں“

یہ خبر علی بن جعفر تک پہنچی تو اسے بہت اذیت ہوئی۔ تب اس نے ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں ایک خط لکھا۔ اے میرے آقاعلیہ السلام! اللہ کے نام پر مجھ پر رحم فرمائیے۔ اللہ کی قسم! مجھے خوف ہے کہ میں پھسل جاؤں گا۔“ تو امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں ایک رقعہ تحریر فرمایا۔ البتہ جب تیرا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ جو میں دیکھ رہا ہوں تو میں تیرے بارے میں اللہ سے التجا کرنے والا ہوں“ وہ شب جمعة المبارک تھی۔ صبح کے وقت متوکل کو بخار چڑھ گیا اور یہاں تک کہ اس پر دو دن تک بے ہوشی طاری رہی تو اس نے تخلیہ میں جس جس قیدی کا نام اس کے ذہن میں آیا اسے رہا کرنے کا حکم جاری کر دیا۔ یہاں تک کہ اسے علی بن جعفر یاد آیا تو اس نے عبید اللہ سے کہا۔ تو نے میرے سامنے اس کا ذکر کیوں نہیں کیا؟“ تو اس نے کہا ”میں تو کبھی اس کا ذکر دہرانے والا نہیں ہوں“ تو متوکل نے کہا ”اسے اسی وقت رہا کر دیا جائے اور اس سے التجا کی جائے کہ وہ مجھے معاف کر دے“ تب اسے رہا کر دیا گیا اور وہ ابو الحسن علیہ السلام کے حکم سے مکہ کے مضافات ہی میں سکونت پذیر ہو گیا اور متوکل بیماری سے تندرست ہو گیا۔

اور اسی کتاب ہی میں ہے کہ مجھے بیان کیا علی بن محمد القمی نے، اس نے کہا مجھے بیان کیا محمد بن احمد نے، اس نے ابو یعقوب یوسف بن السخت سے، اس نے کہا مجھے بیان کیا العباس نے، علی بن جعفر سے روایت کرتے ہوئے کہ میرا معاملہ متوکل کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان سے مخاطب ہو کر کہا ”تم اس اور اس جیسے بندے کے معاملے میں اپنی جان کو ہلکان مت کرو۔ اس کے چچا نے مجھے خبر دی ہے کہ وہ رافضی ہے اور یہ کہ وہ علی ابن محمد علیہما السلام کا وکیل ہے“ اور اس نے حلف اٹھایا کہ وہ اسے قید خانے سے نہ نکالے گا مگر اس کی موت کے بعد ہی۔

تب میں نے اپنے مولا علیہ السلام کی خدمت میں لکھا کہ میرا دل تنگ ہو گیا ہے اور میں گمراہی کا خدشہ رکھتا ہوں۔ تب امام علیہ السلام نے میری طرف لکھا ”البتہ جب تیرا معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ جو میں دیکھ رہا ہوں تو میں اللہ کے حضور تیرے حق میں دعا کرنے والا ہوں“ پس دوسرے جمعة المبارک سے پہلے ہی میں قید خانے سے رہا کر دیا گیا“

اور اس ہی کے مشابہ واقعات میں سے وہ واقعہ کہ جس کا ذکر علی بن الحسین المسعودی نے کتاب "اثبات الوصیة" میں کیا ہے۔ اس کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔ مجھے بیان کیا قابل اعتماد راویوں میں سے کسی نے، اس نے روایت کی کہ متوکل اور اس کے عمال میں سے کسی شیعہ عامل کے درمیان معاملہ تھا کہ اس نے ایک مرتبہ اس کیلئے کام کیا تو اس کے اس معاملے میں اسی ہزار درہم بنے تو متوکل نے کہا "اگر وہ مجھے اس مال کے عوض فلاں فلاں غلام فروخت کر دے تو وہ مال لے سکتا ہے اور اس پر کوئی پابندی نہ ہو گی" اس شخص نے کہا "مجھے عبیداللہ بن یحییٰ نے بلایا وہ میرے معاملے پر بات کرنا چاہتا تھا اور میری خلاصی کا خواہاں تھا۔ اس نے مجھے بات بتلائی اور اس سلسلے میں اپنی خوشی بھی بیان کر ڈالی اور اس نے مجھے مشورہ دیا کہ میں خود پر گواہی دوں کہ میں نے وہ غلام بیچ دیا ہے اور اس نے عادل گواہوں کو بلایا اور تحریر بھی لکھ ڈالی۔ تب میں نے دل ہی دل میں کہا "اللہ کی قسم! میں اسے غلام ہرگز نہ بیچوں گا کہ میں نے اسے پالا پوسا ہے اور امر امامت کی معرفت بھی رکھتا ہے۔ تو کیا طاغوت اس کا مالک بن جائے۔ یہ مجھ پر حرام ہے۔ جب گواہ آگئے اور وہ غلام بھی لایا گیا تو اس نے میری عبودیت کا اقرار کیا تو میں نے عادل گواہوں سے کہا "آپ حضرات گواہ رہیے کہ یہ اللہ کی راہ میں آزاد ہے" تو عبداللہ بن یحییٰ نے یہ خبر لکھ بھیجی تو جواب آیا۔ اسے پچاس رطل کے ساتھ قید کیا جائے اور اسے پچاس زنجیر ڈالے جائیں اور اسے تنگ قید میں ڈال دیا جائے۔ پس میں نے اپنی اولاد اور اسباب کے ذریعے التماس کی کہ وہ میری گلوخلاصی کیلئے کچھ کریں۔ اس کے بعد میں نے اپنی خبر ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں بھی لکھ بھیجی تو میری طرف جواب مبارک برآمد ہوا "نہیں! اللہ کی قسم! اس وقت تک گلوخلاصی ممکن نہیں ہے جب تک کہ تم یہ نہ جان لو کہ حکم کا مالک تنہا اللہ ہے"

تب میں نے ان سب کی طرف خط لکھا کہ جن کی طرف خط لکھ چکا تھا اور میں نے ان سے سوال کیا تھا کہ وہ میرے رہائی کے بارے میں کوشش کریں کہ وہ میرے بارے میں خاموش رہیں اور میرے معاملے میں کوئی کوشش نہ کریں اور میں نے اپنے تمام ذرائع کو حکم دیا کہ میری خبر کو عام نہ کریں اور نہ ہی اس بارے میں کسی سے ملاقات کریں۔ پس جب نو دن گزر گئے تو رات کے وقت میرے قید خانے کا دروازہ کھولا گیا اور مجھے باہر نکال کر میری قید رہا کی گئی اور مجھے عبید اللہ بن یحییٰ کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے مجھے خوشخبری دینے کے انداز میں بتایا کہ میرے پاس اسی وقت امیر المومنین کا خط آیا ہے اس نے مجھے تیری رہائی کا حکم دیا ہے۔" میں نے اس سے کہا "میں نہیں چاہتا کہ میری قید رہا کی جائے یہاں تک کہ تم اس کو خط لکھو کہ اس سے میری رہائی کے اسباب پوچھا" تو وہ مجھ پر غصے ہوا اور مجھے شدید گالیاں بکیں اور حکم دیا کہ مجھے اس سے دور لے جایا جائے۔

جب صبح ہوئی تو وہ سوار ہو کر متوکل کے پاس گیا اور پھر واپس آیا اور اس نے مجھے بلوایا اور اس نے مجھے بتایا کہ اس نے خواب میں دیکھا ہے کہ آنے والا اس کے پاس آیا اور اس کے ہاتھ میں چھری تھی۔ تب اس نے اس سے کہا "اگر تو نے فلاں بن فلاں کو رہا نہ کیا تو یقینا میں تمہیں ذبح کر ڈالوں گا" تو وہ خوف سے جاگ گیا اور قرآن کی آیت و تعوذ پڑھ کر دوبارہ سو گیا۔ تو آنے والا دوبارہ اس کے خواب میں آیا اور اس سے کہا "کیا میں نے تمہیں فلاں کو رہا کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اگر تو نے اسے اسی رات رہا نہ کیا تو میں تمہیں ذبح کر ڈالوں گا" وہ ڈر کر جاگ گیا مگر آیات قرآنی اور تعوذ پڑھ کر پھر سو گیا۔ تو آنے والا تیسری بار اس کے خواب میں آیا و اس نے کہا "اللہ کی قسم! اگر تو نے اسی رات اسی وقت ہی اسے رہا نہ کیا تو یقینا میں تمہیں اس چھری کے ساتھ ذبح کر ڈالوں گا" تب میں جاگ گیا اور تیری طرف جو لکھا

ہے وہ لکھا۔ پھر میں سو گیا مگر میں نے کوئی چیز نہ دیکھی۔ تب میں نے عبیداللہ سے کہا ”اب تم میری رہائی کا حکم صادر کرو ”تو میری قید رہا کر دی گئی اور میں اپنے گھر اپنے اہل خانہ کے پاس گیا اور میں نے مال میں سے ایک درہم بھی نہ مانگا“۔

”ان میں سے آپ علیہ السلام کا تمام زبانوں کو جاننا بھی ہے“

شیخ ھبة اللہ نے الخرائج میں لکھا ہے کہ جعفر بن محمد بن مالک الفزاری نے ابو ہاشم جعفری سے روایت کی ہے کہ میں ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے مجھ سے ہندی زبان میں گفتگو فرمائی۔ مجھے اچھی طرح وہ زبان نہ آتی تھی۔ کہ میں آپ علیہ السلام کو جواب پیش کرتا۔ تو آپ علیہ السلام کے سامنے ایک پیالہ کنکریوں سے بھرا رکھا ہوا تھا۔ آپ علیہ السلام نے ایک کنکری اٹھائی اور اسے اپنے دہن مبارک میں رکھا اور تھوڑا سا منہ گھمایا۔ پھر وہ مجھے دی تو میں نے اسے اپنے منہ میں رکھا تو اللہ کی قسم! اسی وقت ہی سے میں نے آپ علیہ السلام کے پاس تہتر زبانوں میں گفتگو کی کہ جن میں سے پہلی ہندی زبان تھی۔“

طبرسی نے اس حدیث کو اعلام الوریٰ میں اخبار ابی ہاشم نامی کتاب سے کہ جو ابن عیاش کی ہے، اس نے علی بن حبشی سے، اس نے جعفر بن محمد بن مالک سے ایسا ہی روایت کیا ہے۔

اور اس نے الخرائج میں لکھا ہے ”ابو ہاشم نے روایت کی ہے کہ میں ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ آپ علیہ السلام کو پھنسیاں نکلی ہوئی تھیں۔ میں نے طبیب کو کہا ”آب گرفت“ پھر آپ علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا ”کیا تو سمجھتا ہے کہ تیرے علاوہ فارسی کوئی نہیں جانتا ہے؟“ تو طبیب نے آپ علیہ السلام سے عرض کی ”آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں کیا آپ علیہ السلام جانتے ہیں؟“ تو امام علیہ السلام نے فرمایا ”جہاں تک یہ فارسی ہے تو ہاں، اس نے تمہیں کہا ہے ”پھنسیوں میں پانی بھر گیا ہے“

اس نے اسی کتاب ہی میں لکھا ہے کہ ابو ہاشم نے روایت کی ہے کہ ابو الحسن علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا اس غلام سے فارسی میں بات کرو۔ وہ غلام آپ علیہ السلام کے سرہانے کھڑا تھا۔ اور تم اس کیلئے اس میں اعراب لگایا۔ میں نے اس غلام سے کہا ”نام تو چیست“ تیرا نام کیا ہے؟“ تو وہ غلام خاموش رہا تو ابو الحسن علیہ السلام نے اس سے فرمایا ”یہ تم سے تیرے نام کے بارے میں پوچھ رہا ہے“

اور اس نے اسی کتاب ہی میں لکھا ہے ”داؤد ابو القاسم سے روایت کیا گیا ہے کہ میں ابو الحسن عسکری علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا ”اس غلام سے فارسی میں بات کرو کہ یہ کہتا ہے یہ فارسی کو اچھی طرح جانتا ہے“ تو میں نے خادم سے کہا ”زانوی تو چیست“ تو اس نے مجھے کوئی جواب نہ دیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا ”وہ تم سے پوچھ رہا ہے کہ تیرے زانو میں کیا ہے؟“

اور علی بن عیسیٰ الاربلی نے کشف الغمة میں الحمیری کی الدلائل سے، اس نے علی بن مہزیار سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنا غلام ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا۔ وہ سقلابی تھا تو وہ غلام متعجب ہو کر میرے پاس واپس آیا تو میں نے اس سے کہا ”اے فرزند! تمہیں کیا ہوا؟“ تو اس نے مجھے کہا ”میں کیسے تعجب نہ کروں وہ حضرت علیہ السلام متواتر مجھ سے سقلابی زبان میں یوں گفتگو فرماتے رہے کہ گویا کہ وہ حضرت علیہ السلام ہم ہی میں سے ایک ہوں“

اور بحار الانوار میں بصائر سے، اس نے محمد بن الحسین سے، اس نے علی بن مہزیار سے، اس نے امام ہادی علیه السلام کے طبیب سے روایت کی ہے کہ میں آپ علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیه السلام نے مجھ سے خود ہی فارسی میں گفتگو فرمائی اور اسی کتاب ہی میں اس ہی کتاب سے، اس میں حسن بن علی الرسوتی سے، اس نے ابراہیم بن مہزیار سے روایت کی ہے کہ ابو الحسن علیه السلام نے علی بن مہزیار کی طرف خط لکھا اور اسے حکم دیا کہ وہ امام علیه السلام کیلئے ساعات کی قدار بنائے۔ پس ہم 328ہـ ھ ق میں وہ لے کر آپ علیه السلام کی طرف چلے۔ جب ہم سیاله کے مقام پر پہنچے تو اس نے خط لکھ کر اپنی آمد کی اطلاع عرض کی اور آپ علیه السلام سے حاضر ہونے کی اجازت طلب کی اور اس راستے کے بارے میں پوچھا کہ جس کے ذریعے ہم ان حضرت علیه السلام کے پاس سفر کریں۔ اور ابراہیم علیه السلام کیلئے بھی اجازت چاہی تو جواب مبارک برآمد ہوا کہ اجازت ہے اور ہم آپ علیه السلام کی خدمت میں ظہر کے بعد روانہ ہوں۔ پس ہم سب ایک شدید گرم دن میں نکل پڑے اور ہمارے ساتھ علی بن مہزیار کا غلام مسرور بھی تھا۔ جب ہم آپ علیه السلام کے نور محل کے قریب پہنچے تو بلال نامی غلام پہلے سے ہی ہمارا منتظر کھڑا تھا۔ بلال ابو الحسن علیه السلام کا غلام تھا۔ تو اس نے ہمیں کہا "حجرے میں آ جاؤ" پس ہم حجرے میں داخل ہو گئے۔ ہمیں شدید پیاس لگی تھی۔ ابھی ہم بیٹھے ہی تھے بلال کے ساتھ کچھ خادم ہمارے پاس آئے کہ جن کے پاس انتہائی ٹھنڈا پانی تھا جو ہم نے پیا۔ پھر امام علیه السلام نے علی بن مہزیار کو بلایا تو وہ آپ علیه السلام کے پاس عصر کے بعد تک حاضر رہا۔ پھر امام علیه السلام نے مجھے بلایا تو میں نے آپ علیه السلام کو عرض کیا اور آپ علیه السلام سے درخواست کی کہ وہ حضرت علیه السلام مجھے اپنا مبارک ہاتھ چومنے کی اجازت دیں تو امام علیه السلام نے اپنا مبارک ہاتھ بڑھایا تو میں نے بوسه دیا اور امام علیه السلام نے مجھے دعا دی اور میں بیٹھ گیا۔ پھر میں اٹھا اور آپ علیه السلام سے وداع کیا۔

جب ہم کمرے کے دروازے سے باہر نکلنے لگے تو امام علیه السلام نے مجھے پکارا تو فرمایا "اے ابراہیم! میں نے عرض کی "لبیک!اے میرے آقا علیه السلام" تو فرمایا "جانا نہیں" پس میں بیٹھا رہا اور ہمارے ساتھ مسرور نامی غلام بھی تھا۔ آپ علیه السلام نے حکم دیا کہ ترازو لگایا جائے۔ پھر آپ علیه السلام باہر تشریف لائے۔ آپ علیه السلام کیلئے کرسی لگائی گئی۔ آپ علیه السلام اس پر تشریف فرما ہوئے اور آپ علیه السلام کے دائیں طرف علی بن مہزیار کیلئے کرسی لگائی گئی تو وہ اس پر بیٹھ گیا۔ اور میں ترازو کے ایک جانب کھڑا ہو گیا۔ تب میں نے پتھر ڈالا تو مسرور نے کہا "ہشت" تو امام علیه السلام نے فرمایا "ہشت" یعنی آٹھ۔ ہم نے عرض کی۔ جی ہاں اے میرے آقا علیه السلام۔ پس ہم آپ علیه السلام کی خدمت میں شام تک موجود رہے پھر ہم جانے لگے تو امام علیه السلام نے علی سے فرمایا۔ مسرور کو کل میرے پاس بھیجنا۔ پس علی نے اس کو امام علیه السلام کی خدمت میں بھیجا۔ جب وہ آپ علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیه السلام نے اس سے فارسی میں فرمایا "بار خدا یا جون" تو میں نے آپ علیه السلام سے عرض کی۔آپ علیه السلام کی طرف سے اے میرے آقا علیه السلام۔ تب نصر کا وہاں سے گزر ہوا تو امام علیه السلام نے مسرور سے فرمایا "دربه بند، دربه بند" تو اس نے دروازہ بند کر دیا۔ پھر امام علیه السلام نے اپنی مبارک ردا مجھ پر ڈال دی اور مجھے نصر سے چھپا لیا۔ یہاں تک کہ آپ علیه السلام نے مجھ سے جو سوال کرنے تھے کر لیے۔ پس جب علی بن مہزیار نے آپ علیه السلام سے ملاقات کا

شرف حاصل کیا تو اس نے آپ علیہ السلام سے عرض کی "یہ سب نصر کے خوف کی وجہ سے تھا؟" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "اے ابو الحسن! میرا اس سے محتاط ہونا عمر بن فرج کی وجہ سے تھا"

”اور ان میں سے آپ علیہ السلام کا معجزاتی طور پر ریت کو سرخ رنگ سونے میں تبدیل کر دینا اور اس سے ملتے جلتے واقعات ہیں“

قطب راوندی نے الخرائج میں یحییٰ بن زکریا الخزاعی سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا ابو ہاشم جعفری نے، اس نے روایت کی ہے کہ میں ابو الحسن علیہ السلام کے ہمراہ سرمن رأی کے پیچھے کی جانب نکلا۔ امام علیہ السلام کچھ آنے والوں سے ملاقات کے خواہاں تھے۔ پس ابو الحسن علیہ السلام کیلئے سواری پر زین باندھی گئی تو آپ علیہ السلام اس پر سوار ہوئے۔ تب میں نے آپ علیہ السلام کے حضور اپنی تنگدستی اور معاشی بدحالی کا تذکرہ کیا تو آپ علیہ السلام اپنا مبارک ہاتھ ریت کی طرف بڑھا کر اس میں سے مٹھی بھر ریت مجھے عطا فرمائی اور فرمایا ”اے ابو ہاشم! اس کے ذریعے خوش حال ہو جاؤ اور جو تم نے دیکھا ہے اسے پوشیدہ ہی رکھنا۔ پس میں نے وہ اپنے ہمراہ چھپا لی۔ ہم واپس پلٹ آئے تو میں نے اسے دیکھا تو سرخ رنگ کے خالص سونے کے ذرّات میں تبدیل ہو چکی تھی۔ تب میں نے ایک زرگر کو اپنے گھر بلایا اور میں نے اس سے کہا ”اس کو ایک ڈلی بنا دو تو اس نے اس سے ڈلیاں بنا دیں اور اس نے مجھ سے کہا ”میں نے اس سے عمدہ سونا ہرگز نہ دیکھا ہے گویا یہ ریت جیسا ہے۔ تمہارے پاس کہاں سے آیا؟“ تو میں نے کہا ”میرے پاس قدیمی ہے“

اور بحارالانوار میں المناقب سے، اس نے داؤد بن قاسم جعفری سے روایت کیا گیا ہے کہ میں حج کے ارادے سے نکلا تو آپ علیہ السلام سے وداع کرنے کیلئے آپ علیہ السلام کے پاس سرمن رأی میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام میرے ہمراہ باہر تشریف لائے جب آپ علیہ السلام حاجز کے مقام پر پہنچے تو سواری سے اتر پڑے تو میں بھی آپ علیہ السلام کے ہمراہ اتر پڑا تو آپ علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھ سے زمین پر دائرہ نما لکیر کھینچی۔ پھر مجھے فرمایا ”اے چچا! اس میں جو ہے وہ اٹھا لیجئے کہ آپ علیہ السلام کیلئے زاد راہ بھی ہو گا اور آپ علیہ السلام اس سے اپنے حج کے معاملے میں مدد لیجئے گا“ تب میں نے ہاتھ مارا تو وہ سونے کی ڈلی تھی کہ جس میں ایک سو مثقال سونا تھا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس کتاب ہی سے نقل کیا گیا ہے کہ ابو عمرو عثمان بن سعید، احمد بن اسحق الاشعری اور علی بن جعفر الهمدانی ابو الحسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو احمد بن اسحق نے آپ علیہ السلام کے حضور قرض کی شکایت کی تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”اے عمرو! وہ امام علیہ السلام کا وکیل تھا، اسے تیس ہزار دینار دے دو اور علی بن جعفر کو بھی تیس ہزار دینار دے دو اور تم خود بھی تیس ہزار دینار لے لو“ یہ بھی معجزہ ہے کہ اس قدر عنایت پر بادشاہوں کے علاوہ کوئی قدرت نہیں رکھتا ہوتا اور نہ ہی ہم نے اس جیسی بخشش کے بارے میں پہلے کبھی سنا ہے“

اور محمد بن جریر طبری نے الدلائل نامی کتاب میں لکھا ہے کہ ہمیں بیان کیا سفیان نے، اس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں نے علی بن محمد علیہما السلام کو دیکھا کہ آپ علیہ السلام کے پاس تھیلا تھا کہ جس میں کوئی چیز نہ تھی تو میں نے عرض کی ”اے میرے آقا علیہ السلام! آپ علیہ السلام اس کا کیا کریں گے؟“ تو امام علیہ السلام نے فرمایا ”اپنا ہاتھ اس میں ڈالو“ میں نے اپنا ہاتھ اس میں ڈالا

تو اس میں کوئی چیز نہ تھی۔ پھر امام علیہ السلام نے فرمایا ”دوبارہ ہاتھ ڈالو“ میں نے دوبارہ ہاتھ ڈالا تو وہ دیناروں سے بھرا ہوا تھا۔

"اور ان میں سے مختلف معاملات میں آپ علیہ السلام کے عجیب و غریب معجزات کا ظاہر ہونا ہے"

ہبۃ اللہ راوندی نے الخرائج میں لکھا ہے کہ آپ علیہ السلام کے معجزات میں سے ہے۔ احمد بن ہارون نے روایت کی ہے کہ میں آپ علیہ السلام کے گھر کی ڈیوڑھی میں بیٹھا آپ علیہ السلام کے غلاموں میں سے ایک غلام کو پڑھا رہا تھا کہ اچانک ابو الحسن علیہ السلام اپنے گھوڑے پر سوار ہمارے پاس آئے۔ تو ہم آپ علیہ السلام کی طرف اٹھ بڑھے۔ مگر امام علیہ السلام ہم سے پہلے ہی اتر پڑے اور ہم آپ علیہ السلام کے قریب بھی نہ گئے تھے۔ تب امام علیہ السلام نے اپنے گھوڑے کی باگ اپنے ہاتھ میں پکڑ کر ڈیوڑھی کے رکھونٹوں میں سے ایک رکھونٹی پر باندھ دیا۔ پھر اندر آکر ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔ اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "تو مدینہ کی طرف کب جانے کا ارادہ رکھتا ہے؟" تو میں نے عرض کی "آج رات ہی" آپ علیہ السلام نے فرمایا "تب تو میں تمہارے ہمراہ ایک خط لکھ دیتا ہوں تو اسے فلاں تاجر تک پہنچا دینا" تو میں نے عرض کی "جی ہاں" آپ علیہ السلام نے فرمایا "اے غلام! کاغذ اور دوات لاؤ" تب وہ غلام اٹھا تا کہ وہ دونوں چیزیں دوسرے کمرے سے لائے۔ جب وہ غلام چلا گیا تو گھوڑا ہنہنایا اور اس نے اپنی پونچھ ہلائی تو امام علیہ السلام نے فارسی میں فرمایا۔ "یہ کوئی پریشانی نہیں ہے" تو وہ دوبارہ ہنہنایا اور اس نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو امام علیہ السلام نے اس سے فارسی میں فرمایا "میرا ایک کام ہے۔ میں مدینہ کی طرف ایک خط لکھنا چاہتا ہوں۔ پس تم صبر کرو تا کہ میں فارغ ہو جاؤں" گھوڑا تیسری بار ہنہنایا اور اس نے اپنا پاؤں زمین پر مارا تو امام علیہ السلام نے اسے فارسی میں فرمایا "ٹھیک ہے تم اپنی باگ کھولو اور باغ کے ایک جانب چلے جاؤ اور وہاں جا کر پیشاب بھی کر لو اور گوبر بھی اور واپس آ جاؤ اور اپنی اسی جگہ کھڑے ہو جاؤ" تو گھوڑے نے اپنا سر اٹھایا اور باگ کو وہاں سے نکالا اور پھر وہ باغ کے ایک طرف چلا گیا یہاں تک کہ وہ ہمیں نظر نہ آیا۔ پھر وہ پیشاب اور گوبر کے بعد اپنی جگہ واپس آ گیا۔ تب میرے اندر ان خیالات نے سر اٹھایا کہ اللہ ہی انہیں جانتا ہے اور شیطان نے میرے دل میں وسوسہ ڈالا۔

تو امام علیہ السلام نے فرمایا "اے احمد! جو تم نے دیکھا ہے وہ تم پر سخت نہ گزرے کیونکہ اللہ نے حضرات محمد و آل محمد علیہم السلام کو جو عطا فرمایا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے حضرات داؤد علیہم السلام کو عطا فرمایا تھا۔ میں نے عرض کی "فرزند رسول علیہ السلام سچ فرما رہے ہیں۔ اس نے آپ علیہ السلام سے عرض کی اور آپ علیہ السلام نے اس سے کیا فرمایا "میں سمجھ تو رہا تھا؟" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "مجھے گھوڑے نے کہا "اٹھیے مجھ پر سوار ہو کر گھر چلئے تا کہ آپ علیہ السلام مجھے فارغ کر دیں" تو میں نے کہا "یہ کیا پریشانی ہے؟" اس نے کہا"میں تھک گیا ہوں" میں نے کہا "میرا ایک کام ہے کہ میں مدینہ کی طرف خط لکھنا چاہتا ہوں۔ جب میں فارغ ہو جاؤں گا تو تم پر سوار ہو جاؤں گا" تو اس نے کہا "میں بول و براز کرنا چاہتا ہوں مگر آپ علیہ السلام کے سامنے ایسا کرنا مجھے پسند نہیں ہے" تو میں نے کہا "باغ کے کسی کونے میں چلے جاؤ اور جو کرنا چاہتے ہو کرو اور اپنی جگہ واپس آ جاؤ" پس میں نے دیکھا کہ جو اس نے کیا "پھر غلام کاغذ اور دوات لایا تب سورج غروب ہو چکا تھا۔ آپ علیہ السلام نے دوات اپنے سامنے رکھا اور لکھنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ اندھیرا چھا گیا کہ مجھے وہ خط نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے گمان کیا کہ آپ علیہ السلام کو بھی اندھیرے میں

نظر نہیں آ رہا ہوگا تو میں نے غلام سے کہا "گھر سے شمع لے آؤ تا کہ تمہارے آقا علیہ السلام دیکھ سکیں کہ کیا لکھ رہے ہیں" تو وہ چلا تو امام علیہ السلام نے غلام سے فرمایا "مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے" پھر آپ علیہ السلام نے ایک طویل خط لکھا یہاں تک کہ شفق بھی غائب ہو گئی۔ پھر لکھائی تمام فرمائی اور غلام سے فرمایا "اس کو دیکھ لو" غلام نے وہ خط لیا اور بیٹھک کی طرف گیا تا کہ اسے دیکھ سکے۔

پھر امام علیہ السلام نے اسے بلایا اور اس سے لے لیا تا کہ اس پر مہر ثبت فرما سکیں۔ پس آپ علیہ السلام نے مہر کو سیدھا الٹا دیکھے بغیر اس پر ثبت فرمایا اور وہ خط مجھے عطا فرمایا۔ میں نے وہ خط لیا اور میں جانے کیلئے اٹھا تو میرے دل میں خیال آیا کہ بیٹھک سے جانے سے پہلے مجھے نماز پڑھ لینی چاہیے تا کہ میں مدینہ کیلئے نکل جاؤں۔ امام علیہ السلام نے فرمایا "اے احمد! تم مغرب اور عشاء کی نماز مسجد نبوی ﷺ میں جا کر پڑھنا اور اس شخص کو روضے میں تلاش کرنا یقینا تم اسے پاؤ گے انشاء اللہ تعالیٰ" پس میں اچانک نکلا تو میں مسجد نبوی ﷺ میں پہنچ گیا کہ عشاء کی نماز کی اذان ہو رہی تھی۔ میں نے مغرب پڑھی اور پھر میں نے عشاء کی نماز ادا کی اور میں نے آپ علیہ السلام کے حکم کے مطابق اس شخص کو تلاش کیا تو وہ مجھے مل گیا اور میں نے اسے خط دیا تو اس نے وہ خط لیا اور اسے کھولا تا کہ وہ اسے پڑھ سکے تو مگر اس کیلئے وہ خط پڑھنا اس وقت ممکن نہ ہو سکا تو اس نے چراغ منگوایا پس میں نے چراغ اٹھایا تو اس نے مسجد نبوی ﷺ میں ہی وہ خط چراغ کی روشنی میں پڑھایا۔ تب میں نے دیکھا کہ وہ خوبصورت لکھا ہوا تھا کہ اس میں کوئی حرف بھی ٹیڑھا نہ تھا اور مہر بھی سیدھی لگی ہوئی تھی الٹی نہ تھی۔ تو اس شخص نے مجھے کہا "میرے پاس کل آنا تا کہ میں خط کا جواب لکھ سکوں" پس میں دوسرے روز گیا تو اس نے جواب لکھا اور میں وہ جواب لے کر آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے فرمایا "کیا آدمی تمہیں ویسے ہی ملا تھا کہ جیسا میں نے بتایا تھا؟" تو میں نے عرض کی "جی ہاں" امام علیہ السلام نے فرمایا "بہت خوب"

اور ان میں سے وہ ہے کہ جو قاسم بن ابی القاسم سے، اس نے علی بن محمد علیہما السلام کے خادم سے روایت کی ہے کہ متوکل لوگوں کو حضرت علی بن محمد علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہونے سے منع کیا کرتا تھا۔ پس میں ایک روز باہر نکلا کہ جب آپ علیہ السلام متوکل کے گھر میں موجود تھے۔ تب میں نے دیکھا کہ دروازے کے پیچھے شیعوں کی ایک جماعت بیٹھی تھی۔ تو میں نے ان سے کہا "کیا وجہ ہے کہ تم یہاں پر بیٹھے ہو؟" تو ان لوگوں نے کہا "ہم اپنے مولا علیہ السلام کی واپسی کا انتظار کر رہے ہیں تا کہ ہم آپ علیہ السلام کی زیارت کر سکیں اور آپ علیہ السلام کو سلام کرنے کے بعد واپس جا سکیں" تو میں نے ان سے کہا "جب تم مولا علیہ السلام کو دیکھو گے تو پہچان لو گے؟" جب امام علیہ السلام واپس آئے تو وہ اٹھ کر ان حضرت علیہ السلام کے پاس گئے اور آپ علیہ السلام کو سلام کیا۔ آپ علیہ السلام سواری سے اترے اور کمرے میں چلے گئے اور وہ لوگ واپس جانے لگے تو میں نے ان سے کہا "اے جوانو! صبر کرو تا کہ میں تم سے سوال کر سکوں۔ کیا تم نے اپنے مولا علیہ السلام کی زیارت کر لی ہے؟" انہوں نے کہا "جی ہاں" میں نے کہا "تو پھر تم ان حضرت علیہ السلام کا میرے سامنے حلیہ بیان کرو" تو ان میں سے ایک نے کہا "آپ علیہ السلام سفید بالوں والے بزرگ ہیں اور آپ علیہ السلام کی داڑھی و مونچھیں بھی سفید ہیں۔" دوسرے نے کہا "جھوٹ مت بولو۔ امام علیہ السلام کی ریش اقدس خوبصورت سیاہ رنگت کی ہے" تیسرے نے کہا "نہیں زندگی کی قسم! آپ علیہ السلام ایسے نہیں بلکہ آپ علیہ السلام کی ریش اقدس سیاہی و سفیدی کے درمیان ہے" میں نے کہا "کیا تم لوگ یہ نہیں کہتے تھے کہ تم ان حضرت علیہ

السلام کو پہچانتے ہو۔ جاؤ اللہ کی حفاظت میں"اور ان میں سے وہ ہے کہ جسے ابو ہاشم جعفری نے روایت کیا ہے۔ متوکل ایسی جگہ بیٹھتا تھا کہ جہاں جال ہی جال لگے ہوتے تھے تا کہ سورج کی روشنی اس تک نہ پہنچ پائے اور اس نے ان میں پرندے چھوڑ رکھے تھے کہ جو ہمیشہ چہچہاتے رہتے تھے۔ جس روز وہ لوگوں کے سلام کی غرض سے بیٹھتا تھا تو اسی جگہ ہی بیٹھتا تھا پرندوں کی آوازوں کے سبب کچھ سنائی نہ دیتا تھا کہ اسے کیا کہا گیا ہے یا وہ کیا کہہ رہا ہے۔ مگر جب حضرت علی بن محمد الرضا علیہما السلام اس کے پاس جاتے تھے۔ پرندے خاموش ہو جاتے تھے اور ان میں سے کسی ایک کی آواز بھی نہ نکلتی تھی۔ یہاں تک کہ آپ علیہ السلام اس کے پاس سے چلے جاتے تھے۔ پس جیسے ہی آپ علیہ السلام دروازے سے باہر نکلتے تھے پرندے پہلے کی طرح چہچہانے لگتے تھے۔ اس نے روایت کی ہے کہ اس کے باغیچے میں بہت سے چکور تھے۔ جو لڑنے والے تھے۔ وہ ایک بلند مقام پر بیٹھتا تھا اور ان چکوروں کو چھوڑا جاتا تھا تو وہ آپس میں لڑتے تھے اور وہ ان کی طرف دیکھتا تھا اور قہقہے لگاتا تھا۔ مگر جب بھی حضرت علی بن محمد علیہما السلام اس کی طرف اس محفل میں جاتے تھے تو وہ چکور باغیچے کی دیواروں سے چپک جاتے تھے اور آپ علیہ السلام کی واپسی تک اپنی جگہوں سے حرکت نہ کرتے تھے۔ جب آپ علیہ السلام چلے جاتے تھے تو وہ دوبارہ لڑنا شروع کر دیتے تھے۔"

اور ان میں سے یہ بھی ہے کہ جو محمد بن الحسن بن الحسن الاشترعلوی سے روایت کیا گیا ہے۔ میں اپنے باپ کے ہمراہ متوکل کے دروازے پر تھا اور اس وقت میں بچہ تھا۔ اس وقت ملاقات کرنے والوں کا ہجوم تھا کہ ان میں بنی عباس کے اشراف اور فوجی سردار بھی تھے کہ اچانک ابو الحسن علیہ السلام تشریف لائے تو وہ لوگ آپ علیہ السلام کی ہیبت کی وجہ سے کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ آپ علیہ السلام اندر چلے گئے تو ان میں سے کچھ نے ایک دوسرے سے کہا "ہمیں اس لڑکے کیلئے نہیں اٹھنا چاہیے کہ یہ نہ تو ہمارے اشراف میں سے ہے اور نہ ہی ہم سے عمر میں بڑا ہے اور نہ ہی ہم سب سے بڑا عالم ہے" تو ان لوگوں نے قسم کھائی کہ 'اللہ کی قسم! ہم ہرگز ہرگز کھڑے نہ ہوں گے" تو ابو ہاشم نے ان لوگوں سے کہا "اللہ کی قسم! جب تم ا حضرت علیہ السلام کو دیکھو گے تو ان حضرت علیہ السلام کے سامنے خود کو چھوٹا اور ذلیل محسوس کرتے ہوئے کھڑے ہو جاؤ گے" پس تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ آپ علیہ السلام تشریف لائے تو تمام کے تمام لوگ کھڑے ہو گئے۔ تب ابو ہاشم نے ان لوگوں سے کہا "کیا تم نہ کہتے تھے کہ تم ان حضرت علیہ السلام کیلئے کھڑے نہ ہو گے؟" تو ایک نے کہا "اللہ کی قسم! ہمیں خود پر اختیار نہ ہے کہ ہم کھڑے ہو جاتے ہیں"

اقول: میں نے ہمارے اصحاب میں سے کسی کی تالیف میں دیکھا ہے کہ احمد بن محمد بن راشد الکاتب سے روایت کیا گیا ہے کہ روم کے بادشاہ نے متوکل کی طرف نفیس تحفے بھیجے اور اس کی طرف خط لکھا اور اس میں لکھا کہ وہ اس کی طرف ایک شخص بھیج رہا ہے کہ جس کے بارے میں اس کی مملکت کے تمام لوگوں کا خیال ہے کہ اسے مرگی ہے۔ پس کوئی بھی اس کی مرگی کا علاج کرنے پر قادر نہ ہے"

پس اس نے اس کی طرف بھیجا تا کہ وہ اس کا علاج کرے جب اسے متوکل کے پاس لایا گیا تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک دیو قامت شخص تھا کہ جو تمام لوگوں میں نمایاں طور پر نظر آ رہا تھا۔ اس نے سیاہ دیباج کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ جب اسے متوکل کے سامنے پیش کیا گیا تو متوکل نے علی بن جہم، ابن اجحی اور ابن رومی سے کہا "ہم اس کا کیا کریں؟" تو ان لوگوں نے کہا "اے امیر! رافضی لوگ فرزند رضا علیہما

السلام کے بارے میں بڑے بلند و بانگ دعوے کرتے ہی اور ان کا دعویٰ ہے کہ وہ ہر معجزہ دکھا سکتے ہیں۔ ہماری رائے ہے کہ اس مرگی زدہ شخص کو ان حضرت علیہ السلام کے سامنے پیش کیا جائے تو اس معاملے میں ان لوگوں کے اپنے امام علیہ السلام کے بارے میں کیے جانے والے تمام دعوے دھرے رہ جائیں گے“

پس جب سواری کا دن آیا تو کوئی امیر یا وزیر یا کاتب یا صاحب دیوان باقی نہ رہا۔ مگر یہ کہ وہ سب متوکل کے پاس حاضر ہوئے۔ پھر ابن رومی نکلا۔ متوکل نے اس سے پوچھا تھا کہ کیا ابو الحسن رضا علیہ السلام نکل آئے ہیں؟ تو ان لوگوں نے کہا ”جی ہاں“ اس نے کہا کہ”امیر اس کے بارے میں پوچھ رہا ہے“ جب وہ حضرت علیہ السلام اس کے قریب پہنچے تو ابن رومی نے آپ علیہ السلام سے عرض کی ”امیر المومنین آپ علیہ السلام سے کہہ رہے ہیں کہ اس مرگی زدہ شخص کا علاج فرمائیے۔“

تو امام علیہ السلام نے فرمایا ”میرے اور امیر کے درمیان بنیادی رشتہ داری ہے اور اسی میں ہی اس پر رحمت ہے۔ میرے علاوہ پورے عسکر میں میرے علاوہ کوئی نہیں ہے کہ جو اس کا دعویٰ کر سکے“ اس نے عرض کی ”امیر ہی نے آپ علیہ السلام کو عرض کیا ہے کہ آپ علیہ السلام اس کی مرگی کا علاج کریں“ اس نے روایت کی ہے کہ جیسے ہی میں نے عرض کیا آپ علیہ السلام کھڑے ہوئے اور اس مرگی زدہ شخص کے قریب گئے اور اس کی طرف دیکھا اور اپنے مبارک ہاتھ سے اس کی طرف اشارہ فرمایا تو اس پر غشی طاری ہو گئی اور وہ زمین پر جا گرا۔ پھر تھوڑی دیر بعد وہ تندرست ہو کر کھڑا ہو گیا۔

شیخ حسن بن محمد بن حسن طوسی نے اپنی امالی میں اپنے باپ سے، اس نے ابو محمد الفحام سے، اس نے کہا مجھے بیان کیا ابو طبیب احمد بن بطۃ نے، اس نے کہا مجھے بیان کیا خبر الکاتب نے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا سلمۃ الکاتب نے وہ شخص سرمن رأی کی اخبار جمع کرنے پر مامور تھا۔ اس نے روایت کی ہے کہ متوکل جب بھی جامع مسجد جاتا تھا تو اس کے ساتھ خطبہ دینے کی صلاحیت رکھنے والے لوگوں کی اچھی خاصی تعداد موجود ہوتی تھی۔ ان میں عباس بن محمد کی اولاد میں سے بھی ایک شخص شامل ہوتا تھا کہ جس کا لقب ھریسہ تھا۔ متوکل اسے حقارت کی نگاہ سے دیکھا کرتا تھا۔ ایک روز متوکل نے اسے آگے کیا کہ وہ خطبہ دے تو اس نے بہترین خطبہ دیا۔ ابھی وہ منبر پر ہی تھا کہ متوکل نے اسے پیچھے چھوڑتے ہوئے خود آگے بڑھ کر نماز پڑھانا شروع کر دی تو اس نے آکر متوکل کے دامن کو پیچھے سے پکڑا اور کہا ”اے امیر! جو خطبہ دے وہی نماز پڑھا سکتا ہے“ متوکل نے کہا ”ہمارا ارادہ تھا کہ ہم اسے خجل کریں تو پس ہم نے اسے خجل کر دیا“ شریر ترین آدمی تھا ایک دن اس نے متوکل سے کہا ”جتنا تم علی بن محمد الرضا علیہم السلام کی تعظیم کرتے ہو اتنا تو کوئی تمہاری بھی نہیں کرتا ہے۔ کہ اس وقت اس کے دربار میں کوئی ایک بھی موجود نہ تھا کہ جو اس کی خدمت کرے یا اس کیلئے پردہ اٹھائے یا دروازہ کھولے یا کوئی اور خدمت سر انجام دے“ اور یہ ہر وہ چیز ہے کہ جب لوگوں کو بتایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اگر ابن رضا علیہما السلام اس کے مستحق نہ ہوتے تو متوکل ایسا ہرگز نہ کرتا۔ پس تم ان حضرت علیہ السلام کی چیزوں سے دور ہی رہنے دو کہ جب وہ حضرت علیہ السلام اندر آئیں تو دوسرے لوگوں کی طرح خود ہی پردہ اٹھائیں اور عام لوگوں کی طرح ہی چلیں“ پس متوکل نے اس کام پر چند درشت مزاج لوگوں کو مامور کیا اور انہیں ہدایت دیں کہ ان حضرت علیہ السلام کیلئے کوئی خدمت انجام نہ دی جائے اور نہ ہی ان حضرت کیلئے پردہ اٹھایا جائے“ اور متوکل کی رائے میں ایسا اہتمام کسی اور کیلئے نہیں ہونا چاہیے کہ جو اس کیلئے تھا تا کہ کسی کو اس کی خبر نہ ہو۔ تو صاحب خبر نے اس کی طرف لکھا ”علی بن محمد علیہما

السلام محل میں آئے تو کسی نے ان حضرت علیہ السلام کیلئے خدمت سر انجام نہ دی اور کسی نے بھی ان حضرت علیہ السلام کیلئے پردہ نہ اٹھایا۔ مگر ہوا چلی اور اس نے آپ علیہ السلام کیلئے پردہ اٹھایا۔ پس وہ حضرت علیہ السلام اندر داخل ہو گئے۔ اور اسی طرح صاحب الخبر نے ذکر کیا کہ آپ علیہ السلام جانے لگے تو بھی سامنے سے ہوا آئی کہ جس نے آپ علیہ السلام کیلئے پردہ اٹھایا۔ یہاں تک کہ آپ علیہ السلام باہر تشریف لے گئے تو اس نے کہا "اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ ہوا نے پردہ اڑایا بلکہ فرشتوں نے آپ علیہ السلام کیلئے پردہ اٹھایا"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنے باپ سے، اس نے ابو محمد الضحام سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا میرے چچا عمرو بن یحییٰ نے، اس نے کہا کہ ہمیں بیان کیا کافور الخادم نے کہ امام علی بن محمد علیہما السلام نے مجھے فرمایا "فلاں برتن پانی کا بھر کر فلاں جگہ رکھ دو کہ میں اس کے ذریعے نماز کیلئے تجدید وضو کروں گا۔" اور پھر مجھے ایک کام کیلئے بھیج دیا اور فرمایا "جب تم واپس آؤ تو تب ایسا کرنا تا کہ جب نماز کیلئے جاگا جائے تو وہ تیار ہو" تب امام علیہ السلام آرام فرمانے کیلئے لیٹ گئے اور مجھے وہ بھول گیا کہ جو آپ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ وہ ایک سرد رات تھی۔ مجھے احساس ہوا کہ امام علیہ السلام نماز کیلئے اُٹھے ہیں۔ تب مجھے یاد آیا کہ میں نے وہ پانی کا برتن نہیں رکھا تھا تو میں اس جگہ سے دور بھاگ گیا۔ مجھے امام علیہ السلام کی طرف سے ڈانٹ پڑنے کا خوف تھا۔ کہ میں آپ علیہ السلام کیلئے اذیت کا باعث بنا تھا کیونکہ برتن ڈھونڈنے میں آپ علیہ السلام کو مشقت ہو رہی تھی۔ تب امام علیہ السلام نے مجھے پر جلال لہجے میں ندا دی تو میں نے سوچا "انا للہ و انا الیہ راجعون" میں کون سا عذر پیش کروں کیا میں کہوں کہ میں ایسے کام بھی بھول جاتا ہوں۔ مجھے امام علیہ السلام کو جواب عرض کرنا لازم تھا" پس میں ہانپتا کانپتا امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے فرمایا "اے افسوس ہے تم پر کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میں خصوصی طور پر وضو کرتا ہوں تو ٹھنڈے پانی سے کرتا ہوں۔ مگر تونے برتن میں پانی ابال کر ڈال دیا ہے۔ میں نے عرض کی "اے میرے آقا علیہ السلام! اللہ کی قسم! میں نے نہ تو برتن رکھا ہے اور نہ ہی اس میں پانی ڈالا ہے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا "تمام تر حمد اللہ کیلئے ہی ہے۔ اللہ کی قسم! ہمیں ہر قسمی سہولت دی گئی ہے اور ہم پر ہمہ قسمی احسان کیا گیا ہے۔ اس اللہ کیلئے ہی تمام تر حمد ہے کہ جس نے ہمیں اپنی اطاعت کرنے والوں میں شمار فرمایا اور ہمیں اپنی عبادت پر مدد کی توفیق بھی بخشی۔ نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اس بندے پر ناراض ہوتا ہے کہ جو رعایت سے فائدہ نہ اٹھائے"

شیخ محمد یعقوب کلینی نے الکافی میں اسحق بن ابی لائب تک اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ میں نے ابو الحسن علیہ السلام کیلئے بہت سی بھیڑ بکریاں خرید کیں۔ تب امام علیہ السلام نے مجھے بلایا اور مجھے اپنے گھر کے اصطبل کے وسیع حصے میں لے گئے کہ جسے پہلے میں نہ جانتا تھا۔ تب میں نے امام علیہ السلام کے حکم سے ان بھیڑ بکریوں کو علیحدہ علیحدہ کرنا شروع کیا۔ پس میں نے ابو جعفر علیہ السلام اور ان کی والدہ صاحبہ علیہا السلام اور دیگر کی طرف وہ بھیجیں کہ جن کا آپ علیہ السلام نے مجھے حکم دیا تھا۔ پھر میں نے آپ علیہ السلام سے بغداد اپنے والدین کی طرف واپس جانے کی اجازت مانگی اور وہ ترویہ کا دن تھا۔ تو امام علیہ السلام نے میری طرف لکھا کہ تم کل بھی ہمارے پاس رہنا، پھر چلے جانا۔ پس میں رک گیا اور جب عرفہ کا دن آیا تو بھی میں آپ علیہ السلام کے پاس تھا۔ جب عید الاضحیٰ کی رات آئی تو میں آپ علیہ السلام کے مہمان خانے میں سویا ہوا تھا۔ جب صبح صادق ہوئی تو

امام علیہ السلام نے فرمایا ”اسے اسحق اٹھو“ میں اٹھا اور میں نے اپنی آنکھیں کھولیں تو میں بغداد میں اپنے دروازے پر موجود تھا۔ پس میں اپنے والدین اور دوستوں کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا ”میں عسکر میں تھا کہ اچانک بغداد میں پہنچ گیا“

برسی نے مشارق انوار الیقین میں محمد بن داؤد القمی سے اور محمد الطلحی سے روایت کی ہے کہ قم اور اس کے گردونواح میں خمس و منت اور تحفے و جواہر وغیرہ جو جمع ہوئے تھے ہم نے وہ سب مال اٹھایا اور ہم سفر پر نکل پڑے۔ ہم ہمارے آقا امام ہادی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچنا چاہتے تھے۔ تب راستے میں ہمیں امام علیہ السلام کا پیام رساں ملا اور اس نے ہمیں کہا کہ امام علیہ السلام فرما رہے ہیں ”واپس چلے جاؤ کہ یہ وقت ہم تک پہنچنے کیلئے مناسب نہ ہے“ پس ہم واپس قم چلے گئے اور ہمارے پاس جو بھی تھا ہم نے اسے محفوظ کر کے رکھ دیا۔ کچھ دنوں کے بعد امام علیہ السلام کا پیغام ہم تک پہنچا کہ ہم نے تمہاری طرف ایک خالی اونٹ بھیج دیا ہے جو کچھ بھی تمہارے پاس ہے اس پر لاد کر اسے چھوڑ دو۔ پس ہم نے اس پر سامان لادا اور اللہ کے حضور دعا کے بعد اسے چھوڑ دیا۔“ جب آئندہ سال آیا تو ہم امام علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوئے تو امام علیہ السلام نے فرمایا ”غور سے دیکھو کہ جو تم نے ہماری طرف لاد بھیجا تھا“ ہم نے غور سے دیکھا تو وہ سب ویسے کا ویسا ہی تھا“

اسی واقعہ کو شیخ حر عاملی نے اثبات الھداۃ میں اور مجلسی نے بحارالانوار میں برسی سے ہوبہو نقل کیا ہے۔

محمد بن جریر طبری نے الدلائل نامی کتاب میں لکھا ہے کہ ہمیں بیان کیا محمد بن عبداللہ البلوی نے، اس نے عمارہ بن زید سے روایت کی ہے کہ میں نے علی بن محمد نقی علیہما السلام سے عرض کی ”کیا آپ علیہ السلام اس ستون سے انار اگانے کی طاقت رکھتے ہیں؟“ امام علیہ السلام نے فرمایا”ہاں! کھجور بھی، انگور بھی اور کیلا بھی“ پس آپ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا تو ہم نے وہ سب کھائے بھی اور ساتھ اٹھا بھی لائے ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے لکھا ہے کہ اپنی اسناد کے ساتھ عمارہ بن زید سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن علی بن محمد علیہما السلام سے عرض کی ”کیا آپ علیہ السلام آسمان پر بلند ہو کر وہاں سے کوئی چیز لا سکتے ہیں کہ جو زمین پر نہ ہو تاکہ ہمیں علم حاصل ہو“ تو امام علیہ السلام ہوا میں بلند ہوئے، میں دیکھ رہا تھا کہ آپ علیہ السلام غائب ہو گئے۔ پھر واپس تشریف لائے تو آپ علیہ السلام کے پاس سونے کا ایک پرندہ تھا کہ جس کے کانوں میں سونے کے بندے تھے۔ اور اس کی چونچ میں موتی تھا اور وہ بول رہا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ و الاعمۃ حجۃ اللہ۔ امام علیہ السلام نے فرمایا ”یہ جنت کے پرندوں میں سے ایک پرندہ ہے۔ پھر امام علیہ السلام نے اسے چھوڑا تو وہ واپس چلا گیا۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں لکھا ہے کہ ہمیں بیان کیا عبداللہ بن محمد نے، اس نے کہا کہ ہمیں بتایا محمدبن زید نے کہ میں حضرت علی بن محمد علیہما السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں ایک گروہ آیا کہ جس نے آپ علیہ السلام کے حضور بھوک کی شکایت کی تو آپ علیہ السلام نے اپنا مبارک ہاتھ زمین پر مارا تو ان کیلئے وہ زمین گندم اور آٹا بن گئی۔

شیخ علی بن یونس البیاضی نے صراط مستقیم نامی کتاب میں لکھا ہے کہ جعفری نے روایت کی ہے کہ ایک عورت متوکل کے پاس آئی اور اس نے دعویٰ کیا کہ وہ زینب بنت فاطمہ البتول علیہا السلام

ہے تو اس نے امام ھادی علیہ السلام کو بلایا اور آپ علیہ السلام کی خدمت میں بیان کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا"اگر وہ سچی ہے تو اسے درندوں کے آگے ڈالو کیونکہ فاطمیوں علیہا السلام کا گوشت درندوں پر حرام ہے" تو اس عورت نے کہا "یہ حضرت علیہ السلام مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں" تب لوگوں نے مطالبہ کیا کہ آپ علیہ السلام کو بھوکے درندوں کے سامنے کیا جائے تو آپ علیہ السلام خود درندوں کے پاس گئے تو درندوں نے آپ علیہ السلام کے پاؤں چومنے شروع کر دئیے۔ آپ علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھ پھیلائے تو وہ انہیں بھی چومنے لگے۔ تب اس عورت نے اقرار کر لیا کہ وہ جھوٹی ہے۔ متوکل نے ارادہ کیا کہ اسے درندوں کے سامنے ڈال دے مگر اس کی ماں نے سفارش کی تو اس نے اسے چھوڑ دیا۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں لکھا ہے کہ متوکل نے آپ علیہ السلام کو بلوا بھیجا۔ جبکہ اس نے ایک شخص کو آپ علیہ السلام کے قتل کرنے کیلئے تیار کر رکھا تھا۔ جب امام علیہ السلام اس کے پاس پہنچے تو اس نے آپ علیہ السلام کو خوش آمدید کہا اور آپ علیہ السلام کے سامنے عاجزی کا اظہار کیا اور آپ علیہ السلام کو عزت و اکرام کے ساتھ واپس بھیج دیا اور اس نے لوگوں سے کہا "تم لوگوں نے ان حضرت علیہ السلام کو قتل کیوں نہیں کیا؟" تو ان لوگوں نے کہا "ہم نے ان حضرت علیہ السلام کے ارد گرد ایک سو تلوار برداروں کو دیکھا تھا۔

اقول: اور اسی کتاب ہی میں گزر جانے والے من جملہ معجزات اور غائب کے بارے میں اخبار میں بہت سی احادیث کو بھی نقل کیا گیا ہے۔ اور ہم عنقریب آنے والی فصلوں میں آپ علیہ السلام کے بہت سے معجزات وارد کریں گے۔ کیونکہ وہی ان کا مناسب مقام ہے۔

کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب المسؤل میں لکھا ہے کہ

”جہاں تک آپ علیہ السلام کے مناقب ہیں“

ان میں سے آپ علیہ السلام کے وہ مناقب ہیں کہ جو زبان زد عام و خاص ہیں اور وہ حضرت علیہ السلام گوہر نایاب جیسی اوصاف سے موصوف تھے۔ یہاں تک کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ علیہ السلام اپنے اعلیٰ نسب اور مبارک حسب کے اعتبار کے نبوت ﷺ کے درجات کے قریب تر تھے ان میں سے ایک یہ ہے کہ ابو الحسن علیہ السلام ایک روز اپنے ایک اہم کام کی وجہ سے سرمن رأی کے قریب ایک گاؤں میں تشریف لے گئے تو ایک دیہاتی شخص آپ علیہ السلام کو ڈھونڈتا ہوا آیا تو اس سے کہا گیا۔ ”آپ علیہ السلام فلاں مقام پر تشریف لے گئے ہیں“ تو وہ آپ علیہ السلام کی طرف چل پڑا۔ جب وہ آپ علیہ السلام تک پہنچا تو امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا تمہارا کیا کام ہے؟“ تو اس نے کہا ”میں کوفہ کے دیہات کا ایک شخص ہوں کہ جو آپ علیہ السلام کے جد امجد علی ابن ابی طالب علیہم السلام کی ولایت مبارکہ سے متمسک ہے۔ مجھ پر قرض کا ایسا بوجھ آن پڑا ہے کہ جو ناقابل برداشت ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ آپ علیہ السلام کے علاوہ کوئی اس قابل ہو کہ جس کے پاس میں اس کی ادائیگی کیلئے جاؤں“ تو ابو الحسن علیہ السلام نے اس سے فرمایا ”خود کو مطمئن کرو اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک بخشو“ پھر اسے وہاں پر ٹھہرا لیا۔ اس روز جب صبح ہوئی تو ابو الحسن علیہ السلام نے اس سے فرمایا ”میرا تم سے ایک کام ہے۔ اللہ اللہ! اس میں میری مخالفت مت کرنا“ تو اعرابی نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ ”میں ہرگز آپ علیہ السلام کی مخالفت نہ کروں گا“ تو ابو الحسن علیہ السلام نے ایک پر چی پر نوٹ اپنے ہاتھوں سے لکھا۔ جس میں اعتراف کیا کہ اتنا مال کہ جتنا اس اعرابی کا قرض تھا اعرابی کا مجھ پر واجب الادا ہے۔“ اور فرمایا ”اس خط کو لو۔ جب میں سرمن رأی جاؤں اور میرے پاس لوگ موجود ہوں تو تم میرے پاس آنا اور مجھ سے یہ رقم طلب کرنا“ اور اس بارے میں تمہارے ساتھ میرے وعدے کے پورے نہ کرنے کے معاملے میں سخت الفاظ ادا کرنا۔ اور اس معاملے میں میری مخالفت کرنے میں اللہ سے ڈرنا (جیسا میں نے کہا ہے ویسا ہی کرنا) تو اس نے کہا،”میں ایسا ہی کروں گا“ اس نے خط لے لیا۔

جب ابو الحسن علیہ السلام سرمن رأی پہنچے اور آپ علیہ السلام کے پاس خلیفہ کے خیر خواہوں کی ایک بڑی تعداد بھی آپ علیہ السلام کے پاس موجود تھی اور دیگر لوگ بھی موجود تھے۔ تو وہ شخص آیا اور اس نے وہ تحریر نکالی اور آپ علیہ السلام سے اس مال کا مطالبہ شروع کر دیا۔اور اس نے اسی طرح بولنا شروع کر دیا۔ کہ جیسا امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا تھا۔ تب ابو الحسن علیہ السلام نے اس سے نرم کلام فرمایا اور انتہائی مہربان لہجے میں اس سے معذرت فرمانے لگے اور میں اس سے اس قرض کی ادائیگی کا وعدہ فرمایا اور اسے تسلی دی۔ پس یہ بات خلیفہ متوکل کے سامنے بتائی گئی تو اس نے حکم دیا کہ ابو الحسن علیہ السلام کے پاس تیس ہزار درہم لے جائے جائیں۔ جب آپ علیہ السلام کے پاس وہ درہم لے جائے گئے تو آپ علیہ السلام نے اس آدمی کے جانے تک اپنے پاس رکھے اور پھر اسے فرمایا ”اس مال کو اٹھاؤ اور اس کے ذریعے اپنا قرض ادا کرو اور باقی کی رقم اپنے اوپر اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو اور ہماری معذرت قبول کرو“ تو دیہاتی نے آپ علیہ السلام سے عرض کی ”اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! اللہ کی قسم! مجھے تو اس مال کے ایک تہائی سے بھی کم کی امید تھی۔ لیکن اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس نے اپنی

رسالت جہاں رکھی ہے" تب اس نے مال اٹھایا اور واپس چلا گیا۔ یہ وہ واقعہ ہے کہ جو بھی سنے گا وہ آپ علیہ السلام کے مکارم اخلاق کا قائل ہو گا۔

چوتھی فصل

”یہ فصل آپ علیہ السلام کے مناظروں، آپ علیہ السلام کے احتجاجات اور آپ علیہ السلام کے دیگر اہل زمانہ کے ہمراہ ہونے والے مکالمات ہیں البتہ یہ ان کے علاوہ ہیں کہ جو گزر چکے ہیں اور اسی فصل ہی میں آپ علیہ السلام کا جبر و تفویض کے رد اور دونوں عقائد کے درمیانی عقیدے کے اثبات پر ایک رسالہ بھی شامل ہے“

محمد بن یعقوب کلینی نے الکافی میں، اس نے علی بن محمد سے، اس نے سہیل بن زیاد سے، اس نے محمد بن عیسیٰ سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن علی بن محمد علیہما السلام کی طرف خط لکھا ”اے میرے آقا علیہ السلام! اللہ مجھے آپ علیہ السلام پر قربان فرمائے۔ ہمیں روایت کیا گیا ہے کہ اللہ عرش کے ایک مقام پر تشریف فرما ہے۔ اور یہ کہ وہ ہر رات رات کے آخری حصے میں دنیاوی آسمان پر نازل ہوتا ہے اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ وہ شب عرفہ بھی نازل ہوتا ہے۔ پھر اپنے مقام پر واپس چلا جاتا ہے“ تو آپ علیہ السلام کے موالیوں میں سے کسی نے اس معاملے میں کہا ہے کہ تب تو وہ ایک مقام پر ہوا تو دوسرے پر نہیں ہوا۔ گویا اسے ہوا اُڑائے پھر رہی ہے اور وہ ہوائی جسامت ہی رکھتا ہے۔ ہوا ایک رقیق و نفیس جسم ہے وہ اپنی قدرت کے ساتھ ہر چیز کی کیفیت بخشنے والا ہے۔ تو اللہ اس کی مثال کی بناء پر اس پر متکیف ہو سکتے ہیں“

تو امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا ”اس کا علم فقط اس ہی کے پاس ہے۔ وہ اپنے لیے بہترین تقدیر کو ہی مقدر کرنے والا ہے۔ جان لو کہ جب وہ دنیاوی آسمان میں ہو تو وہ گویا عرش پر ہی ہوتا ہے اور اس کے علم و قدرت ملکیت اور احاطہ کرنے کے اعتبار سے تمام چیزیں برابر ہیں“

اور اسی کتاب ہی میں علی بن محمد سے، اس نے بغیر سند بیان کیے محمد بن الفرج الرجعی سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور میں نے آپ علیہ السلام سے ہشام بن الحکم کے باری تعالیٰ کے بارے میں جسم کے قول اور ہشام بن سالم کے صورت باری تعالیٰ کے قول کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا ”ان دونوں سرگردانوں کی سرگردانی سے دور رہو اور شیطان مردود کے مقابلے میں اللہ، کی پناہ چاہو۔ دونوں ہشاموں نے جو تاویلیں کی ہیں وہ غلط ہیں۔

شیخ صدوق نے کتاب التوحید میں محمد بن موسیٰ المتوکل سے، اس نے کہا کہ ہمیں بیان کیا علی بن ابراہیم بن ہاشم نے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے صقر بن دلف سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ الرضا علیہم السلام سے توحید کے معاملے میں سوال کیا تو میں نے عرض کی ”میں تو ہشام بن الحکم کے قول کا قائل ہوں“ تو آپ علیہ السلام جلال میں آگئے اور پھر فرمایا ”تم

لوگوں کا ہشام کے قول سے کیا تعلق ہے کیونکہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ جسم رکھتا ہے وہ ہم سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ہے۔ پس ہم ایسے شخص سے دنیا و آخرت میں بری الذمہ ہیں۔ اے دلف کے بیٹے! جسم مخلوق ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اسے پیدا کرنے والا اور جسامت بخشنے والا ہوتا ہے"

اور اسی کتاب ہی میں حسین بن احمد بن ادریس سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے احمد بن اسحق سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن ثالث علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور میں نے آپ علیہ السلام سے اللہ کی رؤیت اور اس بارے میں لوگوں کے عقیدے کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا "جب تک دیکھنے والے اور دیکھے جانے والے کے درمیان ہوا نہ ہو کہ جو نگاہ کو آگے لے جائے۔ اس وقت تک رؤیت ممکن نہیں ہو سکتی ہے۔ پس جب ہوا منقطع ہو جائے اور دیکھنے والے اور دیکھے جانے والے کے درمیان روشنی معدوم ہو جاتی ہے۔ تب رؤیت ہو ہی نہیں سکتی ہے اور اس میں اشتباہ پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ جب دیکھنے والا اور دیکھا جانے والا ان کے درمیان رؤیت کا موجب اسباب میں مساوی ہوں تو اشتباہ کا موجب ہوتا ہے اور اس میں تشبیہہ واقع ہو جاتی ہے کیونکہ اسباب کیلئے لازم ہوتا ہے کہ وہ مسببات سے متصل ہوں"

اور اسی کتاب ہی میں اور معانی الاخبار میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن عیسیٰ بن عبید سے روایت کی ہے کہ میں نے ابوالحسن علی بن محمد العسکری علیہم السلام سے اللہ تعالیٰ کے فرمان "اور زمین ساری قیامت کے دن اس کی مٹھی میں ہو گی اور آسمان سمٹے ہوئے اس کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کی یہ تعبیر اس کیلئے ہے کہ جو اس کو اس کی مخلوق کے مشابہ سمجھے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اس نے فرمایا "وہ لوگ اللہ کے بارے میں اس کے حق کے کماحقہ فرض نہیں کر سکتے۔" اور اس کا معنیٰ ہے "اگر وہ لوگ کہیں کہ قیامت کے روز زمین اس کی مٹھی میں ہو گی اور تمام آسمان سمٹے اس کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے جیسا کہ اللہ نے فرمایا "وہ اللہ کے کماحقہ فرض نہیں کر سکتے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے بشر پر کوئی چیز نازل نہیں کی ہے۔ پھر اللہ عزوجل نے اپنی ذات کو مٹھی اور دائیں ہاتھ سے منزیٰ قرار دیا تو فرمایا "اللہ پاک و بلند ہے کہ جس کے ذریعے وہ شرک کرتے ہیں"

اور اس نے کتاب التوحید میں اپنی اسناد کے ساتھ عبدالعظیم بن عبداللہ الحسنی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ میں اپنے آقا علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے جب مجھے دیکھا تو امام علیہ السلام نے مجھے فرمایا "خوش آمدید! اے ابو القاسم! حق بات ہے کہ تو ہمارا ولی ہے" تو میں نے عرض کی۔

اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! میں چاہتا ہوں کہ آپ علیہ السلام کے سامنے اپنا عقیدہ بیان کروں اگر وہ پسندیدہ ہے تو میں اللہ عزوجل کے حضور پہنچنے تک اس پر عمل پیرا رہوں گا" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "اے ابو القاسم! بیان کرو" تو میں نے عرض کی "میرا عقیدہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ایک ہے کہ کوئی چیز اس کی مثال نہیں ہے۔ وہ ہمہ قسمی حدوں سے باہر ہے۔ خواہ حد ابطال ہو یا حد تشبیہ اور یہ کہ وہ نہ جسم رکھتا ہے اور نہ ہی صورت، وہ نہ عرض ہے اور نہ ہی جوہر بلکہ وہ اجسام کو جسم بخشنے والا ہے اور صورتوں کی مصوری کرنے والا ہے اور تمام اعراض و جواہر کا خالق ہے۔ وہ ہر چیز کا رب ہے، ہر چیز کا مالک، جاعل اور محدث ہے اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے عبدخاص ﷺ،

اس کے رسول ﷺ اور انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ ان حضرت ﷺ کے بعد قیامت تک کوئی نبی علیہ السلام نہیں ہے“

میرا عقیدہ ہے کہ آپﷺ کے بعد امام، خلیفہ اور اولی الامر امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ پھر حسن علیہ السلام، پھر حسین علیہ السلام، پھر علی بن الحسین علیہ السلام، پھر محمد بن علی علیہ السلام، پھر جعفر بن محمد علیہ السلام، پھر موسیٰ بن جعفر علیہ السلام، پھر علی ابن موسیٰ علیہ السلام، پھر محمد بن علی علیہ السلام، پھر اے امیر مولا آپ علیہ السلام ہیں“

تو امام علیہ السلام نے فرمایا ”اور میرے بعد میرا فرزند حسن علیہ السلام تو ان حضرت علیہ السلام کے بعد لوگوں کیلئے امام علیہ السلام کے بارے میں کیا ہوگا؟“ تو میں نے عرض کی ”اے میرے مولا علیہ السلام! وہ کیسے ہوگا؟“ تو امام علیہ السلام نے فرمایا ”کیونکہ اس حضرت علیہ السلام کو کوئی دیکھ نہ پائے گا اور نہ ہی ان حضرت علیہ السلام کو ان حضرت علیہ السلام کے مبارک نام سے پکارنا حلال ہوگا یہاں تک کہ وہ حضرت علیہ السلام ظہور فرمائیں گے اور زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دیں گے جیسا کہ وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہو گی۔

تو میں نے عرض کی ”میں اقرار کرتا ہوں اور عقیدہ رکھتا ہوں کہ ان حضرات با صفات علیہم السلام کا دوست اللہ کا ولی ہے اور ان حضرات معصومین علیہم السلام کا دشمن اللہ کا دشمن ہے۔ ان حضرات علیہم السلام کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور ان حضرات علیہم السلام کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔ اور میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ ”معراج حق ہے، قبر میں سوال و جواب حق ہے، جنت کا وجود حق ہے، جہنم کا وجود حق ہے، پل صراط حق ہے اور میزان حق ہے اور آنے والی گھڑی (قیامت) میں کوئی شک نہ ہے اور یہ کہ اللہ قبروں میں موجود لوگوں کو دوبارہ زندہ فرمائے گا۔

اور میں عقیدہ رکھتا ہوں کہ ”ولایت مبارکہ کے بعد نماز، زکوٰۃ، روزہ،حج، جہاد، نیکی کا حکم دینا، اور برائی سے روںا واجب فرائض ہیں، تب حضرت علی بن محمد علیہما السلام نے ارشاد فرمایا ”اے ابو القاسم! اللہ کی قسم! یہی وہ دین ہے کہ جسے اللہ نے اپنے بندوں کیلئے پسند فرمایا ہے۔ میں بھی اسی دین پر ثابت قدم ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس ثابت عقیدہ پر دنیا و آخرت کی زندگی میں ثابت قدم فرمائے۔“

اور اس نے معانی الاخبار میں محمد بن القاسم الثقة الجرجانی سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا احمد بن الحسن الحسینی نے، اس نے حسن بن علی سے روایت کی ہے کہ حضرت علی بن محمد علیہما السلام اپنے اصحاب میں سے ایک مریض صحابی کے پاس تشریف لے گئے تو وہ موت کے خوف سے گریہ کناں تھا اور جزع و فزع میں مبتلا تھا۔ تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”اے اللہ کے بندے! تو موت سے اس لیے خوف زدہ ہے کہ تو موت کی حقیقی معرفت نہیں رکھتا ہے۔ تو کیا سمجھتا ہے کہ اگر تو میلا کچیلا اور اس قدر گندا ہو جائے کہ تو گندگی اور میل کچیل کے سبب اذیت محسوس کرے اور اس کے سبب تمہیں پھوڑے اور زخم لگ جائیں اور تمہیں معلوم ہو کہ حمام میں غسل کرنا اس سب کو ختم کر دے گا تو تم کیا چاہو گے۔آیا حمام میں داخل ہو کر غسل کرو یا تم حمام میں داخل ہو کر غسل کرنا نا پسند کرو گے۔ تا کہ وہ تہارے جسم پر باقی رہ جائے؟“ تو اس نے عرض کی ”جی ہاں اے فرزند رسولﷺ! (یعنی میں غسل کرنا پسند کروں گا)۔ امام علیہ السلام نے فرمایا ”موت ہی وہ حمام ہے اور یہ تمہارا آخری حمام ہے کہ تیرے گناہوں کی میل کچیل اور تیری برائیوں کی تمام تر گندگی کو دھو ڈالے گا کیونکہ جب تم اس میں داخل

ہوئے اور اس کو عبور کر گئے تو گویا تم ہر غم و ھم اور اذیت سے نجات پا گئے۔ اور تم ہر سرور و خوشی تک پہنچ گئے" تو اس شخص کو سکون ملا اور وہ خوش و خرم ہو گیا اور اس نے آنکھیں بند کیں اور راہی حق ہوا"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ احمد بن ہلال سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو الحسن الاخیر علیہ السلام سے توبۃ النصوح کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کیا ہے؟ تو امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا "وہ یہ ہے کہ باطن بھی ظاہر کی طرح ہو جائے بلکہ ظاہر سے بھی افضل ہو جائے"

اور علی بن عیسیٰ الاربلی نے کشف الغمۃ میں الحمیری کی کتاب الدلائل سے نقل کیا ہے کہ داؤد ضریر سے روایت کی ہے کہ میں نے مکہ جانے کا ارادہ کیا تو عشاء کے وقت ابو الحسن علیہ السلام سے وداع کرنے کیلئے گیا اور واپس آیا، سفر کا ارادہ کیا تو اس رات کی خوبصورتی نے مجھے نہ جانے دیا۔ پس صبح کے وقت میں مزار رسول ﷺ سے وداع کرنے گیا تو تب آپ علیہ السلام کے پیام رساں نے مجھے بلایا۔ میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھے بہت حیاء آنے لگی اور میں نے عرض کی "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! خوبصورتی نے معاملہ دوسرے روز پر ٹال دیا" تو امام علیہ السلام مسکرا دئیے اور مجھے چند چیزوں کا حکم صادر فرمایا اور مجھے بہت سے کام سر انجام دینے کا حکم صادر فرمایا تو فرمایا "تو کیسے کہہ سکتاہے جو مجھے کہا گیا۔ میں نے اس کی حفاظت نہیں کی ہے" پس امام علیہ السلام نے ہاتھ بڑھا کر دوات اٹھائی اور تحریر فرمائی "بسم اللہ الرحمن الرحیم، انشاء اللہ یاد رکھو اور معاملہ تمام تر تمہارے ہاتھ میں ہے" تو میں ہنس پڑا تو امام علیہ السلام نے مجھے فرمایا"تمہیں کیا ہوا؟" تو میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی "سب ٹھیک ہے" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "مجھے بتاؤ؟" تو میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی"مجھے ایک حدیث یاد آگئی ہے کہ ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص نے مجھے بیان کیا ہے کہ آپ علیہ السلام کے جد امجد امام رضا علیہ السلام جب بھی کسی کام کا حکم صادر فرماتے تھے تو لکھتے تھے۔"یاد رکھو انشاء اللہ اور معاملہ تما م تر تمہارے ہاتھ میں ہے" تو امام علیہ السلام مسکرا دئیے اور فرمایا "اے داؤد اگر میں تمہیں کہوں کہ تقیہ کو ترک کرنے والا، نماز کو ترک کرنے والے جیسا ہے تو یقینا میں سچا ہوں گا"

اور امام حسن بن علی العسکری علیہما السلام سے منسوب تفسیر میں ہے کہ حضرت امام علی بن محمد علیہما السلام سے عرض کیا گیا "اچھی خصلتوں کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے اکمل ترین کون ہے؟" تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "لوگوں میں سے تقیہ پر سب سے زیادہ عمل کرنے والا اور لوگوں میں سے اپنے دینی بھائیوں کے حقوق سب سے زیادہ ادا کرنے والا"

اور اسی کتاب ہی میں لکھا ہے کہ "ایک شخص حضرت علی بن محمد علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی "اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! میں ان دنوں اپنے علاقے کی عوام میں سے ایک گروہ کے ذریعے مصیبت میں مبتلا ہوں۔ ان لوگوں نے مجھے پکڑا اور کہنے لگے "تم ابو بکر بن ابی قحافہ کی امامت کے قائل نہیں ہو۔" تو اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام۔ میں ان سے خوف زدہ ہو گیا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں نہ کہوں مگر میں نے کہا "یقینا میں قائل ہوں" میں نے ایسا تقیۃً کہا تھا تو ان میں سے ایک نے میرے منہ پر ہاتھ رکھا اور کہا "تم ایک حرف بھی نہ بولو گے بلکہ جو ہم تم سے پوچھیں گے تم فقط اس کا جواب دو گے" میں نے کہا "کہو" تو اس نے مجھے کہا "کیا تم عقیدہ رکھتے ہو

که ابو بکر بن ابی قحافه ہی رسول اللہ ﷺ کے بعد امام تھے۔ حق و عدل کے امام اور یہ کہ علی علیہ السلام کا امامت میں سرے سے کوئی حق ہی نہیں تھا؟" تو میں نے کہا "نعم (ہاں) اور اس سے میری مراد انعام میں سے نعم یعنی اونٹ، گائے اور بھیڑ بکریاں وغیرہ تھے" اور ان لوگوں نے کہا "ہم اس پر قناعت کرنے والے نہیں بلکہ تم حلف دو اور کہو "اس اللہ کی قسم کہ جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے وہ ہی طالب، غالب، مدرک، مہلک پوشیدہ کا جاننے والا ہے جیسا کہ وہ اعلانیہ کا جاننے والا ہے" میں نے کہا "نعم (ہاں) اور اس سے میری مراد انعام (چوپائیوں) میں سے نعم (چوپائے) تھے"

تو اس نے کہا "ہم تم سے اس پر قناعت کرنے والے نہیں جب تک کہ تم یہ الفاظ نہ کہو "ابو بکر بن ابی قحافہ ہی امام ہے۔ اس اللہ کی قسم کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور تم قسم کھاؤ" تو میں نے کہا "ابو بکر بن ابی قحافہ ہی امام ہے یعنی جو اسے امام مانتا ہے۔ اس کا امام ہے۔ اس اللہ کی قسم کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں نے اللہ کی صفات شمار کیں تو ان لوگوں نے یہ سن کر مجھ سے ہاتھ اٹھا لیا اور انہوں نے مجھے جزا خیر کی دعا دی اور میں نے ان لوگوں سے نجات پائی۔ اللہ کے حضور میرا کیا ہو گا؟" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "بہترین جال ہے "اللہ نے تیرے اچھے تقیہ کے سبب تیرا مقام اعلیٰ علیین میں ہمارے ساتھ واجب فرمایا ہے۔"

اور اسی کتاب ہی میں ہے کہ حضرت علی بن محمد علیہما السلام نے ارشاد فرمایا "اللہ کے جلال کی تعظیم یہ ہے کہ تم اپنے نسبی والدین پر اپنے دینی والدین حضرات محمد و علی صلوات اللہ علیہما والسلام کو ترجیح و فضیلت دو اور اللہ کے جلال کی توہین ہے کہ اگر تم اپنے نسبی والدین کو اپنے دینی والدین حضرات حضرات محمد و علی علیہما السلام پر ترجیح و فضیلت دو"۔

اور اسی کتاب ہی میں ہے کہ حضرت علی بن محمد علیہما السلام کے بارے میں روایت کیا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام تک خبر پہنچی کہ آپ علیہ السلام کے شیعوں میں سے دانا شخص نے کسی ناصبی سے مناظرہ کیا تو اپنی دلیلوں کے ذریعے اس ناصبی کا منہ بند کر دیا یہاں تک کہ وہ ناصبی واضح طور پر رسوا ہو گیا۔

وہ شخص آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام کی محفل میں ایک بڑا سا تخت لگا ہوا تھا کہ جس پر فقط امام علیہ السلام تشریف فرما تھے اور آپ علیہ السلام کی مقدس بارگاہ علویوں اور بنی ہاشم کے افراد کا ایک جم غفیر موجود تھا۔ جیسے ہی اس کا تعارف کروایا گیا تو امام علیہ السلام نے اسے اپنے ساتھ اسی تخت پر بٹھایا اور اس سے گفتگو فرمانے لگے۔ یہ بات ان تمام اشراف کو ناگوار گزری۔ جہاں تک علویوں کی بات ہے تو انہوں نے اس شخص کو عتاب سے بالاتر جانا۔ البتہ ہاشمیوں میں سے معمر ترین شخص نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! عباسی سدار و حکمران بھی عام لوگوں کو سادات بنی ہاشم علیہ السلام پر اسی طرح ترجیح دیتے ہیں" تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "بچو اس بات سے کہ تمہارا دشمن ان لوگوں میں ہو کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "کیا تم نے نہیں دیکھا ہے ان لوگوں کو کہ جنہیں اللہ کی کتاب میں سے حصہ دیا گیا ہے۔ وہ لوگ اپنے درمیان فیصلہ کیلئے اللہ کی کتاب کی طرف بلاتے ہیں۔ پھر ان میں سے ایک گروہ مکر جاتا ہے اور وہ ہی منہ موڑنے والے ہیں" ان لوگوں نے عرض کی "یقینا ہم بچنے والے ہیں" امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا"اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے کہ محفل میں کشادہ ہو کر بیٹھو تو کشادہ ہو جایا کرو۔

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ہی کشادگی عطا فرمائی ہے اور جب تم سے کہا جائے کہ سمٹ کر بیٹھو تو سمٹ جایا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے صاحبان ایمان کو اللہ نے رفعت بخشی ہے اور ان کو کہ جنہیں علم کے درجات عطا فرمائے ہیں "پس اللہ مومن عالم کیلئے راضی نہیں ہے مگر اس بات پر کہ وہ اسے غیر عالم مومن پر رفعت و بلندی عطا فرمائے جیسا کہ وہ راضی نہ ہو مومن کیلئے مگر اس بات پر کہ اسے غیر مومن پر ترجیح و بلندی عطا فرمائے۔ تم لوگ مجھے یہ بتاؤ کہ کیا اللہ نے یہ فرمایاہے کہ اللہ نے بلندی و رفعت بخشی ہے کہ جنہیں شرف النسب کے درجات عطا فرمائے گئے ہیں؟" کیا اللہ نے نہیں فرمایا "کیا برابر ہیں وہ لوگ کہ جو علم رکھتے ہیں۔

اور وہ لوگ کہ جو علم نہیں رکھتے ہیں" تو تم لوگ اس شخص کو میرے بلند کرنے پر کیسے اعتراض کر سکتے ہو جبکہ اسے اللہ نے بلندی و رفعت عطا فرمائی ہے۔ اس شخص کا فلاں ناصبی کو اللہ کی ان دلیلوں کے ذریعے زیر کرنا کہ جو میں نے اسے سکھائی تھیں۔ اس کیلئے ہمہ قسمی شرف سے افضل ہے۔"

تب عباسیوں نے کہا "اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! آپ علیہ السلام نے اس کم نسب شخص کو ہم اعلیٰ نسب والوں پر شرف بخشا ہے حالانکہ ہم ابتداء اسلام ہی سے تمام صاحبان اسلام پرشرف میں فضیلت کے حامل ہیں"

تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "سبحان اللہ! کیا عباس نے ابو بکر کی بیعت نہیں کی تھی حالانکہ وہ تمیمی تھا جبکہ عباس ہاشمی تھے؟" کیا عبداللہ بن عباس، عمر بن خطاب کیلئے خدمات انجام نہیں دیا کرتا تھا جبکہ وہ ہاشمی تھا اور خلفاء کا باپ تھا جبکہ عمر عدوی تھا؟" تو کیا وجہ تھی کہ عمر نے شوریٰ میں کم تر قریشیوں کو تو شامل کیا مگر عباس کو شامل نہ کیا؟" پس اگر تم ہماری طرف سے ایک غیر ہاشمی کو ہاشمیوں پر فوقیت دینے پر اعتراض کرتے ہو تو پہلے عباس کی ابو بکر کیلئے بیعت پر اعتراض کرو اور عبداللہ بن عباس کی عمر کیلئے بیعت کے بعد اس کیلئے خدمات انجام دینے پر اعتراض کرو۔ اگر وہ جائز تھا تو یہ بھی جائز ہے" تب گویا اس ہاشمی کے منہ میں پتھر ڈال دیا گیا ہو۔

اور اسی کتاب ہی میں لکھا ہے کہ حضرت علی بن محمد علیہما السلام نے فرمایا "اگر تمہارے قائم علیہ السلام کے بعد وہ جاننے والے کہ جو ان حضرت علیہ السلام کی طرف بلانے والے اور ان حضرت علیہ السلام کی طرف رہنمائی کرنے والے اور اللہ کے کمزور بندوں کو ابلیس کے جالوں اور اس کی مودت سے بچانے والے باقی رہنے والے نہ ہوتے اور ناصبیوں کو بڑھکوں سے بچانے والے باقی رہنے والے نہ ہوتے تو یقینا کوئی ایک بھی نہ بچتا بلکہ سب کے سب ہی اللہ کے دین سے مرتد ہو جاتے مگر وہ باقی رہ جانے والے ہی ایسے لوگ ہوں گے کہ جو کمزور عقیدہ شیعوں کے دلوں کو بچانے والے ہوں گے کہ جیسے کشتی والا اس میں سواروں کو بچانے والا ہوتا ہے اور وہی لوگ ہی اللہ عزوجل کے حضور افضل ترین ہوں گے۔

ے شیخ صدوق نے معانی الاخبار میں عبدالعظیم بن عبداللہ الحسنی رحمۃ اللہ علیہ تک اپنی اسناد کے ساتھ لکھا ہے کہ ان حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ میں نے سنا ابو الحسن علی بن محمد العسکری علیہما السلام نے ارشاد فرمایا "رجیم کا معنیٰ ہے کہ جسے لعنت کے ذریعے رجم کیا گیا اور جسے بھلائی کے مقامات سے دھتکار دیا گیا۔ کوئی مومن اس کا ذکر نہیں کرتا ہے مگر یہ کہ وہ اس پر لعنت بھیجتا ہے اور یہ بات اللہ کے علم میں پہلے ہی سے ہے کہ جب قائم علیہ السلام ظہور فرمائیں گے تو کوئی مومن

باقی نہ رہے گا مگر یہ کہ وہ اس شیطان کو پتھر سے رجم کرے گا جیسا کہ وہ اس سے پہلے اس ملعون کو لعنت کے ذریعے رجم کیا کرتا تھا۔"

شیخ محمد بن علی بن شیعہ الحلی نے اپنی کتاب تحت العقول میں جو لکھا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں

"رشید و صابر امام ابو الحسن علی بن محمد علیہما السلام سے آپ علیہ السلام کی طرف سے جبر و تفویض کا عقیدہ رکھنے والوں کے خلاف اور اثبات عدل اور درمیانی عقیدہ کے بارے میں ایک رسالۃ روایت کیا گیا ہے۔

علی بن محمد (علیہما السلام) کی طرف سے تم سب پر اور ہر اس پر کہ جس نے ہدایت کی پیروی کی سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت و برکات ہو۔ میرے پاس تمہارا خط پہنچا اور اس میں تم نے جو اپنے دینی اختلاف کا ذکر کیا ہے میں نے وہ سمجھا ہے اور تمہاری تقدیر کے بارے میں بحث کو بھی سمجھا ہے کہ تم میں سے کچھ جبر کے قائل ہیں اور کچھ تفویض کے قائل ہیں اور تم اس معاملے میں بٹ گئے ہو اور مجھے سمجھ آگیا ہے کہ تمہارے درمیان عداوت ٹھن گئی ہے۔ پھر تم نے اس بارے میں مجھ سے پوچھا کہ میں تمہارے لیے اس کی وضاحت کروں یہ سب میری سمجھ میں آگیا ہے۔

اللہ تم سب پر رحم فرمائے! تم سب جان لو کہ ہم نے آثار (احادیث) اور اس سلسلے میں جتنی روایات آئی ہیں ان سب میں غورو فکر کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ تمام لوگ کہ جو اسلام پر ہونے کے دعویدار ہیں اور اللہ کے بارے میں عقیدہ رکھتے ہیں وہ سب دو طرح کے ہیں ان میں سے کچھ حق پر ہیں کہ جو قابل اتباع ہیں اور کچھ باطل پر ہیں کہ ان سے اجتناب کرنا چاہیے۔ یہ امت قاطبہ اس بات پر متفق ہے کہ قرآن حق ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے اور تمام فرقے اگر جمع ہو جائیں تو وہ سب کتاب اللہ کی تصدیق کرتے ہی اور اس ہی کے ذریعے اور اس کی تحقیق ہی کے ذریعے خود کو راست پر اور ہدایت پر ثابت کرتے ہیں۔

اور یہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کی تفسیر ہے۔ "میری امت کبھی بھی گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی ہے" پس آپ ﷺ نے بتلا دیا کہ ہر وہ چیز کہ جس پر میری تمام کی تمام امت متفق ہو جائے اور ایک دوسرے کی تھوڑی سی مخالفت بھی نہ کرے وہ حق ہے اور قرآن وہ حق ہے کہ جس کی تنزیل اور تصدیق میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ پس جب قرآن ایک بات کی تصدیق کرے اور اس کو حق ثابت کرے اور امت میں سے کوئی گروہ اس بات کا انکار کرے تو امت پر واجب ہے کہ وہ اس بات کے حق ہونے کا اقرار کریں تب وہ ضرورت دین میں سے ہوگی کہ جب کہ بنیادی چیز تصدیق قرآن پر اتفاق امت ہے۔ کیونکہ اگر کوئی انکار کرے اور منہ توڑے تو لازمی طور پر ملت اسلامیہ سے خارج ہو گا۔ پس سب سے پہلی بات کہ جو کتاب کی تحقیق و تصدیق کے ساتھ معروف ہے اور اللہ کی کتاب اس پر واضح گواہی دیتی ہے وہ ایسی حدیث ہے کہ جو رسول اللہﷺ سے صادر ہوئی ہے اور کتاب سے موافقت و تحقیق کی وہ سند رکھتی ہے کہ مسلمانوں کی اقاویل اس کی مخالفت کرنے کی طاقت نہیں رکھتی ہیں۔وہ یہ کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "میں تم سب (مسلمانوں) میں دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ اللہ کی کتاب اور میری عترت میری اہل بیت علیہم السلام! جب تک تم لوگ ان دونوں سے متمسک رہو گے ہرگز گمراہ نہ ہو پاؤ

گے اور یہ دونوں گراں قدر چیزیں ہرگز ہرگز جدا نہ ہو پائیں گی یہاں تک کہ وہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر وارد ہوں گی۔"

پس ہم اس حدیث کی شہادت میں اللہ کی کتاب میں نص پاتے ہیں جیسا کہ اللہ عزوجل کا فرمان ہے "بے شک تمہارا حاکم اللہ ہے اور اس کا رسول ﷺ ہے اور وہ صاحبان ایمان کہ جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اس حالت میں کہ وہ رکوع میں ہوتے ہیں" اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور صاحبان ایمان کی حاکمیت کو قبول کرے وہ اللہ کا گروہ ہیں اور وہ ہی غلبہ پانے والے ہیں" (القرآن)

اور اس آیت مجیدہ کی تفسیر میں عام مسلمانوں نے بھی روایت کیا ہے کہ یہ آیت مجیدہ امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں ہے کیونکہ آپ علیہ السلام ہی نے انگوٹھی صدقہ کی جبکہ آپ علیہ السلام رکوع میں تھے۔ پس اللہ نے اس سلسلے میں آپ علیہ السلام کا شکر ادا فرمایا اور یہ آیت مجیدہ آپ علیہ السلام ہی کی شان میں نازل فرمائی ہے۔ اور ہمیں ملتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے فرمان میں یہی فرمایا ہے "جس جس کا میں حاکم ہوں اس اس کا علی علیہ السلام حاکم ہے" اور اس فرمان میں بھی کہ "(اے علی علیہ السلام!) تیری نسبت مجھ سے وہی ہے کہ جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی البتہ میرے بعد کوئی نبی علیہ السلام نہیں ہے"

اور ہم دیکھتے ہیں کہ رسو ل اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے۔"علی علیہ السلام ہی میرا قرض ادا کرے گا اور میرے وعدے پورے کرے گا اور وہ حضرت علیہ السلام میرے بعد(اے صحابہؓ) تم پر میرا نائب و خلیفہ ہے" پس پہلی خبر (حدیث) کہ جس کے استنباط میں یہ احادیث ہیں وہ درست حدیث ہے کہ جس کے بارے میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے اور وہ دوسری احادیث بھی قرآن کے موافق ہیں۔پس جب اس حدیث پر قرآن کی تصدیق نے گواہی دے دی اور دوسرے شواہد نے بھی اس کی تصدیق کر دی تو امت پر واجب ہے کہ وہ اس کو ضرورت دین سمجھ کر اس کا اقرار کرے۔ کیونکہ یہ وہ احادیث ہیں کہ جن کی گواہی قرآن پکار پکار کر دیتا ہے اور یہ ساری احادیث قرآن کے موافق ہیں اور قرآن ان سے موافقت رکھتا ہے۔ پھر یہ کہ امامین صادقین (امام باقر علیہ السلام اور امام جعفر صادق علیہ السلام) علیہما السلام سے بہت ساری احادیث وارد ہوئی کہ جن کا رسول اللہ ﷺ سے صادر ہونا حقیقی ہے اور ان احادیث کو مصروف و ثقات راویوں نے نقل کیا ہے۔ پس ان احادیث کی اقتداء پر مومن اور ہر مومنہ پر فرض ہے کہ اس فرض سے کوتاہی ماسوائے اہل عناد کے کوئی نہیں کر سکتا ہے اور وہ اس لیے کہ آل رسول ﷺ کے فرامین اللہ کے قول سے متصل ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں مثال کے طور پر اللہ کا اس کی محکم کتاب میں فرمان ہے "وہ لوگ کہ جو اذیت دیتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول اللہ ﷺ کو اللہ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اس نے ان لوگوں کیلئے بھیانک عذاب تیار کر رکھا ہے" تو ہم اس آیت مجیدہ کے نمونے کے طور پر رسول اللہ ﷺ کا فرمان دیکھتے ہیں۔ "جس کسی نے علی علیہ السلام کو اذیت دی گویا اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی گویا اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے اللہ کو اذیت دی قریب ہے کہ اللہ خود ہی اس سے انتقام لے گا" اور اسی طرح آپ ﷺ کا ارشاد ہے جس نے علی علیہ السلام سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی گویا اس نے اللہ سے محبت کی اور اسی طرح آپ علیہ السلام کا بنی و علی علیہ السلام کے معاملے میں فرمان ہے "یقینا میں ان لوگوں کی طرف ایک ایسے شخص کو بھیجنے والا ہوں کہ جو خود میری طرح ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے

محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔ اے علی علیہ السلام! اٹھو اور ان کی طرف جاؤ۔ اور اسی طرح خیبر کے روز آپ ﷺ کا فرمان ہے۔ یقینا کل میں ان یہودیوں کے مقابلے میں ایک ایسے مر د کو میدان میں بھیجوں گا کہ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس سے محبت کرتے ہیں۔ وہ ثابت قدم رہنے والا ہے کہ جو ہرگز فرار نہیں کرتا وہ اس وقت تک نہ پلٹے گا کہ جب تک اللہ اس کے ہاتھ پر فتح جاری نہ کر دے۔ پس رسول اللہﷺ نے بھیجنے سے پہلے ہی فتح کا فیصلہ فرما دیا تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ کا کلام مقدس سن کر رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں سے ہر کسی نے یہ شرف حاصل کرنے کی کوشش کی۔ مگر جب دوسرا روز ہوا تو آپ ﷺ نے علی علیہ السلام کو بلایا اور ان حضرت علیہ السلام کو یہودیوں کے مقابلے میں روانہ فرما دیا۔پس آپﷺ نے اس منقبت کے ذریعے علی علیہ السلام کو مصطفی ﷺ بنایا اور علی علیہ السلام کو کرار غیر فرار(ایسا ثابت قدم رہنے والا کہ جو کبھی فرار نہ کرے) کا نام نامی دیا اور آپ علیہ السلام کو اللہ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کا محب قرار دیا۔ اور یہ بھی خبر دی کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ بھی آپ علیہ السلام سے محبت کرتے ہیں۔ بے شک ہم نے یہ جو سب بیان کیا ہے اور جو تشریح کی ہے اسے اپنے آنے والے مقصد پر دلیل کے طور پر مقدم کیا ہے اور یہ سب اس کو تقویت بخشنے والا ہے کہ جسے ہم جبر و تفویض اور الامر بین الامرین کے معاملے میں بیان کرنے والے ہیں" اللہ ہی سے مدد اور قوت کے طلبگار ہیں اور ہم اپنے تمام امور میں اس ہی پر بھروسہ کرتے ہیں"

پس ہم اس بحث کی ابتداء امام صادق علیہ السلام کے فرمان سے کرتے ہیں۔ نہ خبر (درست) ہے اور نہ ہی تفویض(درست) ہے بلکہ دونوں کے درمیان ہے۔ اور وہ خلقت کی صحت ہے اور چلنے میں خلوت اور وقت میں مہلت ہے۔ اور زاد راہ ہے جیسے سواری اور وہ سبب ہے کہ جو فاعل کو اس کے فعل پر ابھارتا ہے۔ پس یہ ہیں وہ پانچ چیزیں کہ جنہیں امام صادق علیہ السلام سے اپنے پر فضیلت جامع کلام میں جمع فرمایا ہے۔ پس جب بندے سے خلوت منقوص ہو جاتی ہے تو اس کا عمل اس ہی کے حساب سے مطروح ہوتا ہے۔ پس صادق علیہ السلام نے ایسی اصل کے بارے میں خبر دی ہے کہ جس کی معرفت کی طلب لوگوں پر واجب ہے اور اللہ کی کتاب اس کی پکار پکار کر تصدیق کرتی ہے اور اس پر اللہ کے رسول ﷺ کی محکم آیات بھی گواہی دیتی ہیں۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمان اور ان حضرات علیھم السلام کے فرامین کو حدود قرآن میں شمار فرمایا ہے۔ پس جب حقیقی احادیث وارد ہوں اور اس کے قرآن پاک سے بھی شواہد مل جائیں کہ جو ان احادیث کو کتاب الٰہی سے موافق ثابت کریں تو یہ اس بات پر دلیل ہوتا ہے کہ اس پر اقتداء اسے تجاوز فقط اہل عناد ہی کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے خط کے ابتداء میں ذکر کیا ہے اور جب ہم صادق علیہ السلام کے اس فرمان کی تحقیق شروع کرتے ہیں کہ "دونوں راستوں کے درمیان راستہ درست ہے" اور یہ کہ آپ علیہ السلام کی گواہی دیتا ہے اور اس معاملے میں آپ علیہ السلام کے فرمان کی تصدیق کرتا ہے۔ اسی طرح آپ علیہ السلام سے ایک اور حدیث روایت کی جاتی ہے کہ جو اس پہلی حدیث کے موافق ہے وہ یہ کہ امام صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ کیا اللہ نے اپنے بندوں کو گناہوں پر مجبور کیا ہے؟"

تو صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا"وہ اس سے کہیں بڑھ کر عادل ہے" تب آپ علیہ السلام سے عرض کیا گیا "تو کیا اللہ نے تمام امور ان کے سپرد کر دئیے ہیں؟" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "وہ اس سے کہیں بڑھ کر ان پر قہر و غلبہ رکھتا ہے" اور آپ علیہ السلام کے بارے میں روایت کیا گیا ہے کہ ان حضرت

علیه السلام نے ارشاد فرمایا ”تقدیر پر عقیدے کے اعتبار سے لوگ تین طرح کے ہیں۔ ایک وہ شخص ہے کہ جو عقیدہ رکھتا ہے کہ تمام اموراس کے ہی سپرد کر دئیے گئے ہیں۔پس وہ اللہ کو اس ہی کی سلطنت میں کمزور تصور کرتا ہے اور وہ ہلاک ہونے والا ہے اور ایک وہ شخص ہے کہ جو عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کو معصیت پر مجبور پیدا کیا ہے اور ان پر ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف رکھی ہے وہ شخص اللہ کو اس کے حکم میں ظلم کی نسبت دیتا ہے۔ پس وہ بھی ہلاک ہونے والا ہے اور ایک وہ شخص ہے کہ جو عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فقط وہ تکلیف رکھی ہے کہ جس کی طاقت رکھتے ہیں اور اس نے ان کو تکلیف مالا یطاق (یعنی ایسی تکلیف جس کو برداشت کرنے کی وہ طاقت نہ رکھتے ہوں) میں مبتلا نہ کیا ہے۔ پس جب وہ نیکی کرتا ہے تو وہ اللہ کی حمد بجا لاتا ہے اور جب برائی کرتا ہے تو اللہ کے حضور توبہ طلب کرتا ہے۔ پس وہ ہی صحیح مسلمان ہے“

پس آپ علیه السلام نے بتلایا ہے کہ جس کسی نے بھی عقیدہ جبر یا عقیدہ تفویض کی تقلید کی اور انہیں دین جانا وہ حق کا مخالف ہوا۔ پس جب میں نے اس بات کی تشریح کر دی ہے کہ اس عقیدہ جبر کو دین بنانے والا لازماً خطاکار ہے اور جو عقیدہ تفویض کی تقلید کرے وہ بھی لازماً باطل ہے تو ان دونوں کا درمیانی راستہ ہی درست ثابت ہوا۔

پھر فرمایا ”اور میں تمھارے لیے ان میں سے ہر ایک باب کیلئے تیرے مطلب کو آسان کرنے کیلئے اور طلبگارِ حقیقت کیلئے بحث کو آسان بنانے کیلئے شرح بیان کرتا ہوں کہ جس پر قرآن کی آیات گواہی دیتی ہیں اور صاحبانِ عقل کیلئے حق کی تصدیق ہو جائے گی اور اللہ ہی سے توفیق کے عطیه کی امید ہے۔

اور جہاں تک اس جبر کا تعلق ہے کہ جس کو دین بنانے والا بہت بڑی خطا کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ اس شخص کا عقیدہ ہے کہ جو عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ عزوجل بندوں کو گناہوں پر مجبور بھی خود ہی کرتا ہے اور پھر ان گناہوں پر سزا بھی خود ہی دیتا ہے۔ جو بھی اس عقیدے کا قائل ہوا گویا اس نے اللہ عزوجل پر حکم میں ظلم کیا اور اللہ پر جھوٹ باندھا۔ اللہ نے اس شخص کے عقیدے کو خود ہی مردود فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے ”تمہارا رب کسی ایک پر بھی ظلم نہیں کرتا ہے“

اور اسی طرح اس کا فرمان ہے ’’یہ سب تمہارے اپنے ہاتھوں کا کیا دھرا ہے اور اللہ تو اپنے بندوں پر ظلم نہیں فرماتا ہے اور اسی طرح فرمان ہے ”یقینا اللہ لوگوں پر کسی چیز میں بھی ظلم نہیں فرماتا ہے لیکن لوگ خود ہی ان جانوں پر ظلم کرتے ہیں ”علاوہ ازیں اور بھی بہت سی آیات میں ایسا تذکرہ موجود ہے۔ پس جس نے بھی عقیدہ بنا لیا کہ اسے گناہوں پر مجبور پیدا کیا گیا ہے تو گویا اس نے اپنے گناہ اللہ پر ڈالنے کی کوشش کی ہے اور اس گناہ کی سزا پر اللہ کو ظالم قرار دے دیا اور جس نے اللہ سے ظلم کی نسبت دی اس نے اس کی کتاب کی تکذیب کی اور امت کا اتفاق ہے اس بات پر کہ وہ لازمی طور پر کافر ہو گیا۔

اس کی مثال اس شخص کی سی ہے کہ جو ایک غلام کا مالک ہو کہ جو غلام خود پر کوئی اختیار نہ رکھتا ہو اور نہ ہی دنیاوی جائیداد میں سے کوئی جائیداد رکھتا ہو اور اس کا آقا کی کیفیت سے بخوبی واقف ہو۔ پس وہ آقا اس غلام کو یہ سب جاننے کے باوجود حکم دے کر وہ بازار جائے اور وہاں سے کوئی چیز لائے مگر وہ اس چیز کی قیمت اس غلام کو ہرگز نہ دے جبکہ مالک کو علم ہو کہ وہ چیز قیمتی ہے کہ کوئی ایک بھی اسے وہ چیز بغیر قیمت کے نہ دے گا۔ جبکہ اس مالک نے اس غلام کو کہہ رکھا کہ اس کی ذات عادل، انصاف پسند، پر حکمت ہے اور وہ ظلم و جور کو پسند نہیں کرتا ہے۔ مگر پھر بھی وہ اپنے

غلام سے وعدہ کرے کہ اگر وہ وہ چیز نہ لایا تو وہ اسے سزا دے گا۔ حالانکہ اسے معلوم ہو کہ کوئی بھی اسے وہ چیز (مفت) نہ دے گا اور غلام بھی قیمت دینے کا متحمل نہیں ہو سکتا ہے مگر پھر بھی وہ اسے قیمت نہیں دیتا۔ پس جب وہ غلام بازار جاتا ہے تو دیکھتا ہے۔اس چیز کو بغیر خریداری کے کوئی بھی اسے دینے کو تیار نہ ہے۔ پس وہ اپنے مالک کے پاس نامراد لوٹا اور اس کی مطلوبہ چیز نہ لایا تو اس بات پر اس کا آقا غضبناک ہوا اور اس نے اسے سزا دی۔ تو کیا اس کے عدل و حکمت کی بناء پر اس پر واجب نہ تھا کہ وہ اسے سزا نہ دے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس غلام کی کوئی دنیاوی جائیداد نہ ہے اور نہ ہی وہ قیمت کی طاقت رکھتا ہے پس اگر وہ ظلم و زیارتی کرتے ہوئے سزا دے تو اس کے اپنی ذات کیلئے عدل و حکمت اور انصاف کے تمام تر دعوے باطل ہو جاتے ہیں اور اگرچہ وہ اسے سزا نہ بھی دے تو تب بھی اس نے اپنے وعدے کے ذریعہ ہی کہ جب اس نے اس سے جھوٹا و ظالم وعدہ کیا۔ اپنی ذات کو جھٹلا دیا کیونکہ جھوٹ اور ظلم وہ چیزیں ہیں کہ جو عدل و حکمت کی نفی کرتی ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے اقوال باطلہ سے کہیں بڑھ کر بلند و بالا ہے۔

پس جس نے بھی جبر کو اور اس چیز کو کہ جو جبر کی طرف بلاتی ہے اپنا دین بنا لیا اس نے خدا پر ظلم کیا اور اللہ کی طرف ظلم و جور کی نسبت دی کیونکہ جو مجبور کرے اس پر واجب ہے کہ وہ سزا نہ دے۔پس ان کے عقیدے کے مطابق اللہ پر واجب ہے کہ وہ ان سے سزا کو دور کرے۔ اور جس نے یہ عقیدہ بنا لیا یقینا اللہ گناہگاروں کو عذاب سے دور کرے گا۔تو گویا اس نے عقیدہ بنا لیا ہے کہ اللہ نے (نعوذباللہ) اپنے وعدے میں جھوٹ سے کام لیا ہے کیونکہ وہ تو فرماتا ہے "ہاں جس کسی نے بھی برائی کمائی اور اس کی برائیوں نے اسے گھیر لیا تو ایسے ہی لوگ جہنمی ہیں اور وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور اس کا فرمان ہے "وہ لوگ کہ جو یتیموں کا مال ظلم کے ذریعے کھاتے ہیں بے شک وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچیں گے۔ اور اس کا فرمان ہے "وہ لوگ جو ہماری آیات کا انکار کرتے ہیں عنقریب ہم انہیں جہنم میں پہنچائیں گے جب جب ان کی جلد گل سڑ جائے گی تو ہم ان کے بدلے انہیں اور جلدیں دیں گے تا کہ وہ عذاب کا ذائقہ چکھیں۔ یقینا اللہ غالب اور حکمت والا ہے" ان کے علاوہ اس موضوع پر اور بھی بہت سی آیات ہیں کہ جن میں موجود اللہ کے وعدوں کو وہ جھٹلاتا ہے اور اس شخص کو اللہ کی کتاب کی آیات جھٹلانے پر کفر لازم آتا ہے اور وہ ان لوگوں میں سے ہو جاتا ہے کہ جن سے اللہ نے فرمایا "کیا تم لوگ قرآن کے بعض حصے پر ایمان رکھتے ہو اور بعض حصے کا کفر کرتے ہو پس تم میں سے جو بھی ایسا کرے اس کی جزا دنیاوی زندگی میں رسوائی ہے اور قیامت کے روز وہ لوگ سخت ترین عذاب میں جھونکے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اس سے کہ جو وہ کرتے پھر رہے ہیں غافل نہیں ہے" بلکہ تمہارا عقیدہ یہ ہونا چاہئے کہ یقینا اللہ عزوجل اپنے بندوں کو ان کے نیک اعمال کی جزا دے گا اور ان کو ان کے برے افعال پر اس کی طرف سے دی گئی ان کی استطاعت کے مطابق سزا دے گا۔ پس اس نے اسی لیے اچھے کام پر اجر کا وعدہ اور برے کاموں سے منع فرمایا ہے اور اسی عقیدے پر پکار پکار کر اس کی کتاب(قرآن) گواہی دے رہی ہے "جو بھی ایک نیکی لایا تو اس کے لئے اس کا دس گنا ہے اور جو ایک برائی لایا اسے اس سے زیادہ سزا نہ ملے گی اور ان پر ہرگز ظلم نہ ہو گا" اور اللہ جل ذکرہ نے فرمایا "اس روز ہر جان نے جو نیکی کی ہو گی حاضر پائے گا اور جو کچھ اس نے برا کیا ہو گا تو وہ چاہے گی اے کاش اس کے اور اس جان کے درمیان بہت دوری کا فاصلہ ہوتا اور اللہ تمہیں خود سے ڈراتا ہے"اور فرمایا "اس روز ہر نفس اپنے کیے گئے کی جزا پائے گا، اس روز کسی پر ظلم نہ ہو گا؟" پس یہ تمام محکم آیات مجیدہ عقیدہ جبر کی اور اس کو

دین بنانے والے کی نفی کر رہی ہیں۔ ایسی آیات محکمات کی مثال قرآن مجید میں بہت زیادہ ہیں۔ ہم نے فقط اس لیے مختصر کیا ہے تا کہ خط طویل نہ ہو جائے اور اللہ ہی کی طرف سے توفیق ہے۔

البتہ جہاں تک عقیدہ تفویض کا تعلق ہے کہ جسے امام صادق علیہ السلام نے باطل قرار دیا اور اس کو دین ماننے والے کو خطاکار گردانا۔ ہم بھی ان حضرت علیہ السلام کی تقلید کرتے ہیں۔ عقیدہ تفویض رکھنے والے کا عقیدہ ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے اپنے نہی و امر کے اختیار اپنے بندوں کے سپرد کر دئیے ہیں اور انہیں آزاد چھوڑ دیا ہے۔" اس کلام میں دقت طلبی ہے۔ ہر اس کیلئے کہ جو اس کو تحریر کرنے چلے اور اس میں دقت طلبی کرنا چاہیے۔ پس اس دقت طلبی کی طرف عترت رسول علیہم السلام کا فرمان ہے "اگر اس نے لوگوں کو تمام امور مکمل آزادی کے ساتھ سپرد کر دئیے ہیں تو تب لازم یہ آئے گا کہ وہ ہر اس چیز پر راضی ہے کہ جسے وہ اختیار کریں اور وہ اپنے ہمہ قسمی اختیار پر اس سے ثواب کے موجب نہ ہوں گے۔

اور وہ جو بھی جرم کرتے ہیں ان کی آزادی کے سبب ان کو کوئی سزا نہ ہو گی کیونکہ تب ہی حقیقی آزادی متحقق پذیر ہو گی یہ گفتگو دو معنیٰ اپنے اندر پوشیدہ رکھتی ہے۔

یا تو بندوں نے اس کے خلاف مظاہرہ کیا اور اسے اس پر مجبور کر دیا کہ وہ ان کے اختیارات کو ان کی آراء کے ساتھ لازمی طور پر قبول کرے یا اس نے خود ایسا چاہا۔ ان دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ پر کمزوری لازم آتی ہے یا اللہ عزوجل ان لوگوں تک امر و نہی پہنچانے سے عاجز ہوا۔ پس اس وجہ سے انہیں اس ادائیگی پر مجبور کیا گیا یا اس نے خود یہ چاہا کہ اپنے امر و نہی کے اختیار کو ان لوگوں کے سپرد کر دیا اور اس نے ان کی محبت کا اجراء فرما دیا کیونکہ وہ انہیں اپنے ارادے پر چلانے سے عاجز ہو گیا۔ پس اس نے کفر و ایمان کے درمیان اختیار ان کو دے دیا۔ اس کی مثال اس شخص جیسی ہے کہ جو ایک غلام کا مالک ہو کہ جسے اس نے اس لیے خریدا تھا تا کہ وہ اس کی خدمت بجا لائے اور وہ اس کی سربراہی کو مد نظر رکھے اور اس کے امر و نہی کے وقت تابعداری کرے اور مالک اپنے غلام کے سامنے دعویٰ کرے کہ وہ صاحب قہر و غلبہ اور پر حکمت مالک ہے۔ وہ اپنے غلام کو امر و نہی کرے اور اس سے اپنے حکم کی اتباع پر ثواب عظیم کا وعدہ کرے اور اپنی نافرمانی پر اس سے درد ناک عذاب کا وعدہ کرے۔ مگر وہ غلام اپنے مالک کے ارادے کی مخالفت کرے اور اس کے امرو نہی کی پابندی نہ بجا لائے۔ پس ہر وہ امر کہ جس کا وہ حکم دے اور ہر وہ نہی کہ جس سے وہ اسے منع کرے اپنے مالک کے ارادہ کے مطابق بجا نہ لائے بلکہ غلام اپنے ذاتی ارادے اور اپنی خواہش کی پیروی کرے اور مالک میں اتنی طاقت نہ ہو کہ وہ اسے اپنے امر و نہی کی اتباع کا پابند بنائے اور اپنے ارادے پر عمل کرنے کے پابند بنائے۔ پس اس نے اپنے امر و نہی کا تمام تر اختیار اس کے سپرد کر دے اور وہ اس بات پر اس سے راضی ہو جائے کہ اس نے غلام کے ارادے سے جو بھی کیا وہ سب مالک کا ارادہ ہو گیا۔ اور اس کے بعد وہ اسے اپنے کسی خاص کام سے بھیجے اور اس کیلئے وہ کام معین بھی کرے۔ مگر اس کا وہ غلام اپنے آقا کی مخالفت کرے اور اپنے ذاتی ارادے کو بجا لائے اور اپنی خواہش کی اتباع کرے اور پھر جب وہ لوٹ کر اپنے آقا کے پاس آئے تو اس کے آقا نے دیکھا کہ وہ جو لایا ہے وہ خود اس کے حکم کے بر خلاف ہے تو اس نے غلام سے کہا "میں نے تمہیں جو حکم دیا تھا تو اس کے برخلاف کیوں بجا لایا ہے؟" تو غلام نے کہا "میں نے آپ کی طرف سے اپنے امور مجھے سونپے جانے پر اعتماد کرتے ہوئے اپنی ذات کی پیروی کی اور اپنی خواہش کو بجا لایا کیونکہ جس کو معاملہ سونپا گیا ہو اسے کسی قسم کا خوف نہیں رہتا ہے۔ پس عقیدہ تفویض محال ہے۔ کیا اس عقیدے پر واجب نہیں ہے کہ یا تو مالک اپنے غلام کو اپنے امر و نہی کی

اتباع کا حکم دینے پر قادر ہو گا اور اسے اپنے غلام کے ارادے کی کوئی پرواہ نہ ہو گی۔ اور وہ اسے اپنی طاقت کے بل بوتے پر اپنے امر و نہی کا پابند بنا سکتا ہو گا۔پس ایسی صورت میں جب وہ اپنے غلام کو کوئی حکم بجا لانے یا کسی چیز سے دور رہنے کا کہے گا تو وہ ان دونون پر اسے ثواب و سزا بھی بتلا دے گا اور اسے ڈرائے گا اور اسے اپنے ثواب کے اوصاف بیان کرے گا اور اپنے عذاب کی شدت بھی بتلا دے گا تا کہ غلام کو اپنے آقا کی قدرت و طاقت کا اندازہ ہو سکے اور وہ اپنے آقا کے امرونہی میں اطاعت کرے اور وہ اس کی مرضی کی طرف راغب ہو اور اس کی مخالفت سے دور بھاگے۔ پس ایسی صورت میں اس کا عدل و انصاف اسے شامل و وصول ہو گا۔ اور اس کی حجت، عذر و انذار میں واضح ہو گی۔

پس جب غلام اپنے مولا و آقا کے حکم کی اتباع کرے گا تو وہ اسے جزا دے گا اور جب وہ اپنے آقا کی نہی سے باز نہ آئے گا تو وہ اسے سزا دے گا۔

یا پھر دوسری صورت میں مالک عاجز و غیر قادر ہو گا تو ایسی صورت میں وہ اپنا تمام تر معاملہ غلام کے ہاتھ میں دے دے گا کہ وہ اچھا کرے یا برا کرے۔ اطاعت کرے یا معصیت کرے۔ وہ اس کو سزا دینے سے عاجز ہو گا اور اسے اپنے امر کی اتباع کا پابند بنانے کی صلاحیت و قوت نہ رکھتا ہو گا۔ پس عاجزی کا ثبوت قدرت کی نفی کرتا ہے اور اس کے تمام امر و نہی اور ثواب و عتاب کو بھی باطل قرار دے دیتا ہے۔ یہ عقیدہ قرآن کے مخالف ہے کیونکہ اللہ فرماتا ہے ”اللہ اپنے بندوں کے کفر پر راضی نہ ہے اور اگر تم شکر کرو تو شکر اسے تمہارے لیے راضی کر دے گا“ اور اللہ عزوجل کا فرمان ہے ”اللہ کے غضب سے ایسے ڈرو کہ جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہاری موت نہ ہو مگر ایسی صورت میں کہ تم مسلمان ہو“ اور فرمان الٰہی ہے ”اور میں نے نہیں پیدا کیا جنات اور انسانوں کو مگر اس لیے کہ وہ عبادت کریں، میں ان سے نہ تو رزق چاہتا ہوں اور نہ ہی میرا ارادہ ہے کہ وہ کھانے کھلائیں گے۔ اور اس کا فرمان ہے ”تم سب اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور اس سے روگردانی نہ کرو جبکہ تم سن رہے ہو“

پس جس کسی نے بھی یہ عقیدہ بنا لیا کہ اللہ نے اپنا معاملہ امر و نہی اپنے بندوں کے سپرد کر دیا ہے تو گویا اس نے اللہ کے بارے میں عجز کو ثابت کر دیا اور اللہ کو اس بات کا پابند بنا دیا کہ وہ مخلوق کے تمام اعمال کو قبول کرتا ہے خواہ وہ نیکی ہو یا برائی ہو اور اس نے اللہ کے امرونہی اور ہمہ قسمی وعدہ و عید کو باطل قرار دے دیا۔ اس علت کے سبب کہ اس نے عقیدہ بنا لیا ہے کہ اللہ نے یہ تمام امور اس کے سپرد کر دئیے ہیں۔ پس اگر وہ چاہے تو کفر اختیار کرے اور چاہے تو ایمان۔ ہر صورت میں وہ مردود نہیں ہے اور اسے کوئی خوف بھی نہیں ہے۔ پس جس کسی نے بھی اس معنی میں تفویض کے عقیدہ کو دین بنا ڈالا تو اس نے اللہ کے تمام وعدہ و وعید اور امر و نہی کو باطل قرار دے دیا کہ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے اور وہ اس آیت مجیدہ کے مصداق لوگوں میں سے ہو گیا“ کیا تم لوگ کتاب(قرآن) کے بعض حصے پر ایمان رکھتے ہو اور بعض حصے کا کفر کرتے ہو۔ جو بھی ایسا کرے اس کی جزا اس کے علاوہ نہ ہے کہ اس کیلئے دنیاوی زندگی میں رسوائی ہے اور قیامت کے روز ایسے لوگ شدید ترین عذاب میں جھونکے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ہرگز غافل نہیں ہے اس سے کہ جو تم کرتے پھر رہے ہو“ تفویض کا عقیدہ رکھنے والے اللہ کے بارے میں جو دین بناتے ہیں۔ اللہ اس سے کہیں بڑھ کر بلند و بالا ہے۔

لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل نے مخلوق کو اپنی قدرت کاملہ سے خلق فرمایا اور اس نے لوگوں کو اتنی استطاعت بخشی کہ وہ اس کی اطاعت کر سکیں۔ پس اس نے لوگوں کو خالصتاً اپنے ارادے

سے امر و نہی فرمائی۔ پس اس نے ان سے فقط اپنے امر کی اتباع کو قبول فرمایا ہے اور اس کے ذریعے ہی ان پر راضی ہوا اور اس نے لوگوں کو اپنی نافرمانی سے منع فرمایا اور جس نے بھی اس کی نافرمانی کی اس کی مذمت فرمائی اور اس کو اس پر سزا دی ہے۔ پس امر و نہی کا اختیار فقط اللہ ہی کیلئے ہے۔ پس وہ خود ہی اختیار کرتا ہے کہ جس کا ارادہ کرتا ہے اس کا حکم دیتا ہے اور جسے وہ ناپسند کرتا ہے اس سے منع فرماتا ہے اور وہ اس مکروہ کام پر اپنے بندوں کو دی گئی استطاعت کے مطابق ہی عقاب فرماتا ہے جو اس نے اپنے بندوں کو اپنے حکم کی پیروی اور اپنی نافرمانی سے بچنے کیلئے عطا فرمائی تھی کیونکہ وہ ہی عدل و انصاف اور حکمت کو ظاہر کرنے والا ہے اور اعزا ر و انذار کے ذریعے تبلیغ کرنے والا ہے۔

اور اس ہی کو اختیار ہے کہ وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے، اپنی رسالت کی تبلیغ کیلئے چن لیتا ہے اور اپنے بندوں پر حجت قرار دیتا ہے۔ اس ہی نے حضرت محمد ﷺ کو مصطفی بنایا اور ان حضرت ﷺ کو اپنی مخلوق کی طرف رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ تو آپ ﷺ کی قوم میں کفار میں سے جس کسی نے بھی کہا حسد و تکبر سے کہا کہ "یہ قرآن دو بڑے گاؤں کے افراد میں سے کسی شخص پر نازل کیوں نہیں ہوا اور اس کی مراد امیہ بن ضلت اور ابو مسعود ثقفی تھا۔ مگر اللہ نے ان کے اختیار کو باطل قرار دے دیا اور اس نے لوگوں کی آراء کا اجراء نہ فرمایا کہ وہ فرماتا ہے "کیا وہ لوگ ہی تیرے ربّ کی رحمت کو تقسیم کرتے پھرتے ہیں۔ جبکہ زندگی میں اور دنیا میں ان کی معیشت ہم ہی تقسیم کرتے ہیں اور ہم ہی نے ان میں سے بعض کو دوسروں پر درجات بخشے ہیں تا کہ وہ ایک دوسرے کو مسخر کر سکیں اور تمہارے ربّ کی رحمت تو اس سے کہیں بہتر ہے کہ جو وہ جمع کرتے پھرتے ہیں۔ اسی وجہ سے اس نے جسے پسند فرمایا اسے اپنے امر کیلئے اور جسے نا پسند فرمایا اس سے منع فرمایا۔ پس جس نے اس کی اطاعت کی وہ اسے ثواب دیتا ہے اور جو اس کی نا فرمانی کرتا ہے اسے وہ سزا دیتا ہے اور اگر اس نے اپنے امر کو بندوں کے سپرد کیا ہوا ہوتا تو یقینا امیدین ابی صلت اور ابو مسعود ثقفی کے اختیار والے معاملے میں قریش کے فیصلے کی اجازت دیتا کیونکہ ان لوگون کے نزدیک وہ دونوں (العیاذ باللہ) حضرت محمد ﷺ سے افضل تھے۔ جبکہ اس نے تو مومنین کی بھی اپنے قول کے ذریعے تادیب فرمائی ہے "اور حق نہیں ہے کسی مومن کو اور نہ ہی کسی مومنہ کو کہ جب اللہ اور اس کا رسول ﷺ کسی معاملے میں فیصلہ صادر فرما دیں تو ان کو ان کے معاملے میں کوئی اور چیز اختیار کریں۔ پس اللہ نے ان کو اپنی خواہشات کو اختیار کرنے میں اجازت نہ دی اور اس نے ان لوگوں سے اس کے علاوہ کچھ قبول نہیں کیا ہے کہ وہ صرف اس کے مصطفی ﷺ کردہ کے ہاتھ پر اس کے حکم کی اتباع اور اس کے منع کردہ سے اجتناب کریں۔ پس جس نے اس حضرت ﷺ کی اطاعت کی وہ راستی پا گیا اور جس نے اس حضرت ﷺ کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا، دیوانہ ہو گیا اور اس پر اللہ کی حجت تمام ہو گئی۔

اس بات کے ذریعے کہ اس نے تو اسے اپنی فرماں برداری اور اپنی منع کردہ چیزوں سے اجتناب کی اطاعت بخشی ہے۔ پس اسی وجہ سے اس نے اس کو اپنے ثواب سے محروم کیا اور اس نے اس پر اپنی سزا نازل فرمائی اور یہ عقیدہ ان دونوں عقیدوں کا درمیانی عقیدہ ہے کہ جو نہ جبر ہے اور نہ تفویض ہے۔

اور اسی عقیدہ ہی کی خبر امیر المومنین صلوات اللہ علیہ نے عبایۃ بن ربعی الاسدی کو دی کہ جب اس نے امام علیہ السلام سے اس استطاعت کے بارے میں پوچھا کہ جس کے ذریعے وہ اٹھتا بیٹھتا اور کام انجام دیتا ہے تو امیر المومنین علیہ السلام نے اس سے ارشاد فرمایا۔ "میں اس استطاعت کے بارے میں

سوال کرتا ہوں کہ جو رکھتا ہے آیا وہ تو اللہ کے علاوہ رکھتا ہے یا اللہ کے ساتھ اس میں شریک ہے؟" تو عبابة خاموش ہو گیا تو امیر المومنین علیہ السلام نے اس سے فرمایا "اے عبابة بولو! اس نے عرض کی "کیا عرض کروں؟" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "اگر تو کہے کہ تو اس طاقت میں اللہ کا شریک ہے تو میں تمہیں قتل کر ڈالوں گا اور اگر تم کہو کہ تم اس طاقت کے اللہ کے علاوہ ہی مالک ہو تو بھی میں تمہیں قتل کر ڈالوں گا" تو عبابة نے عرض کی "اے امیر المومنین علیہ السلام! تو میں کیا عرض کروں؟"

امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "تو اپنا عقیدہ اس طرح بنا کی تیرے پاس یہ جو طاقت ہے اس اللہ کی طرف سے ہے کہ جو اس طاقت کا تیرے علاوہ مالک ہے اور تمہیں دی گئی وہ طاقت اس کی طاقت ہو گی اور اگر وہ یہ طاقت تم سے سلب کر لے تو اس کی طرف سے سزا ہو گی پس جس کا اس نے تمہیں مالک بنایا ہے دراصل وہی اس کا مالک ہے اور جس پر اس نے تمہیں قدرت دی ہے کیا تم نے لوگوں سے نہیں سنا ہے کہ جب وہ

طاقت و قوت کا سوال کرتے ہیں کہ جب وہ کہتے ہیں "نہیں کوئی طاقت اور نہ ہی کوئی قوت ماسوائے اللہ کے"

عبابة نے عرض کی "اے امیر المومنین علیہ السلام! اس کا کیا معنی ہے؟"

آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اللہ کی نافرمانی سے بچانے والی کوئی کتاب نہیں ہے ماسوائے اللہ کی عصمت کے اور نہ ہی ہمارے لیے اللہ کی اطاعت پر کوئی قوت ہے ماسوائے اللہ کی مدد کے" پس عبابة اٹھا اور اس نے آپ علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں اور نورانی پاؤں چومے"

اور امیر المومنین علیہ السلام کے بارے میں روایت کیا گیا ہے کہ جب آپ علیہ السلام کے پاس نجدہ آیا اور اس نے آپ علیہ السلام سے اللہ کی معرفت کے بارے میں سوال کیا تو اس نے عرض کی "اے امیر المومنین علیہ السلام! آپ علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ کی معرفت کیسے حاصل کی؟" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "اس تمیز کے ذریعے کہ جو مجھے عطا کی گئی اور اس عقل کے ذریعے کہ جس نے میری راہنمائی فرمائی" اس نے عرض کی "تو کیا آپ علیہ السلام اس کام پر مجبور تھے؟" امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اگر میں فطرتاً مجبور ہوتا تو میں نیکی پر تعریف کیے جانے کا اور برائی پر مذمت کیے جانے کا حقدار نہ ہوتا اور محسن تو برائی کرنے والے کو ملامت کرنے کا پورا حق رکھتا ہے۔ پس مجھے معلوم ہوا کہ اللہ قائم و باقی رہنے والا ہے اور اس کے علاوہ ہر کوئی حائل و زائل ہونے والا ہے اور جو قدیم و باقی ہو وہ حادث و زائل کی طرح نہیں ہوتا ہے" تو نجدہ نے عرض کی "اے امیر المومنین علیہ السلام! میں نے آپ علیہ السلام کو پر حکمت پایا ہے" امام علیہ السلام نے فرمایا "اب تو بھی مخیر ہو گیا ہے، اگر تو نے اچھائی کی جگہ برائی کی تو میں تمہیں اس پر سزا دوں گا۔"

اور روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے شام سے اپنی واپسی پر امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کرتے ہوئے عرض کی "اے امیر المومنین علیہ السلام! آپ علیہ السلام ہیں ہمارے شام کی طرف سفر کرنے کے بارے میں بتلائیے کہ کیا وہ قضاء و قدر کے سبب تھا؟" امام علیہ السلام نے فرمایا "ہاں! اے شیخ! تم لوگ جس بھی ٹیلے پر چڑھے اور جس بھی وادی میں اترے وہ سب اللہ کی طرف سے قضاء و قدر کے سبب ہی تھا" تو اس بوڑھے نے کہا "اے امیر المومنین علیہ السلام! تب میں اپنی تمام تر مشقتیں اللہ ہی کی طرف

سے حساب کروں؟" تو آپ علیه السلام نے فرمایا "اے شیخ! رکو! یقینا اللہ نے تمہارے اس سفر پر کہ جو تم نے کیا اجر عظیم دیا اور تمہارے اس مقام پر کہ جس پر تم ٹھہرے مگر تم لوگ اپنے کسی بھی معاملے میں اکراہ کے شکار نہ تھے اور نہ ہی تم کسی کام پر مجبور کیے گئے تھے۔ ہو سکتا ہے کہ تم نے گمان کیا ہو کہ وہ سب حتمی قضاء اور لازمی قدر تھا؟" اگر ایسا ہوتا تو اسی طرح ثواب و عقاب بھی باطل ہو جاتا اور یقینا وعدووعید بھی ساقط ہو جاتے اور تب تمام چیزیں اپنے اپنے اصل پر حقیقی طور پر لازم ہوتیں۔ مگر یہ عقیدہ تو بتوں کے پجاریوں اور شیطان کے دوستوں کا ہے۔

یقینا اللہ عزوجل کا امر اختیار اور نہی تحذیری ہے نہ مجبوراً اس کی اطاعت کی جا رہی ہے اور نہ ہی اسے مغلوب کر کے اس کی نافرمانی کی گئی ہے اور نہ ہی اس نے آسمانوں اور زمین کو اور ان کے درمیان موجود چیزوں کو باطل خلق فرمایا ہے۔ یہ تو ان کا عقیدہ ہے کہ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔ پس ان لوگوں کیلئے جہنم کی ہلاکت ہے کہ جنہوں نے کفر اختیار کیا۔" پس وہ بوڑھا اٹھا اور اس نے امیر المومنین علیہ السلام کا سر اقدس چوما اور یہ اشعار کہے"

1۔ آپ علیه السلام ہی وہ امام علیه السلام ہیں کہ جن کی اطاعت کے ذریعے ہم نجات کے دن رحمن سے بخشش کی امید رکھتے ہیں

2۔ آپ علیه السلام نے ہمارے دین کے اس حصے کی وضاحت فرما دی ہے کہ جو مشتبہ تھا۔ آپ علیه السلام کا رب تعالیٰ آپ علیه السلام کو ہماری طرف سے اس روز بطور جزا رضوان عطا فرمائے۔

3۔ پس برے کام میں کوئی عذر و بہانہ نہ ہے میں نے جو بھی برا کام کیا وہ ظلم و نافرمانی تھی۔

پس امیر المومنین علیه السلام کا فرمان کتاب کی موافقت اور جبر و تفویض کی نفی کہ جن کو عقیدہ بنانے اور دین ماننے والوں اور ان کی تقلید کرنے والوں کو باطل و کفر اور قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے پر دلالت کرتا ہے اور ہم کفر و گمراہی سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور ہم عقیدہ جبر کو اور تفویض کو دین نہیں مانتے ہیں بلکہ ہم تو ان دونوں کے درمیانی عقیدے کے قائل ہیں اور وہ اس طاقت کا امتحان و جانچ ہے کہ جو اللہ نے ہمیں بخشی ہے اور جس کے ذریعے اللہ نے ہم سے اطاعت چاہی ہے کہ جس پر قرآن گواہ ہے اور آلِ رسول صلوات اللہ علیہم کے آئمۃ الابرار علیہم السلام بھی اسی کو دین مانتے تھے۔"

اور استطاعت کے ذریعے امتحان کی مثال اس شخص کی مثال جیسی ہے کہ جو ایک غلام اور مال کثیر ملکیت میں رکھتا ہو اور وہ چاہتا ہو کہ اپنے غلام کا امتحان لے گرچہ وہ اس کی طبیعت کا میلان بھی جانتا ہو۔ پس وہ اپنے مال میں کچھ کہ جتنا اس نے چاہا اس غلام کی ملکیت میں دے دیا۔اور اس مال کو ان امور کیلئے وقف کر دیا کہ جو غلام کو پیش آنے والے ہوں۔ پس اس نے اسے حکم دیا کہ وہ سارا مال ان امور ہی میں خرچ کرے اور اس نے اسے منع کیا کہ وہ ایسے اسباب پر خرچ نہ کرے کہ جنہیں وہ ناپسند کرتا ہے اور وہ اس کو تنبیہہ کرے کہ وہ ان چیزوں سے دور رہے اور اس کے حال میں اس سے اس پر کچھ بھی خرچ نہ کرے۔ جبکہ وہ مال دو میں سے ایک صورت میں جس میں چاہے خرچ کر سکتا ہے یا تو وہ اس وقت دو میں سے ایک صورت یعنی اپنے مولا و آقا کے حکم کی اتباع اور اس کی رضا میں خرچ کرے گا اور دوسرا راستہ یہ ہے کہ وہ اسے اپنے آقا کے منع کردہ اور غیظ و غضب میں خرچ کرے گا۔ اور اس نے اپنے غلام کو ایک اختیاری گھر میں رہائش دی اور اس کے علم میں دیا کہ اس کا اس گھر میں رہائش پذیر ہونا

غیر دائمی ہے اور یہ بھی کہ اس کیلئے اس کے علاوہ دوسرا گھر ہے اور آخر کار اسے اس گھر ہی جانا ہوگا کہ جس میں ثواب اور عقاب دونوں دائمی ہوں گے۔ پس اگر اس غلام نے وہ مال کہ جو اس کو اس کے آقا نے دیا اس راہ میں خرچ کیا کہ جس کا اس کے مالک نے حکم دیا تھا تو وہ اس کیلئے اس گھر میں کہ جس کا اس نے اسے بتایا تھا کہ وہ اس کی طرف آخر کار جائے گا دائمی ثواب کا اہتمام کرے گا۔ اور اگر اس نے وہ مال اس راہ میں خرچ کیا کہ جس سے اس کے مولانے منع کیا تھا کہ وہ اس میں خرچ نہ کرے تو وہ اس کیلئے دائمی گھر میں ہمیشہ کے عذاب کا اہتمام کرے گا اور آقا نے اس معاملے میں واضح طور پر تشریح کر کے حد مقرر کر دی اور وہ وہی پہلا گھر تھا کہ جس میں اس نے اسے سکونت پذیر کیا تھا۔ پس جب وہ حد تمام ہو گئی تو آقا نے مال اور غلام دونوں کو تبدیل کر دیا۔ حالانکہ وہ مال اور غلام دونوں کا تمام اوقات میں مالک رہا۔ ماسوائے اس کے کہ اس نے وعدہ کیا تھا کہ جب تک وہ غلام اس پہلے گھر میں موجود ہے مالک اس سے وہ مال نہ چھینے گا۔ پس مالک نے اپنا وعدہ پورا کیا کیونکہ آقا میں عدل، وفا، انصاف اور حکمت کے اوصاف تھے۔

کیا واجب نہیں ہے کہ اگر اس غلام نے وہ مال اس راہ میں خرچ کیا ہو کہ جس کا اسے حکم دیا گیا تھا تو اس سے کیے گئے ثواب کے وعدے کو پورا کیا جائے اور اس پر فضل و کرم کای جائے کہ اس نے فانی گھر میں درست استعمال کیا تھا اور مالک اسے اس دائمی گھر میں اور ہمیشہ باقی رہنے والے گھر میں اس کی اطاعت کے عوض دائمی نعمتیں عطا کرے اور اگر اس غلام نے اس مال کو کہ جو اس کے مالک نے اسے عارضی گھر میں عطا کیا گھا اس راہ میں خرچ کیا ہو کہ جس سے اسے منع کیا گیا تھا اور اس نے اپنے مولا کے فرمان کی مخالفت کی ہو تو اسی طرح اس پر دائمی سزا واجب ہو جاتی ہے کہ جس سے اس کے مولا و آقا نے اسے ڈرایا تھا۔ مالک کی طرف سے ایسی سزا پر مالک و مولا نے اس کو پہلے ہی بتایا اور سمجھایا تھا اور خود پر اپنے وعدے اور وعید کی وفا کو واجب قرار دیا تھا کہ وہ قادر و قاھر بھی ہے۔

اس مولا سے مراد اللہ عزوجل ہے اور غلام سے مراد مخلوق میں سے اولاد آدم علیہ السلام ہے اور مال سے مراد اللہ کی وسیع قدرت ہے اوراس کے احسانات ہیں کہ جو اس کی حکمت و قدرت کا اظہار ہیں اور فانی گھر سے مراد یہ دنیا ہے اور وہ تھوڑا مال کہ جو مولا نے غلام کو بخش کیا۔ وہ ایسی استطاعت ہے کہ جو اولاد آدم علیہ السلام کو بخشی گئی ہے۔ وہ امور کہ جن میں اللہ نے وہ مال صرف کرنے کا حکم دیا ہے وہ استطاعت کو ائمہ علیہم السلام کی پیروی میں صرف کرنا اور اس میں صرف کرنا کہ جس کا حکم اللہ عزوجل سے وارد ہوا ہے اور ان اسباب سے اجتناب کرنا ہے کہ جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے اور جو شیطانی راستے ہیں۔

اور جہاں تک اس کے دائمی نعمتوں کے بارے میں وعدے کا تعلق ہے تو وہ جنت ہے اور دار فانیہ سے مراد یہ دنیا ہے اور وہ دوسرا گھر کہ جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ وہ آخرت ہے اور عقیدہ جبر و عقیدہ تفویض کے درمیانی عقیدے سے مراد اس استطاعت کے ذریعے امتحان، ابتلاء اور اختیار ہے کہ جو اس نے غلام کو بخشی ہے اور اسی چیز کی تشریح صادق آل محمد علیہم السلام نے ان پانچ مثالوں میں کر دی ہے اور میں ان کی قرآن کے شواہد اور بیان کے ذریعے تفسیر کرنے والا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ۔

صحت الخلقة کی تفسیر جو امام صادق علیہ السلام کے فرمان میں ہے اس کا معنیٰ ہے انسان کیلئے خلقت میں کمال ہے جو اس کا کامل ہونا ہے اور عقل و تمیز کا ثابت ہونا ہے اور بولنے میں زبان کا اطلاق

ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ یقینا ہم نے اولاد آدم علیہ السلام کو عزت بخشی ہے اور ہم نے انہیں خشکی اور سمندر دونوں میں سوار کیا اور ہم نے انہیں پاکیزہ رزق عطا کیا اور ہم نے انہیں اپنی خلق کردہ بہت سے مخلوق پر فضیلت بخشی ہے۔" یقینا اللہ عزوجل نے اس آیت مجیدہ میں اس کی طرف سے بنی آدم علیہ السلام کو اپنی تمام مخلوق چوپائے، درندے، سمندری مخلوق، پرندے، حرکت کرنے والی ہر وہ چیز کہ جیسے بنی آدم علیہ السلام کے حواس ادراک کر سکتے ہیں پر تمیز و عقل اور بولنے کے ذریعے فضیلت بخشی ہے اور یہ بھی اللہ کا فرمان ہے "یقینا ہم نے انسان کو احسن تقویم پر خلق کیا ہے۔ اور اس کا فرمان ہے "اے انسان! تجھے تیرے اس کریم ربّ سے کس چیز نے دور کر رکھا ہے کہ جس نے تمہیں بہترین خلق فرمایا اور تمہیں مناسب اعضاء دئیے اور پھر جس صورت میں چاہا ڈھال دیا۔

اور اس معاملے میں آیات بہت کثیر ہیں۔ پس سب سے پہلی نعمت کہ جو اللہ نے انسان کو بخشی ہے وہ اس کے عقل کی صحت اور کمال عقل کے ذریعے اس کو اپنی مخلوق پر فضیلت بخشنا ہے اوربیان کی تمیز ہے اور وہ اس طرح کہ زمین کی بساط پر ہر حرکت کرنے والا جو ذاتاً اپنے حواس کے ذریعے قائم ہے اور اپنی ذات میں کمال رکھتا ہے" پس اللہ تعالیٰ نے بنی آدم علیہ السلام کو بولنے کے ذریعے کہ جو دیگر حواس کا ادراک رکھنے والی کی مخلوق میں نہیں ہے فضیلت بخشی ہے۔ پس اسی بولنے ہی کی وجہ سے اللہ نے فرزند آدم علیہ السلام کو دوسری مخلوق پر مالکانہ حقوق بخشے۔ یہاں تک کہ وہ امر و نہی کرنے والا بن گیا اور اس کے علاوہ مخلوقات کو مسخر کرنے والا بن گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اور اسی طرح ہم نے ان کو تمہارے لیے مسخر کیا تا کہ تم اللہ کی تکبیر بلند کرو اس پر کہ جو اس نے تمہیں ہدایت دی ہے اور وہی ہے کہ جس نے سمندر کو مسخر کیا تا کہ تم اس سے پسندیدہ گوشت تناول کرو اور تم اس میں سے زیور نکالو کہ جو تم پہن سکو"

اور فرمایا "اور چوپائیوں کو تمہارے لیے خلق فرمایا کہ جن میں تمہارے لیے سواری اور دیگر منافع ہیں اور تم ان میں سے کھاتے بھی ہو اور تمہارے لیے ان میں خوبصورتی ہے-----"

پس اسی وحی سے اللہ نے انسان کو اپنے حکم کی اتباع کی دعوت دی ہے اور اسی تفصیل کی وجہ سے اللہ نے فقط اسی کو ہی اپنی اطاعت کی طرف بلایا ہے کہ اس نے اسے مناسب خلقت بخشی اور کمال نطق عطا فرمایا اور کمال معرفت عطا فرمائی اور اس کے بعد کہ اسے استطاعت و دیعت فرمائی کہ جس کے ذریعے وہ اس کی عبادت کر سکتے ہیں۔ اس نے انہیں عبادت کی طرف بلایا تو فرمایا "اللہ کے غضب سے ڈرو کہ جس نے تمہیں استطاعت دی ہے اور سنو اور اطاعت کرو" اور اس کا فرمان ہے "اللہ کسی جان پر تکلیف نہیں ڈالتا ہے مگر اتنی کہ جتنی وہ بجا لا سکے۔" اس بارے میں کسی جان پر تکلیف نہیں ڈالتا ہے۔ مگر اتنی کہ جتنی وہ بجا لا سکے۔ اس بارے میں آیات مجیدہ کثیر تعداد میں ہیں۔ پس جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے اس کے حواس میں سے کوئی حس سلب فرماتا ہے تو اس سے جس کا عمل نہ ہی لنگڑے پر کوئی حرج ہے۔ الآیۃ۔ پس اللہ نے ہر اس شخص سے کہ جس میں مذکورہ صفات پائی جائیں۔ جہاد کے حکم کو اور ہر اس حکم کو جو وہ اس حالت میں نہیں بجا لا سکتا۔ اٹھا لیا ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے صاحبان ثروت پر ہی حج اور زکوٰۃ واجب کی ہے کیونکہ اس نے اسے اس کی استطاعت بخشی ہے اور اس نے تنگدست پر زکوٰۃ اور حج واجب نہیں کیا اور اللہ کا فرمان ہے "اور اللہ کی خاطر لوگوں پر بیت اللہ کا حج واجب ہے جو اس تک پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو" اور اس کا ظہار کے معاملے میں فرمان ہے" اور وہ لوگ کہ جو

اپنی بیویوں سے ظہار کریں پھر دوبارہ رجوع کرنا چاہیں تو جو انہوں نے کہا اس پر ایک غلام آزاد کرنا ہے" یہاں تک کہ فرمایا "پس جو استطاعت نہ رکھتا ہو تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانا ہے۔" یہ سب اس بات پر دلیل ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی تکلیف نہیں رکھی ہے مگر ایسی کہ جس کو بجا لانے کی استطاعت انہیں دی ہوتی ہے اور اسی طرح ہی اس نے انہیں نہی فرمائی ہے۔ پس یہ ہے صحت الخلقت۔

اور آپ علیہ السلام کا فرمان ہے آزادی خلوت تو وہ یہ ہے کہ اللہ نے اس پر کوئی رقیب نہیں رکھا ہے کہ جس کا اسے ڈر ہو۔ اور جو اسے اس کو بجا لانے سے مانع ہو کہ جس کا اللہ نے اسے حکم دیا ہے اور اس بارے میں اللہ کا مستضعفین اور وہ کہ جسے عمل کرنے پر خوف ہو پس وہ کوئی حیلہ نہ پاتا ہو یا اسے راستے کہ ہدایت نہ ہو۔جیسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "ماسوائے عورتوں، مردوں اور بچوں میں سے مستضعفین کے کہ جو حیلہ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے ہیں اور نہ ہی انہیں راستے کی ہدایت حاصل ہے۔ پس اللہ نے خبر دی ہے کہ مستضعف آزادی خلوت نہیں رکھتا ہے تو جب اس کا دل ایمان کے ذریعے مطمئن ہو تو اس پر کوئی سزانہیں ہے۔

اور جہاں تک وقت میں مہلت کی بات ہے تو وہ عمر کا ابتدائی حصہ ہے کہ جہاں تک انسان پہنچتا ہے۔ اس پر ایک وقت معین تک معرفت واجب نہیں ہوتی ہے اور وہ وقت اس کے درجہ تمیز اور حد بلوغ تک پہنچنے تک کا ہے۔ پس جو طلب حق میں مر جائے مگر اپنے درجہ کمال تک نہ پہنچے تو وہ خیر پر ہی مرا اور یہ بھی اللہ کا ہی فرمان ہے "اور جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہجرت کی غرض سے نکلے۔۔ الآیۃ۔ گرچہ اس نے اللہ کی کمال شریعت پر عمل نہیں کیا۔ اس وجہ سے کہ اسے وقت کی اتنی مہلت ہی نہیں ملی کہ وہ اپنا معاملہ پورا کر سکتا اور اللہ تعالیٰ نے بالغ کو اس چیز سے ڈرایا ہے کہ جس سے بچے کو نہیں ڈرایا ہے۔ جب تک کہ وہ بالغ نہ ہو جائے۔ اس بارے میں اللہ کا فرمان ہے "اور آپ ﷺ کہہ دیجئے! مومنات سے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں۔ الآیۃ۔ مگر اللہ نے مومنات پر زمانہ طفلی میں زینت کے اظہار پر کوئی حرج نہیں رکھا ہے اور اسی طرح اس پر کوئی احکام لاگو نہ ہوں گے۔

اور جہاں تک زاد راہ کا تعلق ہے تو اس کا معنیٰ ہے طاقت اور پہنچ کہ جن کے ذریعے بندہ اللہ کے حکم کو بجا لانے میں مدد حاصل کرتا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا ہے کہ اس کا عذر قبول ہوتا ہے کہ جو خرچ کرنے کیلئے مال نہ رکھتا ہو جبکہ ہر اس پر حجت تمام ہو جاتی ہے کہ جو جس کا پہنچنا اور حج کیلئے اور جہاد کیلئے زاد راہ رکھنا ممکن ہو جبکہ جیسے معاملات میں تنگدستوں سے عذر قبول کیا گیا ہے اور اللہ نے فقراء کیلئے اغنیاء کے مال میں حق رکھا ہے۔ اپنے اس فرمان کے ذریعے "فقراء کیلئے کہ جو اللہ کی راہ میں محصور ہو" الآیۃ۔ پس اللہ نے ان لوگوں کے نان و نفقے کا حکم دیا ہے اور اللہ نے فقراء پر اس طرح کی کوئی تکلیف نہ رکھی ہے کہ جس کی وہ استطاعت نہیں رکھتے اور نہ ہی اس کی استطاعت،/ ملکیت رکھتے ہیں۔

اور جہاں تک آپ علیہ السلام کے فرمان میں ابھارنے والے سبب کا تعلق ہے تو وہ نیت ہے کہ جو انسان کو تمام افعال پر ابھارتی ہے اور اس کے دل کے احساسات ہیں۔ پس جو بھی کوئی عمل کرتا ہے اور وہ ایک دین پر ہوتا ہے مگر اس کا دل اس پر اعتقاد نہیں رکھتا ہے تو اللہ اس سے وہ عمل قبول نہیں کرتا

ہے ماسوائے صدق نیت کے ساتھ کے۔ اسی طرح ہی اللہ نے منافقین کے بارے میں اپنے اس فرمان کے ذریعے خبر دی ہے۔

"وہ لوگ اپنی زبانوں کے ساتھ وہ کہتے ہیں کہ جو ان کے دل میں نہیں ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اللہ اسکو بخوبی جانتا ہے" پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر مومنین کو جھاڑتے ہوئے نازل فرمایا "اے ایمان والو! وہ کیوں کہتے ہو جو تم کرتے ہی نہیں ہو" الآیۃ۔ پس جب آدمی کچھ کہتا ہے اور اپنے قول پر اعتقاد بھی رکھتا ہوتا ہے تو اس کی نیت اس قول و فعل کے ذریعے اظہار پر ابھارتی ہے اور جب وہ اس قول کا معتقد نہیں ہوتا ہے تو اس کی حقیقت واضح نہیں ہو پاتی ہے جبکہ اللہ نے سچی نیت کو جائز قرار دیا ہے گرچہ فعل غیر موافق ہی کیوں نہ ہو۔ اس علت کے سبب کہ جو اظہار فعل سے مانع ہو یہ اللہ کے فرمان ہی میں ہے "ماسوائے اس کے کہ جسے مجبور کیا جائے جبکہ اس کا دل ایمان کے ذریعے مطمئن ہو" اور اس کا فرمان ہے "اللہ تمہاری قسموں میں سے لغو کا مواخذہ نہ کرے گا" الآیۃ۔ پس قرآن اور احادیث رسول ﷺ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ دل تمام حواس کا مالک ہوتا ہے اور وہ ہی اس کے افعال کی تصحیح کرتا ہے وہ باطل نہیں ہو سکتے کہ جن کی تصحیح دل کرے۔

پس یہ ہے ان تمام پانچ مثالوں کی شرح کہ جن کا ذکر امام صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ وہ دونوں عقیدوں کے درمیانی عقیدے کو جمع کرتی ہیں اور وہ دونوں عقیدے جبر اور تفویض ہیں۔ پس جب انسان میں ان پانچ مثال کا کمال جمع ہو جاتا ہے تو اس پر پورا عمل واجب ہو جاتا ہے کہ جس کے بارے میں اللہ اور اس کا رسول ﷺ حکم دیں۔ اور جب انسان میں ان میں سے کوئی چیز کم ہو تو اسی حساب سے اس پر سے عمل بھی ساقط ہو جاتا ہے۔

اور جہاں تک اس استطاعت کے امتحان اور ابتلاء کا تعلق ہے کہ جو درمیانی عقیدے پر دلالت کرتی ہے تو اس پر قرآن کے شواہد بہت زیادہ ہیں۔

اس سلسلے میں اللہ کا فرمان ہے "اور یقینا ہم تمہارا امتحان لیں گے یہاں تک کہ تم میں سے مجاہدین اور صابرین کا ہم معلوم کر سکیں اور ہم تمہارے صاحبان ثروت کا امتحان لیں گے۔ اور فرمایا "اور عنقریب ہم ان کے درجات معلوم کریں گے کہ انہیں معلوم تک نہ ہو گا" اور فرمایا "کیا لوگ یہی گمان نہیں کرتے کہ انہیں یہ کہنے پر چھوڑ دیا جائے گا کہ وہ ایمان لائے اور انہیں پرکھا نہ جائے گا۔" اور متن کے بارے میں فرمان ہے کہ اس کا معنیٰ پرکھنا ہے۔ اور یقینا ہم نے سلیمان علیہ السلام کو آزمایا" اور اللہ تعالیٰ نے قوم موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا "اور یقینا ہم نے تیرے بعد تیری قوم کو آزمایا تو سامری نے انہیں گمراہ کر دیا" اور موسیٰ علیہ السلام کا فرمانا ہے "یہ نہیں ہے مگر تمہاری آزمائش" یعنی تمہارا امتحان

پس یہ آیات ایک دوسرے پر تہدید اور گواہی دیتی ہیں اور ابتلاء کی آیات اس کے علاوہ ہیں۔

اس کا فرمان ہے "تا کہ وہ تمہیں ان چیزوں میں آزمائے کہ جو اس نے تمہیں دی ہیں؟" اور اس کا فرمان ہے "پھر اس نے تمہیں تم سے پھیرا تا کہ تمہارا امتحان لے سکے۔ اور اس کا فرمان ہے "ہم نے ان کا امتحان لیا جیسا کہ ہم نے جنت والوں کا امتحان لیا" اور اس کا فرمان ہے "اس نے موت و حیات کو خلق کیا تا کہ وہ تمہیں آزما سکے کہ تم میں سے کون ہے کہ جو اچھے عمل کرتا ہے" اور اس کا فرمان ہے "اور جب ابراہیم علیہ السلام کے ربّ نے اس کا چند کلمات کے ذریعے امتحان لیا" اور اس کا فرمان ہے "اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا

تو ان میں سے بعض کی مدد و نصرت فرماتا ہے" اس لیے نہیں کہ ان میں سے بعض کو دوسروں کے ذریعے آزمایا ہے۔"

قرآن میں ان آیات ابتلاء و آزمائش میں سے جتنی ہیں وہ سب کی سب جس چیز کی شرح کرتی ہیں وہ ابتلاء و آزمائش و امتحان ہے"

اور ان جیسی آیات قرآن میں بہت زیادہ ہیں جو امتحان و ابتلاء کو ثابت کرنے والی ہیں۔ یقینا اللہ عزّوجلَّ نے مخلوق کو عبث خلق نہیں فرمایا ہے اور نہ ہی انہیں بے مہار چھوڑ دیا ہے اور نہ ہی اس نے اپنی حکمت کا اظہار بے فائدہ فرمایا ہے۔ پس اسی چیز کی خبر اللہ نے اپنے فرمان میں دی ہے۔" تو کیا تمہارا گمان ہے کہ ہم نے تمہیں فضول پیدا کیا ہے۔ پس اگر کوئی کہنے والا کہے کہ کیا وجہ ہے کہ اللہ نہیں جانتا تھا کہ اس کے بندے کیا کرنے والے ہیں تو اسی لیے ان کا امتحان لیا؟ تو ہم کہیں گے۔ یقینا وہ اس کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہی جانتا تھا کہ وہ ہونے والا ہے اور یہ اللہ کا فرمان ہے۔

اور اگر انہیں پلٹایا جائے تو وہ دوبارہ وہی کریں گے کہ جس سے انہیں منع کیا گیا "اللہ نے تو ان کا امتحان فقط اس لیے لیا تا کہ وہ ان لوگوں کو اپنا بتلا سکے اور انہیں سزا نہ دے مگر یہ کہ کام کے بعد دلیل کے ساتھ"

اور اللہ نے یہی بات ہی اپنے فرمان میں بتلائی ہے "اور اگر ہم اس سے پہلے انہیں عذاب کے ذریعے ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے۔ اے ہمارے ربّ کیا ہوتا کہ تو نے ہمارے پاس رسول بھیجا ہوتا" اور اس کا فرمان ہے "اور ہم عذاب دینے والے نہیں تھے یہاں تک کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا" اور اس کا فرمان ہے "ایسے رسول علیہ السلام کہ جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے ہیں"

پس اللہ کی طرف سے اپنے بندے کو عطا کی گئی استطاعت کا امتحان کہ جو عقیدہ جبر اور عقیدہ تفویض کا درمیانی عقیدہ ہے کے بارے ہی میں قرآن پکار رہا ہے اور اس پر ہی آل رسول ﷺ کے ائمۃ الھدیٰ علیہم السلام سے احادیث وارد ہوئی ہیں۔ پس اگر کوئی کہے اللہ کے فرمان! وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے" میں یا اس جیسے دیگر فرامین میں کیا دلیل ہے؟" تو کہا جائے گا "اس آیت کے مجاز تمام کے تمام دو معنیٰ پر ہیں۔ ان میں سے ایک یا تو یہ ہے کہ اس نے اپنی قدرت کا امتحان دیا یعنی وہ جس کو چاہے ہدایت دے سکتا ہے اور جس کو چاہے گمراہ کر سکتا ہے اور تب اس نے بندوں کو اپنی قدرت کے ذریعے ان دو میں سے کسی ایک پر مجبور کیا تب وہ نہ تو ان کیلئے ثواب واجب کرے گا اور نہ ہی ان پر کوئی سزا ہو گی۔ بنابر اس تشریح کہ جو ہم نے خط میں بیان کی ہے۔

اور دوسرا معنیٰ یہ ہے کہ اس کی طرف سے ہدایت کا معنیٰ اس کی طرف سے پہچان کروانا ہے۔ جیسا کہ اس کا فرمان ہے "اور جہاں تک قوم ثمود کا تعلق ہے تو ہم نے انہیں ہدایت کی" یعنی ہم نے انہیں پہچان کروائی تو ان لوگوں نے ہدایت پر گمراہی کو پسند کیا۔ پس اگر اس نے ان لوگوں کو ہدایت پر مجبور کیا ہوتا تو وہ گمراہی ہونے کی قدرت ہی نہ رکھتے تھے۔

اور آیت مشتبہ ان محکم آیات کے خلاف دلیل نہیں ہو سکتی ہے کہ جن کو ماخذ بنانے کا حکم ہمیں دیا گیا ہے اس بارے میں اس کا فرمان ہے "اس میں کچھ محکم آیات ہیں وہی کتاب کی بنیاد ہیں اور دوسری متشابہات ہیں۔ پس جن کے دلوں میں ٹیڑھا پن ہے وہ اس میں سے متشابہ کی پیروی کرتے ہیں اور

اس کی تاویل ڈھونڈتے پھرتے ہیں" الآیة اور فرمایا "پس تم میرے ان بندوں کو خوشخبری دو کہ جو قول کو غور سے سنتے ہیں اور اس میں سے اچھے قرآن کی اتباع کرتے ہیں "یعنی اس میں سے محکم ترین اور واضح ترین کی "وہی لوگ ہی ہیں کہ جنہیں اللہ نے ہدایت بخشی ہے اور وہ ہی صاحبان عقل ہیں" اللہ ہمیں اور تمہیں صحیح ترین عقیدے کی توفیق بخشے اور ایسے عمل کو بجا لانے کی توفیق بخشے کہ جس کو وہ چاہتا ہے اور جس پر وہ راضی ہوتا ہے اور اپنے احسان و فضل کے ذریعے ہمیں ا ور تمہیں اپنی معصیت سے اجتناب کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ ہی کیلئے کثیر حمد ہے جیسا کہ و ہ اس کا اہل ہے۔ اور اللہ کا درود ہو حضرات محمد و آل محمد علیہم السلام پر کہ جو پاکیزہ ہیں۔ ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہ ہی بہترین کارساز ہے۔

اور ابن شعبہ نے اسی مذکورہ کتاب ہی میں آپ علیہ السلام کے جوابات کے ان نصوص کو بھی روایت کیا ہے کہ جو آپ علیہ السلام نے یحییٰ بن اکثم کیلئے اس کے مسائل کے جواب میں عطا فرمائے۔

حضرت موسیٰ بن محمد بن الرضا علیہم السلام نے روایت کی ہے کہ دارالعامہ میں میری ملاقات یحییٰ بن اکثم سے ہوئی تو اس نے مجھ سے چند مسائل بابت سوال کیا تب میں اپنے برادر بزرگوار حضرت علی بن محمد علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ علیہ السلام کے اور میرے درمیان واعظ کا وہ دورہ تھا کہ جنہوں نے مجھے آپ علیہ السلام کی امامت کی بصیرت اور آپ علیہ السلام کی اطاعت کی بصیرت عطا کی تھی۔ میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! ابن اکثم نے مجھے خط لکھ کر مجھ سے چند مسائل کا جواب پوچھا ہے کہ میں ان مسائل میں اسے فتویٰ دو۔" تو امام علیہ السلام نے تبسم فرمایا "پھر ارشاد رمایا "تو کیا تم نے اسے فتویٰ دیا؟" میں نے عرض کیا "ہر گز نہیں" امام علیہ السلام نے فرمایا "وہ کیوں؟" میں نے عرض کی "مجھے ان کی معرفت نہیں ہے" امام علیہ السلام نے فرمایا "وہ مسائل کیا ہیں؟" میں نے عرض کی "اس نے مجھے خط لکھا اور مجھ سے پوچھا ہے اللہ عزوجل کے فرمان اور اس نے کہا کہ جس کے پاس کتاب میں سے علم تھا۔ میں آپ علیہ السلام کے پاس آپ علیہ السلام کی آنکھ جھپکنے سے پہلے لا سکتا ہوں"کی تفسیر کے بارے میں کہ کیا اللہ کے نبی علیہ السلام آصف کے علم کے محتاج تھے؟ اور اللہ عزوجل کے فرمان "اور اس نے اپنے والدین کو تخت پر بلند کیا اور سب کے سب اس کے سامنے سجدے میں گر گئے؟" کی تفسیر کے بارے میں کیا یعقوب علیہ السلام اور اس کی اولاد علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا حالانکہ وہ انبیا علیہم السلام تھے اور اللہ کے فرمان "اگر تم ہمارے نازل کردہ میں سے کسی کے بارے میں شک کے شکار ہو جاؤ تو تم سوال کرو ان سے کہ جو کتاب کی تلاوت کرتے رہتے ہیں" اس آیت میں مخاطب کون ہے؟" اگر اس میں مخاطب نبی ﷺ ہیں تو یقینا آپ ﷺ نے شک کیا اور اگر مخاطب آپ ﷺ کے علاوہ کوئی ہے تو تب کتاب کس پر نازل ہوئی؟"

اور اللہ کے فرمان! "اور اگر زمین میں موجود درخت قلم بن جائیں اور سات سمند سیاہی بن جائیں تو اللہ کے کلمات ختم نہیں ہو سکتے" کی تفسیر میں کہ وہ سمندر کیا ہیں اور کہاں ہیں؟"

اور اللہ کے فرمان "اور اس میں وہ سب کچھ ہے کہ جس کی نفوس خواہش رکھتے ہیں اور آنکھیں لذت لیتی ہیں" کی تفسیر کے بارے میں آدم علیہ السلام کے نفس نے خواہش کی کہ وہ گندم کھائے تو اس نے کھائی۔ اس نے کھایا۔ اس لیے کہ اس میں جو ہے نفس اس کی خواہش کرتے ہیں تو سزا کیوں ہوئی؟"

اور اللہ عزوجل کے فرمان ”اور وہ انہیں مرد و عورتیں بیاہے گا“ کی تفسیر می اللہ اپنے بندوں کو مرد بیاہے گا جبکہ اس نے ایسے کرنے والی قوم پر عتاب کیا؟“

اور اکیلی عورت کی گواہی کے بارے میں کہ کیا جائز ہے جبکہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے ”اور تم گواہ بناؤ اپنے میں عادل لوگوں کو“

اور خنثیٰ کے بارے میں کہ علی علیہ السلام کا فرمان ہے ”وہ اپنے بول کرنے والے آلے کی نسبت سے وراثت پائے گا“ تو اس کے مبال کی طرف کون دیکھے کیونکہ ہو سکتا ہے اسے مرد دیکھیں جبکہ وہ عورت ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ مرد ہو اور اس کی طرف عورتیں دیکھیں۔ اس کا کوئی حل نہیں ہے؟“

اور ہمسائے کی اپنے حق میں گواہی قبول نہ ہو گی کے بارے میں اور اس شخص کے بارے میں کہ جو بھیڑ بکریوں کے ایک گلے کی طرف گیا تو اس نے دیکھا کہ چرواہا ان میں سے ایک بکری کے ساتھ بد فعلی کررہا ہے جیسے ہی چرواہے نے اس کو دیکھا تو اسے چھوڑ دیا اور وہ بھاگ کر دوسری بھیڑ بکریوں میں شامل ہو گئی۔ اسے کیسے ذبح کیا جائے گا؟ اور کیا اس کا گوشت کھانا جائز ہو گا یا نہیں؟“

اور صبح کی نماز کے بارے میں کہ کیا اس میں بھی جبر نہیں کیا جاناچاہیے کہ یہ بھی تو دن کی نمازوں میں سے ہے؟ اور بے شک جبر تو فقط رات والی نمازوں میں ہے؟

اور علی علیہ السلام کے ابن جرموز کے بارے میں فرمان ”صفیہ کے بیٹے کے قاتل کو آف کی خوشخبری ہو“ کے بارے میں کہ آپ علیہ السلام نے اسے قتل کیوں نہیں کیا جبکہ آپ علیہ السلام امام علیہ السلام تھے؟“ اور مجھے علی علیہ السلام کے بارے میں خبر دیجیے کہ آپ علیہ السلام نے اہل صفین کو قتل کیوں کیا اور اس سلسلے میں سامنے آنے والے اور بھاگنے والے دونوں کا حکم دیا اور زخمی کو بھی قتل کرنا جائز قرار دیا جبکہ آپ علیہ السلام کا جمل کے روز حکم یہ تھا کہ بھاگنے والے کو قتل نہ کیا جائے اور زخمی کے قتل کو بھی جائز قرار نہ دیا تو یہ کیسے تھا؟ اور آپ علیہ السلام نے فرمایا ”جو اپنے گھر کے اندر داخل ہو جائے وہ امان میں ہے، جو اپنا اسلحہ ڈال دے وہ امان میں ہے، آپ علیہ السلام نے ایسا کیوں کہا۔ پس اگر پہلا حکم درست تھا تو دوسرا غلط تھا؟

اور مجھے بتائیے اس شخص کے بارے میں کہ جس نے اپنے بارے میں لواطہ کا اقرار کیا۔ کیا اس کو حد جاری ہو گی یا اس پر سے حد ٹل جائے گی؟

امام علیہ السلام نے فرمایا ”اس کی طرف لکھو“ میں نے عرض کی ”کیا لکھوں؟“ امام علیہ السلام نے فرمایا ”لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم، اللہ تمہیں رشد و ہدایت عطا فرمائے۔ تمہارا خط مجھ تک پہنچا ہے کہ جس میں تو نے بڑی چالاکی سے ہمارا امتحان لینے کی کوشش کی ہے تا کہ تجھے طعنہ زنی کا راستہ مل سکے کہ اگر تو اس میں ہمیں پچھاڑ سکے۔ اللہ تعالیٰ ہی تیری نیت میں تیرے لیے کافی ہے۔

ہم نے تمہارے مسائل کی تشریح کر دی ہے پس تم ان کی طرف کان دھرو اور خوب غور سے سمجھو اور اپنے دل کو مکمل متوجہ کرو کہ تم پر حجت تمام ہو گئی ہے۔ والسلام

تو نے اللہ عزوجل کے فرمان ”اس نے کہا کہ جس کے پاس کتاب میں سے علم تھا“ کے بارے میں کہ جس سے مراد آصف بن برخیا تھا تو جان لو کہ سلیمان علیہ السلام اس چیز کی معرفت سے عاجز نہ

تھے کہ جس کی معرفت آصف کو تھی۔ بلکہ سلیمان علیہ السلام چاہتے تھے کہ ان حضرت علیہ السلام کی امت میں موجود تمام جنات و انسان جان لیں کہ آصف ہی ان حضرت علیہ السلام کے بعد حجت علیہ السلام ہیں۔ اور وہ سب حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کے علم کا حصہ تھا کہ جو ان حضرت علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے آصف کو سونپا تھا اور سمجھایا تھا اور سب اس لیے کہ آصف کی امامت و راہنمائی میں اختلاف نہ ہو سکے۔ جیسا کہ سلیمان علیہ السلام کو داؤد علیہ السلام کی زندگی کے دوران ہی سمجھایا گیا تھا تا کہ ان حضرت علیہ السلام کے بعد سلیمان علیہ السلام کی نبوت و امامت کی پہچان ہو سکے اور مخلوق پر آپ علیہ السلام کی حجت کی تاکید ہو سکے۔

اور جہاں تک یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد کا یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنے کی بات ہے تو وہ سجدہ حضرت یوسف علیہ السلام کیلئے اطاعت و محبت تھا جیسا کہ آدم علیہ السلام کو فرشتوں کا سجدہ آدم علیہ السلام کی ذات کیلئے نہ تھا بلکہ وہ فقط اللہ کی اطاعت اور آدم علیہ السلام کی محبت کیلئے تھا۔ پس حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد کا سجدہ جبکہ حضرت یوسف علیہ السلام بھی ان کے ہمراہ شامل تھے۔ اللہ کے حضور شکر تھا۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اسی وقت ہی شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا "اے میرے ربّ! یقینا تو نے ہی مجھے بادشاہت بخشی ہے اور تو نے ہی مجھے خوابوں کی تاویل سکھائی ہے"

اور جہاں تک اللہ کے فرمان "پس اگر تم شک میں ہو اس میں کہ جو ہم نے تم پر کتاب نازل کی ہے تو ان سے پوچھو کہ جو لوگ کتاب کی تلاوت کرتے رہتے ہیں" کا تعلق ہے تو اس میں جس سے خطاب کیا گیا ہے وہ رسول اللہ ﷺ ہی ہیں مگر آپ علیہ السلام خود پر نازل شدہ میں شک نہیں کیا کرتے تھے بلکہ جاہل لوگ کہتے تھے" تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ میں سے نبی مبعوث کیوں نہیں فرمایا ہے کیونکہ اس کے نبی علیہ السلام اور ہمارے نبی میں کسی چیز میں فرق ہی نہیں ہے مثلاً کھانے، پینے اور بازاروں میں گھومنے سے بے نیاز ہونے میں۔ تو اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی طرف وحی نازل فرمائی۔ تم ان سے سوال کرو کہ جو کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اور وہ بھی جاہلوں کی موجودگی میں۔"

کیا اللہ عزوجل نے تم سے پہلے کوئی رسول بھیجا ہے۔ مگر یہ کہ وہ کھانا کھاتا تھا اور بازاروں میں چلتا پھرتا تھا اور آپ علیہ السلام ان انبیاء علیہم السلام میں اسوہ ہے اور یہ جو اللہ نے فرمایا "اگر تم شک میں" وہ شک نبی ﷺ کیلئے ثابت نہیں ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا"تو آؤ ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو بلائیں اور ہماری بیٹیوں اور تمہاری بیٹیوں کو اور ہم اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو بلائیں پھر ہم مباہلہ کریں پس ہم جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں" پس اگر اللہ عزوجل فرماتا کہ "تم پر لعنت بھیجیں" تو وہ لوگ ہرگز مباہلہ نہ کرتے کیونکہ اللہ کو معلوم تھا کہ اس کے نبی ﷺ نے اس کی طرف سے فرائض رسالت بخوبی انجام دئیے ہیں اور وہ جھوٹوں میں سے نہیں ہیں۔ اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ بھی جانتے تھے کہ وہ اپنے قول میں سچے ہیں مگر چاہتے تھے کہ وہ اپنی ذات کے معاملے میں انصاف پسندی کا مظاہرہ کریں۔

اور جہاں تک اللہ کے فرمان "اور اگر زمین میں موجود تمام درخت قلم بن جائیں اور اس کے بعد سات سمندر سیاہی بن جائیں تو بھی اللہ کے کلمات کو ختم نہیں کر سکتے ہیں" اس کا تعلق ہے تو وہ اسی طرح ہی ہے کہ اگر دنیا کے تمام درخت قلم بن جائیں ا ور سات سمندر سیاہی بن جائیں اور زمین میں سے

چشمے بھی پھوٹ جائیں تو وہ اس سے پہلے ختم ہو جائیں گے کہ اللہ کے کلمات ختم ہوں اور وہ سات سمندر یہ ہیں۔ عین الکبریت، عین الیمن، عین البرھوں، عین طبریہ، حمۃ ماسیدان، حمۃ افریقیہ کہ جسے لسان کہا جاتا ہے عین بحرون ہیں۔ اور ہم ہیں اللہ کے وہ کلمات کہ جو کبھی ختم نہیں ہو سکتے اور نہ ہی ہمارے فضائل کا ادراک ہو سکتا ہے۔

اور جہاں تک جنت کی بات ہے تو یقینا اس میں کھانے، پینے اور لطف لینے کی تمام وہ چیزیں ہیں کہ جن کی نفوس کو اشتہاء ہوتی ہے اور آنکھیں جن سے لذت حاصل کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے وہ سب کچھ آدم علیہ السلام کیلئے مباح قرار دیا تھا اور وہ درخت کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ حوا علیہ السلام کو کھانے سے منع فرمایا تھا وہ حسد تھا۔ اللہ عزوجل نے ان دونوں علیہما السلام سے وعدہ لیا تھا کہ وہ اللہ کی مخلوق پر اللہ کے فضل کو حسد کی نگاہ سے ہرگز نہ دیکھیں گے۔ انہوں نے اس عزم کو نہ نبھایا۔

اور جہاں تک اس کے فرمان "وہ انہیں مرد و عورتیں بیاہے گا" کی بات ہے تو یعنی اس کیلئے ایک مرد پیدا ہوگا اور اس کیلئے ایک عورت بھی۔ ان میں سے ہر ایک کو مقربین زوجان کہا جائے گا۔ ان میں سے ہر ایک زوج ہو۔ معاذ اللہ کہ تم اپنی طرف سے اللہ پر تہمت باندھو۔ تم گناہ کیلئے رخصت چاہتے ہو۔ جو بھی ایسا کرے گا اور وہ برائی کرے گا تو اس کیلئے قیامت کے روز عذاب میں دوگنا اضافہ کیا جائے گا اور اگر اس نے توبہ نہ کی تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس بھیانک عذاب میں رہے گا۔

اور جہاں تک عورت کی تنہا گواہی کے جواز کی بات ہے تو وہ دائیہ کی گواہی ہے۔ رضاعت کے معاملے میں اس کی گواہی جائز ہے۔ پس اگر رضاعت کا معاملہ نہ ہو بلکہ کوئی اور ہو تو دو عورتوں سے کم کی گواہی کی کوئی قدر و قیمت نہ ہے۔ اس وقت دو عورتیں ایک مرد کے برابر و قائم مقام ہوں گی۔ ضرورت کے تحت کیونکہ آدمی کیلئے ممکن ہی نہ ہے کہ وہ عورت کا قائم مقام بن سکے۔ اور اگر عورت تنہا ہو تو اس کی بات ایک قسم کے ہمراہ قبول ہو گی۔

اور جہاں تک آپ علیہ السلام کے خنثیٰ کے بارے میں فرمان ہے تو وہ اپنی جگہ درست فرمان ہے۔ اسے عادل افراد کی ایک پوری جماعت دیکھے گی۔ البتہ اس طرح کہ ان میں سے ہر ایک کے پاس ایک آئینہ ہو گا اور ان کی پشت پر خنثیٰ کھڑا ہو جائے گا۔ وہ آئینوں میں اس کی شرمگاہ دیکھ کر شبہ دور کر کے فیصلہ کریں گے۔

اور جہاں تک اس شخص کی بات کا تعلق ہے کہ جس نے چرواہے کو بکری کے ساتھ بد فعلی کرتے ہوئے دیکھا پس اگر وہ اس بکری کو پہچان لے تو اسے ذبح کر کے جلا ڈالے گا اور اگر اسے نہ پہچان پائے تو بکریوں کے ہر دو حصے کرے۔ پھر کسی بی آدھے حصے کو دوبارہ آدھا کرے۔ اور پھر بچ جانے والی بکریوں کو دوبارہ نصف کرے یہاں تک کہ فقط دو بکریاں آن بچیں۔ پھر ان دونوں کے نام کا قرعہ ڈالے۔ پس ان میں سے جس کے نام قرعہ نکلے اسے ذبخ کر کے جلا ڈالے تو باقی سب بکریاں پاک ہوں گی۔

اور جہاں تک نماز فجر میں بالجھر کی قرأت کا تعلق ہے تو کیونکہ نبی ﷺ اسے رات کی نمازوں میں شمار فرماتے تھے۔ بالجھر قرآت ہی ہو گی۔

اور جہاں تک علی علیہ السلام کے اس فرمان کا تعلق ہے کہ ابن صفیہ کے قاتل کو جہنم کی خوشخبری ہو تو وہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے سبب ہے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھا کہ جس نے بنو وان میں خروج کیا۔ مگر امیر المومنین علیہ السلام نے اسے بصرہ میں قتل نہ فرمایا کیونکہ وہ نہروان کے فتنہ میں مارا جانے والا تھا۔

اور جہاں تک تمہارا کہنا ہے کہ علی علیہ السلام نے اہل صفین کے سامنے آنے والے اور پشت دکھانے والے دونوں کو قتل کیا اور زخمی کے قتل کا بھی جواز فرمایا بلکہ جمل کے روز آپ علیہ السلام نے بھاگنے والے کا پیچھا نہ کیا اور نہ ہی زخمی کو قتل کرنے کی اجازت دی۔

اور جس نے ہتھیار ڈال دئیے اسے بھی پناہ دی اور جو اپنے گھر میں داخل ہو گیا اسے بھی پناہ دی۔ تو جمل میں امام علیہ السلام نے قتل سے اس لیے ہاتھ روکا کہ ان لوگوں کا امام قتل ہو چکا تھا اور ان کیلئے کوئی فتنہ باقی نہ رہا تھا کہ جس کی طرف وہ دوبارہ پلٹتے۔ اور اس وقت قوم جمل اپنے گھروں میں پلٹ گئی اور ان کا جنگ کا ارادہ بھی باقی نہ رہا تھا۔ اور نہ ہی مخالفت کی سکت باقی تھی اور نہ ہی وہ دوبارہ سرکشی کرنے والے تھے۔ بلکہ وہ اسی بات پر ہی اکتفاء کر گئے تھے کہ ان پر سے ہاتھ کو روک لیا گیا ہے۔ پس ان کے بارے میں فقط یہ حکم تھا کہ ان کے ہاتھوں سے تلوار لے لی جائے اور ان کی اذیت کو ختم کیا جائے کیونکہ وہ اس پر کوئی مددگار نہ پاتے تھے۔ جبکہ اہل صفین تو پلٹ کر ایک اور تیار دستے کی طرف جاتے تھے اوران کے امام ملعون نے ان کیلئے اسلحہ، زرعیں، تیر، تلوار اور نیزے جمع کر رکھے تھے اور ان کیلئے انعام مقرر کر رکھا تھا ور اس نے انہیں مہمان بننے سے منع کر رکھا تھا۔ وہ ان کے مریض کی عیادت کیلئے موجود تھا۔ اور ان کے ٹوٹنے والی ہڈیوں تک جوڑنے کا مہتمم تھا اور ان کے زخمیوں کا علاج معالجہ رکھتا تھا۔ بے لباس کو لباس پہناتا تھا اور پھر انہیں واپس جنگ کیلئے روانہ کر دیتا تھا۔ پس دونوں فریق حکم میں برابر نہیں ہو سکتے تھے۔

جبکہ اہل توحید کے درمیان جنگ میں حکم معروف ہے۔ مگر امام علیہ السلام نے تو ان کیلئے فقط تشریح فرمائی تھی۔ پس جو بھی جنگ چاہتا تھا اسے تلوار کے سامنے ڈالا اور جو توبہ کرتا تھا اسے پناہ دیتے تھے۔

اور جہاں تک اس شخص کی بات ہے کہ جس نے لواطہ کا اعتراف کیا تو کیونکہ اس پر کوئی گواہی ثابت نہ ہوئی اور اس نے اپنی رضا مندی سے اپنی جان بار سے اقرار کیا ہے تو امام معصوم علیہ السلام کہ جو اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہوتا ہے۔ اسے یہ اختیار حاصل ہوتا ہے کہ اگر چاہے تو اسے اللہ کی طر ف سے سزا دے اور اگر چاہے تو اللہ کی طرف سے اس پر احسان کرتے ہوئے اسے چھوڑ دے۔ کیا تم نے اللہ کا یہ فرمان نہیں سنا ہے "یہ ہماری عطا ہے" الآیۃ

اور اس نے اسی کتاب ہی میں لکھا ہے کہ امام علیہ السلام نے فرمایا "اللہ کو فقط اسی وصف کے ساتھ متصف کیا جا سکتا ہے کہ جس کے ذریعے اس نے خود کو خود ہی متصف کیا ہے۔ میں اس کو وصف کیسے کر سکتا ہوں کہ حواس جس کو درک کرتے اور اوھام جس تک رسائی کرنے اور خیالات اس کی حد بندی کرنے سے، آنکھیں اس کا احاطہ کرنے سے عاجز ہیں۔ اس نے کیفیتوں کو مقرر فرمایا۔ بغیر اس کے کہ اسے کوئی کیفیت دی جا سکے۔ اور اس ہی نے کہاں کو کہاں بنایا ہے مگر یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ وہ کہاں

ہے۔ وہ کیفیت اور طرف سے منقطع و پاک ہے۔ وہ تنہا دیکھتا ہے کہ جس کا جلال بھی جلیل ہے اور اس کے اسماء پاک ہیں۔

اور اسی کتاب ہی میں ہے کہ حسن بن مسعود نے روایت کی ہے کہ میں ابو الحسن علی بن محمد علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ میرا گھوڑا اچھلا تھا تو میں سامنے سے آنے والے سوار سے ٹکرا گیا تھا اور میرا گھوڑا عوام کے ہجوم میں داخل ہو گیا تو انہوں نے میرے کپڑے پھاڑ ڈالے تو وہ سوار امام علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا۔ میں نے اس سے کہا "آج کے روز تیرے شر سے اللہ ہی نے مجھے بچایا ہے تو کتنا نحوستی ہے"

تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "اے حسن! یہ اور تم ہمیں دھوکہ نہیں دے سکتے ہو، تو اپنے گناہ کی نسبت اس سے دے رہا ہے کہ جس نے گناہ کیا ہی نہیں ہے ""

حسن نے روایت کی ہے کہ تب مجھے عقل آئی اور مجھے اپنی غلطی واضح ہو گئی۔ تو میں نے عرض کی۔ "اے میرے مولا علیہ السلام! میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں" تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اے حسن! دنوں کے بھی کوئی گناہ نہیں ہیں کہ تم انہیں نحوستی قرار دیتے پھرو۔ تب تو تم ان دنوں کے سہارے اپنے اعمال کا جواز ڈھونڈتے ہو گے۔ میں نے عرض کی "اے فرزند رسول ﷺ! میں اللہ کے حضور ہمیشہ کیلئے توبہ کرتا ہوں۔ یہ میری توبہ ہے۔"

امام علیہ السلام نے فرمایا: اللہ کی قسم! تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایام کی مذمت کہ جن کی مذمت جائز ہی نہیں ہے پر ضرور سزا دے گا۔ اے حسن!, کیا تم نہیں جانتے ہو کہ اللہ ہی ثواب دینے والا اور سزا دینے والا ہے اور وہ ہی اعمال کے جواز کا مجاز ہے خواہ وہ جلدی ہوں یا دیر سے ہوں" میں نے کہا "اے میرے مولا علیہ السلام "ایسا ہی ہے "" امام علیہ السلام نے فرمایا "تب تم اللہ کے حکم میں ایام کو شریک مت گردانو! اور نہ ہی ان میں ایام کا عمل دخل شمار کرو۔"

اور امام علیہ السلام نے فرمایا "جو خود کو اللہ کی تدبیر سے محفوظ سمجھے اسے اس کا تکبر لے ڈوبتا ہے یہاں تک کہ اس کا وقت آخر آ جاتا ہے اور اس کا معاملہ نافذ ہو جاتا ہے اور جو اپنے ربّ کی طرف سے ہدایت پر ہوتا ہے اس پر دنیا کے مصائب آسان و حقیر پڑ جاتے ہیں۔ خواہ اسے کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہوا میں ہی منتشر کیوں نہ کر دیا جائے"

اور شیخ احمد بن علی الطبرسی نے الاحتجاج میں لکھا ہے کہ ابو عبداللہ زیادی نے روایت کی ہے کہ جب متوکل کو زہر دی گئی تو اس نے اللہ کے حضور منت مانی کہ اللہ اسے تندرستی بخشے تو مال کثیر صدقہ کرے گا" جب وہ تندرست ہو گیا اور اسے سلامتی نصیب ہوئی تو اس نے نام نہاد فقہاء سے پوچھا کہ مال کثیر کی تعریف کیا ہے اور وہ کتنا بنتا ہے؟ تو انہوں نے اس کے سامنے مختلف فتوے رکھے۔ ان میں سے بعض نے کہا "ایک ہزار درہم" اور بعض نے کہا "دس ہزار درہم" اور بعض نے کہا "ایک لاکھ درہم" پس وہ شک میں پڑ گیا تو حسن نامی اس کے ایک دربان نے کہا"اے امیر! اگر میں اس بارے میں تمہارے پاس صحیح و درست جواب لے کر آؤں تو میرا انعام کیا ہوگا؟" تو متوکل نے اس سے کہا "اگر تم حق جواب لائے تو تمہارا انعام دس ہزار درہم ہوں گے ورنہ بصورت دیگر میں تمہیں سو کوڑے لگاؤں گا" تو حسن نے کہا "میں راضی ہوں"

وہ سیّدنا ابو الحسن العسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ علیہ السلام سے اس بارے میں سوال کیا تو امام ابو الحسن علیہ السلام نے اس سے فرمایا "اس سے کہو "اسی درہم صدقہ کرے" پس وہ واپس متوکل کے پاس آیا اور اسے آگاہ کیا تو اس نے اس سے کہا "جا کر ان حضرت علیہ السلام سے پوچھو کہ اس کی علت کیا ہے؟" پس وہ دوبارہ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے اس بارے میں امام علیہ السلام سے سوال کیا تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا "یقینا ہم نے لوگوں کی کثیر مواقع پر نصرت و مدد فرمائی ہے" تب ہم نے شمار کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے وہ مواقع کل اسی ہوئے" پس وہ متوکل کے پاس پلٹا اور اس نے اسے جواب سے آگاہ کیا تو وہ بہت خوش ہوا اور اس نے اسے دس ہزار درہم بطور انعام دئیے۔

اور اسی کتاب ہی میں جعفر بن رزق اللہ سے روایت کیا گیا ہے کہ متوکل کے سامنے ایک نصرانی شخص کو لایا گیا کہ جس نے ایک مسلمان عورت سے حرام کاری کی تھی۔ پس جیسے ہی متوکل نے اس پر حد جاری کرنے کا ارادہ کیا تو وہ مسلمان ہو گیا۔ تو قاضی یحییٰ بن اکثم نے فتویٰ دھر دیا کہ اس کے ایمان نے اس کے شرک اور برے فعل دونوں کو منہدم کر دیا ہے۔ بعض لوگوں نے کہا "اس پر تین حدیں جاری ہوں گی" اور بعض لوگوں نے کہا "اس کے ساتھ ایسے ایسے کیا جائے" تو متوکل نے حکم جاری کیا کہ اس سلسلے میں ابو الحسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھ کر ان سے سوال کیا جائے" جب امام علیہ السلام نے وہ خط ملاحظہ فرمایا تو امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا ""اسے اتنا مارا جائے کہ وہ مر جائے"

تو یحییٰ اور عسکر اپنے والے دیگر نام نہاد فقہاء نے اس کی صحت سے انکار کر دیا اور ان لوگوں نے کہا "اے امیر! آپ ان حضرت علیہ السلام سے اس بارے میں سوال کیجئے کہ یہ وہ چیز ہے کہ جس کے بارے میں نہ تو قرآن کچھ کہتا ہے اور نہ ہی اس بارے میں سنت میں کچھ وارد ہوا ہے" تو اس نے امام علیہ السلام کی خدمت میں لکھا "مسلمانوں کے فقہاء نے اس چیز کا انکار کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ اس بارے میں نہ تو کچھ سنت میں وارد ہوا ہے اور نہ ہی قرآن مجید اس بارے میں کچھ بولتا ہے۔ آپ علیہ السلام ہمارے لیے وضاحت فرمائیے کہ کس وجہ سے اس کو اتنا مارنا ہے کہ وہ مر جائے؟"

تو امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا "جب ان لوگوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے "ہم اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان لائے اور ہم اس کا انکار کرتے ہیں کہ جس کے ذریعے ہم مشرکین میں سے تھے۔ مگر ان کے ایمان نے ان کو کوئی نفع نہ دیا۔ جب ان لوگوں نے ہمارے عذاب کو دیکھ لیا۔ یہ ہے اللہ کی سنت کہ جو اس کے بندوں میں جاری ہے۔ یہاں پر باطل پرست خسارہ کھا گئے۔ پس متوکل نے حکم دیا تو اسے مارا گیا یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

اور بحار الانوار میں المناقب سے نقل کیا گیا ہے کہ ابو جنید نے روایت کی ہے کہ ابو الحسن العسکری علیہ السلام نے مجھے فارس بن خاتم القزوینی کے قتل کا حکم دیا تو مجھے کچھ درہم عطا فرمائے اور ارشاد فرمایا "ان کے ذریعے اسلحہ خریدو اور اس اسلحے کو میرے سامنے پیش کرو" پس میں گیا اور میں نے ایک تلوار خریدی اور امام علیہ السلام کے حضور پیش کی تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "یہ واپس دے کر کوئی اور چیز لاؤ" میں گیا اور میں نے وہ واپس کی اور اس کی جگہ ایک قصاب والا بڑا چھرا خریدا اور میں نے وہ آپ علیہ السلام کے حضور پیش کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "ہاں یہ درست ہے" پس میں فارس

کی کھوج میں نکلا تو وہ مغرب اور عشاء کی نمازوں کے درمیان مسجد سے نکل رہا تھا۔ میں نے وہ چھرا اس کے سر پر مارا تو وہ گرا اور مر گیا۔ اور میں نے وہ چھرا بھی پھینک دیا۔ لوگ جمع ہو گئے اور مجھے پکڑ لیا گیا کیونکہ وہاں میرے علاوہ کوئی اور نہ دیکھا گیا تھا۔ انہوں نے میرے ساتھ کوئی اسلحہ، چھری یا چھرے کا کوئی نشان تک نہ پایا اور نہ ہی انہیں دور دور تک کچھ دکھائی دیا تو مجھے چھوڑ دیا گیا۔

ابو عمرو محمد بن عمر بن عبدالعزیز الکشی نے الرجال نامی کتاب میں لکھا ہے کہ مجھے بیان کیا حسین بن الحسن بن بندار القمی نے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا سعد بن عبداللہ بن ابی خلف القمی نے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا محمد بن عیسیٰ بن عبید نے، اس نے روایت کی کہ ابو الحسن عسکری علیہ السلام نے فارس بن حاتم القزوینی کے قتل کا حکم دیا اور اس کے قاتل کیلئے جنت کی ضمانت دی تو جنید نے اسے قتل کر ڈالا۔

سیّد محمد بن امیر الحاج الحسینی نے شرح شافیہ میں ابی فراس سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ نقل کیا گیا کہ ان سوالوں میں سے جو ابو الحسن الہادی علیہ السلام سے کیے گئے۔ یہ بھی ہے کہ روم کے بادشاہ قیصر نے بنی عباس کے خلفاء میں سے ایک خلیفہ کو خط لکھا کہ ہم نے انجیل میں لکھا پایا ہے کہ جو شخص بھی اللہ کے کلام سے ایسی سورۃ پڑھ لے کہ جو سات حروف سے خالی ہو۔ اللہ عزوجل اس کے جسم پر آگ کو حرام قرار دے دیتا ہے (اور وہ سات حروف یہ ہیں۔ ثآء، جیم، خاء، زاء، شین، ظاء، اور فآء) ہم نے یہ سورۃ مبارکہ تورات میں ڈھونڈی مگر اسے نہ پایا۔ ہم نے اسے زبور میں تلاش کیا مگر ہمیں نہ ملی۔ کیا تم مسلمان ایسی سورۃ اپنی کتب میں پاتے ہو؟" پس اس عباسی خلیفہ نے اپنے تمام علماء کو جمع کیا اور ان سے اس بارے میں سوال کیا تو وہ سب اسے اس کا جواب دینے سے عاجز رہے۔ تب امام نقی حضرت علی بن محمدبن الرضا علیہم السلام نے فرمایا ''وہ سورۃ الحمد ہے کہ یہ مبارکہ سورۃ مذکورہ ساتوں حروف سے خالی ہے" عرض کیا گیا "اس میں کیا حکمت ہے؟"

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "ثاء سے مراد ثور (بیل) ہے اور جیم سے مراد جحیم (کھولتا پانی) ہے اور خاء سے مراد خیبۃ(یعنی ناکافی) ہے اور زاء سے مراد زقوم (تھور) ہے اور شین سے مراد شقاوت (بد بختی ہے) اور ظاء سے مرا د ظلمت (اندھیرا) ہے اور فاء سے مراد فرقہ بندی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ فاء آفت سے ہے۔ جب یہ جواب قیصر روم تک پہنچا اور اس نے پڑھا تو بہت خوش ہوا اور اسی وقت ہی مشرف با اسلام ہو گیا اور اس کی موت حالت اسلام ہی پر ہوئی اور اس نے عالمین کے ربّ کی حمد بجا لائی۔

اور بحار الانوار میں المناقب سے نقل کیا گیا ہے کہ ابو عبداللہ الذیادی نے روایت کی ہے کہ متوکل نے ابن سکیت سے کہا "فرزند رضا علیہما السلام سے میری موجودگی میں مسئلہ پوچھو" تو اس نے امام علیہ السلام سے یوں سوال کیا "اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضاء کے معجزے کے ساتھ، اور عیسیٰ علیہ السلام کو کوڑھی اور مبروص لوگوں کے علاج اور مردے کو زندہ کرنے کے معجزے کے ساتھ اور محمد ﷺ کو تلوار اور قرآن کے معجزے کے ساتھ مبعوث کیوں فرمایا؟"

تو ابو الحسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضاء کے معجزے کے ساتھ اس لیے مبعوث فرمایا ہے کہ اس زمانے والوں پر سحر کا غلبہ تھا۔ پس موسیٰ علیہ السلام نے اس زمانے میں مبعوث ہو کر ان کے جادوگروں کو مات دے کر ان کے جادو کو ناکارہ بنایا اور ان لوگوں پر

اپنی حجت ثابت فرما دی۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کو کوڑھی کی شفا یابی، مبروص کی تندرستی اور مردوں کو زندہ کرنے کا معجزہ اس لیے دیا گیا تا کہ وہ حضرت علیہ السلام اپنے زمانے کے اہل طب پر غالب آسکیں۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے ان کے سامنے کوڑھی اور مبروص لوگوں کو شفاء بخشی اور مردوں کو باذن اللہ زندہ کیا تو ان سب کو زیر کیا اور ان کی طب کو پیچھے چھوڑ دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو قرآن اور تلوار کے ساتھ اس زمانے میں بھیجا کہ جب ان لوگوں پر تلوار اور شعر کا غلبہ تھا۔ تو آپ ﷺ نورانی قرآن اور غلبہ والی تلوار لے کر آئے کہ جن کے سامنے ان لوگوں کے اشعار اور ان لوگوں کی تلواریں مانند پڑ گئیں اور آپ ﷺ نے اس ذریعے سے ان پر حجت ثابت کر دی۔"

تو ابن سکیت نے کہا "اس وقت حجت کون ہے؟" امام علیہ السلام نے فرمایا "عقل اس کو پہچانتی ہے۔ اللہ پر جھوٹ باندھنے والے کو عنقریب جھٹلا یا جائے گا"

تو یحییٰ بن اکثم نے کہا "ابن سکیت اور اس کے مناظرے کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے۔ بے شک وہ تو فقط نحو و شعر اور لغت پر دسترس رکھتا ہے" اور اس نے ایک کاغذ دیا کہ جس میں کچھ مسائل درج تھے"

اقول: پھر اس نے امام علیہ السلام کی طرف سے یحییٰ بن اکثم کیلئے جوابات کو ذکر کیا۔ پھر لکھا "جب اس جواب کو ابن اکثم نے پڑھا تو اس نے متوکل سے کہا "میرے ان مسائل کے بعد یقینا آپ بھی پسند نہیں کریں گے ان حضرات علیہ السلام سے کوئی سوال کریں کیونکہ جو بھی ان حضرت علیہ السلام کی طرف بھیجا جائے گا وہ اس کو بہترین انداز سے جواب دیں گے اور ان حضرت علیہ السلام کے علم کے ظہور میں رافضہ کو تقویت ملے گی'

علی بن عیسیٰ الاربلی نے کشف الغمۃ میں لکھا ہے حافظ عبدالعزیز بن الاحضر حنابذی نے کہا ہے کہ علی بن یحییٰ بن ابی منصور نے روایت کی ہے کہ میں متوکل کے سامنے موجود تھا کہ حضرت علی بن محمد بن علی بن موسیٰ علیہم السلام تشریف لائے اور جب آپ علیہ السلام تشریف فرما ہو گئے تو متوکل نے آپ علیہ السلام سے کہا "آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام کی اولاد علیہ السلام عباس بن عبدالمطلب علیہ السلام کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتی ہے؟" امام علیہ السلام نے فرمایا "اے امیر! میرے بابا بزرگوار علیہ السلام کی اولاد اس شخص کے بارے میں کیا عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی اطاعت، اپنی تمام مخلوق پر فرض کی ہے اور اس کی اطاعت اپنے نبی ﷺ پر فرض کی ہے"

اور شیخ ابو علی حسن بن محمد بن الحسین طوسی نے الامالی میں اپنے باپ سے، اس نے ابو محمد الضحام سے، اس نے سلمۃ الکاتب سے اسی خبر ہی کے ذیل میں روایت کیا ہے کہ آپ علیہ السلام ایک روز متوکل کے پاس تشریف لائے تو اس نے کہا "اے ابو الحسن علیہ السلام! لوگوں میں سے سب سے بڑا شاعر کون ہے؟"

وہ اس سے پہلے یہ سوال ابن جہم سے بھی کر چکا تھا تو اس نے جاہلیت اور سلام دونوں کے شعراء کا ذکر کیا تھا۔ مگر جب اس نے امام علیہ السلام سے سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا "فلاں علوی" ابن الضحام نے کہا "میرا گمان ہے کہ حمانی کا فرمایا" اور فرمایا "اس نے کہا ہے۔

* قریش کے ایک گروہ نے ہم سے مخافرہ کیا تکبر کے ساتھ اور انگلیوں کو نچاتے ہوئے۔

٭ مگر جب ہمارے تنازعے کا فیصلہ ہوا تو وہ ہمارے حق میں ان کیخلاف تھا۔ مساجد میں آنے والی نداء کے ذریعے۔

متوکل نے کہا "وہ مساجد کی نداء کیا ہے اے ابو الحسن علیه السلام؟"

امام علیه السلام نے فرمایا "اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد رسول الله ﷺ" وہ حضرت ﷺ میرے جد امجد تھے یا تیرے جد تھے؟"

تب متوکل مسکرایا۔ پھر بولا"وہ حضرت ﷺ آپ علیه السلام ہی کے جد امجد ﷺ تھے۔ تب اس بارے میں ہم آپ علیه السلام کے مقابلے میں دفاع کی لیاقت نہیں رکھتے"

اور کشف الغمة میں ہم الحمیری کی کتاب الدلائل سے، اس میں ایوب بن نوح سے، اس نے کہا کہ فتح بن یزید جرجانی نے روایت کی ہے کہ میں مکہ سے خراسان جا رہا تھا اور ابو الحسن علیه السلام عراق تشریف لے جا رہے تھے۔ کہ ہم ایک ہی راستے پر جمع ہو گئے۔ میں نے سنا امام علیه السلام فرما رہے تھے "جو اللہ سے ڈرتا ہے اس سے ڈرا جاتا ہے اور جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے اس کی اطاعت کی جاتی ہے" تب میں نے آپ علیه السلام کے حضور پیش ہونے کی سعی کی۔ میں نے آپ علیه السلام کو سلام کیا تو امام علیه السلام نے مجھے سلام کا جواب دیا۔ اور مجھے بیٹھنے کا حکم دیا تو سب سے پہلے جو گفتگو آپ علیه السلام نے مجھ سے فرمائی وہ یہ تھی کہ آپ علیه السلام نے فرمایا "اے فتح! جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے وہ مخلوق کی ناراضگی کی پرواہ نہیں کرتا ہے اور جو خالق کو ناراض کرتا ہے وہ یقین کر لے کہ خالق اس کیلئے مخلوق کی ناراضگی کا اہتمام ضرور کرے گا اور خالق کو کسی صفت سے موصوف نہیں کیا جا سکتا۔ مگر اس کے ذریعے جس کے ذریعے اس نے خود کو متصف کیا ہے۔ اور اس خالق کی توصیف کیسے کی جا سکتی ہے کہ حواس جس کو درک کرنے اور اوھام جس تک پہنچنے سے اور خیالات اس کی حد بندی کرنے سے اور بصیرت اس کا احاطہ کرنے سے عاجز ہے۔ اس کی صفت آرائی کرنے والوں کی صفاتی رسائی سے وہ بلند و بالا ہے اور اس کی نعت خوانی کرنے والوں کی نعت سے وہ کہیں بلند تر ہے۔ اس کے قرب میں بھی دوری اور دوری میں بھی قرب ہے۔ اس نے ہی کیفیت کو کیفیت بخشی ہے مگر اس کی کیفیت کا نہیں کہا جا سکتا۔ اس ہی نے کہاں کو کہاں بنایا مگر اسے کہیں نہیں کہا جا سکتا ہے کیونکہ وہ کیفیت اور کہیں ہونے سے علیحدہ ہے۔ وہ یکتا و تنہا اور بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ ہی اس کو کسی نے جنا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کا جلال بلند ہے اس کے خزانے حضرت محمد ﷺ کی وصف بھی کیسے بیان کی جا سکتی ہے جبکہ اللہ جلیل نے ان حضرت ﷺ کو اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے اور اپنی عطاء میں ان حضرت ﷺ کو شریک کیا ہے اور جو بھی ان حضرت ﷺ کی اطاعت کرے اس کیلئے اپنی اطاعت جیسی جزاء واجب کی ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے "اور ان کے پاس جو نعمتوں کی کمی ہے اس میں اللہ اور اس کا رسول ﷺ اپنے فضل سے انہیں غنی کر دیا تھا،"

اور کبھی کبھی اس شخص کے قول کو بھی حکایت کیا گیا ہے کہ جس نے ان حضرت ﷺ کی اطاعت ترک کی اور وہ آگ کے دائروں کے درمیان عذاب میں مبتلا ہے اور کہتا ہے "اے کاش! ہم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی ہوتی" اللہ کے اس مخذن عظیم کی توصیف کیسے کی جا سکتی ہے کہ جس کی اطاعت کو اللہ نے اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے جوڑا ہے کہ اس نے ارشاد فرمایا ہے "اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اور تم میں سے اولیٰ الامر علیهم السلام کی اطاعت کرو۔" اور فرمایا

”اے کاش کہ تم اسے اللہ، اس کے رسول ﷺ، اور اپنے اولی الامر علیہم السلام کی طرف پلٹا دیتے“ اور فرمایا ”اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم امانتوں کو ان کے اہل کی طرف پلٹا دو“ اور فرمایا ”اہل ذکر سے سوال کرو اگر تم نہیں جانتے ہو“

اے فتح! جس طرح جلیل جل جلالہ، اس کے رسول ﷺ، اس کے خلیل علیہ السلام اور اولاد بتول علیہم السلام کی توصیف نہیں کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح ایسے مومن کی توصیف بھی ممکن نہیں ہے کہ جو ہمارے امر کے سامنے سر تسلیم خم کر تا ہے۔ پس ہمارے نبی ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں اور ہمارے خلیل علیہم السلام، تمام خلیلوں سے افضل ہیں اور ہمارے وصی علیہ السلام، تمام اوصیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔ ان دونوں حضرات علیہم السلام کے اسماء مبارکہ تمام اسماء سے افضل ہیں اور ان دونوں حضرات علیہم السلام کی کنیتیں تمام کنیتوں سے افضل و اکرم ہیں۔ اگر ہم فقط اپنے ہمسروں کے ساتھ جلسہ کرنا چاہیں تو کوئی ایک بھی ہمارے ساتھ نہ بیٹھ پائے گا۔ اگر ہم فقط اپنے ہمسر سے شادی کے خواہش مند ہوں تو کوئی ایک بھی ہمارا ہمسر نہیں ہے“ ہم لوگ سب لوگوں سے بڑھ کر متواضع اور سب سے بڑھ کر حلیم اور سب سے بڑھ کر کم تر ہمسر رکھنے والے اور ان سب سے بڑھ کر پاکیزہ رہنے والے ہیں۔ ان دونوں حضرات علیہم السلام کے وارث اوصیاء علیہم السلام ہیں۔ ان دونوں حضرات علیہم السلام کی وراثت، ان حضرات علیہم السلام کا علم ہی ہے۔ پس اپنے تمام معاملات انہی حضرات علیہم السلام کی خدمت میں پلٹاؤ اور ان حضرات علیہم السلام کے سامنے سر تسلیم خم کرو تا کہ اللہ عزوجل تمہیں اس دنیا سے ان حضرات علیہم السلام ہی کی طرح اٹھائے۔ اور تمہیں ان حضرات علیہم السلام جیسی ہی زندگی عطا فرمائے۔ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ فتح نے روایت کی ہے کہ پس میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت ابدی حاصل کی تو میں نے عرض کی”‘ اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! کیا آپ علیہ السلام مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں ایک مسئلہ پوچھوں کہ اس معاملے نے رات بھر میرے دل من خلج سی باقی رکھی ہے؟“ امام علیہ السلام نے فرمایا“ سوال کرو۔ اگر میں نے چاہا تو اس کی تشریح کر دوں گا اور اگر چاہاتو میں خاموش رہوں گا۔ پس تم اپنی نگاہ درست کرو اور اپنے مسئلہ میں مثبت رہو اور اس کے جواب پر کان دھرو۔ ایسا مسئلہ مت پوچھنا کہ جس سے مراد تیرا میرے علم کا امتحان لینا ہو کیونکہ عالم اور متعلم رشدمیں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ دونوں کو نصیحت کا حکم دیا گیا ہے اور دھوکہ دہی سے منع کیا گیا ہے“

پس وہ کہ جس نے تیرے سینے میں رات بھر خلج پیدا کیے رکھی۔ اگر عالم علیہ السلام چاہے تو تمہیں اس کی خبر دے کیونکہ اللہ نے اپنے غیب کا اظہار کسی ایک پر بھی نہیں کیا ہے ماسوائے اس کے کہ جس کو رسول و مرتضیٰ ﷺ بنایا۔ اور ہر وہ علم کہ جو رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوتا ہے وہ تمام کا تمام عالم علیہ السلام کے پاس بھی ہوتا ہے اور ہر وہ چیز کہ جس پر رسول ﷺ کو مطلع کیا گیا ہے اس پر رسول ﷺ نے اپنے اوصیاء علیہم السلام کو بھی مطلع فرمایا ہے تا کہ اللہ کی زمین اس کی حجت سے خالی نہ رہے کہ جس کے پاس علم ہو کہ جو اس کی گفتگو کی سچائی اور اس کی عدالت پر دلالت کرے“

اے فتح! ہو سکتا ہے کہ شیطان نے تمہیں شک میں ڈالنے کا ارادہ کیا ہو اور تمہیں اس میں وہم کی دلدل میں ڈالا ہو کہ جس کی طرف میں نے تمہیں دعوت دی تھی اور جس کی میں نے تمہیں خبر دی ہے اس میں شک کے ذریعے اللہ کے راستے اور اس کے صراط مستقیم سے بھٹکانا چاہتا ہے۔ تو میں نے کہا جب

تم یقین کر لو گے کہ وہ حضرات علیہم السلام ایسے ہیں تو وہ معاذ اللہ ارباب ہوں گے جبکہ وہ مخلوق، مربوب اور اللہ کے مطیع ہیں"

اور آخرت کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں۔ پس جب شیطان تمہارے پاس آئے تو تم اس کو اس کے ذریعے بھگاؤ کہ جس کی میں تمہیں خبر دینے والا ہوں۔

میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! آپ علیہ السلام نے میری مشکل کشائی فرما دی ہے اور آپ علیہ السلام نے اپنی شرح کے ذریعے شیطان ملعون نے مجھے جس شک میں ڈالا تھا اسے دور کر دیا ہے کیونکہ یقینا میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی تھی کہ آپ علیہ لسلام ہی ارباب ہیں۔

پس ابو الحسن علیہ السلام نے سجدہ کیا اور اپنے سجدے میں فرما رہے تھے "اے میرے خالق! تیری طرف ہی رغبت ہے اور تیرے دربار میں خشوع و خضوع کی غرض سے سجدہ ہے۔ پس آپ علیہ السلام اسی طرح گڑگڑاتے رہے یہاں تک کہ پوری رات گزر گئی۔ پھر فرمایا "اے فتح! ہلاک ہونے سے بچو! ہلاک ہونے سے بچو! عیسیٰ علیہ السلام کوئی نقصان نہیں بلکہ جو ہلاک ہوا سو وہ ہی ہلاک ہو ا۔ جہاں جانا چاہو چلے جاؤ اللہ تم پر رحم فرمائے۔"

پس میں باہر نکلا تو میں بہت خوش تھا کہ اللہ نے مجھ سے اس شک کو دور کیا تھا کہ وہ حضرات علیہم السلام ہی سب کچھ ہیں اور میں اللہ کی حمد بجا لایا کہ اس نے مجھے اس کی توفیق بخشی تھی۔ جب دوسری منزل آئی تو میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام نے تکیہ کی ٹیک لگائی ہوئی تھی اور آپ علیہ السلام کے سامنے بھنے ہوئے دانے رکھے تھے۔ کہ جو آپ علیہ السلام کی طرف بھیجے گئے تھے جبکہ شیطان نے میرے دل میں ڈالا تھا کہ ان حضرات علیہم السلام کو کھانا پینا نہیں چاہیے کیونکہ یہ آفت ہوتی ہے اور امام علیہ السلام وہ ہوتا ہے کہ جو اس آفت کا شکار نہ ہو"

تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اے فتح بیٹھ جاؤ! یقینا ہمارے لیے رسولوں علیہم السلام کی حیات طیبہ میں نمونہ ہے کہ وہ حضرات علیہم السلام کھاتے، پیتے اور بازاروں میں گھوما پھرا کرتے تھے اور ہر جسم اس میں مبتلا ہے۔ ماسوائے خالق و رازق حقیقی کے کیونکہ اس ہی نے جسموں کو مجسم کیا ہے درحالیکہ وہ مجسم نہیں ہے اور نہ ہی اجزاء پر مشتمل ہے۔

خبردار رہو کہ نہ اس میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ ہی وہ کم پڑتا ہے۔ وہ اپنی ذات میں مبریٰ و منزیٰ ہے۔ اس کی ذات میں وہ جسم نہیں رکھتا ہے وہ واحد و یکتا ہے۔ بے نیاز ہے کہ نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ ہی اسے جنا گیا ہے اور نہ ہی اس کا کوئی شریک ہے۔ وہ اشیاء کو انشاء کرنے والا ہے، اجسام کو مجسم کرنے والا ہے۔ وہ ہمیشہ سننے والا اور ہمیشہ جاننے والا ہے، وہ لطیف و خبیر ہے۔ وہ رؤف الرحیم ہے۔ اللہ با برکت اور بلند ہے۔ اس سے جس کا عقیدہ ظالم لوگ عقیدہ رکھتے ہیں انتہائی بلند و بالا ہے۔؛ اگر وہ اپنی صفات جیسا نہ ہوتا تو ربّ اور مربوب میں پہچان نہ ہو پاتی اور نہ ہی خالق اور مخلوق میں اور نہ ہی انشاء کرنے والے اور انشاء ہونے والے میں لیکن اس نے اپنے درمیان اور اس کے درمیان کہ جسے اس

نے مجسم کیا ہے فرق رکھا ہے۔ اس ہی نے چیزوں کو چیز بنایا ہے اس کے مشابہ کوئی چیز دکھائی نہ دیتی ہے اور نہ ہی وہ کسی چیز کے مشابہ ہے۔"

اور بحار الانوار میں شیخ طبرسی کی کتاب اعلام الوریٰ میں سے، اس میں لکھا گیا ہے کہ مجھے بیان کیا سعید بن سہل نے، اس نے روایت کی ہے کہ زید بن موسیٰ علیہما السلام کو عمر بن الفرج کے پاس بارہا اس بات کا دعویٰ کیا کہ اسے اس کے بھتیجے علیہ السلام پر مقدم سمجھا جائے اور وہ کہتے تھے "وہ نوجوان ہیں جبکہ میں ان حضرت علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام کا بھی چچا ہوں" تو عمر نے کہا "یہ تقدیم فقط ابو الحسن علیہ السلام کیلئے خاص ہے" تو اس نے کہا "ایک بار تو ایسا کرو کہ کل مجھے ان حضرت علیہ السلام سے پہلے اپنے پاس بٹھا لو پھر دیکھو" جب دوسرا روز ہوا تو عمر نے ابو الحسن علیہ السلام کو بلایا تو آپ علیہ السلام صدر محفل میں تشریف فرما ہوئے۔ پھر اس نے زید بن موسیٰ علیہ السلام کو آنے کی اجازت دی تو وہ حضرت ابو الحسن علیہ السلام کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ جب خمیس کا روز آیا تو اس نے زید بن موسیٰ علیہ السلام کو پہلے بلایا اور وہ صدر محفل میں بیٹھ گئے۔ پھر اس نے ابو الحسن علیہ السلام کو آنے کی اجازت دی اور آپ علیہ السلام اندر تشریف لائے مگر جب زید نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو زید اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور آپ علیہ السلام کو اپنی جگہ بٹھایا اور خود آپ علیہ السلام کے سامنے بیٹھ گیا۔

ابن ابی الفرج عبدالرحمن بن الجوزی نے کتاب تذکرۃ الخواص میں لکھا ہے یحییٰ بن ھرثمۃ نے روایت کی ہے کہ متوکل کے سامنے ایک روز آدم علیہ السلام کے سر مونڈنے کا تذکرہ فقہاء نے کہا کہ وہ ان حضرت علیہ السلام کے سر مونڈنے والے سے واقف نہیں ہیں۔ تو متوکل نے کہا "حضرت علی بن محمد بن علی الرضا علیہم السلام کو مجلس میں لایا جائے" پس امام علیہ السلام تشریف لائے تو ان لوگوں نے آپ علیہ السلام سے اس بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "مجھے بیان کیا میرے بابا بزرگوار علیہ السلام نے میرے جد امجد علیہ السلام سے روایت کرتے ہوئے۔ ان حضرت علیہ السلام نے ان حضرت علیہ السلام کے جد امجد علیہ السلام سے ، ان حضرت علیہ السلام نے اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ان حضرت علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اللہ نے جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت لے کر جاؤ" پس جبرائیل وہ یاقوت لے کر گئے تو اس یاقوت کے ذریعے آدم علیہ السلام کے سر کو مسح کیا۔ تو آپ علیہ السلام کے تمام بال جھڑ گئے۔ یہاں تک کہ سر مونڈ گیا۔ پس وہ حضرت علیہ السلام محرم ہو گئے۔

ابو الحسن علی بن الحسین المسعودی نے اپنی کتاب مروج الذہب میں لکھا ہے کہ متوکل کی جاسوسی کی گئی کہ علی بن محمد الجواد علیہما السلام کے گھر میں آپ علیہ السلام کے قم میں سے شیعوں کے خطوط اور اسلحہ موجود ہے اور وہ حضرت علیہ السلام حکومت کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا چاہتے ہیں۔ پس اس نے ترکوں کا ایک گروہ بھیجا کہ جنھوں نے رات کے وقت آپ علیہ السلام کے گھر پر دھاوا بول دیا مگر انھوں نے ایسی کوئی چیز نہ پائی اور انہوں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام ایک بند کمرے میں صوف کا لباس پہنے مٹی و ریت پر تشریف فرما ہیں اور اللہ کی عبادت میں مصروف ہیں کہ وعد و وعید والی اللہ کی آیات تلاوت فرما رہے ہیں۔ پس وہ اسی حالت میں امام علیہ السلام کو گرفتار کر کے متوکل کے دربار میں لے گئے اور انہوں نے متوکل سے کہا "ہم نے ان حضرت علیہ السلام کے گھر میں ایسی کوئی چیز نہیں پائی ہے

اور ہم نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام قبلہ رخ ہو کر تلاوت قرآن میں مصروف تھے۔" متوکل اس وقت بیٹھا شراب پی رہا تھا۔ آپ علیہ السلام کو اس کے پاس لایا گیا تو اس کے ہاتھ میں شراب کا جام تھا۔ جب اس نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو اس پر ہیبت طاری ہو گئی اور اس نے آپ علیہ السلام کی بہت تعظیم کی اور آپ علیہ السلام کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور اپنا جام پھینک دیا اور کہا "اللہ کی قسم! شراب میں موجود نشہ میرے گوشت و خون میں رچ بس گیا ہے۔ مجھے معاف رکھیے۔" آپ علیہ السلام نے اسے معاف فرمایا "تو اس نے آپ علیہ السلام سے کہا "شعر کہیے" امام علیہ السلام نے فرمایا "میں شعر بہت کم کہتا ہوں" اس نے کہا "ضرور کہیے" تو علی علیہ السلام نے اس کے پاس بیٹھ کر ہی زہد و تقویٰ پر مبنی چند اشعار ہی کہے تھے کہ متوکل نے شدید گریہ شروع کر دیا یہاں تک کہ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ کر اس کی داڑھی پر پڑنے لگے اور حاضرین بھی رونے لگے۔ اس نے علی علیہ السلام کی خدمت میں چار ہزار دینار پیش کیے۔ پھر آپ علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کے گھر واپس بھجوا دیا۔

اور بحار الانوار میں مجلسی نے اس آیت کو وارد کرنے کے بعد لکھا ہے کہ کراجکی نے کنز الفوائد میں لکھا ہے کہ متوکل نے جام کو زمین پر دے مارا اور اس روز اس کا سکون برباد ہو گیا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ لکھا ہے کہ متوکل کو کہا گیا کہ ابو الحسن یعنی علی بن محمد بن علی الرضا علیہم السلام اللہ عزوجل کے فرمان "اس روز ظالم اپنے ہاتھ کو کاٹے گا" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ دونوں آیات پہلے (ابو بکر) اور ثانی (عمر) کے بارے میں نازل ہوئی ہیں۔ تو متوکل نے کہا "ان حضرت علیہ السلام کے معاملے میں کیا کہا جائے؟" ان لوگوں نے کہا "ہم ان حضرت علیہ السلام کیلئے لوگوں کو جمع کرتے ہیں۔ تم لوگوں کی موجودگی میں ان حضرت علیہ السلام کے بارے میں سوال کرو اگر اس بارے میں انہوں نے ایسی ہی کی تو تمہارے لیے ان کے معاملے میں ہی لوگ کافی ہوں گے اور اگر ان حضرت علیہ السلام نے اس کے برخلاف تفسیر کی تو اپنے صحابہ میں (نعوذ باللہ) رسوا ہوں گے۔ پس قاضیوں، بنو ہاشم اور اولیاء کو جمع کیا گیا اور آپ علیہ السلام سے سوال کیا گیا تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے دو آدمیوں میں اور ان کے پیروکاران کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کیا امیر چاہتا ہے کہ جسے اللہ نے چھپایا ہے اسے تمام کرے" تو متوکل نے کہا "میں نہیں چاہتا"

ابو الحسن علی بن الحسین المسعودی نے مروج الذھب میں لکھا ہے کہ مجھے بیان کیا محمد بن الفرج نے، اس نے ابو دعامۃ سے روایت کی ہے کہ میں علی بن محمد علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ بیماری میں آپ علیہ السلام کی عیادت کروں۔ جب میں نے واپس جانے کا سوچا تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "اے ابو دعامہ! تیرا ایک حق پر واجب ہو گیا ہے۔ کیا میں تمہیں ایک ایسی حدیث نہ بیان کروں کہ جس کے ذریعے تمہیں خوشی حاصل ہو؟" تو میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی "اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! مجھے اس کی انتہائی حاجت ہے" امام علیہ السلام نے فرمایا "مجھے بیان فرمایا میرے بابا بزرگوار محمد بن علی علیہما السلام نے، ان حضرت علیہ السلام نے فرمایا "مجھے بیان فرمایا میرے بابا بزرگوار علی بن موسیٰ علیہما السلام نے، ان حضرت علیہ السلام نے فرمایا "مجھے بیان فرمایا میرے بابا بزرگوار موسیٰ بن جعفر علیہما السلام نے، ان حضرت علیہ السلام نے فرمایا "مجھے بیان فرمایا میرے بابا بزرگوار جعفر بن محمد علیہ السلام نے، ان حضرت علیہ السلام نے فرمایا "مجھے بیان فرمایا میرے بابابزرگوار محمد بن علی علیہ السلام نے، ان حضرت علیہ السلام نے فرمایا

”مجھے بیان فرمایا میرے بابا بزرگوار علی بن الحسین علیہما السلام نے، ان حضرت علیہ السلام نے فرمایا مجھے بیان فرمایا میرے بابا بزرگوار حسین بن علیہ السلام نے، ان حضرت علیہ السلام نے فرمایا ”مجھے بیان فرمایا میرے بابا بزرگوار علی بن ابی طالب علیہما السلام نے، ان حضرت علیہ السلام نے فرمایا ”رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا! اے علی علیہ السلام لکھو! میں نے عرض کی ”کیا لکھوں؟“ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”لکھو۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ایمان وہ ہوتا ہے کہ جو دل میں جگہ بنائے اور اعمال اس کی تصدیق کریں اور اسلام وہ ہوتا ہے کہ جو زبان پر جاری ہو اور اس کے ذریعے نکاح کرنا حلال ہو جاتا ہے“ ابو دعامہ نے کہا کہ میں نے عرض کی ”اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! میں نہیں جانتا کہ اس سے بہتر کوئی حدیث ہو یا اس سے اچھی کوئی سند ہو“ تو امام علیہ السلام نے فرمایا ”یہ اس صحیفہ میں ہے کہ جو علی بن ابی طالب علیہما السلام کے خط میں موجود ہے۔ اسے رسول اللہ ﷺ نے املاء کروایا۔ پس اس میں تمام چھوٹا بڑا متواتر ہے“

بحار الانوار میں لکھا ہے کہ کراجکی نے کنز الفوائد میں ابن قولویہ سے اپنی اسناد کے ساتھ، محمد بن العلا السراج سے روایت کی ہے کہ مجھے بتایا بختری نے کہ منبج نامی مقام پر میں متوکل کی دربار میں موجود تھا کہ اس کے پاس حضرت محمد بن الحنفیہ علیہما السلام کی اولاد میں سے ایک شخص حاضر ہوا، اس کی آنکھیں بہت پیاری تھیں اور اس نے خوبصورت لباس پہنا ہوا تھا وہ اس کے پاس کسی معاملے میں بات چیت کیلئے آیا تھا۔ وہ متوکل کے سامنے کھڑا تھا۔ جبکہ متوکل میری طرف متوجہ ہو کر مجھ سے گفتگو میں محو تھا۔ جب اس جوان کا متوکل کے سامنے کھڑا ہونا طویل ہو گیا اور متوکل نے اس کی جانب نہ دیکھا تو اس جوان نے متوکل سے کہا ”اے امیر! اگر تو نے مجھے اس لیے بلایا ہے کہ تو مجھے تادیب کرے تو تو نے میرا ادب منتخب کیا ہے اور اگر تو نے مجھے اس لیے بلایا ہے تا کہ تیری محفل میں موجود اوباش لوگ دیکھیں کہ تو میرے خاندان کی اہانت کرتا ہے تو ان لوگوں نے دیکھ لیا۔“

تو متوکل نے اس جوان سے کہا ”اے حنفی! اللہ کی قسم!اگر میرے سامنے تیری صلہ رحمی ہوتا تھاکہ تعریف نہ کی گئی ہوتی اور مجھے تم پر رحم نہ آیا ہوتا تو یقینا میں تیری زبان کو گدی سے کھینچ لیتا اور تیرے سر اور جسم کو جدا کر دیتا۔ گرچہ تیرے بابا محمد علیہ السلام کا بہت بڑا مقام و مرتبہ تھا۔“

پھر متوکل فتح کی جانب متوجہ ہوا اور اس سے کہا ”کیا تم نے نہیں دیکھا ہے کہ ہم آل ابی طالب علیہ السلام سے کیا پہنچا ہے۔ جہاں تک حسنی سادات کا تعلق ہے کہ تو انہوں نے عزت کے اس تاج کو تسلیم کیا ہے کہ جو اللہ نے ہماری طرف منتقل کیا ہے جبکہ حسینی سادات اللہ کی طرف سے ہمارے حق میں نازل شدہ کو کم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جبکہ حنفی اپنی جہالت کے سبب ہماری تلواروں کو اپنے خون بہانے پر مجبور کر رہے ہیں۔

تو اس جوان نے متوکل سے کہا ”تو نے کون سی کسر چھوڑ رکھی ہے تو عادی شراب نوش ہے، ہر وقت عیش و عشرت میں مصروف ہے اور تجھے میرے خاندان پر کب رحم آیا ہے تو نے تو ان سے رسول اللہ ﷺ کی وراثت فدک بھی چھین لیا ہے اور اس کا مالک ابو حرملہ کو بنا ڈالا ہے اور جہاں تک تیرا میرے بابا محمد علیہ السلام کا ذکر کرنا ہے تو اس کو کم تر ثابت کرنے پر تلا ہے کہ جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے عزت و رفعت بخشی ہے اور جس کا شرف بلند ہے۔ تو نے اس کی شان میں گستاخی چاہی ہے۔ پھر بھی تو حسنی علیہ السلام و حسینی علیہ السلام اور حنفی علیہ السلام سادات کے بارے میں شکوہ کرتا

ہے۔ تو بہت برا آقا ہے اور تیرا خاندان بھی برا ہے" پھر اس جوان نے اپنے پاؤں پھیلائے اور کہا "یہ میرے دونوں پاؤں تیری قید کیلئے اور میری یہ گردن تیری تلوار کیلئے حاضر ہے۔ میری وجہ سے گناہوں سے پیٹ بھر اور مجھ پر ظلم کا گناہ اپنے ذمہ لے۔ یہ کوئی پہلا برا کام نہیں ہے کہ جو تم کرو گے یا تیرے سے پہلے والوں نے کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہہ دیجیے۔ اس رسالت پر میں تم سے کوئی جبر نہیں مانگتا۔ ماسوائے اس کے کہ میرے قرابت داروں سے مؤدت رکھو۔" اللہ کی قسم! تو نے رسول اللہ ﷺ کے سوال کا مثبت جواب نہیں دیا ہے۔ یقینا تو نے اپنی مؤدت کے ذریعے آپ ﷺ کے قرابت داروں کے علاوہ پر رحم کیا۔ کتنا تھوڑا عرصہ باقی ہے کہ جب تو حوض کوثر پر جائے گا تو میرے بابا بزرگوار علیہ السلام تمہیں بھگائیں گے اور میرے جد امجد صلوات اللہ علیہ تمہیں کوثر سے محروم رکھیں گے۔"

متوکل روتا ہوا اپنی لونڈیوں کے محل میں چلا گیا۔ جب دوسرا روز ہوا تو اس نے اس جوان کو بلوایا اور اس کے اچھا جائزہ مقرر فرمایا اور اسے آزاد چھوڑ دیا۔

اس واقعے کو سیّد محمد بن امیر الحاج نے شرح شافعہ ابی فراس میں حسین بن عبدالوہاب کی کتاب المناقب سے، اس نے یحییٰ سے ہو بہو نقل کیا ہے۔

قطب راوندی نے الخرائج میں ابو محمد بصری سے، اس نے ابو العباس سے کہ جو شبل کا ماموں تھا کہ جو ابراہیم بن محمد کا کاتب تھا سے روایت کی ہے کہ ہم نے ابو الحسن علیہ السلام کا ذکر خیر کیا تو اس نے مجھ سے کہا "اے ابو محمد! میں اس امر امامت پر یقین نہیں رکھتا تھا اور میں اپنے بھائی پر اس بارے میں عیب نکالا کرتا تھا اور اس عقیدہ کے حامل افراد پر شدید تنقید کے ذریعے مذمت کیا کرتا تھا اور سب و شتم کیا کرتا تھا یہاں تک کہ میں بھی اس وفد میں شامل تھا کہ جسے متوکل نے مدینہ روانہ کیا تھا تا کہ ابو الحسن علیہ السلام کو لایا جا سکے۔ جب ہم آپ علیہ السلام کو لے کر نکلے تو ہم نے راستے میں ایک جگہ منزل پر پڑاؤ ڈالے۔ وہ شدید گرم منزل تھی۔ ہم نے آپ علیہ السلام سے عرض کی کہ وہ حضرت علیہ السلام بھی اتر آئیں۔ مگر امام علیہ السلام نے فرمایا "نہیں" پس ہم سفر پر نکل پڑے۔ کہ میں نے اس سے پانی مانگا تو اس کی زبان لڑکھڑانے لگی اور وہ کلام نہ کر پا رہا تھا۔ میں نے دیکھا تو وہ اس کوڑے کو اسی منزل پر بھول آیا تھا کہ جہاں ہم موجود تھے اور ہم نے پانی پیا تھا۔ میں واپس پلٹا اور میں نے اپنے تیز رفتار گھوڑے کو چھانٹا مارا۔ میں جلدی سے سفر کرتا ہوا اس وادی تک پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ سبزے سے عاری ایک ویران و خشک وادی تھی۔ اس میں پانی نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ نہ اس میں کوئی کھیت تھے اور نہ ہی وہاں کسی قسم کا سبزہ موجود تھا۔ میں نے اپنے پڑاؤ کی جگہ دیکھی اور اپنی سواریوں کے بول و براز کو بھی دیکھا اور اپنے اونٹوں کے لید اور ان کے بیٹھنے کی جگہ بھی دیکھی اور کوزہ اسی جگہ پر تھا کہ جہاں غلام نے رکھا تھا۔ پس میں نے وہ کوزہ اٹھایا اور واپس پلٹ آیا مگر میں نے آپ علیہ السلام کو کسی بات سے بھی آگاہ نہ کیا۔

جب میں لشکر اور لوگوں کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام میرے منتظر تھے۔ آپ علیہ السلام مسکرا دئیے۔ مگر مجھ سے کوئی چیز نہ کہی۔ اور نہ ہی میں نے آپ علیہ السلام کے کوزے کے بارے میں دریافت کیا تو میں نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی "کیا میں نے اسے پا لیا ہے؟"

اقول: عنقریب آپ علیہ السلام کی زینب کذابیہ سے متوکل کی موجودگی میں گفتگو آئے گی اور آپ علیہ السلام کا درندوں کے کٹھرے میں اترنا اور درندوں کا آپ علیہ السلام کے سامنے عاجزی کرنا اور یہ زینب کا

اس دعویٰ سے باز آ جانا کہ وہ علی و فاطمہ علیہما السلام کی بیٹی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی عمر کو اس وقت تک طویل کیا ہے اور شعبدہ باز والی خبر اور اس کے علاوہ آپ علیہ السلام کے دیگر معجزات بھی آنے والی فصل میں ہے۔

پانچویں فصل

”متوکل کے آپ علیہ السلام کو مدینہ سے عسکر بلانے کی وجہ، راستے میں آپ علیہ السلام کے ظہور پذیر ہونے والے معجزات اور جو گزر چکا ہے ان کے علاوہ متوکل اور آپ علیہ السلام کے درمیان ہونے والے واقعات، آپ علیہ السلام کی شہادت کی تاریخ، آپ علیہ السلام کی ظاہری زندگی کی مدت اور آپ علیہ السلام کے دفن کے مقام کے بیان میں ہے“

شیخ ابو الحسن علی بن الحسین المسعودی نے اپنی کتاب اثبات الوصیۃ میں الحمیری سے، اس نے محمد بن عیسیٰ سے روایت کی ہے کہ حرم مبارک میں نماز کی امامت کرنے والے بریحہ عباسی نے متوکل کی طرف خط لکھا۔ اگر تجھے حرمین کی ضرورت ہے تو علی بن محمد علیہما السلام کو ان سے دور رکھ۔ کیونکہ وہ حضرت علیہ السلام لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتے ہیں۔ اور ایک کثیر مخلوق ان حضرت علیہ السلام کی اتباع کر رہی ہے“ اور اس معنیٰ میں بریحہ نے یکے بعد دیگرے بہت سے خطوط لکھے۔ پس متوکل نے یحییٰ بن ھرثمہ کو ایک خط کے ساتھ بھیجا کہ جو اس نے ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں لکھا اور اس میں انتہائی خوبصورت الفاظ میں اس بات کا اظہار کیا کہ وہ آپ علیہ السلام کی زیارت کا مشتاق ہے اور آپ علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ حضرت علیہ السلام اس کے پاس تشریف لائیں۔

اور یحییٰ کو حکم دیا کہ جیسے بھی بن پڑے ان حضرت علیہ السلام کو لے آؤ اور بریحہ کی طرف خط لکھ کر اسے تمام حالت سے آگاہ کیا۔ پس یحییٰ بن ھرثمہ مدینہ پہنچا اور وہ خط بریحہ کو پہنچایا اور وہ مل کر ابو الحسن علیہ السلام کے پاس گئے اور آپ علیہ السلام کی خدمت میں متوکل کا خط پہنچایا تو امام علیہ السلام نے ان دونوں سے تین دن کی مہلت مانگی۔

تین دن کے بعد یحییٰ امام علیہ السلام کے در دولت پر گیا تو دیکھا کہ سواری پر زین کسی ہوئی تھی اور سامان بندھا ہوا تھا۔ آپ علیہ السلام سب کام سے فارغ ہو کر عراق کی جانب سفر پر نکل پڑے تو بریحہ بھی آپ علیہ السلام کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ جب وہ راستے میں کچھ دور پہنچا۔ تو بریحہ نے آپ علیہ السلام سے کہا ”آپ علیہ السلام کے علم میں ہونا چاہیے کہ میں ہی آپ علیہ السلام کی اس مسافرت کا سبب ہوں۔“ اور اس نے بھاری بھرکم قسم کھا کر کہا ”اگر آپ علیہ السلام نے امیر کے سامنے میری شکایت کی یا اس کے خواص اور اسباب میں سے کسی کے سامنے میرا گلہ کیا تو یقینا میں آپ علیہ السلام کی کھجور پر پتھر ماروں گا۔ میں آپ علیہ السلام کے موالیوں کو قتل کر ڈالوں گا۔ آپ علیہ السلام کی جائیداد کے چشموں کو خراب کر دوں گا اور میں یہ کروں گا، وہ کروں گا وغیرہ وغیرہ۔ تب ابوالحسن علیہ السلام اس کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا۔ ”زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ میں نے گزشتہ رات اللہ کے حضور عرض کی تھی اور میں تیری شکایت بھی یقینا اسی کے حضور کروں گا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں تیری شکایت اس کے غیر کے سامنے کروں؟“

تو بریحه آپ علیه السلام کے قدموں پر گر پڑا اور آپ علیه السلام کے حضور گڑ گڑانے لگا اور آپ علیه السلام سے معافی کا طالب ہوا تو امام علیه السلام نے اس سے فرمایا۔ ”میں نے تمہیں معاف کیا“

شیخ مفید نے الارشاد میں لکھا ہے که ابو الحسن علیه السلام کے سرمن رائی کی طرف قید کیے جانے کا سبب یه تھا که مدینة الرسولﷺ میں عبدالله بن محمد نامی شخص تھا که جو حرب و نماز کا ذمه دار مقرر تھا۔ا س نے متوکل کے سامنے ابو الحسن علیه السلام کی شکایت کی تھی۔ وہ آپ علیه السلام کو اذیت دینا چاہتا تھا اور ابو الحسن علیه السلام تک اس کی شکایت کی خبر پہنچ چکی تھی۔ آپ علیه السلام نے متوکل کی طرف خط لکھا اور اس میں عبدالله بن محمد کی آپ علیه السلام پر سختی اور شکایت میں جھوٹ سے کام لینے کا تذکرہ کیا تو متوکل نے آپ علیه السلام کے خط کا جواب بھیجا اور اس میں آپ علیه السلام سے اچھا سلوک اور اچھی گفتگو کے ذریعے عسکر آنے کی استدعا کی۔ اس نے جو خط لکھا اس کا متن کچھ یوں تھا۔

بسم الله الرحمن الرحیم

اما بعد! امیر! آپ علیه السلام کی قدر و منزلت کا عارف ہے اور آپ علیه السلام کی قرابت کا دعویدار ہے اور آپ علیه السلام کے حق کو ماننے والا ہے اور آپ علیه السلام کے معاملے میں بہت اثر لینے والا ہے اور آپ علیه السلام کی اہل بیت علیہم السلام کے حق میں ایسے اقدام کرنے والا ہے که جس سے الله تعالیٰ آپ علیه السلام کے اور آپ علیه السلام کی اہل بیت علیہم السلام کے حالات کی اصلاح فرما دے اور اس سے آپ علیه السلام کی اور آپ علیه السلام کی اہل بیت علیہم السلام کے افراد کی عزت ثابت رہے اور آپ علیه السلام اور آپ علیه السلام کی اہل بیت علیہم السلام کے افراد امان میں رہیں اور وہ اس سب کے ذریعے اپنے ربّ کی رضا چاہتا ہے اور اس کے ذریعے وہ آپ علیه السلام اور آپ علیه السلام کی اہل بیت علیہم السلام کے افراد کا جو حق اس پر فرض ہے کی ادائیگی کرنا چاہتا ہے اور آپ علیه السلام نے عبدالله بن محمد کے بارے میں که جو مدینه میں جنگی امور اور نماز کا متولی ہے کے بارے میں جو اس کی آپ علیه السلام کے حق میں جہالت اور آپ علیه السلام کی قدر و منزلت میں تحقیر کا ذکر فرمایا ہے اس کے سبب امیر نے اسے اس کے عہدے سے معزول کرنے کا ارادہ کیا ہے جبکه آپ علیه السلام کو اس نے اذیت دی ہے اور اس نے آپ علیه السلام کی نسبت ایسے معاملے کی طرف دی ہے که جس سے آپ علیه السلام بری ہونے کا امیر کو یقین ہے اور امیر کو آپ علیه السلام کی نیکی میں سچی نیت اور سچی گفتار کا پورا یقین ہے کیونکه آپ علیه السلام تو اپنے نفس کو اتنی مہلت ہی نہیں دینے والے که جس میں وہ طلب ریاست میں مشغول ہو۔ امیر نے مدینه پر ان تمام چیزوں کو مد نظر رکھتے ہوئے محمد بن فضل کو متولی مقرر کیا ہے اور اسے آپ علیه السلام کی عزت و احترام کا حکم دیا ہے۔ اور آپ علیه السلام کے معاملے میں آپ علیه السلام ہی کی رائے کو اہمیت دینے کا حکم دیا ہے تا که وہ اس کے ذریعے الله اور امیر کی قربت حاصل کر سکے۔ امیر آپ علیه السلام کی زیارت کا مشتاق ہے۔ چاہتا ہے که آپ علیه السلام سے تجدید عهد بھی کرے اور آپ علیه السلام کی زیارت سے بھی مشرف ہو۔ اگر آپ علیه السلام اس کو زیارت کروانا پسند فرما ویں تو تشریف لاویں۔ اپنی اہل بیت علیہم السلام اور اپنے موالیوں میں سے اور غلاموں میں سے جس کو چاہیں ساتھ لاویں۔ آپ علیه السلام کو پورا اختیار ہے اور جتنی چاہیں مہلت ہے۔ جب اطمینان ہو کوچ فرماویں اور جب چاہیں رک جائیں۔ جب چاہیں پڑاؤ ڈالیں اور جب چاہیں سفر اختیار کریں۔ اگر آپ علیه السلام پسند فرماویں تو یحییٰ

بن ہرثمہ کو جو امیر کا غلام ہے وہ بھی آپ علیہ السلام کے ساتھ ہو گا۔ اس کے لشکری بھی۔ وہ آپ علیہ السلام کے پڑاؤ پر پڑاؤ ڈالیں گے اور سفر کرنے پر سفر کریں گے۔ اس معامے میں فیصلہ آپ علیہ السلام ہی کے ہاتھ میں ہے۔ ہم نے اسے آپ علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کر دیا ہے تا کہ وہ آپ علیہ السلام کی اطاعت کریں اور آپ علیہ السلام اللہ کے حضور استخارہ فرما لیں تا کہ امیر تک پہنچ پائیں۔ امیر کے بھائیوں، اولاد، اہل بیت کے افراد اور خواص میں سے کوئی میں اس کے نزدیک آپ علیہ السلام جتنا منزلت نہیں رکھتا ہے اور نہ ہی اس پر کوئی اثر انداز ہو سکتا ہے اور نہ ہی وہ ان کی باتوں پر غور کرنے والا ہے اور نہ ہی ان پر حق سے بڑھ کر شفیق ہے اور نہ ہی آپ علیہ السلام کے مقابلے میں ان سے زیادہ نیکی کرنے ولاا اور نہ ہی آپ علیہ السلام سے بڑھ کر کسی اور کے ذریعے سکون لینے والا ہے۔

والسلام علیک ورحمۃ اللہ و برکاتہ

اور اس خط کو ابراہیم بن عباس نے 243ھ ھ ق کے جمادی الآخر کے مہینے میں لکھا۔ جب آپ علیہ السلام کے پاس یہ خط پہنچا تو ابو الحسن علیہ السلام نے سامان باندھا اور یحییٰ بن ہرثمہ کے ہمراہ سفر شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ علیہ السلام سرمن رائی جا پہنچے۔

ابن الجوزی نے تذکرہ الخواص میں لکھا ہے کہ سیرت کے علماء روایت کرتے ہیں کہ "متوکل نے آپ علی السلام کو رسول اللہ ﷺ کے مدینہ سے بغداد کی طرف گرفتار کروایا۔ کیونکہ متوکل ملعون حضرت علی علیہ السلام اور ان حضرت علیہ السلام کی ذریت سے بغض رکھتا تھا کیونکہ اسے علی علیہ السلام کی مدینہ میں قدر و منزلت کی اور لوگوں کے آپ علیہ السلام کی جانب میلان کی خبر پہنچی تھی تو وہ آپ علیہ السلام سے خوف زدہ ہو گیا۔ پس متوکل نے یحییٰ بن ھرثمہ کو بلایا اور اس سے کہا "مدینہ جاؤ" ان حضرت علیہ السلام کے حالات دیکھو اور ان حضرت علیہ السلام کو گرفتار کر کے ہمارے پاس لاؤ"

یحییٰ نے روایت کی ہے کہ "میں مدینہ گیا" جب میں آپ علیہ السلام کے پاس گیا تو آپ علیہ السلام کے اہل خانہ نے بہت آہ و بکا کی کہ لوگوں نے اتنی آہ و بکا علی علیہ السلام کے گھر سے پہلے کبھی نہ سنی تھی اور آپ علیہ السلام کے دفاع میں لوگوں کی ایک بڑی جماعت نے کمر باندھ لی کیونکہ آپ علیہ السلام لوگوں پر احسان کرنے والے اور ہمہ وقت مسجد نبوی ﷺ میں رہنے والے تھے کہ آپ علیہ السلام کا دنیاوی معاملات کی طرف کوئی میلان نہ تھا"

یحییٰ نے روایت کی ہے کہ "میں نے لوگوں کو پر سکون کیا اور ان کے سامنے حلف اٹھایا کہ مجھے آپ علیہ السلام کے ساتھ کوئی بھی ناپسندیدہ سلوک روا رکھنے کا حکم نہیں ملا ہے اور یہ کہ آپ علیہ السلام پر کوئی مصیبت و اذیت نہیں ہے۔ پھر میں نے آپ علیہ السلام کے گھر کی تلاشی لی تو میں نے اس میں مصاحف، ادعیہ اور علمی کتب کے علاوہ کچھ نہ پایا۔ تو میری نگاہوں میں آپ علیہ السلام کی عظمت بڑھ گئی اور میں نے آپ علیہ السلام کی بذاتِ خود خدمت شروع کر دی اور آپ علیہ السلام کے خاندان والوں سے اچھا سلوک کیا۔ پس جب میں بغداد واپس آیا تو سب سے پہلے میری گفتگو اسحق بن ابراہیم طاہری سے ہوئی کہ جو بغداد کا والی تھا تو اس نے کہا "اے یحییٰ! یہ شخص علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کی اولاد میں سے ہے جبکہ متوکل کے بارے میں تو بخوبی جانتا ہے اگر تو نے متوکل کو ان حضرت علیہ السلام کے قتل پر آمادہ کیا تو قیامت کے روز رسول اللہ ﷺ تیرے دشمن ہوں گے۔" تو میں نے اس سے کہا "اللہ کی قسم! مجھے اس سے اچھے سلوک کی توقع ہے" پھر میں آپ علیہ السلام کو لے کر سرمن

رائی گیا اور میں وصیف ترکی سے ملا اور اسے آپ علیہ السلام کے پہنچنے کی خبر دی تو اس نے کہا ”اللہ کی قسم! اگر ان حضرت علیہ السلام کا بال بھی بانکا ہوا تو اس کا قصاص تم ہی سے لیا جائے گا“ مجھے تعجب ہوا کہ اس کا اور اسحق کا قول ایک جیسا ہی تھا۔ جب میں متوکل کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے آپ علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا تو میں نے اسے آپ علیہ السلام کی حسن سیرت، امن پسندی، زہد و تقویٰ کی خبر دی اور اسے آگاہ کیا کہ میں نے آپ علیہ السلام کے گھر کی تلاشی لی تو میں نے اس میں مصاحف اور کتب علمی کے علاوہ کچھ نہیں پایا۔ اور یہ کہ اہل مدینہ کو آپ علیہ السلام کی بہت فکر لاحق تھی۔ تو متوکل نے آپ علیہ السلام کا بہت اکرام کیا اور آپ علیہ السلام کا بہترین جائزہ مقرر کیا۔ اور آپ علیہ السلام سے بہت نیکی کے ساتھ پیش آیا اور آپ علیہ السلام کو اپنے پاس ہی بطور مہمان ٹھہرایا۔

اور قطب راوندی نے الخرائج میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن ھرثمہ نے روایت کی ہے کہ مجھے متوکل نے بلایا اور مجھ سے کہا ”اپنی مرضی کے تین سو آدمی منتخب کرو اور کوفے جاؤ اور اپنا تمام سامان کوفہ میں چھوڑو اور پوشیدہ راستے سے مدینہ جاؤ اور علی بن محمد بن علی الرضا علیہم السلام کو میرے پاس تعظیم و تکریم کے ساتھ ہر صورت میں لاؤ“ پس میں نے ایسا ہی کیا اور ہم سفر پر نکل گئے۔ میرے ساتھیوں میں شیراۃ کا ایک قائد بھی تھا جبکہ میرا ایک کاتب تھا کہ جو شیعہ تھا جبکہ میں حشویہ مذہب پر تھا۔ وہ شاری مذہب کے معاملے میں اس کاتب سے مناظرہ کیا کرتا تھا اور میں ان دونوں کے مناظرے سے لطف اندوز ہوا کرتا تھا کہ اس طرح راستہ کٹ جاتا تھا۔ جب ہم آدھا راستہ طے کر چکے تو شاری نے کاتب سے کہا ”کیا تمہارے امام علی ابن ابی طالب علیہما السلام کا فرمان نہیں ہے کہ زمین کا کوئی ٹکڑا نہیں ہے مگر یہ کہ وہ قبر ہے یا عنقریب قبر بن جائے گا۔ پس تم اس مخلوق کی طرف نگاہ کرو کہ وہ کہاں مرے گی یہاں تک کہ زمین قبروں سے بھر جائے جیسا کہ تمہارا عقیدہ ہے؟“ اس نے کہا ”جی کہاں“ میں نے کہا”شاری ہم اس شیعہ کے اس کلام پر ہنستے ہی رہ گئے کہ وہ ہمارے سامنے رسوا کر دیا گیا تھا۔ ہم نے سفر کیا یہاں تک کہ ہم مدینہ جا پہنچے اور میں نے ابو الحسن علی بن محمد الرضا علیہم السلام کے دروازے کا رخ کیا۔ میں آپ علیہ السلام کے پاس گیا تو آپ علیہ السلام نے متوکل کا خط پڑھا تو فرمایا۔ ٹھیک ہے رک جاؤ کہ میری طرف سے کوئی اختلاف نہ ہے“

جب دوسرے روز میں آپ علیہ السلام کے پاس گیا تو شدید ترین گرمی تھی کہ ہم پسینے میں شرابور تھے۔ مگر آپ علیہ السلام کے سامنے ایک درزی بیٹھا تھا کہ جو ایک موٹا کپڑا آپ علیہ السلام کے اور آپ علیہ السلام کے غلاموں کے لباس کاٹ رہا تھا۔ پھر امام علیہ السلام نے درزی سے کہا۔ ”دیگر درزیوں کو جمع کرو اور آج سارا دن ان کو تیار کرو۔ کل اسی وقت یہ سب میرے پاس لے آنا“ پھر میری طرف دیکھا اور فرمایا ”اے یحییٰ! اس دن تم مدینہ میں اپنے کام کاج پورا کر لو اور کل اسی وقت کوچ کیلئے تیار ہو جاؤ“

میں آپ علیہ السلام کے حضور سے باہر نکل آیا اور میں متعجب تھا کہ اتنے موٹے لباس اور میں نے اندر ہی اندر کہا ”ہم حجاز کی گرمی کے سبب پسینے سے شرابور ہیں اور ہمارے اور عراق کے درمیان دس دن کی مسافت ہے۔ آپ علیہ السلام اس لباس کا کیا کریں گے؟“ پھر میں نے اندر ہی اندر کہا ”ان حضرت علیہ السلام نے آج تک سفر نہیں کیا ہے وہ فرض کرتے ہیں کہ شاید ہر سفر میں اس لباس کی ضرورت

ہوتی ہے اور تعجب ہے کہ رافضہ اس حضرت علیہ السلام کی امامت کے قائل ہیں جبکہ ان حضرت علیہ السلام کی فہم اتنی سی ہے" پس میں دوسرے روز اسی وقت آپ علیہ السلام کے پاس پلٹ کر گیا تو تب لباس لائے گئے تھے۔

تو امام علیہ السلام نے اپنے غلاموں سے فرمایا "جاؤ سامان رحلت باندھو اور گرم ٹوپیاں اور رومال بھی لاؤ" پھر فرمایا "اے یحییٰ! جاؤ سامان سفر باندھو" میں نے اندر ہی اندر کہا "یہ تو پہلے سے ہی زیادہ متعجب بات ہے۔ کیا ہمیں خطرہ ہے کہ راستے میں سردیاں آن پڑیں گی کہ اس لیے گرم رومال اور ٹوپیاں اپنے ساتھ لے رہے ہیں" میں چلا اور میں نے آپ علیہ السلام کی سوچ کو کم تر جانا۔ پس ہم نے سفر شروع کیا اور جب ہم اس جگہ پہنچے کہ جہاں راستے میں قبور کے بارے میں مناظرہ ہوا تھا۔ تو اچانک بادل اٹھے اور آسمان پر سیاہی پھیل گئی اور بادل چمکنے اور گرجنے لگے یہاں تک کہ وہ بادل ہمارے سروں پر پہنچے تو ہمیں شدید سردی نے گھیر لیا۔ تو آپ علیہ السلام نے خود بھی اور آپ علیہ السلام کے غلاموں نے بھی گرم کپڑے پہن لیے اور ٹوپیاں پہن کر گرم رومال بھی باندھ لیے اور آپ علیہ السلام نے اپنے غلاموں سے فرمایا "یحییٰ کو گرم لبادہ دو اور اس کاتب کو بھی گرم ٹوپی دو" ہم سب جمع ہو گئے کہ سردی نے ہمیں گھیر لیا اور میرے ساتھیوں میں سے اسی مارے گئے اور بادل ختم ہو گئے اور پہلے کی طرح گرمی پلٹ آئی تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "اے یحییٰ! اپنے زندہ ساتھیوں کو حکم دو کہ وہ تیرے مر جانے والے ساتھیوں کو دفن کریں" پھر امام علیہ السلام نے فرمایا "اللہ تعالیٰ صحراؤں کو اس طرح قبور سے بھرتا ہے" یحییٰ نے کہا"میں نے خود کو سواری سے گرا دیا اور میں آپ علیہ السلام کی طرف گیا۔ میں نے آپ علیہ السلام کی رکاب اور مبارک پاؤں چومے اور میں نے کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے عبد خاص اور رسول ﷺ ہیں اور یقینا آپ حضرات علیہم السلام کی زمین پر اللہ کے خلفاء ہیں" میں کافر تھا مگر اب اے میرے مولا علیہ السلام! آپ علیہ السلام کے بابرکت ہاتھوں پر اسلام قبول کرتا ہوں" یحییٰ نے کہا "میں شیعہ ہو گیا اور آپ علیہ السلام کی خدمت میں مصروف رہا۔ یہاں تک کہ آپ علیہ السلام شہید ہو گئے"

ابو الحسن علی بن الحسین المسعودی نے اثبات الوصیۃ میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن ھرثمہ سے روایت کیا گیا ہے کہ میں نے ہمارے راستے میں ابو الحسن علیہ السلام کے بہت ہی عجیب معجزے دیکھے کہ جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم ایک ایسی منزل پر اترے کہ جس میں پانی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ یہاں تک کہ پیاس کے سبب ہمیں اپنے، اپنی سواریوں اور اونٹوں کی ہلاکت کا خطرہ لاحق ہو گیا۔ ہمارے ساتھ بہت بڑی تعداد تھی اور بہت سے ایسے لوگ بھی تھے کہ جو مدینہ کے رہنے والے تھے اور ہمارے پیچھے پیچھے چلے آ رہے تھے تو ابو الحسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "میں چند میلوں کے فاصلے پر پانی کو دیکھ رہا ہوں" ہم نے آپ علیہ السلام سے عرض کی "اگر آپ علیہ السلام بخوشی ہم پر مہربانی فرماویں تو ہمارے ساتھ وہاں تک چلیں۔ ہم بھی آپ علیہ السلام کے ہمراہ چلتے ہیں" امام علیہ السلام ہمیں معروف راستے سے ہٹ کر لے چلے۔

ہم نے ابھی چھ میل تک کا فاصلہ ہی طے کیا ہو گا کہ ہمیں ایک وادی دکھائی دی کہ جو پھل و پھول سے بھرپور باغیچے کی مانند تھی۔ اس میں چشمے، درخت اور کھیتیاں بھی تھیں مگر ان کو کاشت کرنے والا اور ان کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی موجود نہ تھا اور نہ ہی وہاں پر لوگوں میں سے کوئی ایک دکھائی

دیا۔ ہم اترے، ہم نے خو دبھی پانی پیا اور اپنی سواریوں کو بھی پانی پلایا۔ اور ہم عصر کے بعد تک وہاں رہے۔ پھر ہم نے پانی بھرا اور مشکیں پر کیں اور ہم واپس چلے آئے۔ ہم ابھی دور نہ گئے تھے کہ مجھے پیاس لگی۔ میرے ایک غلام کے پاس چاندی کا ایک کوزہ تھا جو اس نے گردن میں باندھ رکھا تھا۔ ہم نے نہ کچھ کھایا اور نہ کچھ پیا۔ جب بھوک، گرمی اور پیاس نے ہمیں شدت سے گھیر لیا اور اس وقت ہم لق و دق صحرا میں تھے۔ ہمیں نہ کوئی سایہ دکھائی دے رہا تھا اور نہ ہی کوئی پانی کہ جس سے ہم راحت پاتے۔ ہم نے آپ علیہ السلام کی طرف دیکھنا شروع کر دیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا "مجھے لگتا ہے کہ تم بہت بھوکے ہو اور پیاسے بھی ہو؟"

ہم نے عرض کی "جی ہاں! اللہ کی قسم! اے ہمارے آقا علیہ السلام! ہم بہت ہلکان ہو چکے ہیں؟" امام علیہ السلام نے فرمایا "اترو اور کھا پی لو" ہمیں آپ علیہ السلام کے قول سے تعجب ہوا کہ ہم تو ایک لق و دق صحرا میں تھے کہ ہمیں ایسا کوئی سایہ اور پانی نظر نہ آ رہا تھا کہ جس سے ہم آرام لیتے تو امام علیہ السلام نے فرمایا "تم لوگوں کو کیا ہوا ہے۔ پڑاؤ ڈالو" میں نے قطار کی طرف دیکھا تا کہ اسے آگے بڑھا سکوں۔ تب میں نے غور کیا تو میں دو عظیم درختوں کے سائے میں تھا کہ جن کے نیچے لوگوں کی بڑی تعداد سایہ حاصل کر سکتی تھی۔ جبکہ میں اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ زمین لق و دق ویران صحرا تھی۔ دیکھا تو زمین پر ایک چشمہ بھی تھا کہ جو زمین کے تمام چشموں سے زیادہ ٹھنڈا اور میٹھا پانی رکھتا تھا۔ ہم نے پڑاؤ ڈالا۔ ہم نے کھایا پیا اور زینیں اتار دیں۔ ہم اس راستے پر بارہا گزرے تھے۔ اس وقت میرے دل میں تعجب نے گھیرا ڈال دیا۔ میں نے آپ علیہ السلام کو غور سے دیکھا اور آپ علیہ السلام کے بارے میں غور و فکر کرنے لگا۔ میں جب بھی آپ علیہ السلام کی طرف دیکھتا تو آپ علیہ السلام مسکرا کر اپنا مقدس چہرہ مجھ سے پھیر لیتے تھے۔ میں نے اندر ہی اندر کہا "اللہ کی قسم! میں بھی جان کر رہوں گا کہ یہ کیسے ہوا؟" پس میں درخت کے نیچے آیا اور میں نے اپنی تلوار وہاں دفن کر ڈالی اور اس پر دو پتھر رکھ دئیے۔ میں نے وہاں تھوڑی دیر آرام کیا اور نماز کی تیاری کی۔ تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا "تم لوگوں نے آرام کر لیا؟" ہم نے کہا "جی ہاں" امام علیہ السلام نے فرمایا "اللہ کا نام لے کر سفر شروع کرو" پس ہم نے کوچ کیا "ہم نے ایک حد تک سفر کیا تو میں واپس پلٹ آیا تو میں نے اس جگہ پڑاؤ کے آثار بھی دیکھے اور اس تلوار کو بھی اسی جگہ علامت سمیت پایا۔ کہ جہاں میں نے اسے رکھا تھا۔ مگر گویا اللہ نے اس جگہ درخت، پانی اور سائے نام کی کوئی چیز خلق نہ فرمائی تھی۔ مجھے اس پر بہت تعجب ہوا اور میں نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ میرے دل میں آپ علیہ السلام کی محبت، آپ علیہ السلام پر ایمان اور آپ علیہ السلام کی معرفت عطا فرمائے۔ میں نے قافلے کا پیچھا کیا اور میں لوگوں سے جا ملا۔ تب ابو الحسن علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اے ابو العباس! تو نے کر لیا" میں نے عرض کی "جی ہاں" اے میرے آقا علیہ السلام! میں آپ علیہ السلام کی امامت پر شک کا شکار تھا۔ مگر اب میں اپنے نزدیک لوگوں میں سے غنی ترین ہون بلکہ دنیا و آخرت میں۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا "ہاں تم جیسے لوگ گنے چنے اور معلوم ہیں کہ ان میں نہ کسی شخص کا اضافہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی کمی ہو سکتی ہے"

المسعودی نے اثبات الوصیۃ میں لکھا ہے کہ یحییٰ نے روایت کی ہے کہ آپ علیہ السلام ایک گرم دن سفر پر نکلے جبکہ ہم نے گرمیوں کے عام کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ سورج بری طرح جلا رہا تھا۔ آپ علیہ السلام نکلے تو آپ علیہ السلام نے برساتی پہنی ہوئی تھی۔ اورآپ علیہ السلام کی سواری کی دم بندھی ہوئی

تھی۔ آپ علیہ السلام کے نیچے ایک طویل لبادہ تھا۔ پس عسکر کے تمام لوگ اور قافلہ میں موجود تمام افراد تعجب سے ہنسنے لگے اور کہنے لگے "یہ حجازی علیہ السلام تزین کی معرفت ہی نہیں رکھتے ہیں" ہم نے چند میل سفر ہی کیا تھا کہ قبلہ جانب سے بادل اٹھے کہ جو سیاہ تھے۔ اور انھوں نے ہمیں بھی تیزی سے اندھیرے میں گھیر لیا۔ اور ایسی موسلا دھار بارش ہوئی کہ گویا چشموں کے منہ کھول دیئے گئے ہوں۔ قریب تھا کہ ہم غرق و تلف ہو جاتے یہاں تک کہ پانی ہمارے لباس سے ہوتا ہوا ہمارے جسموں تک پہنچ گیا اور ہمارے جوتے بھی بھر گئے۔ اور یہ سب اتنا جلدی ہوا کہ ہمیں کپڑے اور برساتیاں نکالنا ممکن ہی نہ تھا اور ہم سب کیچڑ سے لت پت ہو گئے اور امام علیہ السلام ہمارے معاملے کو دیکھ کر تعجب کے اظہار کیلئے مسکرائے جاتے تھے۔

اور اسی کتاب ہی میں ہے کہ یحییٰ نے روایت کی ہے کہ ایک منزل پر آپ علیہ السلام کے پاس ایک عورت آئی کہ جس کے ساتھ اس کا بیٹا تھا کہ جس کی آنکھ خراب تھی۔ وہ پوچھتی پھرتی تھی اور کہتی پھرتی تھی۔ تم لوگوں کے ہمراہ ایک علوی بزرگ علیہ السلام ہیں۔ مجھے ان حضرت علیہ السلام تک رہنمائی کرو تا کہ وہ حضرت علیہ السلام میرے بیٹے کی آنکھ پر دم کریں۔ پس ہم نے اس عورت کی آپ علیہ السلام تک رہنمائی کی۔ امام علیہ السلام نے اس بچے کی آنکھ کو کھول کر دیکھا تو میں نے بھی دیکھا کہ اس بچے کی آنکھ تقریباً ختم ہو چکی تھی۔ آپ علیہ السلام نے اس پر اپنا مبارک ہاتھ ایک لحظے تک رکھا۔ پھر اپنے مبارک لبوں کو متحرک فرمایا۔ پھر اپنے ہاتھ کو ہٹایا تو اس لڑکے کی آنکھیں کھلی ہوئی اور تندرست تھیں کہ اس میں کوئی ٹیڑھا پن نہ تھا۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں لکھا ہے کہ حمیری نے روایت کی ہے کہ مجھے بیان کیا احمد بن ابی عبداللہ برقی سے، اس نے فتح بن یزید جرجانی سے روایت کی ہے کہ ابو الحسن علیہ السلام اور میں ایک راستے پر جمع ہو گئے۔ جب آپ علیہ السلام کو مدینہ سے لایا جا رہا تھا۔

طویل حدیث ہے کہ جس میں آپ علیہ السلام کی فتح بن یزید کے ساتھ گفتگو کے بارے میں آگاہ کیا گیا کہ جب اس نے کہا "اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! کیا آپ علیہ السلام مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں ایک مسئلہ پوچھوں کہ جس نے گزشتہ رات میرے دل میں خلج مچائے رکھا؟" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "وہ کہ جس نے تیرے دل میں ہلچل مچائے رکھی، اگر عالم علیہ السلام نے چاہا تو تمہیں بتلا دے گا" پھر اس نے ذکر کیا کہ امام علیہ السلام نے اسے مسئلہ بھی بتلایا اور اس کے جواب بارے میں بھی آگاہ فرمایا۔ پھر امام علیہ السلام نے دوبارہ اسے اس کے خیالات سے آگاہ فرمایا اور اسے جواب بھی عنایت فرمایا۔ پوری خبر تمام تر تفصیل کے ساتھ آپ علیہ السلام کے مناظرہ والی فصل میں گزر چکی ہے کہ جسے ہم نے کشف الغمہ سے اور اس میں الحمیری کی دلائل سے نقل کیا ہے۔

پھر مسعودی نے لکھا "امام علیہ السلام کو بغداد لایا گیا اور اسحق بن بن ابراہیم اور تمام فوجی سردار باہر نکلے اور انھوں نے آپ علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔

اور لکھا ہے کہ ابو عبداللہ محمد بن احمد الجلبی القاضی نے بیان کیا ہے کہ مجھے بیان کیا خضر بن محمد البزاز نے کہ جو ایک بزرگ تھے اور قابل اعتماد تھے کہ اس کی بات قاضی اور لوگ تمام قبول کرتے تھے۔ اس نے روایت کی ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں شہر میں دجلہ کے کنارے ہوں اور پل کے سامنے موجود ہوں جبکہ لوگ جمع تھے کہ ان کا اژدھام کثیر تھا۔ وہ ایک دوسرے کو دھکم پیل کر رہے

تھے اور وہ کہہ رہے تھے ”بیت اللہ الحرام آ رہا ہے“ ہم اسی طرح ہی تھے کہ میں نے ایک بیت اللہ کو دیکھا کہ اس پر دیباج اور قباط کے پردے پڑے تھے۔ کہ جو زمین پر چلتا ہوا چلا آ رہا تھا۔ یہاں تک کہ مغرب کی جانب سے مشرق کی طرف پل کو عبور کیا اور لوگ اس کا طواف کر رہے تھے اور اس کے سامنے موجود تھے۔ یہاں تک کہ وہ خزیمہ کے گھر میں داخل ہو گیا۔ اور یہ وہی گھر ہے کہ جس کو عبیداللہ بن عبداللہ بن طاہر کے بعد ابوبکر الفتی کے بعد اسماعیل بن بلبل بن بدر الکبیر الطولوی کہ جو حمامی کے نام سے معروف تھا نے ملکیت میں لیا اور اسی نے اسے منہدم کر ڈالا تھا۔

کچھ دنوں کے بعد میں ایک کام سے نکلا تو میں پل پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ لوگ جمع ہیں اور وہ کہہ رہے تھے ”فرزند رضا علیہما السلام کو مدینہ سے لایا جا رہا ہے“ میں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام ایک سواری پر سوار ہو کر پل کو عبور کر رہے تھے۔ کہ آپ علیہ السلام کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں لوگ تھے کہ آپ علیہ السلام کو چلنے میں بھی دقت ہو رہی تھی۔ آپ علیہ السلام آئے اور یہاں تک کہ خزیمہ بن حازم کے گھر میں داخل ہو گئے۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ وہ اسی خواب کی تعبیر تھی کہ جو میں نے دیکھا تھا۔ پھر امام علیہ السلام سرمن رائی کی طرف چلے گئے تو آپ علیہ السلام سے متوکل کے بڑے بڑے اصحاب نے ملاقات کی۔ یہاں تک کہ آپ علیہ السلام ان لوگوں کے ہمراہ متوکل کے پاس گئے تو اس نے آپ علیہ السلام کی تکریم و تعظیم کی اور آپ علیہ السلام کے سامنے بچھا بچھا سا رہ گیا۔ پھر امام علیہ السلام اس سے پلٹ کر اس گھر میں چلے گئے کہ جو آپ علیہ السلام کیلئے تیار کیا تھا سرمن رائی ہی میں۔

مفید نے ارشاد میں لکھا ہے کہ جب آپ علیہ السلام کو سرمن رائی پہنچایا گیا تو متوکل نے کہا کہ آپ علیہ السلام اس روز دور ہی رکھا جائے تو آپ علیہ السلام ایک مہمان سرا میں تشریف فرما ہوئے۔ کہ جسے صعالیک مہمان سرا کہا جاتا تھا۔ آپ علیہ السلام اس میں ایک روز ٹھہرے۔ پھر متوکل نے آپ علیہ السلام کیلئے ایک علیحدہ گھر کا بندوبست کیا۔ تو آپ علیہ السلام اس میں منتقل ہو گئے۔ اور اس نے اسی کتاب ہی میں اپنی اسناد کے ساتھ صالح بن سعد سے روایت کیا گیا ہے کہ سرمن رائی میں ورود والے دن ہی میں ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے عرض کی ”آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! یہ لوگ تمام امور میں چاہتے ہیں کہ آپ علیہ السلام کے نور کو بجھا دیں اور آپ علیہ السلام کی عزت وقار میں کمی کا اہتمام کریں۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کو اس بڑی مہمان سرا میں ٹھہرایا تھا کہ جسے صعالیک مہمان سرا کہا جاتا ہے۔ تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”اے فرزند سعد! ادھر آؤ“ پھر امام علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھ سے اشارہ فرمایا تو میں تروتازہ باغیچوں اور جاری نہروں کے درمیان تھا۔ ان باغیچوں میں خوشبودار کنیزیں اور خدمتگار تھے کہ گویا وہ چھپے ہوئے موتی ہوں تو میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور مجھے بہت تعجب ہوا۔ تب امام علیہ السلام نے مجھے فرمایا ”ہم جہاں بھی ہوں یہ ہمارے لیے تیار رہتا ہے“ اے سعد کے بیٹے۔ ہم صعالیک نامی مہمان سرا میں نہیں ہیں۔“

اور اسی واقعے کو کافی میں اپنی سند کے ساتھ صالح بن سعید سے ایسا ہی اور بصائر میں اپنی سند کے ساتھ بالکل ویسا ہی روایت کیا ہے۔

اور اسی واقعے کو راوندی نے خرائج میں صالح بن سعید سے روایت کیا ہے کہ متوکل لعنۃ اللہ علیہ نے ابو الحسن علیہ السلام کو عسکر میں حاضر کرنے کیلئے ایک وفد بھیجا۔ جب امام علیہ السلام پہنچے تو اس نے حکم دیا کہ امام علیہ السلام کو ایک روز اس سے دور ہی رکھا جائے۔ پس امام علیہ السلام

صعالیک نامی مہمان سراء میں ٹھہرائے گئے۔ میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں مہمان سرا ہی میں حاضر ہوا۔۔۔ پھر اس نے پہلے جیسی گفتگو کی۔

بحار الانوار میں المناقب سے،ا س نے ابو محمد الضحام سے، اس نے اپنی اسناد کے ساتھ سلیمہ کاتب سے روایت کی ہے کہ ھریسہ کالقب رکھنے والے خطیب نے متوکل سے کہا "کوئی ایک بھی تیری اتنی خدمت نہیں کرتا ہے کہ جتنی تو خود علی بن محردم علیہما السلام کی خدمت کرتا ہے" اس محل میں آنے والا ہر کوئی اپنی خدمت خود کرے اور اپنے لیے پردہ خود اٹھائے۔ پس متوکل نے ایسا ہی حکم دیا۔ پس خبر دینے والے نے خبر دی کہ امام علیہ السلام محل میں آئے تو کسی نے آپ علیہ السلام کیلئے خدمات انجام نہ دیں اور نہ ہی کسی نے آپ علیہ السلام کیلئے پردہ اٹھایا۔ تب ہوا چلی اور اس نے پردہ اٹھایا۔ یہاں تک کہ آپ علیہ السلام اندر آئے اور پھر باہر تشریف لے گئے۔ تو متوکل نے اس کے بعد حکم دیا کہ آپ علیہ السلام کیلئے پردہ اٹھایا کرو۔ ہم نہیں چاہتے کہ ہوا ان حضرت علیہ السلام کیلئے پردہ اٹھائے۔

اور لکھا ہے کہ الخرائج میں ابو سعید الحامری سے نقل کیا گیا ہے کہ صالح بن الحکم بیاع السابری سے روایت کی گئی ہے کہ میں واقفی المذہب تھا۔ جب مجھے متوکل کے مصاحب نے اس بارے میں خبر دی تو میں بھی آپ علیہ السلام کا مذاق اڑانے کیلئے پہنچ گیا۔ کہ اچانک ابو الحسن علیہ السلام باہر تشریف لائے تو میرے سامنے مسکرا دئیے جبکہ آپ علیہ السلام کے اور میرے درمیان کوئی تعارف نہ تھا۔ اور فرمایا "اے صالح! اللہ تعالیٰ نے سلیمان علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے "اور ہم نے اس کیلئے ہوا کو مسخر کیا کہ وہ اس کے حکم سے چلتی ہے" اور تمہارا نبی ﷺ اور تمہارے نبی ﷺ کے اوصیاء علیہم السلام اللہ کے حضور سلیمان علیہم السلام سے زیادہ مکرم ہیں" گویا امام علیہ السلام نے میرے دل میں گمراہی کو نکال باہر پھینکا اور میں نے واقفی مذہب ترک کر دیا۔

اور قطب راوندی نے الخرائج میں لکھا ہے کہ آپ علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک وہ بھی ہے کہ جسے ابو القاسم بن ابو القاسم نے متوکل کے مصاحب نے زراقۃ سے روایت کیا ہے کہ ہندوستان کی طرف سے ایک شعبدہ باز متوکل کے پاس آیا کہ جو ایسے شعبدے دکھاتا تھا کہ جیسے ہرگز نہیں دیکھے گئے تھے۔ متوکل اس سے بہت محظوظ ہوتا تھا۔ پس اس ملعون نے چاہا کہ علی بن محمد بن الرضا علیہم السلام کو خجل کرے تو اس نے اس شخص سے کہا "اگر تو نے ان حضرت علیہ السلام کو خجل کر دکھایا تو میں تمہیں ایک ہزار اعلیٰ دینار عطا کروں گا" اس نے کہا"ایک ہلکی پھلکی روٹی لانا اور اسے دسترخوان پر رکھ دینا۔ اور مجھے ان حضرت علیہ السلام کی جانب بٹھلانا۔" تو ایسا ہی کیا گیا اور حضرت علی بن محمد علیہما السلام کو لایا گیا۔ وہاں پر ایک تصویر آپ علیہ السلام کے دائیں جانب لگی تھی کہ جس پر شیر کی تصویر تھی۔ وہ شعبدہ باز تصویر والی جانب بیٹھا۔ حضرت علی بن محمد علیہما السلام نے اس روٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس شخص نے وہ روٹی ہوا میں اڑا دی۔ آپ علیہ السلام نے دوسری روٹی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے اسے بھی ہوا میں اڑا دیا۔ تب لوگ بری طرح ہنسنے لگے۔ تب حضرت علی بن محمد علیہم السلام نے اپنا مبارک ہاتھ اس تصویر کی طرف بڑھا یا اور فرمایا "اس کو پکڑ لو" پس وہ تصویر درندے کی صورت اختیار کر گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس شخص کو نگل گئی۔ اور تصویر میں دوبارہ ویسے ہی چلی گئی کہ جیسے وہ پہلے تھی۔ تو تمام لوگ حیران رہ گئے اور علی بن محمد علیہما السلام کھڑے ہو گئے تو متوکل نے آپ علیہ السلام سے عرض کی "میری آپ علیہ السلام سے التجا ہے کہ بیٹھ جائیے اور اس

شخص کو واپس پلٹا دیجئے" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "اللہ کی قسم! وہ شخص اللہ کے دشمنوں کا اللہ کے اولیاء پر کبھی بھی تسلط نہ دیکھے گا" اور امام علیہ السلام اس سے چلے گئے اور اس شخص کو دوبارہ نہ دکھایا گیا۔

راوندی نے لکھا ہے کہ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ابو ہاشم جعفری نے روایت کی ہے کہ متوکل کے زمانے میں ایک عورت ظاہر ہوئی اور اس نے دعویٰ کیا کہ وہ فاطمہ بنت رسول ﷺ کی دختر زینب علیہ السلام ہے۔ تو متوکل نے کہا "تو ایک جوان عورت ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے کو بہت سے سال گزر چکے ہیں" تو اس عورت نے کہا "اللہ کے رسول ﷺ نے مجھ پر ہاتھ پھیرا تھا اور یہ دعا فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہر چالیس سال بعد میرا شباب پلٹا دے" اب تک میں لوگوں کے سامنے ظاہر نہیں ہوئی۔ مجھے ایک کام آن پڑا تو میں لوگوں کے پاس گئی" تو متوکل نے آل ابی طالب علیہم السلام کے بزرگوں، اولادِ عباس اور قریش کو بلایا اور انہیں اس عورت کا حال بتلایا تو ایک جماعت نے روایت کیا کہ زینب علیہ السلام کی وفات فلاں سنہ میں ہوئی تو اس نے اس عورت سے کہا "تو اس روایت کے بارے میں کیا کہتی ہے؟" اس نے کہا "یہ جھوٹ اور بہتان ہے کیونکہ میرا معاملہ لوگوں سے پوشیدہ رہا ہے تو وہ میری موت و حیات کی معرفت نہیں رکھتے ہیں" متوکل نے ان لوگوں سے کہا "کیا تم لوگوں کے پاس اس عورت کے خلاف اس روایت کے علاوہ کوئی دلیل و حجت ہے؟" تو ان لوگوں نے کہا"ہر گز نہیں" تو اس نے کہا "جو شخص بھی اس عورت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے گا وہ بنی عباس سے بری الذمہ ہوگا ماسوائے اس کے کہ کوئی دلیل ہو" ان لوگوں نے کہا "تم فرزند رضا علیہم السلام کو بلاؤ۔ امید ہے کہ ان حضرت علیہ السلام کے پاس ہماری دلیل کے علاوہ کوئی چیز ضرور ہو گی" پس اس نے امام علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا۔ آپ علیہ السلام تشریف لائے تو اس نے آپ علیہ السلام کو اس عورت کے بارے میں آگاہ کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا "اس عورت نے جھوٹ بولا ہے کیونکہ حضرت زینب سلام اللہ علیہا فلاں سال کے فلاں مہینے کے فلاں روز شہید ہو گئیں تھیں"

تو اس نے کہا "ان تمام لوگوں نے بھی ایسی ہی روایت کی ہے مگر میں نے حلف اٹھایا ہے کہ اس پر کوئی اثر انداز نہ ہوگا۔ ماسوائے اس کے کہ کوئی حجت لازمہ ہو"

امام علیہ السلام نے فرمایا "تیرے حلف پر آنچ آنے والی نہیں کہ یہاں پر ایک حجت و دلیل موجود ہے کہ جو اس کو بھی لازم آتی ہے اور اس عورت کے غیر کو بھی لازم آتی ہے۔" اس نے کہا "وہ کیا ہے؟" امام علیہ السلام نے فرمایا "بنی فاطمہ سلام اللہ علیہا کا گوشت درندوں پر حرام ہے۔ پس اگر وہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد میں سے ہے تو درندے اس کے قریب بھی نہیں جائیں گے" اس نے اس عورت سے کہا "تو کیا کہتی ہے؟" اس نے کہا "یہ حضرت علیہ السلام مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں" امام علیہ السلام نے فرمایا "یہاں پر حسن علیہ السلام اور حسین علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک جماعت موجود ہے۔ تم ان میں سے جس کو چاہو درندوں کے باڑے میں اتار دو۔ اللہ کی قسم اس وقت تمام لوگوں کے چہرے متغیر ہو گئے۔

ان میں سے بعض مبغض لوگوں نے کہا "وہ حضرت علیہ السلام دوسرے کے قتل کا حیلہ کرتے پھرتے ہیں کیا وجہ ہے کہ وہ حضرت علیہ السلام کیوں نہ ہوں" تو متوکل اس بات کی طرف مائل ہوا کہ اس کام کے ذریعے ہی آپ علیہ السلام کا کام تمام کر دے تو اس نے کہا "اے ابو الحسن علیہ السلام! وہ آپ علیہ

السلام ہی کیوں نہ ہوں؟" امام علیہ السلام نے فرمایا "جیسا تو چاہے کر سکتا ہوں" تو اس نے کہا "تو کیجئے" امام علیہ السلام تہہ خانے میں موجود پنجرے کے پاس آئے تو اسے کھولا گیا۔ اس میں چھ شیر تھے۔ ابو الحسن علیہ السلام ان کے پاس گئے۔ جب آپ علیہ السلام اندر داخل ہوئے اور بیٹھ گئے تو ایک حبشی شیر آپ علیہ السلام کی طرف بڑھا اور اس نے خود کو آپ علیہ السلام کے قدموں میں گرا دیا۔ اور آپ علیہ السلام نے پاؤں پھیلا دیئے۔ امام علیہ السلام نے ان میں سے ہر ایک کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ پھر امام علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھ سے دور جانے کا اشارہ کیا تو وہ سب آپ علیہ السلام کے سامنے ایک قطار میں بیٹھ گئے۔

تو وزیر نے متوکل سے کہا "یہ درست نہیں ہے۔ تم جلدی سے ان حضرت علیہ السلام کو وہاں سے نکالو۔ اس سے پہلے کہ خبر پھیل جائے" تو متوکل نے آپ علیہ السلام سے کہا "اے ابو الحسن علیہ السلام! ہمارا آپ علیہ السلام کے بارے میں کوئی برا ارادہ نہ تھا بلکہ ہم تو فقط آپ علیہ السلام کے فرمان کا عین الیقین حاصل کرنا چاہتے تھے۔ میں چاہتا ہوں کہ اب آپ علیہ السلام اوپر تشریف لے آئیں" تب امام علیہ السلام اٹھے اور دروازے کی طرف بڑھے تو شیر بھی آپ علیہ السلام کے اردگرد تھے۔ کہ آپ علیہ السلام کے کپڑوں پر بوسے دے رہے تھے۔ جب امام علیہ السلام نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو ان کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا۔ "جو جو بھی گمان کرتا ہے کہ وہ فاطمہ علیہا السلام کی اولاد میں سے ہے اسے چاہیے کہ وہ ایسی محفل میں بیٹھے۔" تب متوکل نے اس عورت سے کہا"نیچے اترو" اس عورت نے کہا "اللہ! اللہ! میں نے غلط دعویٰ کیا تھا۔" متوکل نے کہا "اسے درندوں کے آگے ڈال دو" تب اس یعنی متوکل کی والدہ نے متوکل کو پیغام بھیجا کہ وہ اسے بخش دے اور اس سے نیکی کے ساتھ پیش آئے۔

اسی واقعہ کو مجلسی نے بحار الانوار میں المناقب سے، اس میں ابو الهلقام سے، اس نے عبداللہ بن جعفر الحمیری سے اور صقر جبلی سے اور ابو شعیب الحناط سے اور علی بن مفریار سے، ان سب نے روایت کی ہے کہ زینب کذابہ کا دعویٰ تھا کہ وہ حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کی دختر ہے" متوکل نے اس سے کہا "مجھے اپنا نسب بتاؤ؟" تو اس نے کہا "میں زینب بنت علی علیہما السلام ہوں کہ جسے شام کی طرف لے جایا گیا اور وہ بنی کلب کے ایک دیہات میں رہ گئیں اور وہیں اس کے پچھواڑے اقامت پذیر ہو گئیں" تو متوکل نے اس سے کہا "زینب بنت علی علیہما السلام تو بہت پہلے کی تھیں جبکہ تو ایک جوان عورت ہے" تو اس عورت نے کہا "مجھے رسول اللہ ﷺ کی دعا لگی ہے کہ میری جوانی پر پچاس سال کے بعد پلٹ آتی ہے" تو متوکل نے آل ابی طالب علیہ السلام کے بڑوں کو بلایا اور کہا "اس عورت کے جھوٹ کی خبر کیسے ہو؟" تو فتح نے کہا "اس کی خبر تمہیں فرزند رضا علیہما السلام کے علاوہ کوئی نہ دے گا" تو اس نے آپ علیہ السلام کو لانے کا حکم دیا اور آپ علیہ السلام سے سوال کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا "اولاد فاطمہ علیہما السلام میں ایک علامت ہے" اس نے کہا "وہ کیا ہے؟" امام علیہ السلام نے فرمایا "درندے ان کو نقصان نہیں پہنچاتے ہیں۔ پس تم اس عورت کو درندوں کے سامنے ڈال دو۔ اگر درندے اسے نقصان نہ دیں تو یہ سچی ہے"

تو اس عورت نے کہا "اے امیر! اللہ سے ڈرو۔ میرے بارے میں شک۔ یہ حضرت علیہ السلام میرے قتل کا ارادہ رکھتے ہیں" اور وہ گدھے پر سوار ہوئی اور بلند آواز سے کہتی جاتی تھی۔ بے شک میں تو زینب کذابہ ہوں۔

اور ایک روایت میں ہے کہ اس نے اسے پنجرے میں جانے کیلئے کہا تو اس عورت نے انکار کر دیا۔ پس اس عورت کو درندوں کے آگے ڈالا گیا۔ کہ جنہوں نے اسے کھا لیا۔

علی بن مہزیار نے کہا کہ علی بن جہم نے روایت کی ہے کہ امام علیہ السلام کے اس فرمان کا تجربہ یوں کیا گیا کہ درندوں کو تین دن تک بھوکا رکھا گیا۔ پھر امام علیہ السلام کو بلایا گیا اور درندوں کو نکالا گیا۔ جب درندوں نے امام علیہ السلام کو دیکھا تو امام علیہ السلام کی طرف بڑھے اور آپ علیہ السلام کے مقابلے میں عاجزی کرنے لگے۔ مگر امام علیہ السلام ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور چھت پر چڑھ کر متوکل کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر امام علیہ السلام اس کے پاس سے اٹھے اور نیچے تشریف لائے تو درندے آپ علیہ السلام کے سامنے بچھ سے گئے اور عاجزی کرنے لگے یہاں تک کہ آپ علیہ السلام وہاں سے باہر تشریف لے گئے۔ اور فرمایا۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا "میری اولاد کا گوشت درندوں پر حرام قرار دیا گیا ہے"

ثقۃ الاسلام نے کافی میں علی بن محمد سے، اس نے ابراہیم بن محمد طاہری سے روایت کی ہے کہ متوکل مریض ہوا۔ یہاں تک کہ وہ قریب المرگ ہو گیا۔ مگر کسی کو یہ جرأت نہ تھی۔ وہ اسے لوہے کے ذریعے چھوتا بھی تب اس کی ماں نے منت مانی کہ اگر وہ تندرست ہو جائے تو وہ اپنے مال سے بہت بڑی مقدار میں مال حضرت ابو الحسن علی بن محمد علیہما السلام کی خدمت میں پیش کرے گی۔ فتح بن خاقان نے متوکل سے کہا"اگر مجھے اس حضرت علیہ السلام کے پاس بھیجو تو میں ان حضرت علیہ السلام سے اس بیماری کے متعلق سوال کروں تو یقینا ان حضرت علیہ السلام کے پاس ایسا کچھ ضرور ہوگا کہ جس سے یہ بیماری ٹل جائے گی" پس اسے امام علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا گیا اور اس نے امام علیہ السلام کی خدمت میں بیماری کو بیان کیا تو امام علیہ السلام نے اس کے پیام رساں کو واپس بھیجا کہ جاؤ اور بکری کے جوڑ کو لے کر اسے گلاب کے عرق میں بھگو کر اس جگہ پر رکھا جائے"

جب پیام رساں واپس گیا اور اس نے ان لوگوں کو بتلایا کہ وہ لوگ آپ علیہ السلام کے فرمان کا مذاق اڑانے لگے تو فتح نے متوکل سے کہا "اللہ کی قسم! امام علیہ السلام نے جو فرمایا ہے وہ اس کے بارے میں بخوبی جانتے ہیں" اس نے جوڑ منگوایا۔ ویسے ہی کیا جیسا امام علیہ السلام نے فرمایا۔ جب وہ اس پر رکھا گیا تو اس پر نیند غالب آگئی اور اسے سکون آگیا۔ پھر اسے کھولا گیا تو اس کی بیماری ختم ہو چکی تھی اور اس کی ماں کو اس کی تندرستی کی بشارت دی گئی تو اس نے امام علیہ السلام کی خدمت میں دس ہزار دینار بھیجے۔ پھر جب متوکل مکمل تندرست ہو گیا تو بطحائی علوی نے متوکل کے سامنے شکایت کی کہ آپ علیہ السلام کی خدمت میں بہت سا مال اور اسلحہ لایا گیا ہے تو اس نے سعید نامی حاجب سے کہا "رات کے وقت ان حضرت علیہ السلام پر دھاوا بول دو اور ان حضرت علیہ السلام کے پاس جتنا بھی مال اور اسلحہ ہو اپنے قبضے میں لے لو اور ان حضرت علیہ السلام کو میرے پاس لے آؤ"

ابراہیم بن محمد نے روایت کی ہے کہ مجھے سعید حاجب نے بتلایا کہ پس میں رات کے وقت امام علیہ السلام کے گھر گیا۔ میرے ساتھ پورا لشکر تھا۔ میں سیڑھی کے ذریعے چھت پر چڑھ گیا اور رات کی تاریکی میں جب میں نیچے جانے والی سیڑھی پر اترنے لگا تو مجھے معلوم نہ تھا کہ مکان میں کیسے اتروں؟" تو امام علیہ السلام نے مجھے بلند آواز میں پکارا۔ "اے سعید! اپنی جگہ پر رک جاؤ تا کہ تمہارے پاس مشعل لائی جائے" پس جلد ہی میرے پاس شمع لائی گئی۔ میں نیچے اترا تو میں نے دیکھا کہ امام علیہ السلام نے صوف کا جبہ پہنا ہوا تھا اور صوف ہی کی ٹوپی پہنی ہوئی تھی اور آپ علیہ السلام کے سامنے چٹائی پر

سجدہ گاہ موجود تھا۔ مجھے شک نہ تھا کہ یقینا امام علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے" تو امام علیہ السلام نے مجھے فرمایا"سارے کمرے تیرے سامنے ہیں" میں تمام کمروں میں گیا۔ میں نے ان کی تلاشی لی، مگر میں نے ان میں کوئی چیز نہیں پائی۔ میں نے دیکھا کہ وہاں پر متوکل کی ماں کی طرف سے بھیجے گئے دیناروں کی تھیلی دیکھی کہ جس پر متوکل کی ماں کی مہر لگی ہوئی تھی۔ اور امام علیہ السلام نے فرمایا "مصلیٰ اٹھاؤ" میں نے اسے اٹھایا تو میں نے اس کے نیچے ایک تلوار دیکھی۔ میں نے وہ سب اٹھایا اور متوکل کے پاس گیا۔ جب اس نے دیناروں والی تھیلی پر اپنی ماں کی مہر دیکھی تو اس نے وہ تھیلی اپنی ماں کی طرف بھیجی۔ مجھے ایک خاص خادم نے بتایا کہ اس نے ماں نے اسے بتلایا۔ میں نے تیری بیماری میں کہ جب میں تم سے مایوس ہو گئی تھی۔ منت مانی تھی کہ اگر تو تندرست ہو جائے تو میں ان حضرت علیہ السلام کی خدمت میں اپنے مال میں سے دس ہزار دینار پیش کروں گی۔ پس یہ دینار میں نے ہی ان حضرت علیہ السلام کی خدمت میں بھیجے تھے۔ اور اس تھیلی پر مہر میری ہی ہے۔ دوسری تھیلی کھولی گئی تو اس میں چار ہزار دینار تھے۔ پس اس تھیلی میں ایک اور تھیلی رکھی گئی اور اس نے مجھے حکم دیا کہ میں وہ سب امام علیہ السلام کی خدمت میں لے جاؤں۔ پس امام علیہ السلام سے عرض کی "اے میرے آقا علیہ السلام! مجھے بہت تکلیف ہوئی ہے" تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون"

علی بن الحسین المسعودی نے اثبات الوصیة میں الحمیری سے، اس نے نوفل سے روایت کی ہے کہ متوکل نے ابو الحسن علیہ السلام کی طرف تیس ہزار درہم بھیجے اور اس نے امام علیہ السلام کو پیغام بھجوایا کہ آپ علیہ السلام اس کے ذریعے اپنے گھر کی تعمیر میں کام لیں اور جلدی جلدی اپنے گھر کا احاطہ وغیرہ کو تیار کیجئے۔ ایک روز متوکل گھروں کے درمیان میں سے سوار ہو کر جا رہا تھا کہ اس نے امام علیہ السلام کے گھر کی طرف دیکھاکہ جو مکمل نہ تھا۔ تو اسے بہت غصہ آیا۔ اور اس نے عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان اپنے وزیر سے قسم کھا کر کہا کہ اگر میں دوبارہ یہاں سے گزرا اور علی بن محمد علیہما السلام کا گھر مکمل نہ ہوا تو میں ان حضرت علیہ السلام کو قتل کر دوں گا۔ تو عبداللہ بن یحییٰ نے اس سے کہا"اے امیر! ہو سکتا ہے کہ وہ حضرت علیہ السلام تنگدستی کا شکار ہوں" تو اس نے امام علیہ السلام کیلئے بیس ہزار درہم کا حکم دیا کہ جو عبیداللہ اپنے بیٹے احمد کے ہاتھ امام علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کر دئیے اور اس سے کہا "جو کچھ ہوا اس کا تذکرہ امام علیہ السلام سے کرنا" تو اس نے امام علیہ السلام کو خبر دی تو امام علیہ السلام نے فرمایا"اگر وہ ہماری طرف سوار ہو کر آ سکا تو" احمد بن عبیداللہ اپنے باپ کے پاس آیا اور اسے بتلایا تو عبیداللہ نے کہا "اللہ کی قسم! وہ سوار نہیں ہو سکے گا"

حسین بن احمد خصیبی نے الھدایة فی الفضائل میں عبیداللہ الحسینی سے روایتن کی ہے کہ سلام والے دن ہم اپنے آقا ابو الحسن علیہ السلام کے ہمراہ متوکل کے محل کی طرف گئے۔ ہمارے آقا ابو الحسن علیہ السلام نے سلام کیا اور واپس پلٹنے کا ارادہ کیا۔

تو متوکل نے آپ علیہ السلام سے کہا "اے ابو الحسن علیہ السلام! میرے پاس تشریف رکھئے۔ میں آپ علیہ السلام سے سوال کرنا چاہتا ہوں" تو امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا "اللہ کے سوا اسے کوئی نہیں جانتا ہے" تو اس نے آپ علیہ السلام سے کہا"میں اللہ ہی کے علم کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہوں" تو امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا "میں تمہیں اللہ کے علم ہی سے آگاہ کروں گا"

متوکل نے کہا "اے ابو الحسن علیہ السلام! لوگ روایت کرتے ہیں کہ ابو طالب علیہ السلام کو حساب کے وقت جنت اور جہنم کے درمیان رکھا جائے گا اور ان حضرت علیہ السلام کے پاؤں میں آگ کی نعلین ہو گی کہ جن کے ذریعے ان کا دماغ ابلتا ہوگا۔ نہ تو وہ حضرت علیہ السلام کفر کے سبب جنت میں داخل ہو سکیں اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی کفالت کے سبب جہنم میں داخل ہو سکیں گے کیونکہ ان حضرت علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے قریش کو دور رکھا اور آپ علیہ السلام کے ہاتھوں حفاظت کے سبب ہی رسول اللہ ﷺ نے اپنے امر رسالت کا اظہار کیا۔

تو ابو الحسن علیہ السلام نے اس سے فرمایا "تم پر اگر حضرت ابو طالب علیہ السلام کا ایمان ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور تمام مخلوق کا ایمان دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو یقینا حضرت ابو طالب علیہ السلام کا ایمان تمام لوگوں کے جمع شدہ ایمان پر بھاری ہوگا۔ متوکل نے آپ علیہ السلام سے کہا "وہ حضرت علیہ السلام کب مومن ہوئے تھے؟" امام علیہ السلام نے فرمایا "اس بات کو چھوڑو کہ جو تم نہیں جانتے وہ سنو کہ جسے تمام مسلمان مل کر بھی رد نہیں کر سکتے اور نہ ہی اسے جھٹلا سکتے ہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب آخری حج ادا کیا اور ابطح کے مقام پر فتح مکہ کے بعد پڑاؤ ڈالے اور جب رات چھا گئی تو آپ ﷺ بنی ہاشم کی قبور پر تشریف لائے اور آپ علیہ السلام کو اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام، اپنی مادرگرامی قدر علیہما السلام کے بارے میں بڑا خوف لاحق ہوا اور آپ علیہ السلام سُو گئے۔ تب اللہ نے آپ ﷺ کی طرف وحی نازل فرمائی کہ جنت ہر اس شخص پر حرام ہے کہ جس نے میرا شرک اختیار کیا اور اے محمد ﷺ! میں نے آپ علیہ السلام کو وہ عطا کیا ہے جو میں نے آپ ﷺ کے علاوہ کسی ایک کو بھی عطا نہیں کیا۔ پس آپ ﷺ اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام، اپنی مادر گرامی قدر علیہما السلام اور اپنے چچا بزرگوار علیہ السلام کو پکارا ہے وہ حضرات علیہم السلام آپ ﷺ کو جواب دیں گے اور اپنی نورانی قبروں سے باہر تشریف لائیں گے کہ وہ زندہ ہیں۔ میرے نزدیک آپ ﷺ کے اکرام کے سبب ان حضرات علیہم السلام کو میرے عذاب نے چھوا تک نہیں ہے۔ پس آپ ﷺ ان حضرات علیہم السلام کو اللہ پر ایمان، اپنی رسالت، اپنے بھائی علی علیہ السلام کی ولایت، اور ان حضرت علیہ السلام کے قیامت تک آنے والے اوصیاء علیہم السلام کی ولایت کی طرف دعوت دیں تو وہ حضرات علیہم السلام آپ ﷺ کو مثبت جواب دیں گے اور آپ ﷺ پر ایمان لائیں گے اور آپ ﷺ نے مجھ سے جو بھی سوال کیا میں نے آپ علیہ السلام کو ہبہ کر دیا اور میں نے ان حضرات علیہم السلام کو اے محمد ﷺ! آپ ﷺ کی کرامت کے سبب جنت کا بادشاہ بنا دیا ہے۔

پس نبی ﷺ امیر المومنین علیہ السلام کی طرف واپس آئے تو ارشاد فرمایا "اے ابو الحسن علیہ السلام! اُٹھیے۔ آج کی شب اللہ نے مجھے وہ عطا فرمایا ہے کہ جو اس نے اپنی مخلوق میں سے کسی ایک کو بھی عطا نہیں فرمایا ہے۔ میرے بابا بزرگوار علیہ السلام، میری مادرگرامی قدر علیہما السلام اور تمہارے والد بزرگوار یعنی میرے چچا بزرگوار علیہ السلام کی بہت عظمت ہے۔" پھر آپ ﷺ نے علی علیہ السلام کو اللہ کی طرف سے آپ ﷺ پر ہونے والی وحی سے آگاہ کیا اور اس سے بھی کہ جو اللہ نے آپ ﷺ سے خطاب فرمایا تھا اور علی علیہ السلام کا مبارک ہاتھ اپنے نورانی ہاتھ میں تھاما اور ان حضرات علیہم السلام کی قبور کی طرف چل دئیے۔ آپ ﷺ نے ان حضرات علیہم السلام کو اللہ پر ایمان، اپنی رسالت پر ایمان، اپنی آل کی عظمت پر ایمان اور حضرت علی ابن ابی طالب علیہما السلام کی ولایت کے اقرار کی دعوت دی تو وہ

حضرات علیہم السلام اللہ پر، اس کے رسول ﷺ پر، حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اوصیآء علیہم السلام پر ایمان لائے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا "وہ حضرات علیہم السلام اللہ پر،ا س کے رسول ﷺ پر ا، امیر المومنین علیہم السلام اور ان حضرات کے بعد قیامت تک آنے والے یکے بعد دیگرے ائمہ علیہم السلام پر ایمان لائے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے ان حضرات علیہم السلام سے فرمایا "آپ سب حضرات علیہم السلام اپنے ربّ اور جنت کی طرف پلٹ جائیے کہ اللہ نے آپ علیہ السلام کو جنت کا بادشاہ قرار دیا ہے" پس وہ حضرات علیہم السلام اپنی اپنی قبروں میں واپس چلے گئے۔ پس اللہ کی قسم! امیر المومنین علیہ السلام اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام اور اپنی مادر گرامی قدر علیہما السلام کی طرف سے حج ادا فرمایا کرتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے بابا بزرگوار علیہ السلام اور مادرگرامی قدر علیہما السلام کی طرف سے بھی یہاں تک کہ آپ علیہ السلام اس دنیا سے رخصت ہو گئے اور امام حسن علیہ السلام اور امام حسین علیہ السلام بھی اسی طرح اس دنیا سے رخصت ہوئے اور ہم میں سے ہر امام علیہ السلام ایسا ہی کرتا ہے یہاں تک کہ اللہ اس کے امر رخصت کو ظاہر فرماتا ہے"

تب متوکل لعنۃ اللہ علیہ نے آپ علیہ السلام سے کہا "میں نے تو یہ حدیث بھی سنی ہے کہ ابو طالب علیہ السلام جہنم کے شعلوں میں ہیں (معاذ اللہ)۔ اے ابو الحسن علیہ السلام! کیا آپ علیہ السلام اس پر قادر ہیں کہ مجھے ابو طالب علیہ السلام ایسے دکھائیں کہ میں ان سے اور وہ حضرت علیہ السلام مجھ سے گفتگو کر سکیں؟"

ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا "یقینا آج رات ہی اللہ تعالیٰ تمہیں خواب میں ابو طالب علیہ السلام دکھلائے گا کہ تو ان حضرت علیہ السلام سے ہم کلام ہو سکے گا اور وہ حضرت علیہ السلام تم سے کلام فرمائیں گے۔ تب متوکل نے آپ علیہ السلام سے کہا "آپ علیہ السلام جو فرما رہے ہیں ہم دیکھیں گے کہ وہ کس حد تک سچا ہے" ابو الحسن علیہ السلام نے اس سے فرمایا "میں نے تمہیں حق کے سوا کچھ نہیں کہا ہے اور تو نے مجھ سے ہرگز کچھ نہیں سنا ہے سوائے سچ کے"

متوکل نے آپ علیہ السلام سے کہا "کیا اسی رات ہی نہیں ہوگا؟" امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا "یقینا اسی رات ہی ہوگا" اس نے کہا "تو رات آنے والی ہے" رات کے وقت متوکل نے کہا "میں چاہتا ہوں آج رات حالت خواب میں ابو طالب علیہ السلام کو نہ دیکھوں تو میں علی بن محمد علیہ السلام کو ان کے غیب کے بارے میں دعوے اور جھوٹ کی تہمت لگا کر قتل کر دوں۔ تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟" میں اور تو کچھ نہیں کر سکتا البتہ میں شراب پیتا ہوں اور میں خوبصورت لونڈوں اور حرام عورتوں سے زناکاری کرتا ہوں تو امید ہے کہ ابو طالب علیہ السلام میرے خواب میں نہ آئیں گے۔ پس اس نے یہ ساری حرام کاری کی اور مجنب ہو کر سو گیا۔

مگر اس نے نیند میں ابو طالب علیہ السلام کو پھر بھی دیکھا کہ متوکل نے آپ علیہ السلام سے کہا "اے چچا جان علیہ السلام! مجھے بیان فرمائیے کہ آپ علیہ السلام کو اس دنیا سے رخصت کے بعد آپ علیہ السلام کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانا کیسے ہوا؟" ابو طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "جیسا کہ تمہیں میرے فرزند علی بن محمد علیہما السلام نے بیان فرمایا۔ فلاں فلاں دن اور فلاں فلاں حالت میں۔" تو اس نے کہا "اے چچا جان علیہ السلام! آپ علیہ السلام میرے سامنے اس کو تفصیل سے

بیان فرمائیے" تو ابو طالب علیه السلام نے فرمایا "اگر میں تمہارے سامنے تفصیل بیان نه کروں تو تم علی علیه السلام کو قتل کر ڈالو گے۔ اللہ تمہیں قتل کرے گا" پس ابو الحسن علیه السلام نے وہ سب بیان فرمایا که جو متوکل نے خواب میں دیکھا اور وہ سب بھی که جو اس نے حرام کاری کی تھی تا که وہ خواب میں ابو طالب علیه السلام کو نه دیکھ پائے"۔

تین روز کے بعد متوکل نے امام علیه السلام کو بلایا اور کہا "اے ابو الحسن علیه السلام! آپ علیه السلام کا خون بہانا میرے لیے حلال ہو گیا ہے" امام علیه السلام نے اس سے فرمایا "وہ کس وجه سے؟" اس نے کہا "اس وجه سے که آپ علیه السلام نے غیب کا دعویٰ کیا اور اللہ پر جھوٹ باندھا ہے (معاذ اللہ) کیا آپ علیه السلام نے نہیں کہا تھا که اسی رات ہی میں خواب میں ابو طالب علیه السلام کو دیکھوں گا که میں ان حضرت علیه السلام سے بات کروں گا اور وہ حضرت علیه السلام مجھ سے گفتگو کریں گے۔ پس میں نے طہارت کی، صدقه دیا اور سو گیا تا که میں ابو طالب علیه السلام کو خواب میں دیکھ سکوں تا که ان حضرت علیه السلام سے سوال کر سکوں مگر میں نے رات بھر ان حضرت علیه السلام کو نہیں دیکھا۔ میں نے یه تمام نیک اعمال دوسری رات بھی بجا لائے اور تیسری رات بھی مگر میں نے ان حضرت علیه السلام کو خواب میں نہیں دیکھا ہے۔ پس آپ علیه السلام کا قتل میرے لیے حلال ہے اور آپ علیه السلام کا خون بہانا بھی۔

تو ابو الحسن علیه السلام نے اس سے فرمایا "سبحان اللہ! افسوس ہے تم پر که تو نے اللہ کے بالمقابل کتنی جرأت سے کام لیا ہے۔ ہلاکت ہو تم پر، تجھے تیرے نفس لوامه نے بھڑکایا تو تو نے لونڈوں سے بد فعلی کی اور حرام عورتوں سے حرام کاری کی، تو نے شراب نوشی کی تا که تو خواب میں ابو طالب علیه السلام کو نه دیکھ پائے اور مجھے قتل کر ڈالے مگر وہ حضرت علیه السلام پھر بھی تیرے خواب میں آئے اور ان حضرت علیه السلام نے تم سے گفتگو فرمائی اور تو نے بھی ان حضرت علیه السلام سے گفتگو کی" اور آپ علیه السلام نے اس کے سامنے اس کے اور حضرت ابو طالب علیه السلام کے درمیان ہونے والی گفتگو کو حرف بحرف بیان فرمایا تب متوکل نے شرمندگی سے سر جھکا لیا اور پھر کہا "ہم سب بنی ہاشم علیه السلام ہیں۔ آل ابی طالب علیہم السلام تمہارا سحر و جادو ہم سب سے بڑھ کر ہے" تب ابو الحسن علیه السلام اٹھ کر تشریف لے گئے۔

اقول: پھر متوکل نے بہت کوشش کی امام علیه السلام کے نور کو بجھا دے اور امام علیه السلام کو قتل کر ڈالے مگر اللہ کو یه منظور نه تھا۔ آپ علیه السلام کا نور سالم رہا۔ متوکل نے آپ علیه السلام کے لا تعداد معجزات اور کرامات کا مشاہدہ کیا اور اس کی عداوت اور اذیت پسندی بڑھتی ہی گئی۔ یہاں تک که وہ امام علیه السلام کی دعاءِ بد کے سبب ہلاک ہو گیا۔

قطب راوندی نے الخرائج میں ابو سعید سہل بن زیاد سے، اس نے کہا که ہمیں بیان کیا ابو العباس فضل بن احمد بن اسرائیکل نے که جو متوکل کا کاتب تھا۔ ہم متوکل کے سرمن رائی میں موجود محل میں تھے که ابو الحسن علیه السلام کا ذکر چل پڑا تو ابو العباس کاتب نے کہا "اے ابو سعید! میں تمہیں ایک چیز بیان کرتا ہوں که جسے مجھے میرے باپ نے بیان کی۔ اس نے کہا که ہم معتز باللہ کے ہمراہ تھے۔ میرا باپ اس کا کاتب تھا۔ ہم محل میں داخل ہوئے تو متوکل اپنے تخت پر بیٹھا تھا۔ معتز نے اسے سلام کیا اور اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ میں نے ہمیشه ہی دیکھا تھا که وہ جب بھی اس کے پاس داخل ہوتا تھا تو وہ

اسے خوش آمدید کہتا اور اسے بیٹھنے کا کہتا تھا۔ مگر اب معتز کو کھڑے ہوئے کافی دیر ہو گئی تھی مگر اس نے اسے بیٹھنے کا نہیں کہا تھا بلکہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے خود بیٹھا تھا۔ میں نے اس کے چہرے پر دیکھا کہ ایک رنگ آتا تھا تو دوسرا جاتا تھا۔ وہ فتح بن خاقان سے مخاطب ہوا اور اس سے کہا "یہ ہے وہ کہ جس کے بارے میں تم جانے کیا کیا کہتے تھے اور اس نے میرے ہی قول کو رد کر دیا۔ "جبکہ فتح اسے پر سکون کرنے کی کوشش میں کہہ رہا تھا "اے امیر! اللہ کی قسم! ان حضرت علیہ السلام پر جھوٹ باندھا گیا ہے" جبکہ وہ بڑ بڑاتے ہوئے کہہ رہا تھا"اللہ کی قسم! میں اس ریاکار۔۔ نقل کفر کفر نا باشد۔۔۔ زندیق کو ضرور قتل کر ڈالوں گا۔ یہ شخص جھوٹ کا دعویدار ہے اور میری بادشاہت میں آزاد پھرتا ہے۔

پھر اس نے کہا "بنی خزر کے چار ایسے افراد لاؤ کہ جو وحشی قسم کے ہوں اور انہیں تلواریں دو اور انہیں حکم دو کہ وہ اپنی زبانوں میں ایک دوسرے کو سمجھا دیں کہ جب ابو الحسن علیہ السلام اندر آئیں اور ان کے سامنے سے گزریں تو وہ لوگ ان حضرت علیہ السلام پر اپنی تلواروں سے حملہ آور ہو کر ان حضرت علیہ السلام کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں۔ وہ بڑ بڑا رہا تھا۔ اللہ کی قسم! میں ان حضرت علیہ السلام کے قتل کے بعد جلا ڈالوں گا" میں اس وقت معتز کے پیچھے پردے کی آڑ میں کھڑا تھا۔ مجھے معلوم نہ ہوا مگر تب کہ جب ابو الحسن علیہ السلام اندر داخل ہوئے۔

لوگ ان حضرت علیہ السلام کے سامنے دوڑتے ہوئے آئے کہہ رہے تھے "وہ تشریف لائے ہیں" تب میں متوجہ ہوا تو دیکھا کہ آپ علیہ السلام کے ہونٹ بغیر کسی ڈر اور خوف کے متحرک تھے۔ جب متوکل نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو تخت سے نیچے اتر آیا اور آپ علیہ السلام کی طرف آگے بڑھا۔ آپ علیہ السلام کو گلے سے لگایا۔ آپ علیہ السلام کے ماتھے پر اور آپ علیہ السلام کے ہاتھوں پر بوسے دئیے۔ اس کے ہاتھ میں تلوار تھی مگر وہ کہہ رہا تھا۔ "اے میرے آقا علیہ السلام! اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! اے اللہ کی مخلوق میں سے افضل ترین! اے میرے چچا زاد علیہ السلام! اے میرے مولا علیہ السلام! جبکہ ابو الحسن علیہ السلام فرما رہے تھے "اے امیر! میں تم سے اس معاملے میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں"

تب متوکل نے کہا "اے میرے آقا علیہ السلام! آپ علیہ السلام اس وقت کیسے تشریف لائے؟" امام علیہ السلام نے فرمایا "آپ کا پیام رساں آیا اور اس نے کہا کہ متوکل آپ علیہ السلام کو بلا رہا ہے۔ تو متوکل نے کہا "زنا کار عورت کے بیٹے نے جھوٹ بولا ہے۔ آپ علیہ السلام جہاں چاہیں جا سکتے ہیں" اے فتح! اے عبداللہ! اے معتز! اپنے آقا علیہ السلام اور میرے سردار علیہ السلام کے پیچھے پیچھے جاؤ" جب ان وحشی لوگوں نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو سجدے میں گر پڑے۔ جب امام علیہ السلام چلے گئے تو متوکل نے ان لوگوں کو بلایا اور ترجمان کو حکم دیا کہ ان لوگوں سے پوچھے تو ترجمان نے ان لوگوں سے کہا "کیا وجہ ہے کہ جو تمہیں کہا گیا تھا وہ تم نے نہیں کیا؟"

ان لوگوں نے کہا "آپ علیہ السلام کی ہیبت کی وجہ سے" ہم نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام کے اردگرد ایک سو تلوار بردار تھے کہ جن سے لڑنا ہمارے لیے ممکن نہ تھا۔ پس اس چیز نے ہمیں تمہارے حکم کی بجا آوری سے منع کر دیا اور ہمارے دل اس حالت سے مرعوب ہو گئے تھے" تو متوکل نے کہا "اے فتح! یہ تمہارا امام علیہ السلام ہے" اور وہ فتح کے سامنے مسکرا دیا اور فتح بھی اس کے سامنے مسکرا دیا اور کہا ""تمام تر حمد اس اللہ کیلئے ہے کہ جس نے آپ علیہ السلام کے چہرے کو روشن کیا اور آپ علیہ السلام کی حجت کو واضح کیا"

اور ثاقب المناقب میں محمد بن حمران سے،ا س نے ابراہیم بن بلطون سے،ا س نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ میں متوکل کا دربان تھا کہ اس کے پاس پچاس غلام حبشہ کی سے بطور ہدیہ لائے گئے۔ اس نے انہیں حکم دیا کہ وہ سب اسلام لائیں اور اس نے ان سب سے بہت احسان کیا۔ جب ایک سال گزر گیا تو میں متوکل کے سامنے موجود تھا کہ اس کے پاس ابو الحسن علی بن محمد التقی علیہما السلام تشریف لائے۔ جب امام علیہ السلام اپنی جگہ تشریف فرما ہو گئے تو متوکل نے مجھے حکم دیا کہ میں ان غلاموں کو ان کے کمروں سے باہر نکال لاؤں۔ پس میں ان سب کو نکال لایا۔ جب ان سب نے ابو الحسن علیہ السلام کو دیکھا تو وہ سب کے سب آپ علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے۔ متوکل کو کھڑا ہونے کی جرأت نہ ہوئی یہاں تک کہ وہ پردے کے پیچھے چھپ گیا۔ پھر ابو الحسن علیہ السلام اٹھ کر چلے گئے۔ جب متوکل کو اس سب کی خبر ہوئی تو وہ میرے پاس آیا اور اس نے کہا "اے بلطون تم پر ہلاکت ہو! یہ کیا ہے کہ جو ان غلاموں نے کیا ہے؟" میں نے کہا "اللہ کی قسم! مجھے معلوم نہیں ہے" اس نے کہا"ان لوگوں سے پوچھو" میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو ان لوگوں نے کہا "یہ حضرت علیہ السلام تو ہمارے پاس ہر سال تشریف لاتے ہیں اور ہمیں دین سکھاتے ہیں اور ہمارے پاس دس دن قیام پذیر ہوتے ہیں۔یہ تو مسلمانوں کے نبی ﷺ کے وصی علیہ السلام ہیں" پس متوکل نے مجھے ان سب کو ذبح کر ڈالنے کا حکم دیا۔

جب عشاء کا وقت آیا تو میں ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ خدمتگار باہر والے دروازے پر موجود تھا۔ جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا کہا "اندر داخل ہو جاؤ" میں اندر گیا تو دیکھا کہ آپ علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا "اے بلطون! متوکل نے ان لوگوں کے ساتھ کیا کیا ہے؟" تو میں نے کہا "اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! اللہ کی قسم! وہ سب کے سب ذبح کر دئیے گئے ہیں" تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "سب کے سب؟" تو میں نے کہا "جی ہاں! اللہ کی قسم" امام علیہ السلام نے فرمایا "کیا تو انہیں دیکھناچاہتا ہے؟"

میں نے عرض کی "جی ہاں! اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام" تو امام علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ پردے کے اندر داخل ہو جاؤ۔ پس میں اندر گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ لوگ بیٹھے ہیں اور ان کے سامنے پھل رکھے تھے کہ جو وہ کھا رہے تھے"

شیخ صدوق نے اپنی کتاب کمال الدین و تمام النعمة، خصال اور معانی الاخبار میں اپنی اسناد کے ساتھ صقر بن ابی دلف الکرخی سے روایت کی ہے کہ جب متوکل نے ہمارے آقا ابو الحسن علیہ السلام کو گرفتار کروایا تو میں آپ علیہ السلام کی خبر گیری کیلئے گیا۔ متوکل کے حاجب رازقی نے مجھے دیکھا تو اس نے حکم دیا کہ مجھے اس کے پاس لے جایا جائے۔ میں اس کے پاس لے جایا گیا تو اس نے کہا "اے صقر! کیا حال ہے؟" میں نے کہا"اے استاد خیر ہے" اس نے کہا "بیٹھو" پس اس نے مجھ سے آنے جانے کے بارے میں سوال کیا تو میں نے کہا "مجھ سے آنے میں غلطی ہو گئی ہے" اس نے لوگوں کو دور کیا۔ پھر مجھ سے کہا "تمہارا کیا ہے اور تم کیوں آئے ہو؟" میں نے کہا "میں خیریت سے ہوں۔ اس نے کہا "یقینا تم اس لیے آئے ہو تا کہ اپنے مولا علیہ السلام کی خبر لے سکو؟" میں نے اس سے کہا "میرے مولا علیہ السلام کون ہیں؟" میرا تو امیر مولا ہے؟" تو اس نے کہا "خاموش ہو جاؤ کہ میرا مولا علیہ السلام ہی حق کا مولا علیہ السلام ہے۔ میرے سامنے گھبراؤ نہیں میں تمہارے ہی مذہب پر ہوں"

میں نے کہا"الحمد اللہ" تو اس نے کہا "کیا تو ان حضرت علیہ السلام کی زیارت کرنا چاہتے ہو؟" میں نے کہا "جی ہاں" اس نے کہا "بیٹھو یہاں تک کہ ڈاک لے کر آنے والا ان حضرت علیہ السلام کے ہاں سے چلا جائے" پس میں بیٹھ گیا۔ جب ڈاک والا چلا گیا تو اس نے اپنے غلام سے کہا "صقر کے ہاتھ سے پکڑو اور اسے اس حجرے میں لے جاؤ، جہاں علوی علیہ السلام محبوس ہے اور اسے ان حضرت علیہ السلام کے ساتھ تنہا چھوڑ دو۔ پس اس نے مجھے حجرے میں داخل کیا اور پھر اپنے ہاتھ سے ایک کمرے کی جانب اشارہ کیا تو میں اندر گیا کہ امام علیہ السلام چٹائی کے ایک سرے پر تشریف فرما تھے اور آپ علیہ السلام کے قریب ایک کھدی ہوئی قبر تھی" میں نے آپ علیہ السلام کو سلام عرض کیا تو آپ علیہ السلام نے مجھے جواب دیا اور پھر مجھے بیٹھ جانے کا حکم صادر فرمایا تو میں بیٹھ گیا۔ پھر مجھ سے فرمایا "اے صقر کون سی چیز تجھے یہاں کھینچ لائی ہے؟" میں نے عرض کی "اے میرے آقا علیہ السلام! میں آپ علیہ السلام کی احوال پرسی کیلئے حاضر ہوا ہوں۔" پھر میں نے قبر کی طرف دیکھا تو میں گریہ کرنے لگا۔ امام علیہ السلام نے میری طرف نگاہ فرمائی۔ پھر فرمایا "اے صقر گریہ مت کرو کہ یہ لوگ اس وقت مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے ہیں" میں نے عرض کی "الحمد للہ" پھر میں نے عرض کی "اے میرے آقا علیہ السلام! ایک حدیث نبی ﷺ سے روایت کی گئی ہے کہ مجھے اس کے معنیٰ کی معرفت نہیں ہے" امام علیہ السلام نے فرمایا "وہ کیا ہے؟" تو میں نے عرض کی "ایام سے عداوت مت کرو ورنہ وہ تم کو دشمن جانیں گے" اس کا کیا معنیٰ ہے؟" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "ہاں! ہم ہی وہ ایام ہیں کہ جن کے سبب آسمان اور زمین باقی و قائم ہیں" پس سبت (ہفتہ) رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی ہے۔ احد (اتوار) امیر المومنین علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے اور اثنین (سوموار) امام حسن علیہ السلام، اور امام حسین علیہ السلام ہیں اور ثلاثا(منگل) علی بن الحسین، محمد بن علی اور جعفر بن محمد علیہم السلام ہیں۔ الاربعا (بدھ) موسیٰ بن جعفر، علی بن موسیٰ، محمد بن علی اور میری ذات علیہم السلام ہیں اور خمیس(جمعرات) میرا فرزند حسن علیہ السلام ہے اور جمعۃ المبارک میرے فرزند علیہ السلام کا فرزند علیہ السلام ہے کہ اس ہی کی طرف تمام حق پرست گروہوں کی جمع آوری ہو گی اور وہ ہی وہ حضرت علیہ السلام ہے کہ جو زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دے گا کہ جیسے وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہو گی۔ پس یہ ہے ان ایام کا معنیٰ کہ تم لوگ ان حضرات علیہم السلام سے دنیا میں عداوت نہ رکھو ورنہ وہ حضرت علیہ السلام آخرت میں تم سے عداوت کا اظہار کریں گے۔" پھر فرمایا "الوداع کرو اور چلے جاؤ کہ تم امان میں نہیں ہو"

قطب الدین راوندی نے الخرائج میں ابی سلیمان سے،اس نے کہا ہمیں بیان کیا ابن ارومہ نے کہ متوکل کے زمانے میں میں سرمن رأی گیا اور میں سعید دربان کے پاس گیا۔ اس وقت متوکل نے آپ علیہ السلام کو گرفتار کروایا ہوا تھا تا کہ آپ علیہ السلام کو شہید کر دے۔ جب میں سعید دربان کے پاس گیا تو اس نے مجھے کہا "کیا تو چاہتا ہے کہ میں تمہیں تمہارا معبود دکھاؤں؟" میں نے کہا "سبحان اللہ! اسے آنکھیں درک نہیں کر سکتی ہیں" اس نے کہا"وہ کہ تم لوگ جس حضرت علیہ السلام کی امامت کا عقیدہ رکھتے ہو؟" میں نے کہا "اس میں کوئی کراہت نہیں ہے"

اس نے کہا "مجھے ان حضرت علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا گیا ہے اور میں کل ایسا کرنے والا ہوں" اس وقت اس کے پاس متوکل کا نامہ بر موجود تھا۔ جب وہ چلا جائے تم ان حضرت علیہ السلام کے پاس چلے جانا" پس تھوڑی دیر میں وہ چلا گیا تو اس نے کہا "اندر جاؤ۔ پس میں کمرے کے اندر گیا کہ جہاں پر امام علیہ السلام محبوس تھے اور آپ علیہ السلام کے سامنے قبر کھدی ہوئی تھی میں نے سلام

عرض کیا اور شدت سے گریہ کرنے لگا تو امام علیہ السلام نے فرمایا "تو کیوں روتا ہے؟" میں نے عرض کی "جو میں دیکھ رہا ہوں" امام علیہ السلام نے فرمایا "اس وجہ سے گریہ مت کرو کہ ان کے ارادے پورے ہونے والے نہیں ہیں۔ یہ تو میرا پرانا مسکن ہے" امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "دو دن سے زیادہ نہ گزریں گے کہ تو دیکھے گا کہ اللہ تعالیٰ اس ملعون اور اس کے اس ساتھی کا کہ جسے تو نے دیکھا ہے خون رائیگاں کر دے گا" پس اللہ کی قسم! دو دن ہی گزرے تھے کہ متوکل مار ڈالا گیا۔ الخبر

سیّد علی بن طاوؤس نے مہج الدعوات میں اپنی اسناد کے ساتھ متوکل کے مصاحب زراقۃ سے کہ جو شیعہ تھا روایت کی ہے کہ اس نے کہا "متوکل فتح بن خاقان کو ہمیشہ اپنے پاس حاضر رکھتا تھا۔ اور دیگر تمام لوگوں بلکہ اپنے اہل و عیال سے بھی بڑھ کر قربت دیا کرتا تھا۔ اس نے چاہا کہ فتح بن خاقان کے اپنے ہاں مرتبے کو لوگوں پر واضح کرے تو اس نے اپنی مملکت میں موجود تمام لوگوں کو کہ جن میں اس کے خاندان کے اشراف اور دیگر اشراف بھی، وزراء بھی، امراء بھی، فوجی سردار، تمام لشکر والے اور دیگر تمام لوگ شامل تھے کو حکم دیا کہ وہ زینت کریں اور اپنی عددی اور دیگر صلاحیتوں کی وجہ سے فخر کا اظہار کریں اور وہ سب اس کے ساتھ پیدل چلیں۔ کوئی ایک بھی سوار نہ ہو ماسوائے متوکل اور فتح بن خاقان کے کہ جو سرمن رأی میں اس کا خواص ہے۔

پس تمام لوگ ان دونوں کے سامنے اپنے اپنے مراتب کے مطابق پیدل چلنے لگے۔ وہ ایک جلا دینے والا سخت گرم دن تھا۔ تمام اشراف کے ہمراہ وہ لوگ امام ابو الحسن علی بن محمد علیہما السلام کو بھی باہر لائے۔ آپ علیہ السلام کو گرمی اور زحمت نے بہت مشقت پہنچائی۔ زراقہ نے کہا "میں امام علیہ السلام کی طرف گیا اور میں نے عرض کی " اے میرے آقا علیہ السلام! مجھے بہت تکلیف پہنچی ہے۔ اس سے کہ جو اس طاغوت کی طرف سے آپ علیہ السلام کو زحمت اور مشقت دی گئی ہے" میں نے امام علیہ السلام کا ہاتھ تھاما تو امام علیہ السلام نے میرا سہارا لیا اور فرمایا "اے زراقۃ! صالح علیہ السلام کی ناقہ اللہ کے نزدیک مجھ سے زیادہ مکروہ نہیں ہے" یا فرمایا "اللہ کے نزدیک مجھ سے زیادہ قدر کی حامل نہ ہے" میں آپ علیہ السلام سے مسلسل سوال کرتا اور مستفید ہوتا رہا اور آپ علیہ السلام سے گفتگو کرتا رہا یہاں تک کہ متوکل سواری سے باز آیا اور اس نے لوگوں کو واپس چلے جانے کا حکم دیا۔ پس میں نے شرفاء کو ان کی سواریاں پیش کیں اور وہ ان پر سوار ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چل دئیے۔ اور میں نے آپ علیہ السلام کے خچر کو بطور سواری پیش کیا۔ تو آپ علیہ السلام اس پر سوار ہوئے اور میں بھی سوار ہو کر آپ علیہ السلام کے دولت سرا تک گیا۔ آپ علیہ السلام اترے تو میں نے آپ علیہ السلام سے الوداع کیا اور اپنے گھر واپس لوٹ آیا۔

میری اولاد کا ایک مؤدب (استاد) شیعہ تھا اور اہل علم و فضل میں سے تھا اور میری عادت تھی کہ کھانے پر میں اسے ضرور بلاتاتھا۔ وہ کھانے کے وقت آیا اور ہمارے درمیان گفتگو شروع ہوئی اور متوکل و فتح کی سواری اور ان دونوں کے سامنے شرفاء اور صاحب اقدار لوگوں کے پیدل چلنے کی بات ہوئی تو میں نے اس کے سامنے وہ سب بیان کر ڈالا کہ جس کا مشاہدہ میں نے ابو الحسن علی بن محمد علیہ السلام سے کیا تھا اور وہ کہ جو میں نے آپ علیہ السلام سے سنا تھا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا تھا "صالح نبی علیہ السلام کی ناقہ اللہ کے حضور مجھ سے بڑھ کر قدر و منزلت کی مالک نہ تھی" پس اس وقت مؤدب میرے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔ تب اس نے اپنا ہاتھ کھانے سے کھینچ لیا اور کہا "تجھے اللہ کی قسم! کیا تو نے امام

علیه السلام سے یه لفظ سنے ہیں؟" میں نے کہا "اللہ کی قسم! میں نے سنا۔ امام علیه السلام ہی فرما رہے تھے"

تو اس نے کہا "تمہیں معلوم ہونا چاہیے متوکل اپنی مملکت میں تین دن سے زیادہ باقی نه رہ پائے گا بلکه ہلاک ہو جائے گا" اپنے معاملے میں احتیاط کرو اور تم جو بچانا چاہتے ہو بچا لو اور اپنے معاملات کی تیاری باندھ لو که اچانک اس شخص کی ہلاکت کے حادثه سے تیری املاک و اموال تباہ نه ہو جائیں" میں نے اس سے کہا "تمہیں یه خبر کیسے ہوئی؟" تو اس نے کہا "کیا تو نے قرآن مجید میں صالح علیه السلام اور ناقه کا قصه نہیں پڑھا ہے که اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "کھاتین دن اپنے گھروں میں رہ لو یه ایسا وعدہ ہے که جسے جھٹلایا نہیں جا سکتا ہے" یه ممکن ہی نہیں ہے که امام علیه السلام کا قول (فرمان) باطل ہو سکے"

زراقة نے روایت کی ہے که اللہ کی قسم! جب تیسرا روز آیا تو منتصر اس کے ساتھی بغاء وصیف اور ترکیوں نے متوکل پر دھاوا بول دیا اور انہوں نے متوکل کو اور فتح بن خاقان کو مل کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا که ان دونوں کی لاش کی شناخت نه ہو سکتی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی نعمت اور اس کی مملکت دونوں کو زائل کر دیا۔ پس میں نے اس سب کے بعد امام برحق ابو الحسن علیه السلام سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ اور میں نے امام علیه السلام کو مؤدب کے ساتھ ہونے والی گفتگو اورا س نے جو کہا تھا سے آگاہ کیا تو امام علیه السلام نے فرمایا "اس نے سچ کہا۔ ہوا یوں که جب اس کی کوششیں حد سے بڑھ گئیں تو میں نے اس خزانے کی طرف رجوع کیا که جو ہمیں اپنے طیب و طاہر آباؤ اجداد علیہم السلام سے وراثت میں ملا ہے اور وہ تمام قلعوں اور اسلحه سے بڑھ کر طاقت ور ہے اور وہ ہے مظلوم کی ظالم کے خلاف دعا۔ پس میں نے اسی کے ذریعے اس کے برخلاف دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا۔" تو میں نے عرض کی "اے میرے آقا علیه السلام! اگر آپ علیه السلام اس دعا کو مجھے سکھانا مناسب سمجھیں تو آپ مجھے ضرور سکھائیں" پس امام علیه السلام نے مجھے وہ دعا سکھلائی (جو میں نے گزشته اوراق میں لکھ دی ہے)۔

علی بن الحسن المسعودی نے اثبات الوصیة میں لکھا ہے که اس سال که جس میں متوکل کو قتل کیا گیا تھا اس نے عید الفطر کے روز بنی ہاشم علیه السلام کو پیدل آنے کا اور اس کے سامنے پیدل چلنے کا حکم دیا تھا اور اس سے اس کا ارادہ یه تھا ابو الحسن علیه السلام اس کے سامنے پیدل چلیں تو امام علیه السلام نے اپنے موالیوں میں سے ایک کے کندھے پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ ہاشمی علیه السلام ان حضرت علیه السلام کے پاس گئے اور انہوں نے آپ علیه السلام سے عرض کی "اے ہمارے آقا علیه السلام! کیا اس دنیا میں کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے که جس کی دعا قبول ہو اور اس ظالم لعنه سے ہماری جان چھوٹے"

تو امام ابو الحسن علیه السلام نے ان سے فرمایا "اس کائنات میں ایسا بھی ہے که جس کے ناخنوں کا قلم کرنا اللہ کے حضور قوم ثمود کے ناقه صالح علیه السلام کو پے کرنے سے زیادہ عزیز ہے که جب اس ناقه کو پے کر کیا گیا تھا تو فصیل نے بھی اللہ کے حضور چیخ و پکار کی تھی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "تم لوگ اپنے گھروں میں تین دن تک رہ لو۔ یه ایسا وعدہ ہے که جو جھٹلایا نہیں جا سکتا ہے" پس متوکل تیسرے روز قتل کر دیا گیا۔

اور یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ جب امام علیہ السلام پر چلنا دو بھر ہو گیا تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”اس ملعون نے میرے ساتھ قطع رحمی کی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کی زندگی کو قطع کر دیا ہے۔“

پھر مسعودی نے لکھا ہے ”پس پھر متوکل چار شوال 247ھ ق میں ابو الحسن علیہ السلام کی امامت کی ستائیسویں قتل کر دیا گیا اور اس کے بیٹے محمد بن جعفر المنتصر کی بیعت کر لی گئی۔

اس کی ابو الحسن علیہ السلام کے ساتھ اور جعفر بن محمود کے ساتھ گفتگو وہی ہے کہ جیسے لوگوں نے روایت کی ہے۔ وہ چھ ماہ تک بادشاہ رہا اور 248ھ ق کے ربیع الثانی کے مہینے میں فوت ہو گیا اور احمد بن محمد المستعین بن المعتصم باللہ کی بیعت کی گئی۔ اس کی مدت بادشاہت چار ماہ ہے کہ اس کے بعد اس کی معتز لہ کے ساتھ جھگڑے اور اپنے سے جھگڑے میں ایک ماہ گزر گیا اور اس کے اکثر ایام اپنے باپ کے ساتھ فتنہ اور جنگ ہی میں صرف ہو گئے۔ یہاں تک کہ اسے معزول کر دیا گیا اور معتز بن متوکل کی بیعت کر لی گئی“

اور روایت کیا جاتا ہے کہ اس کو زبیر نے 252ھ ق میں زہر دے دی اور وہ ابو الحسن علیہ السلام کی امامت کا بتیسواں تھا۔

254ھ ق میں ابو الحسن علیہ السلام کی طبیعت نا ساز ہوئی کہ پھر ناسازی ہی کی حالت میں بعد میں آپ علیہ السلام کی شہادت ہوئی تھی۔ امام علیہ السلام نے اپنے فرزند ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام کو بلایا اور تمام امور امامت و حکمت اور انبیاء کا اسلحہ اور دیگر وراثتی اشیاء ان حضرت علیہ السلام کے حوالے کیں اور ان حضرت علیہ السلام کو اپنا وصی علیہ السلام مقرر فرمایا اور آپ علیہ السلام اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس وقت آپ علیہ السلام کا سن اقدس ظاہراً چالیس سال تھا۔ آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد 214ھ ق کے رجب المرجب میں ہوئی تھی۔ آپ علیہ السلام اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے ہمراہ سات سال تک رہے اور امور امامت کو تنہا طور پر 33 سال کچھ ماہ انجام دیا۔

المسعودی نے لکھا ہے ”ہمیں ایک پوری جماعت نے بیان کیا کہ ان میں سے ہر ایک نے حکایت کیا کہ امام علیہ السلام گھر میں داخل ہوئے تو وہ بنو ہاشم علیہ السلام کے برگزیدہ لوگوں، عباسیوں، فوجی سرداروں وغیرہ سے بھرا ہوا تھا اور شیعوں کی ایک بہت بڑی تعداد وہاں جمع تھی۔ ان لوگوں کے سامنے ابو محمد علیہ السلام کی امامت کا اظہار نہیں ہوا تھا۔ اور ان حضرت علیہ السلام کے امر امامت کی خبر لوگوں میں معروف نہ تھی ماسوائے ان قابل اعتماد کے کہ جن کے سامنے ابو الحسن علیہ السلام نے ابو محمد علیہ السلام کی امامت پر نص صادر فرمائی تھی۔ ان لوگوں نے حکایت کیا کہ وہ سب لوگ مصیبت و حیرت کا شکار تھے۔ یہی صورت حال تھی کہ گھر کے اندرونی حصے سے ایک خدمت گار باہر آیا اور اس نے دوسرے خدمت گار کو پکارا ”اے رشاش! یہ رقعہ لو اور اسے امیر کے محل میں لے جا کر فلاں کے حوالے کر دو اور اس سے کہو ”یہ حسن بن علی علیہما السلام کا رقعہ ہے“ پس سب لوگ اسی طرف ہی دیکھنے لگے پھر صدر دروازے کی طرف سے ایک دروازہ کھلا تو ایک سیاہ فام خدمتگار باہر آیا اور اس کے بعد ابو محمد علیہ السلام گریبان چاک کیے سر کھلے آستینیں الٹے باہر تشریف لائے۔ آپ علیہ السلام نے سفید رنگ کا لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔

آپ علیه السلام کا چہرہ انور بالکل اپنے بابا بزرگوار علیه السلام کے چہرہ اقدس کی طرح تھا کہ اس میں لکیر بھر کا بھی فرق نہ تھا۔ گھر میں متوکل کی اولاد بھی موجود تھی ان میں سے بعض ولی عہد بھی تھے۔ تمام لوگ کھڑے ہو گئے۔ اس وقت ابو احمد الموافق امام ابو محمد علیه السلام کی طرف بڑھا تو ابو محمد علیه السلام نے بھی آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگا لیا۔ پھر اس سے فرمایا "مرحبا! اے چچا زاد" اور آپ علیه السلام بیٹھ کے دو دروازوں کے درمیان بیٹھ گئے جبکہ تمام لوگ آپ علیه السلام کے سامنے تھے" اس وقت پورا گھر گفتگو کے سبب بازار کا سا سما باندھے تھا۔ مگر جب ابو محمد علیه السلام باہر تشریف لائے اور تشریف فرما ہوئے تو لوگ خاموش ہو گئے اور ہمیں چھینک یا کھنکھارنے کے علاوہ کوئی آواز سنائی نی دیتی تھی۔ اچانک ایک کنیز ابو الحسن علیه السلام پر بین کرتی باہر نکلی تو ابو محمد علیه السلام نے فرمایا"کوئی ہے کہ جو ہمیں اس جاہل کنیز سے دور رکھے" تو شیعوں میں سے ایک اٹھا اور اس نے کنیز کو واپس گھر کے اندر بھیج دیا۔ پھر خدمتگار باہر آیا اور آکر ابو محمد علیه السلام کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ تب امام ابو محمد علیه السلام اٹھے اور اندر گئے۔ پھر جنازہ باہر آیا۔ابو محمد علیه السلام جنازے کے ساتھ پیدل ہی باہر نکلے یہاں تک کہ جنازہ موسیٰ بن بغاء کے گھر کے سامنے والی شارع پر لایا گیا اور جنازے کو باہر لانے سے پہلے ہی ابو محمد علیه السلام اس پر نماز پڑھ چکے تھے۔ جب جنازہ باہر آیا تو اس پر معتمد نے جنازہ کی نماز پڑھی۔ پھر امام علیه السلام کو اپنے گھر ہی کے کمروں میں سے ایک کمرے میں دفن کر دیا گیا۔ اس وقت واپسی پر کہ جب لوگوں کا بہت ہجوم تھا اور امام علیه السلام شارع پر آ رہے تھے تو بہت گرمی ہو گئی اور آپ علیه السلام کو گرمی نے بہت تنگ کیا۔ امام علیه السلام واپسی پر ایک سبزی فروش کی دکان کے پاس رکے اور اس سے بیٹھنے کی اجازت چاہی تو اس نے امام علیه السلام کو سلام کا جواب دیا اور آپ علیه السلام کو پسینے میں شرابور دیکھ کر بیٹھنے کی اجازت دے دی تو امام علیه السلام وہیں تشریف فرما ہو گئے اور لوگ آپ علیه السلام کے اردگرد کھڑے ہو گئے۔ ہم اسی طرح موجود تھے کہ اچانک آپ علیه السلام کے پاس ایک خوبصورت جوان آیا۔ اس نے صاف ستھرا لباس پہنا ہوا تھا۔ وہ ایک خچر پر سوار تھا اور اس نے اپنے ساتھ ایک گھوڑے پر زین باندھی ہوئی تھی۔ وہ گھوڑا سفید رنگ کا تھا۔ وہ نیچے اتر آیا اور اس نے آپ علیه السلام سے التماس کی کہ آپ علیه السلام اس گھوڑے پر سوار ہو جائیں تو امام علیه السلام سوار ہو گئے۔ یہاں تک کہ گھر واپس آئے اور نیچے اترے۔ اسی روز ہی عشاء کے وقت ابو محمد علیه السلام گھر سے باہر آئے تو لوگوں کو وہ سب کچھ ملا کہ جو ابو الحسن علیه السلام کی طرف سے ملتا تھا۔ فقط ابو الحسن علیه السلام کی شخصیت لوگوں کے درمیان موجود نہ تھی۔ شیعہ لوگ آپ علیه السلام کے گریبان پھارنے کے عمل بارے گفتگو کرنے لگے کہ ان میں سے کسی نے دوسروں سے کہا "کیا تم لوگوں نے ائمة الھدیٰ علیہم السلام میں سے کسی کو ماتم میں گریبان پھاڑے دیکھا ہے؟" تو اس کو جواب ملا "اے احمق! تمہیں کیا پتہ موسیٰ علیه السلام نے ہارون علیه السلام پر بھی اسی طرح گریبان چاک کیا تھا"

حسین بن حمدان الخصیبی نے الھدایة فی الفضائل میں احمد بن داؤد قمی سے اور محمد بن عبداللہ طلحی سے روایت کیا ہے کہ ہم نے مال اٹھایا کہ جو خمیص و منتوں وغیرہ کے سبب جمع ہوا تھا۔ اس میں چاندی، جواہر، حلے، اور قم کے علاقے کا پڑا وغیرہ بھی شامل تھا اور اس میں قم اور گردونواح کے لوگوں کی طرف سے عطیات شامل تھے۔ ہم سفر پر نکل پڑے۔ ہم ہمارے آقا ابو الحسن علی بن محمد علیه السلام تک وہ سب پہنچانا چاہتے تھے۔ جب ہم دسکرة الملک نامی جگہ پر پہنچے تو ہمیں ایک اونٹ سوار

شخص ملا اور ہم ایک بہت بڑے قافلے میں شامل تھے۔ وہ سیدھا ہماری طرف آیا جبکہ ہم دوسرے لوگوں میں گھلے ملے ہوئے تھے۔ وہ اپنا اونٹ آگے بڑھاتے ہم تک پہنچا۔ تو اس نے کہا "اے احمد بن داؤد! اے محمد بن عبداللہ طلحی! میرے پاس تمہارے لیے ایک خط ہے" پس میں نے وہ خط لیا اور ہم نے اسے کہا "اللہ تم پر رحم فرمائے یہ کس کی طرف سے ہے؟" تو اس نے کہا "تمہارے آقا ابو الحسن علیہ السلام کی طرف سے۔ان حضرت علیہ السلام نے تمہارے لیے پیغام دیا ہے کہ "میں اسی رات ہی اللہ کے حضور حلت کرنے والا ہوں۔ تم جہاں ہو وہیں رک جاؤ یہاں تک کہ تم تک میرے فرزند ابو محمد ابوالحسن علیہ السلام کا حکم پہنچے" پس ہمارے دل غمگین ہو گئے۔ ہماری آنکھوں سے آنسو امڈ پڑے مگر ہم نے اس سب کو چھپایا اور اسے ظاہر نہ ہونے دیا۔ پس ہم نے دسکرۃ الملک ہی میں پڑاؤ ڈال دئیے۔ ہم نے ایک گھر کرائے پر لیا اور جو بھی ہمارے پاس تھا اسے وہاں چھپا دیا۔ صبح کے وقت دسکرۃ میں ہمارے مولا ابو الحسن علیہ السلام کی شہادت کی خبر پھیل چکی تھی۔ ہم نے کہا"لا الہ الا اللہ! وہ پیامبر کہ جو پیغام لایا تھا اس نے ہی لوگوں میں خبر پہنچائی ہے۔ جب دن چڑھا تو ہم نے شیعوں کا ایک گروہ دیکھا کہ جو ہم سے زیادہ غم میں نڈھال تھے۔ مگر ہم نے امر رسالت کو پوشیدہ رکھا اور ہم نے اسے ظاہر نہ کیا۔ (الخبر)

شیخ ابو عمر محمد بن عمر بن عبدالعزیز الکشی نے کتاب الرجال میں احمد بن علی بن کلثوم السرخسی سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا ابو یعقوب اسحق بن محمد بصری نے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا محمد بن الحسن بن شمون وغیرہ نے، انہوں نے روایت کی ہے کہ ابو محمد علیہ السلام ابو الحسن علیہ السلام کے جنازے میں باہر تشریف لائے تو آپ علیہ السلام کی قمیص کا گریبان پھٹا ہوا تھا۔ ابو عون الابرش کہ جو نجاح بن سلمہ کا قریبی تھا نے آپ علیہ السلام کی طرف خط لکھا۔ آپ علیہ السلام نے ائمہ علیہم السلام میں سے کسی کو دیکھا ہو یا آپ علیہ السلام تک کسی حضرت علیہ السلام کے بارے میں خبر پہنچی ہو کہ جن حضرت علیہ السلام نے ایسے موقع پر اپنا گریبان چاک کیا ہو؟" تو ابو محمد علیہ السلام نے اس کی طرف جواب تحریر فرمایا"اے احمق تمہیں کیا معلوم کہ یہ کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے بھی ہارون علیہ السلام پر اپنا گریبان چاک کیا تھا"

اور اسی کتاب ہی میں احمد بن علی سے،ا س نے کہا کہ مجھے بیان کیا اسحق نے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا ابراہیم بن الخضیب الانباری نے، اس نے روایت کی ہے کہ نجاح بن سلمہ کے قرابت دار ابو عون الابرش نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا"لوگ آپ علیہ السلام کے ابو الحسن علیہ السلام پر گریبان چاک کرنے کو توہین آمیز سمجھتے ہیں "تو امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا "اے احمق! تمہیں لوگوں سے کیا کام۔ موسیٰ علیہ السلام نے بھی ہارون علیہ السلام پر اپنا گریبان چاک کیا تھا۔ یقینا لوگوں میں سے کچھ مومن پیدا ہوتے ہیں اور مومن ہی زندہ رہتے ہیں اور مومن ہی مرتے ہیں اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں کہ جو کافر پیدا ہوتے ہیں، کافر ہی جیتے ہیں اور کافر ہی مرتے ہیں اور ان میں سے کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ جو پیدا مومن ہوتے ہیں اور جیتے بھی مومن ہیں مگر مرتے کافر ہیں اور تو نہیں مر سکتا مگر کافر ہو کر۔ تیری عقل کام چھوڑ دے گی" پس وہ نہ مرا۔ یہاں تک کہ اس کی اولاد نے اسے لوگوں سے علیحدہ کر کے چھپا رکھا اور انہوں نے اسے گھر کے اندر ہی بند کر دیا۔ عقل ختم ہو گئی۔ وسوسے کا شکار ہو گیا۔ وہ اہل امامت کی مخالفت کرنے اور ان کے خلاف بکواسات کرنے لگا اور اس پر پڑا ایمان کا پردہ اٹھ گیا۔

حسین بن حمدان الخصیبی نے اپنی بعض تالیفات میں لکھا ہے کہ مجھے بیان کیا ابو الحسن علی بن بلال اور ہمارے دینی بھائیوں کی ایک بڑی جماعت نے کہ جب ہمارے آقا ابو الحسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد چوتھا روز آیا تو معتز نے حکم دیا کہ ابو محمد حسن علیہ السلام کی طرف کسی ایسے شخص کو بھیجا جائے کہ جو ابو محمد علیہ السلام کو سوار کر کے میرے پاس لائے تا کہ میں ان حضرت علیہ السلام سے تعزیت کر سکوں۔ اور سوال بھی کر سکوں۔ پس ابو محمد علیہ السلام سوار ہو کر معتز کے پاس تشریف لے گئے۔ جب آپ علیہ السلام اس کے پاس اندر گئے تو اس نے آپ علیہ السلام کو خوش آمدید کہا اور اپنے قریب بٹھایا اور آپ علیہ السلام سے تعزیت کی اور اس نے حکم دیا کہ آپ علیہ السلام کو آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام والا مقام و مرتبہ دیا جائے اور آپ علیہ السلام کو جانے والا شہریہ باقی رکھا جائے" امام علیہ السلام ہوبہو اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے ہم شکل تھے۔ تمام کے تمام شیعہ آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام کے بعد آپ علیہ السلام کی امامت پر متفق ہو گئے۔ ماسوائے فارس بن حاتم بن ماھویہ کے ساتھیوں کے کہ وہ لوگ ابو جعفر محمد بن ابی الحسن العسکری علیہما السلام کی امامت کے قائل ہوگئے۔ محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السؤول میں لکھا ہے کہ جہاں تک آپ علیہ السلام کی ظاہری مدت حیات کا تعلق ہے تو آپ علیہ السلام کی شہادت جمادی الثانی میں کہ جب اس کی پانچ راتیں باقی تھیں۔ 254ھ ق معتز کے دور میں ہوئی جبکہ پہلے گزر چکا ہے کہ آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد 214ھ ق میں ہوئی۔ اس طرح آپ علیہ السلام کی ظاہری مدت حیات چند دن کم چالیس سال بنتی ہے۔ وہ حضرت علیہ السلام اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے ہمراہ سات سال پانچ ماہ رہے اور اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کی شہادت کے بعد تینتیس سال چند ماہ اس دار فانی میں باقی رہے۔ آپ علیہ السلام کا نورانی مقبرہ سرمن رائی میں ہے۔

علی بن عیسیٰ الاربلی نے کشف الغمۃ میں لکھا ہے کہ حافظ عبدالعزیز نے لکھا ہے کہ آپ علیہ السلام کی شہادت 254ھ ق میں ہوئی۔ اس وقت آپ علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس چالیس سال تھا۔ آپ علیہ السلام کا نورانی مقبرہ سرمن رائی میں موجود ہے۔ آپ علیہ السلام اس مقبرے میں منتصر کے زمانے میں دفن کیے گئے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ "امام علیہ السلام کی شہادت سرمن رائی میں 254ھ ق کے رجب المرجب کے مہینے میں ہوئی اور اس وقت آپ علیہ السلام کی ظاہری عمر مبارک اکتالیس سال چھ ماہ تھی اور آپ علیہ السلام کا مقبرہ مبارک آپ علیہ السلام کے سرمن رائی میں موجود گھر کے اندر ہے۔"

شیخ ابو جعفر طوسی نے مصابیح میں ابراہیم بن ہاشم القمی سے روایت کی ہے کہ "ابو الحسن العسکری علیہ السلام کی شہادت سوموار کے روز 254ھ ق میں جب رجب المرجب کے تین روز باقی تھے ہوئی۔"

اور لکھا ہے کہ ابن عیاش نے روایت کی ہے کہ امام علیہ السلام کی شہادت رجب کے خاتمے کے تین روز پہلے 254ھ ق میں ہوئی اور اس وقت آپ علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس اکتالیس برس تھا۔"

مفید نے الارشاد میں لکھا ہے کہ"امام علیہ السلام کی شہادت سرمن رائی میں 254ھ ق کے رجب المرجب میں ہوئی اور اس وقت آپ علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس اکتالیس سال چند ماہ تھی۔ آپ علیہ السلام کی مدت امامت تینتیس سال تھی"

زرندی نے لکھا ہے کہ امام علیہ السلام کی شہادت سوموار کے دن تیرہ رجب المرجب 254ھ ق میں ہوئی۔ اس وقت آپ علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس چالیس سال تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اکتالیس سال سات ماہ تھا۔ اور امام علیہ السلام کو سرمن رائی میں اپنے گھر ہی کے اندر دفن کیا گیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام کو مستعین باللہ ملعون نے زہر دی تھی۔ واللہ اعلم۔

اور بحار الانوار میں المناقب سے نقل کای گیا ہے کہ امام علیہ السلام کو معتمد کی بادشاہت کے زمانے میں زہر کے ساتھ شہید کیا گیا اور ابن ابویہ نے لکھا ہے کہ آپ علیہ السلام کو معتمد نے زہر دیا۔"

اور الاقبال میں رمضان المبارک کے مہینے کی ادعیہ میں ہے کہ "اور اس پر اپنے عذاب میں اضافہ فرما کہ جس نے آپ علیہ السلام کے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگا اور وہ متوکل ہے"

اور روضۃ الواعظین میں لکھا ہے کہ امام علیہ السلام کی شہادت سرمن رائی میں رجب المرجب کے نصف سے تین رات قبل 254ھ ق میں ہوئی اور اس وقت آپ علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس اکتالیس سال سات ماہ تھا۔ امام علیہ السلام کی مدت امامت تینتیس سال تھی۔ اور آپ علیہ السلام کی سرمن رائی میں شہادت تک اقامت کی مدت بیس سال چند ماہ تھی۔

اور کافی میں لکھا ہے کہ امام علیہ اللام کی شہادت 254ھ ق میں جب جمادی الثانی کے چار روز باقی تھے ہوئی اور اس وقت آپ علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس اکتالیس سال چھ ماہ تھا۔ یا اس دنیا میں نورانی آمد کی دوسری روایت کے مطابق چالیس سال تھی۔ متوکل نے امام علیہ السلام کو یحیٰ بن ہرثمہ نے اعین کے ہاتھوں مدینہ سے سرمن رائی کی طرف گرفتار کروایا تھا۔ آپ علیہ السلام کی شہادت بھی وہیں ہوئی اور آپ علیہ السلام کو اپنے گھر میں ہی دفن کیا گیا۔

الاربلی نے کشف الغمہ میں لکھا ہے کہ طبری نے اعلام الوریٰ میں لکھا ہے کہ "آپ علیہ السلام کی شہادت سرمن رائی میں رجب المرجب کے مہینے میں 254ھ ق میں ہوئی اور اس وقت آپ علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس اکتالیس سال چند ماہ تھا۔ متوکل نے آپ علیہ السلام کو یحیٰ بن ہرثمہ بن اعین کے ہاتھوں مدینہ سے سرمن رائی کی طرف گرفتار کروایا تھا۔ آپ علیہ السلام سرمن رائی ہی میں قیام پذیر رکھے گئے۔ یہاں تک کہ آپ علیہ السلام کی شہادت ہو گئی۔ آپ علیہ السلام کی مدت امامت تینتیس سال تھی۔آپ علیہ السلام کے ایام امامت میں معتصم کی بادشاہت کے باقی دن تھے۔ پھر واثق پانچ سال سات ماہ بادشاہ رہا۔ اور متوکل چودہ سال بادشاہ رہا۔ پھر اس کا بیٹا منتصر چھ ماہ بادشاہ رہا۔ پھر مستعین کہ جو احمد بن محمد بن المعتصم تھا۔ دو سال نو ماہ حکمران رہا۔ اور اس ہی کی بادشاہت کے آخری دنوں میں ولی اللہ علی بن محمد علیہما السلام شہید ہو گئے۔ اور سرمن رائی میں اپنے گھر کے اندر مدفون ہو ئے۔"

اور اسی کتاب ہی میں لکھا ہے کہ ابن الخشاب نے لکھا ہے کہ "امام علیہ السلام کا اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام محمد بن علی علیہما السلام کے ہمراہ چھ سال پانچ ماہ کا عرصہ گزرا اور امام علیہ السلام سوموار کے دن کہ جب جمادی الثانی کی پانچ راتیں باقی تھیں 254ھ ق میں شہید ہو گئے۔ آپ علیہ السلام اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے بعد تینتیس سال سات ماہ اس دار فانی میں باقی رہے۔ اس وقت آپ

علیه السلام کی عمر مبارک کچھ دن کم چالیس سال تھی۔ آپ علیه السلام کا نورانی مقبرہ سرمن رائی میں ہے۔"

فاضل طبرسی نے کافی پر اپنی شرح میں لکھا ہے کہ صدوق نے لکھا ہے کہ آپ علیه السلام کو متوکل نے زہر کے ساتھ شہید کیا۔ علماء شیعہ کے نزدیک علماء سیرت میں سے بعض نے کہا ہے کہ متوکل نے آپ علیه السلام کو زہر دے کر شہید کیا جبکہ اہل سنت کے نزدیک آپ علیه السلام کی دار فانی سے رحلت طبعی تھی۔

خاتمه

آپ علیه السلام کی اولاد کی تعداد اور ان حضرات علیہم السلام کے اسماء کے بارے میں اور بعض ان چیزوں کے بیان میں ہے جو حضرت جعفر صادق بن محمد علیہما السلام کے اسماء کی علل کے بیان میں گزر چکا ہے اور علاوہ ازیں کہ جو ابو محمد الحسن العسکری علیہ السلام کی شہادت کے باب کی فصل میں بھی آئیں گے۔"

مفید نے الارشاد میں لکھا ہے "ابو الحسن علیه السلام نے اپنی اولاد میں اپنے فرزند ارجمند ابو محمد حسن علیه السلام که جو آپ علیه السلام کے بعد امام علیه السلام ہوئے۔ حسین علیه السلام، محمد علیه السلام اور جعفر علیه السلام اور بیٹی عائشه علیہا السلام چھوڑی"

علی بن محمد المالکی نے فصول المهمة میں ایسا ہی لکھا ہے۔

حسین بن حمدان نے الهدایة فی الفضائل میں لکھا ہے که امام ابو الحسن علیه السلام کے ہاں امام ابو محمد حسن عسکری علیه السلام کی نورانی آمد ہوئی اور محمد علیه السلام، حسین علیه السلام اور جعفر علیه السلام تھا که جس نے امامت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو جعفر کذاب کے نام سے معروف ہو گیا اور اس کا لقب شراب کی بھٹی تھا۔"

علی بن عیسیٰ الاربلی نے کشف الغمة میں لکھا ہے که طبرسی نے اعلام الوریٰ میں لکھا ہے که ابو الحسن علیه السلام کی اولاد میں آپ علیه السلام کے فرزند ابو محمد حسن علیه السلام جو آپ علیه السلام کے بعد امام ہوئے۔ حسین علیه السلام، محمد علیه السلام اور جعفر که جسے جعفر کذاب کا لقب دیا گیا اور آپ علیه السلام کی دختر عالیه علیه السلام شامل تھیں۔

اور بحا رالانوار میں المناقب سے ہو بہو ایسا ہی نقل کیا گیا ہے۔

احمد بن علی بن ابی طالب الطبرسی نے الاحتجاج میں لکھا ہے که محمد بن یعقوب کلینی نے اسحاق بن یعقوب سے روایت کی ہے که میں نے محمد ابن عثمان العمری رحمة اللہ علیه سے التجا کی که وہ میرا وہ خط که جس میں میں نے چند ایسے مسائل کے بارے میں سوال کیا تھا جو مجھ پر مشکل ہو گئے تھے۔ امام علیه السلام کی خدمت میں پہنچائے۔ تب توقیع مبارکه خود امام زمان صلوات اللہ کے مبارک ہاتھوں سے تحریر شده برآمد ہوئی۔ جس میں لکھا تھا۔ "اور جہاں تک تو نے اس بارے میں سوال کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں رشد و ہدایت بخشے اور تمہیں حق پر ثابت قدمی دے اور تمہیں ہماری اہل بیت علیه السلام اور ہمارے چچا زاد قبیلے میں سے میرے منکرین کے شر سے محفوظ فرمائے۔ تمہیں معلوم ہو که اللہ کے ساتھ کسی ایک کی بھی رشته داری نه ہے جو میری امامت کا منکر ہے اس کا مجھ سے کوئی تعلق نه

ہے۔ اس کا راستہ فرزند نوح علیہ السلام کے راستے جیسا ہے۔ ہاں البتہ میرے چچا جعفر علیہ السلام اور ان کی اولاد کا راستہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے راستے جیسا ہے۔ (الخبر)

شیخ صدوق نے کمال الدین و تمام النعمۃ میں لکھا ہے کہ ہمیں بیان کیا علی بن عبداللہ الوراق نے، اس نے کہا کہ ہمیں بیان کیا محمد بن ہارون صوفی نے، اس نے عبید اللہ بن موسیٰ سے، اس نے عبدالعظیم بن عبداللہ الحسنی سے، انھوں نے فرمایا ہمیں بیان کیا صفوان بن یحییٰ نے، اس نے ابراہیم بن زیاد سے، اس نے ابو حمزہ ثمالی سے، اس نے ابو خالد کابلی سے روایت کی ہے کہ میں اپنے آقا علی بن الحسین، زین العابدین صلوات اللہ علیہما کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ علیہ السلام کی بارگاہ میں عرض کی۔''اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! مجھے ان ہستیوں علیہم السلام کے بارے میں آگاہ فرمائیے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ کی اطاعت و مؤدت فرض کی ہے اور اپنے بندوں پر ان حضرات علیہم السلام کی اقتداء واجب کی ہے؟"

تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "اے کابلی! یقینا وہ اولی الامر علیہ السلام ہیں کہ جن حضرات علیہ السلام کو اللہ نے لوگوں پر امام علیہ السلام مقرر فرمایا ہے اور لوگوں پر ان حضرات علیہم السلام کی اطاعت واجب مقرر فرمائی ہے۔ وہ حضرات علیہم السلام یکے بعد دیگرے علی بن ابی طالب علیہما السلام، پھر حسن علیہ السلام، پھر حسین علیہ السلام کہ جو علی بن ابی طالب علیہم السلام کے فرزندان علیہم السلام ہیں۔ پھر امر امامت ہم تک پہنچتا ہے۔ پھر امام علیہ السلام خاموش ہو گئے"

تو میں نے امام علیہ السلام سے عرض کی "اے میرے آقا علیہ السلام! ہمیں روایت کیا گیا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا کہ زمین اللہ کے بندوں پر اللہ کی حجت علیہ السلام سے خالی نہیں ہو سکتی ہے تو آپ علیہ السلام کے بعد حجت اور امام علیہ السلام کون حضرت علیہ السلام ہوں گے؟"

تو امام علیہ السلام نے فرمایا "میرا فرزند محمد علیہ السلام کہ جن حضرت علیہ السلام کا تورات میں اسم گرامی باقر علیہ السلام درج ہے۔ وہ علیہ السلام علم کے پردوں کو ایسے چاک کریں گے کہ جیسے چاک کرنے کا حق ہے۔ وہ حضرت علیہ السلام ہی میرے بعد حجت علیہ السلام اور امام علیہ السلام ہوں گے اور محمد علیہ السلام کے بعد ان علیہ السلام کے فرزند جعفر علیہ السلام ہوں گے کہ جن کا آسمان والوں کے ہاں نام صادق علیہ السلام ہوگا۔

میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی:۔ اے میرے آقا علیہ السلام! فقط ان حضرت علیہ السلام کا نام نامی صادق علیہ السلام کیوں ہوگا جبکہ آپ حضرات علیہم السلام تمام کے تمام صادق ہیں؟"

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "مجھے بیان کیا میرے بابا بزرگوار علیہ السلام نے اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام سے روایت کرتے ہوئے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "جب میرے فرزند جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد ہو تو ان حضرت علیہ السلام کا نام صادق علیہ السلام رکھنا کیونکہ ان حضرت علیہ السلام کی پانچویں نسل میں ایک فرزند ہوگا کہ جس کا نام بھی جعفر ہوگا جو اللہ کے برخلاف جرأت کرتے اور اللہ پر جھوٹ باندھتے ہوئے امامت کا مدعی ہوگا اور وہ اللہ کے حضور جعفر کذاب اور اللہ کے نام پر جعل سازی کرنے والا ہوگا۔ وہ اپنے بابا

بزرگوار علیه السلام کا مخالف اور اپنے برادر بزرگوار علیه السلام کا حاسد ہوگا اور ایسی چیز کا دعویدار ہوگا که جس کا وہ اہل نه ہوگا اور یه اس لیے ہوگا که الله اپنی حجت علیه السلام پر غیبت کا پردہ ڈال دے گا" پھر علی بن الحسین علیہما السلام نے شدید گریه کیا۔ پھر ارشاد فرمایا"گویا میں جعفر کذاب کو دیکھ رہا ہوں که وہ اپنے زمانے کے طاغوت کو ولی الله عجل الله فرجه الشریف کے معاملے میں تفتیش پر ابھار رہا ہے۔ جبکه وہ حضرت علیه السلام الله کی حفاظت میں غائب اور اپنے بابا بزرگوار علیه السلام کے حرم کے نگھبان ہیں کیونکه وہ آپ علیه السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد سے جاہل، آپ علیه السلام تک رسائی کی صورت میں آپ علیه السلام کے قتل پر حریص ہے اور آپ علیه السلام کی میراث کا طمع رکھتا ہے یہاں تک که وہ اسے ناحق چھین لے گا۔ (الخبر)

اقول: عنقریب پوری حدیث آئے گی که جس میں علی بن الحسین علیہما السلام نے آپ علیه السلام کی غیبت کے وقوع پذیر ہونے کی خبر دی ہے۔ ان شاء الله۔

شیخ محمد بن حسن طوسی نے الغیبت نامی کتاب میں لکھا ہے که مجھے بتلایا ایک پوری جماعت نے ابو محمد تلعکبری سے، اس نے ابو الحسین محمد بن جعفر الاسدی سے، اس نے سعد بن عبدالله الاشعری سے، اس نے کہا که ہمیں بیان کیا احمد بن اسحاق بن سعد الاشعری نے که اس کے پاس ہمارے اصحاب میں سے کسی نے آکر بتایا که جعفر بن علی علیه السلام نے اس کی طرف خط لکھا جس میں اس نے خود کو بطور امام علیه السلام معروف کروایا اور اسے بتلایا که وہ ہی اپنے برادر بزرگوار علیه السلام کے بعد قائم علیه السلام ہیں اور یه که ان کے پاس حلال و حرام کا وہ تمام علم ہے که جس کی اسے احتیاج ہو سکتی ہے اور اس کے علاوہ دیگر تمام کے تمام علوم بھی۔

احمد بن اسحق نے روایت کی ہے که جب میں نے وہ خط پڑھا تو میں نے حضرت صاحب الزمان عجل الله فرجه کی خدمت میں خط لکھا اور اس کے ذیل میں میں نے جعفر کا خط بھی لکھ دیا تو اس خط کے جواب میں یه توقیع مبارکه میری طرف برآمد ہوئی۔

بسم الله الرحمن الرحیم

الله تمہیں سلامت رکھے۔ تمہارا خط مجھ تک پہنچا اور وہ خط بھی که جو تو نے اس کے ذیل میں درج کیا ہے که جو اپنے لفظی اختلاف کے باوجود میری معرفت پر محیط ہے۔

اس میں تکرای خطاء بھی ہے اگر تم اس میں تدبر سے کام لو تو یقینا تم اس پر کچھ سے واقف ہو جاؤ گے که جس میں سے کچھ سے تم واقف ہو۔

اور تمام تر حمد الله ربّ العالمین کیلئے ہے۔ اس پر حمد که اس کے ہم پر احسانات میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور نه ہی اس کے ہم پر فضل و کرم میں۔ الله عزوجل کو حق کے اتمام اور باطل کی رسوائی کے علاوہ کچھ منظور نه ہے۔ میں جو بھی ذکر کر رہا ہوں اس پر وہ ہی گواہ ہے جو میں تم سے کہتا ہوں۔ قیامت کے روز اس کی تمام تر ذمه داری مجھ پر ہے۔ وہ ایسا دن ہے که جس میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس روز الله ہم سے ہر اس چیز کے بارے میں سوال کرے گا که جس میں ہم اختلاف کرنے والے ہیں۔ یاد رکھو که مذکورہ خط لکھنے والے صاحب کا جس کی طرف خط لکھا گیا ہے۔ اس پر نه تم پر اور تمام مخلوق میں سے کسی ایک پر بھی نه تو کوئی اقتداء فرض ہے اور نه ہی اطاعت و ذمه داری ہے۔ میں

عنقریب تم لوگوں کی ذمہ داری کو واضح کرنے والا ہوں کہ جیسے تم بجا لاؤ۔ انشاء اللہ تم لوگوں کیلئے کافی ہوگا۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو عبث پیدا نہیں کیا ہے اور نہ ہی انہیں بے مہار چھوڑ دیا ہے بلکہ اس نے مخلوق کو اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا ہے اور ان کو سننے اور دیکھنے کی صلاحیت بخشی ہے اور قلوب و اذہان بخشے ہیں۔ پھر ان کی طرف انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا کہ جو بشارت دینے والے اور ڈرانے والے تھے وہ حضرات علیہم السلام ان لوگوں کو اللہ کی اطاعت کا حکم دیتے اور اللہ کی نافرمانی سے منع کرتے رہے۔ ان حضرات علیہم السلام نے ان لوگوں کو ان کے خالق اور ان دین کی معرفت سکھلائی۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات علیہم السلام پر کتابیں نازل فرمائیں اور ان حضرات علیہم السلام کی طرف اپنے فرشتے بھیجے کہ جو ان لوگوں کے درمیان اور ان حضرات علیہم السلام کے درمیان کہ جنہیں ان لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ اس فضیلت کی وضاحت تھے کہ اللہ نے ان حضرات کو دیگر لوگوں پر عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات علیہم السلام کو واضح دلائل، روشن علامات اور بلند نشانیاں عطا فرمائیں۔ پس ان میں سے کسی حضرت علیہ السلام پر اللہ نے آگ کو سلامتی کی حد تک ٹھنڈا فرما یا اور ان حضرت علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور ان میں سے کسی حضرت علیہ السلام سے کلام فرمایا اور اس حضرت علیہ السلام کے عصا کو جیتا جاگتا اژدھا بنا دیا اور ان حضرات علیہم السلام میں سے کسی کو اختیار دیا کہ جو حضرت علیہ السلام اللہ کے اذن سے مردوں کو زندہ کرتے اور کوڑھی و مبروص کو شفایاب کرتے تھے اور ان میں سے کسی حضرت علیہ السلام کو پرندوں کی بولیاں سکھائیں اور ہر چیز کا علم عطا فرمایا۔ پھر اللہ نے محمد ﷺ کو عالمین کیلئے رحمت بنا کر بھیجا اور آپ ﷺ پر اپنی نعمتوں کو تمام فرمایا۔ اور ان حضرت ﷺ کے ذریعے اپنے انبیاء علیہم السلام پر مہر تصدیق ثبت فرمائی اور آپ ﷺ کو تمام لوگوں کی طرف رسول ﷺ بنا کر بھیجا۔ آپ ﷺ نے اپنے صدق کا جتنا اظہار فرمانا تھا فرمایا اور اللہ کی آیات و علامات میں سے جتنوں کی وضاحت کرنی تھی وضاحت فرما دی۔ پھر اللہ نے آپ ﷺ کو قابل تعریف، فقید المثال اور سعادت مندی کی حالت میں اپنی جانب بلا لیا اور مخلوق کی ہدایت کا معاملہ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے بھائی، آپ ﷺ کے چچا زاد، آپ ﷺ کے وصی، آپ ﷺ کے وارث حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کے ہاتھ میں دیا۔ پھر آپ علیہ السلام کی اولاد میں سے اوصیاء علیہم السلام کے ہاتھوں میں یکے بعد دیگرے دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات علیہم السلام کے ذریعے اپنے دین کو زندہ رکھا۔ اور ان حضرات علیہم السلام کے ذریعے اپنے نور کو مکمل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات علیہم السلام اور ان کے دیگر بھائیوں، چچا زادوں، اور دیگر خونی رشتہ داروں میں ایک واضح فرق رکھا کہ جس کے ذریعے حجت علیہ السلام و محجوج، امام علیہ السلام و ماموم کی پہچان ہو سکے۔ اس طرح کہ اللہ نے ان حضرات علیہم السلام کو گناہوں سے معصوم علیہ السلام بنایا اور تمام عیوب سے مبریٰ بنایا اور ان حضرات علیہم السلام کو ہمہ قسمی پلیدگی سے پاک رکھا اور ہم قسمی شک و شبہ سے پاکیزہ رکھا اور ان حضرات علیہم السلام کو اپنے علم کا خزانہ، اپنی حکمت کی پناہ گاہ، اور اپنے راز کا مقام بنایا اور ان حضرات علیہم السلام کی تائید دلائل و معجزات کے ذریعے فرمائی۔

اگر یہ سب نہ ہوتا تو یقینا تمام لوگ برابر ہوتے اور یقینا اللہ کی جانب سے اولیٰ الامر علیہ السلام ہونے کا ہر ایک دعویدار ہوتا اور حق و باطل اور عالم و جاہل میں تمیز نہ ہو سکتی۔

اس باطل پرست نے اللہ کے نام پر جعلسازی کر کے جھوٹا دعویٰ کیا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ اس عہدہ و منصب کا کیسے دعویدار ہے۔ کیا اسے امید ہے کہ وہ اپنا دعویٰ اللہ کے دین میں سمجھ بوجھ

کے ذریعے پورا کرے گا تو اللہ کی قسم! اسے حلال و حرام کی معرفت نہیں ہے یا اسے امید ہے کہ وہ اپنے اس دعوے کو علم کے ذریعے پورا کرے گا تو اس کو حق و باطل اور محکم و متشابہ کا علم تک نہ ہے۔ وہ تو نماز کی حدود و اوقات سے بھی واقف نہ ہے یا پھر اسے امید ہے کہ وہ اپنا دعویٰ تقویٰ و پرہیز گاری کے ذریعے پورا کرے گا تو اللہ گواہ ہے کہ اس نے چالیس دن تک نماز کو اس عقیدے پر ترک کیا کہ اسے شعبدہ بازی حاصل ہو گی۔

امید ہے کہ اس کی خبر تم تک پہنچی ہو گی کہ اس کے پاس شراب نوشی کے برتن موجود ہیں۔ اس کے اللہ کی نافرمانی کرنے کے تمام آثار موجود و باقی ہیں یا پھر اسے امید ہے کہ وہ اپنا دعویٰ معجزات کے ذریعے پورا کرے گا تو اسے چاہیے کہ معجزہ دکھائے یا پھر کسی حجت کے ذریعے پورا کرے گا تو اسے چاہیے کہ وہ حجت قائم کرے یا پھر وہ اپنے دعویٰ کو دلیل کے ذریعے پورا کرنے کی امید رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اس دلیل کا ذکر کرے۔

اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ کتاب غالب و حکیم خدا کی طرف سے نازل ہوئی۔ ہم نے تو سارے آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے حکمت ہی سے ایک خاص وقت تک کیلئے پیدا کیا ہے اور کفار جن چیزوں سے ڈرائے جاتے ہیں ان سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ اے رسول ﷺ! آپ ﷺ پوچھو تو کہ خدا کو چھوڑ کر جن کی تم عبادت کرتے ہو کیا تم نے ان کو دیکھا ہے؟ مجھے بھی تو دکھاؤ کہ ان لوگوں نے زمین میں کیا چیز پیدا کی ہے یا آسمانوں کے بنانے میں ان کی شرکت ہے۔ تم اگر سچے ہو تو اس سے پہلے کوئی کتاب یا اگلوں کے علم کا بقیہ ہو تو میرے سامنے پیش کرو اور اس شخص سے بڑھ کر اور کون گمراہ ہو سکتا ہے جو خدا کے سوا ایسے شخص کو پکارے جو اسے قیامت تک جواب ہی نہ دے سکے اور ان کو ان کے پکارنے کی خبر تک معلوم نہ ہو اور جب لوگ قیامت میں جمع کیے جائیں گے تو وہ معبود ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی پرستش سے انکار کریں گے۔" پس تم اس ظالم کے مقابلے میں کہ جو کچھ اس نے تمہارے سامنے ذکر کیا ہے اللہ سے توفیق کی التجا کرو اور اس کا امتحان لو۔ اللہ کی کتاب میں سے کسی آیت کی تفسیر بارے اس سے سوال کرو کہ وہ اس کی تفسیر کرے یا نماز فریضہ کے بارے میں کہ وہ اس کی حدود کو بیان کرے اور اس میں واجبات کو بیان کرے۔ یقینا تو اس کی حالت اور علمی مقدار کو خود ہی جان لے گا۔ اس کا اندھا پن اور اس کا نقص تمہارے سامنے ظاہر ہو جائے گا۔ اللہ ہی اس سے حساب لینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حق کی اہل حق کے ذریعے حفاظت فرمائی ہے اور حق کو اس کے اصلی مقام پر رکھا ہے۔ اللہ عزوجل کو منظور ہی نہیں ہے کہ حسن و حسین علیہما السلام کے بعدد و سگے بھائی امام علیہ السلام ہوں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہی قول کی اجازت دی ہے تا کہ حق ظاہر ہو اور باطل کا خاتمہ ہو اور تم پر سے گمراہی کے خطرات دور ہوں۔ اللہ ہی کے حضور کفایت کا طلبگار ہوں اور وہ بہترین کرے گا اور وہی ولایت کا مالک ہے۔ ہمارے لیے اللہ ہی کافی ہے اور وہ ہی بہترین کارساز ہے اور اللہ کا درود و سلام ہو۔ حضرات محمد و آل محمد علیہم السلام پر۔

اور بحار الانور میں علی بن محمد سے روایت کیا گیا ہے کہ جعفر کی بیعت کی گئی اوردیگر جن کی بیعت کی گئی ان مٰں ایک جعفری بچی بھی شامل تھی کہ جو گھر میں تھی اور اس کی پرورش کی جاتی رہی۔ بعض علویوں کی بیعت بھی کی گئی۔ مشتری ان کی خبر سے واقف ہے تو مشتری نے کہا "میرا نفس ان کے رد کو پسند کرتا ہے۔ یقینا اس سے کم تر قیمتی کوئی چیز نہیں ہے۔ پس علوی نے اسے اٹھایا اور چلتا بنا۔ خبر

معلوم ہوئی تو انہوں نے مشتری کی طرف اکتالیس دینار بھیجے اور اسے کہا کہ وہ ان دیناروں کو ان کے حقدار تک پہنچا دے۔

حسین بن حمدان خصیبی نے العدایة فی الفضائل میں لکھا ہے کہ مجھے بیان کیا علی بن الحسین بن فضال نے وہ ان لوگوں میں سے تھا کہ جو ابو محمد علیہ السلام کی شہادت کے بعد جعفر کی امامت کے قائل تھے جبکہ وہ اس سے پہلے قطحی المذہب تھا کہ اس نے جعفر کی طرف خط لکھا اور اس سے اس کے امر امامت کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا تو اس نے اس کے جواب میں لکھا۔ میرا بھائی ابو محمد علیہ السلام واجب الاطاعت امام علیہ السلام تھے اور ان حضرت علیہ السلام کے بعد ان حضرت علیہ السلام کا وصی علیہ السلام اور امام علیہ السلام ہوں۔ اس کے علاوہ کچھ نہیں"

اس نے اسی کتاب ہی میں لکھا ہے کہ ابو العباس بن حیون اور ابو علی صائغ نے روایت کی ہے کہ جعفر نے احمد بن اسحق قمی کی طرف خط لکھا اور اس سے وہ تمام تر واجبات طلب کیے کہ جو وہ قم سے ابو محمد علیہ السلام کی طرف لایا کرتا تھا۔ اور اس بات پر بہت زیادہ اصرار کیا تو اہل قم اور احمد بن اسحق جمع ہوئے اور انہوں نے اس کو اس کے خط کا جواب لکھا اور انہوں نے اس خط میں اس سے چند مسائل بھی پوچھے اور انہوں نے لکھا "ہمیں ان مسائل کا جواب دیجئے جیسا کہ ہم اور ہمارے اسلاف آپ کے گزشتہ آباؤ و اجداد علیہم السلام سے سوال کیا کرتے تھے وہ حضرات علیہم السلام ہمیں جواب دیتے تھے۔ تو وہ ہمارے پاس موجود ہیں۔ ہم ان کی اقتداء کرتے ہیں اور ان پر عمل بھی کرتے ہیں۔ پس آپ ان مسائل کے جواب ویسے ہی دیں کہ جیسے آپ علیہ السلام کے آباؤ اجداد علیہم السلام نے دئیے تھے تا کہ ہم حقوق اللہ کہ جو ان حضرات علیہم السلام کی طرف لے جاتے تھے۔ ہم آپ علیہ السلام کی طرف لے آئیں" پس ان لوگوں نے نامہ بر عسکر میں جعفر کے پاس پہنچا اور اسے خط پہنچایا اور کافی مدت تک اس کے پاس موجود رہا اور اس سے ان مسائل کے بارے میں مطالبہ کرتا رہا۔ کہ جعفر نے نہ تو مسائل کا جواب دیا اور نہ ہی خط کا جواب لکھا اور ان لوگوں سے مطالبہ کرنے سے باز آگیا۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں لکھا ہے کہ مجھے بیان کیا علی بن احمد واسطی نے کہ وہ عسکر گیا اور دارالامامت میں پہنچا اور جعفر کے دروازے پر رک گیا اور اس نے جعفر سے اجازت چاہی تا کہ وہ اس سے ان مسائل کی بابت سوال کر سکے کہ جو اس نے ہمارے آقا ابو الحسن علیہ السلام و ابو محمد علیہ السلام سے پوچھے تھے۔ تب اس کے پاس ایک خدمتگار باہر آیا اور اس نے پوچھا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟" اور تمام کہاں سے آئے ہو؟" تو اس نے کہا "میرا نام علی بن احمد واسطی ہے" تو خدمتگار نے اس سے کہا۔ واپس لوٹ جاؤ کہ تمہیں حاضر ہونے کی اجازت ہی نہیں ہے"

اور اسی کتاب ہی میں محمد بن عبدالحمید بزاز سے، ابو الحسن محمد بن یحییٰ سے، محمد بن صیھون خراسانی سے اور حسن بن مسعود خزاری سے روایت کی ہے کہ ان سب نے کہا کہ میں نے ان سب سے ابو عبداللہ حسین علیہ السلام کے کربلا میں مشہد مقدس کے اندر جعفر کذاب کے بارے میں سوال کیا اور اس کے بارے میں بھی کہ اس کا معاملہ ہمارے آقا ابو الحسن اور ابو محمد علیہما السلام کی شہادت سے پہلے کیا تھا اور ابو محمد علیہ السلام کی شہادت کے بعد اس کا معاملہ کیا رہا اور اس کے بارے میں بھی کہ جس کا جعفر نے دعویٰ کیا اور جو کچھ اس کے بارے میں دعویٰ کیا گیا ہے؟"

تو ان سب نے مجھے بیان کیا کہ اس کے بارے میں احادیث میں سے من جملہ یہ بھی ہے کہ ہمارے ابو الحسن علیہ السلام ان لوگوں کو فرمایا کرتے تھے "میرے بیٹے جعفر سے اجتناب کرنا کیونہ اس کی مجھ سے نسبت وہی ہے کہ جو نمرود، کنعان کو نوح علیہ السلام سے تھی کہ جس کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا "جب نوح علیہ السلام نے کہا کہ میرا بیٹا میری اہل بیت میں سے ہے" الآیۃ" تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے نوح! یہ تیری اہل بیت میں سے نہیں ہے کیونکہ اس نے عنبر صالح عمل کیا ہے" اور ابو محمد علیہ السلام ابو الحسن علیہ السلام کے بعد ہمیں فرمایا کرتے تھے۔ اللہ سے ڈرنا اگر میرا بھائی جعفر تمہارے لیے کوئی رازداری کا مظاہرہ کرے" اللہ کی قسم! اس کی اور میری مثال ھابیل علیہ السلام و قابیل لعنۃ جیسی ہے کہ جو فرزندانِ آدم علیہ السلام تھے۔ کہ قابیل ملعون نے ہابیل علیہ السلام پر حسد کیا تھا۔ اس عظمت کے مقابلے میں کہ جو ہابیل علیہ السلام کو اللہ نے عطا فرمائی تھی۔ اگر جعفر کو میرے قتل کا موقع ملے تو وہ کر گزرے گا۔

مگر اللہ تعالیٰ تو اپنے امر کو ہی غلبہ عطا کرنے والا ہے" ہم نے جعفر کے بارے میں عسکر و گردونواح کے تمام زن و مرد اور خدمتگاروں سے پتہ لگایا ہے اور جب ہم جعفر کے گھر گئے تو وہ سب ہم سے شکایت کرتے تھے اور کہتے تھے "وہ رنگ برنگ لباس پہنتا ہے۔ اس کیلئے ساز بجائے جاتے ہیں۔ وہ شراب نوشی کرتا ہے اور وہ اس سب پر اپنے گھر میں موجود لوگوں پر راز رکھنے کیلئے درہم و دینار خرچ کرتا ہے۔ وہ اس سے درہم و دینار بھی لیتے ہیں مگر اس کے کرتوت چھپاتے بھی نہیں ہیں۔

اور شیعہ حضرات رحمۃ اللہ علیہ ابو محمد علیہ السلام کے بعد اس سے زیادہ ہی دور ہو گئے ہیں یہاں تک کہ وہ اسے سلام بھی نہیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں اس کے اور ہمارے درمیان کوئی تقیہ نہیں ہے کہ ہم نے اس سے حسن سلوک کیا اور ہم نے اس سے ملاقات کی اور اسے سلام کیا اور اس کے گھر گئے اور ہم نے اسے بتایا کہ اسکے بارے میں لوگ گمراہ ہو رہے ہیں۔ اس کا اچھا تذکرہ کیا تو لوگ اس کی طرف امڈ پڑیں گے اور وہ جیسا ہمیں کرتا دیکھیں گے وہ بھی ویسا ہی کریں گے اور ہم اس وجہ سے جہنمی ہو جائیں گے اور جعفر نے جب ابو محمد علیہ السلام کی شہادت ہوئی اسی رات ہی تمام خزانوں پر مہریں لگا دیں اور ہر اس چیز کو اپنے قبضے میں لے لیا کہ جو اس گھر میں موجود تھی اور اپنے گھر چلا گیا۔ جب صبح ہوئی تو وہ امام علیہ السلام کے گھر آیا تا کہ جس جس پر اس نے مہر لگائی تھی وہ یہ جانے تو جب اس نے مہریں توڑیں اور اندر گیا تو دیکھا کہ گھر میں اور خزانوں میں تھوڑی سی چیزوں کے علاوہ کچھ بھی موجود نہ تھا۔ پس اس نے خدمتگاروں اور کنیزوں کی ایک جماعت کو مار پیٹ کی۔ انہوں نے کہا

ہمیں مت مارو۔ اللہ کی قسم!, ہم نے دیکھا کہ تمام مال و متاع اور ذخیرہ ایک خوبرو جوان نے شارع پر موجود اپنے اونٹوں پر لادا کہ ہمیں کلام تک کی جرأت نہ ہوئی اور نہ ہی ہم میں حرکت کرنے کی جرأت تھی۔ یہاں تک کہ وہ خوبرو جوان آیا اور اس نے دروازوں کو پہلے کی طرح بند کر دیا۔" تب جعفر گھر سے غائب ہونے والی چیزوں پر افسوس کے صدمے سے اپنے سر کو پیٹنا شروع کر دیا اور وہ اپنی چیزوں کو بیچ کر کھانے لگا یہاں تک کہ اس کے پاس ایک دن کے کھانے کا سامان بھی نہ بچا۔ جبکہ اس کی اولاد میں چوبیس بیٹے اور بیٹیاں تھے اور ان کی مائیں بھی تھیں۔ کارندے، خدمتگار اور غلام بھی تھے۔ اس کے فقر کی انتہاء یہاں تک پہنچی کہ اس نے اپنی جدہ ماجدہ علیہما السلام سے اپیل کی کہ وہ مخدرہ علیہم السلام کی جدہ ماجدہ علیہما السلام سے اپیل کی کہ وہ مخدرہ علیہ السلام اپنے مال سے اسے آٹا، گوشت، جو، اس کے

جانوروں کیلئے چارہ، اس کی اولاد کیلئے لباس اور ان کی ماؤں، کارندوں، خدمتگاروں اور غلاموں کیلئے خرچہ فراہم کریں۔ اس کے حالات ہمارے ذکر کرنے سے زیادہ خراب ہوئے اور ہم اللہ تعالیٰ سے دنیاوی اور اخروی مصیبت کے مقابلے میں بچاؤ اور عافیت کی درخواست کرتے ہیں۔

شیخ محمد بن الحسن طوسی نے الغیبت نامی کتاب میں لکھا ہے کہ جعفر بن علی علیہ السلام کی امامت کے اس کے برادر بزرگوار علیہ السلام کے بعد قائل لوگوں کا عقیدہ باطل ہے۔ اس دلیل کے سبب کہ جو ہم انہیں دیتے ہیں۔ وہ یہ کہ امام علیہ السلام کیلئے واجب ہے کہ وہ معصوم علیہ السلام ہو اور اس سے خطاء ممکن نہیں ہوتی ہے اور یہ بھی واجب ہے کہ امام علیہ السلام، امت کے احکام کا عالم ترین شخص ہو اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جعفر معصوم نہیں تھا۔ اس کے وہ افعال ظاہرہ کہ جو اس کی عصمت کی نفی کرتے ہیں ان گنت ہیں۔ کہ جن کے ذکر سے ہم اپنی کتاب کو طوالت میں نہیں ڈالنا چاہتے جن کے ذکر کا حالات نے تقاضا کیا ہم نے وہ کر دئیے۔ جہاں تک اس کے عالم ہونے کی بات ہے تو علم نام کی ہر چیز سے خالی تھا۔ پس اس کی امامت کیسے ثابت ہو سکتی ہے۔ اس کی امامت کے قائل ان دلائل سے کٹ کر رہ جاتے ہیں۔ تمام تر حمد اور احسان اللہ ہی کیلئے ہے۔"

تیرہواں باب

گیارہویں امام علیه السلام، سیّد البشر ﷺ کے دسویں سبط علیه السلام، خلف المنتظر عجل اللہ فرجه الشریف کے بابا بزرگوار علیه السلام محشر کے شافع علیه السلام، شریعت کے روشن چراغ علیه السلام، ہدایت کی چمکتی صبح ابو محمد حسن بن علی العسکری علیه السلام۔

اللہ کا درود ہو ان حضرت علیه السلام پر اور ان حضرت علیه السلام کے طیب اسلاف علیہم السلام پر اور ائمة الاعلام کے خلف علیه السلام پر۔ جب تک دن رات کی گردش باقی ہے۔

اس میں چند فصلیں ہیں۔

پہلی فصل

ان چیزوں کے بیان میں ہے کہ جن کا تعلق آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد، آپ علیہ السلام کے پاکیزہ اسماع، آپ علیہ السلام کی مبارک انگوٹھی کے نقش اور آپ علیہ السلام کی مادر گرامی قدر علیہما السلام سے ہے“

محمد بن طلحہ شافعی نے مطالب السوؤل فی مناقب آلِ رسول علیہ السلام میں لکھا ہے کہ گیارہواں باب ابو محمد حسن بن علی الخالص علیہ السلام کے بارے میں ہے۔ ان حضرت کی اس دنیا میں نورانی آمد کا سال 231ہجری ھ ق ہے۔

جہاں تک آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام کی طرف سے اور مادرگرامی قدر علیہما السلام کی طرف سے نسب کا تعلق ہے تو آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار ابو الحسن علی المتوکل بن محمد القانع بن علی الرضا علیہم السلام ہیں کہ جن علیہ السلام کے احوال مبارکہ گزر چکے ہیں۔ اور آپ علیہ السلام کی مادرگرامی قدر علیہما السلام ظاہراً ایک امّ ولد کنیز تھیں کہ جن مخدرہ علیہ السلام کو سوسن علیہما السلام کہا جاتا تھا۔ آپ علیہ السلام کا اسم گرامی حسن علیہ السلام، آپ علیہ السلام کنیت ابو محمد علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کا لقب الخالص علیہ السلام تھا۔

علی بن الحسین المسعودی نے اثبات الوصیۃ میں لکھا ہے کہ عالم علیہ السلام کے بارے میں روایت کیا گیا ہے کہ وہ ان حضرت علیہ السلام نے فرمایا ”جب امّ ابو محمد سلیل علیہما السلام کو ابو الحسن علیہ السلام کے پاس لایا گیا تو فرمایا۔ ”سلیل علیہما السلام کو آفات و بلیات اور ناپسندیدہ امور درپیش تھے۔“ ابو الحسن علیہ السلام نے اس مخدرہ علیہما السلام سے فرمایا ”عنقریب اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کی پاکیزہ جھولی کو اپنی مخلوق پر اپنی حجت کے ذریعے متبرک فرمائے گا۔ وہ حضرت علیہ السلام زمین کو عدل سے بھر دیں گے جیسا کہ وہ جور سے جھر چکی ہو گی۔

آپ علیہ السلام کی مادرگرامی قدر علیہما السلام کو آپ علیہ السلام کے مقدس نور کی امانت مدینے ہی میں ملی اور مدینے ہی میں اس مخدرہ علیہا السلام نے آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد سے اپنی مقدس جھولی کو بھرا۔ آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد آپ علیہ السلام کے آباؤاجداد علیہم السلام کے طریق و منشاء کے مطابق تھی۔ آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد 231ہجری ھ ق میں ہوئی۔ اس وقت ابو الحسن علیہ السلام کا ظاہرہ سن اقدس سولہ سال چند ماہ تھا۔ آپ علیہ السلام اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کی عراق کی جانب 236ہجری ھ ق میں گرفتاری میں شامل تھے۔ اس وقت آپ علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس چار سال چند ماہ تھا۔

عیون المعجزات نامی کتاب میں ہے کہ اصحاب الحدیث جو روایت کیا ہے اس کے مطابق آپ علیہ السلام کی مادرگرامی قدر علیہما السلام کا اسم گرامی قدر سلیل علیہما السلام تھا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حدیث تھا مگر صحیح سلیل ہی ہے اور ان مخدرہ علیہما السلام کا شمار اپنے زمانے کی عارفات اور صالحات خواتین میں ہوتا تھا۔

اور کافی میں ہے کہ آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد 232ھ ھ ق کے رمضان المبارک کے مہینے میں ہوئی اور آپ علیہ السلام کی مادرگرامی قدر علیہما السلام ظاہراً ایک امّ ولد کنیز تھیں کہ جنہیں حدیثہ علیہما السلام کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

حسین بن حمدان نے الهدایة فی الفضائل میں لکھا ہے کہ "ابو محمد علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد مدینة الرسول ﷺ کے مقام پر 233ھ ھ ق میں ہوئی۔ آپ علیہ السلام کی ابو محمد علیہ السلام کے علاوہ کوئی کنیت نہ تھی۔ آپ علیہ السلام کے القاب میں الصامت، المشفع، الموق، المولیٰ، السخی اور المستودع تھے۔ آپ علیہ السلام کی مادرگرامی قدر امّ حبیب علیہما السلام تھیں۔ ان مخدرہ علیہما السلام کو غزان المغربیہ علیہ السلام بھی کہا جاتا تھا جو کہ درست قول نہ ہے"

ابن الجوزی نے تذکرة الخواص میں لکھا ہے کہ آپ حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ الرضا علیہم السلام تھے۔ آپ علیہ السلام کی مادرگرامی قدر ظاہراً ام ولد کنیز تھیں۔ اس مخدرہ علیہما السلام کا اسم گرامی قدر سوسن تھا۔ اس مخدرہ علیہ السلام کی کنیت امّ محمد علیہا السلام، امام علیہ السلام کو العسکری علیہ السلام بھی کہا جاتا تھا۔ آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد 231ھ ھ ق میں سرمن رائی کے مقام پر ہوئی اور آپ علیہ السلام کی شہادت اسی جگہ ہی 260ھ ھ ق میں خلیفہ معتمد کے دور میں ہوئی تو اس وقت آپ علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس انتیس سال تھا۔

اور کشف الغمه میں ہے کہ حافظ بن عبدالعزیز جنابذی نے لکھا ہے کہ ابو محمد حسن بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام کا لقب عسکری تھا۔ آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد231ھ ھ ق میں ہوئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد 232ھ ھ ق میں ہوئی۔ آپ علیہ السلام کی مادرگرامی قدر علیہا السلام ظاہراً ایک امّ ولد کنیز تھیں کہ جن مخدرہ علیہا السلام کو حربیہ علیہا السلام کہا جاتا تھا۔"

الحمیری نے الدلائل نامی کتاب میں لکھا ہے "ابو محمد حسن بن علی علیہما السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد ربیع الثانی کے مہینے میں 232ھ ھ ق میں ہوئی۔

طبرسی نے اعلام الوریٰ میں لکھا ہے کہ آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں آمد مدینہ میں جمعة المبارک کے روز ربیع الاوّل کے مہینے کی آٹھ راتیں گزرنے کے بعد 232ھ ھ ق میں ہوئی۔ آپ علیہ السلام کی مادرگرامی قدر علیہا السلام ظاہراً ایک امّ ولد کنیز تھیں کہ جن مخدرہ علیہا السلام کو حدیث علیہا السلام کہا جاتا تھا۔ آپ علیہ السلام کا لقب الهادی، السراج، اور العسکری تھا۔ آپ علیہ السلام،آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے جد امجد علیہ السلام میں سے ہر ایک حضرت علیہ السلام اپنے زمانے میں فرزند رضا علیہ السلام کے نام سے معروف رہے۔"

اور روضة الواعظین میں ہے کہ آپ علیہ السلام کی دنیا میں نورانی آمد مدینہ میں جمعة المبارک کے روز آٹھ ربیع الاوّل میں ہوئی۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد

سرمن رائی میں ربیع الاوّل کے مہینے میں 232ھ ق میں ہوئی۔ آپ علیه السلام کی مادرگرامی قدر علیہما السلام ظاہراً ایک امّ ولد کنیز تھیں کہ جنہیں حدیث علیه السلام کہا جاتا تھا۔

زرندی نے اپنی کتاب نظم درد السمطین میں لکھا ہے کہ امام علیه السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد مدینه میں سوموار کے دن ربیع الاوّل کی دس تاریخ کو ہوئی اور یه بھی کہا گیا ہے کہ دس ربیع الثانی 231ھ ق میں ہوئی اور یه بھی کہا گیا ہے کہ معتصم کے زمانے میں 232ھ ق میں ہوئی۔ آپ علیه السلام کی مادرگرامی قدر علیہا السلام ظاہراً ایک امّ ولد کنیز تھیں کہ ان مخدرہ علیہا السلام کو ریحانه علیہا السلام کہا جاتا تھا اور یه بھی روایت کیا گیا ہے کہ سوسن علیہا السلام تھا اور یه بھی کہا گیا ہے کہ اس مخدرہ علیہا السلام کا اسم گرامی قدر حدیث علیہا السلام تھا۔ اور آپ علیه السلام کی انگوٹھی کا نقش "من لا نت کلمة وجیت محبته" تھا اور یه بھی کہا گیا ہے کہ آپ علیه السلام کی مبارک انگوٹھی کا نقش "انا لله شہید" تھا۔

علی بن محمد المالکی نے فصول المھمة میں لکھا ہے کہ ابو محمد حسن علیه السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد آٹھ ربیع الاوّل 232ھ ق میں ہوئی۔

جہاں تک آپ علیه السلام کا بابا بزرگوار علیه السلام اور مادرگرامی قدر علیہا السلام کی طرف سے نسب کا تعلق ہے تو آپ حسن الخالص بن علی الھادی بن محمد الجواد بن علی الرضا بن موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام تھے۔ البته آپ علیه السلام کی مادرگرامی قدر علیہا السلام ظاہراً امّ ولد کنیز تھیں۔ اس مخدرہ علیہا السلام کو حدیث علیہا السلام کہا جاتا تھا۔ اور یه بھی کہا جاتا ہے کہ سوسن علیہا السلام تھا۔ آپ علیه السلام کی کنیت ابو محدم علیه السلام تھی۔ آپ علیه السلام کا لقب خالص

سراج اور عسکری تھا۔ آپ علیه السلام، آپ علیه السلام کے بابا بزرگوار علیه السلام اور آپ علیه السلام کے جد امجد علیه السلام میں سے ہر ایک حضرت علیه السلام اپنے زمانے میں فرزند رضا علیہما السلام کے نام سے معروف تھے۔

آپ صلوات الله علیه کی رنگت گندمی اور سفید رنگ کی درمیانی رنگت تھی۔ آپ علیه السلام کا شاعر ابن رومی تھا۔ آپ علیه السلام کے نائب خاص عثمان بن سعید رحمة الله علیه تھے۔ آپ علیه السلام کی انگوٹھی کا نقش "سبحان من له مقالید السمٰوٰت والارض" تھا۔ آپ علیه السلام کے زمانے میں معتز، مھتدی اور معتمد بادشاہ رہے۔"

الکفعھی نے لکھا ہے "آپ علیه السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد سوموار کے روز چار ربیع الثانی 232ھ ق میں ہوئی اور یه بھی کہا گیا ہے کہ دس ربیع الثانی میں ہوئی۔ آپ علیه السلام کی انگوٹھی کا نقش "انا لله شہید" تھا۔ آپ علیه السلام کا نائب خاص عثمان بن سعید رحمة الله تھے۔

شیخ صدوق نے علل الشرائع میں لکھا ہے کہ میں نے اپنے اساتذہ سے سنا ہے کہ وہ محله کہ جس میں سرمن رائی کے اندر امام علی بن محمد اور حسن بن علی علیہم السلام سکونت پذیر رہے۔ اسے عسکر کہا جاتا تھا۔ اسی وجه سے ان دونوں حضرات علیہم السلام میں سے ہر ایک حضرت علیه السلام کو عسکری علیه السلام کہا جاتا تھا۔"

دوسری فصل

ان نصوص کے بیان میں ہے کہ جو آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام کی طرف سے آپ علیہ السلام کے بارے میں وارد ہوئیں اور ان اشارات کے بارے میں ہے کہ جو ان حضرت علیہ السلام کے بعد ان حضرت علیہ السلام کی امامت پر مبنی ہے۔"

مفید نے الارشاد میں لکھا ہے کہ "ابو الحسن علی بن محمد علیہما السلام کے بعد آپ علیہ السلام کے فرزند ابو محمد حسن بن علی علیہما السلام امام علیہ السلام ہوئے کیونکہ آپ علیہ السلام کے اندر تمام تر فضیلت و جلالت موجود تھی۔ اور اپنے زمانے کے تمام لوگوں پر برتری حاصل تھی۔ ان تمام امور میں کہ جو امامت کے موجب بنتے ہیں۔ آپ علیہ السلام کی امامت کا تقاضا آپ علیہ السلام کی علم و زید پر حکمرانی، کمال عقل و عصمت، شجاعت و کرم، اور اللہ عزوجل کی خوشنودی والے اعمال کی کثرت کرتی تھی۔ پھر یہ کہ آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کی امامت پر نص وارد فرمائی اور آپ علیہ السلام کی خلافت کا اشارہ بھی فرمایا۔

ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی نے کافی میں علی بن محمد سے،ا س نے محمد بن احمد نہدی سے، اس نے یحییٰ بن یسار القنبری سے روایت کی ہے کہ ابو الحسن علیہ السلام نے اپنے فرزند حسن علیہ السلام کو اپنی شہادت سے چار ماہ پہلے ہی وصی علیہ السلام مقرر فرمایا اور اس پر مجھے اور موالیوں کی ایک جماعت کو اس پر گواہ مقرر فرمایا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس سے،ا س نے جعفر بن محمد الکوفی سے، اس نے بشار بن احمد بصری سے، اس نے علی بن عمر نوفلی سے روایت کی ہے کہ "میں ابو الحسن علیہ السلام کے ہمراہ آپ علیہ السلام ہی کے نور محل کے صحن میں موجود تھا کہ ہمارے قریب سے آپ علیہ السلام کے فرزند محمد علیہ السلام کا گزر ہوا۔ تو میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! آپ علیہ السلام کے بعد یہ حضرت علیہ السلام ہی ہمارے امام علیہ السلام ہیں؟" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "نہیں! میرے بعد تمہارا امام علیہ السلام حسن علیہ السلام ہے۔"

اسی روایت ہی کو الحمیری نے الدلائل میں علی بن عمر نوفلی سے بنابر اس کے کہ جو اربلی نے کشف الغمہ میں نقل کیا ہے اسی طرح ہی لکھا ہے۔

اسی روایت کو شیخ طوسی نے الغیبت میں اپنی اسناد کے ساتھ علی بن عمر نوفلی سے ایسا ہی روایت کیا ہے البتہ اس میں محمد ﷺ کی بجائے جعفر لکھا ہے۔ اسی طرح اس سے پہلے اس نے روایت کو یحییٰ بن یسار قنبری سے بغیر سند کے روایت کیا ہے۔

کافی میں علی بن محمد سے، اس نے بشار بن احمد سے، اس نے عبداللہ بن محمد الاصبہانی سے روایت کی ہے۔ ابو الحسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ "میرے بعد تمہارا امام علیہ السلام وہ حضرت

علیه السلام ہوگا کہ جو مجھ پر نماز پڑھائے گا" ہم اس سے پہلے ابو محمد علیه السلام کو نہیں پہچانتے تھے۔ پس ابو محمد علیه السلام باہر تشریف لائے اور آپ علیه السلام پر نماز پڑھی۔

اسی کتاب ہی میں اس سے، اس نے موسیٰ بن جعفر بن وہب سے، اس نے علی بن جعفر سے روایت کی ہے کہ میں اس وقت ابو الحسن علیه السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ جب آپ علیه السلام کے فرزند محمد علی السلام کی اس دنیا سے رحلت ہوئی۔ تو امام علیه السلام نے اپنے فرزند حسن علیه السلام سے فرمایا "اے بیٹا اللہ کا نئے سرے سے شکر ادا کرو کہ اس نے تم میں امر امامت کو از سر نو رکھا ہے"

شیخ طوسی نے الغیبت میں لکھا ہے "جہاں تک محمدیه عقیدے کے لوگوں کا تعلق ہے کہ جو حضرت محمد بن علی العسکری علیہما السلام کو امام مانتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ زندہ ہیں اور ان کی رحلت نہیں ہوئی ہے تو ان کا قول باطل ہے۔ ان دلیلوں کے سبب کہ جو ہم ان حضرت علیه السلام کے برادر بزرگوار حسن بن علی علیہما السلام ابو القائم علیه السلام کی امامت پر دیتے ہیں۔ اور اسی طرح محمد علیه السلام کی وفات، ان حضرت علیه السلام کے بابا بزرگوار علیه السلام کی زندگی ہی میں ہو گئی تھی جو کہ ایک مسلمه امر ہے۔ جیسا کہ ان حضرت علیه السلام کے بابابزرگوار علیه السلام اور ان حضرت علیه السلام کے جد امجدعلیه السلام کی شہادت ایک مسلمه امر ہے۔ پس اس معاملے میں مخالفت کرنے والا ضرورت دینیه کا مخالف ہے"

اقول: امام علیه السلام کے فرمان "یقینا اس نے آپ علیه السلام میں امر امامت کو از سر نو رکھا ہے" سے مراد یہ ہے کہ ان حضرت علیه السلام کی وفات آپ علیه السلام کے بابا بزرگوار علیه السلام کی حیات ہی میں ہو گئی کہ جس سے بابا بزرگوار علیه السلام کے بعد محمد علیه السلام کی امامت کا شبه دور ہو گیا۔

ابو جعفر شیخ طوسی نے الغیبت میں محمد بن الحسین بن ابی الخطاب سے، اس نے ابن ابی الصهبانی سے روایت کی ہے کہ جب ابو جعفر محمد بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ علیہم السلام کی وفات ہوئی تو ابو الحسن علی بن محمد علیہما السلام کیلئے کرسی رکھی گئی۔ آپ علیه السلام اس پر تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت ابو محمد حسن بن علی علیہما السلام آپ علیه السلام کے ایک جانب کھڑے تھے۔ جب ابو جعفر علیه السلام کے غسل سے فارغ ہو گئے تو ابو الحسن علیه السلام ابو محمد علیه السلام کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا "اے بیٹا! اللہ کا نئے سرے سے شکر ادا کرو کہ اس نے تم میں امر امامت نئے سرے سے رکھا ہے"

اسی حدیث کو کافی میں اپنی سند کے ساتھ احمد بن محمد بن عبداللہ بن مروان الانباری سے تھوڑی سی لفظی تبدیلی کے ساتھ ہوبہو روایت کیا گیا ہے۔

کافی میں اپنی سند کے ساتھ علی بن مہزیار سے روایت کیا گیا ہے کہ میں نے ابو الحسن علیه السلام سے عرض کی "اگر وہ واقعہ ہو جائے کہ جس میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں تو کس کی طرف رجوع ہوگا؟" امام علیه السلام نے ارشاد فرمایا "میری وصیت میری اولاد میں سے بڑے کیلئے ہے"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی سند کے ساتھ علی بن عمرو العطار سے روایت کی ہے کہ میں ابو الحسن عسکری علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ علیه السلام کے فرزند ابو جعفر

علیه السلام بقیه حیات تھے۔ اور میں سمجھتا تھا کہ وہ حضرت علیه السلام ہی امام علیه السلام ہوں گے۔ میں نے آپ علیه السلام سے عرض کی "آپ علیه السلام پر قربان جاؤں! آپ علیه السلام اولاد علیھم السلام میں سے مخصوص با امامت کون حضرت علیه السلام ہیں؟" تو امام علیه السلام نے فرمایا "تم لوگ کسی ایک کو بھی خاص مت سمجھو یہاں تک که تم تک میرا امر پہنچ جائے گا۔" جب ابو جعفر محمد علیه السلام کی وفات ہوگئی تو میں نے آپ علیه السلام کی خدمت میں خط لکھا که امام علیه السلام کون ہوگا؟" تو امام علیه السلام نے میری طرف جواباً تحریر فرمایا"میری اولاد میں سے بڑا ترین" اس وقت ابو محمد علیه السلام جعفر سے بڑے تھے۔

اور اسی کتاب ہی میں محمد بن یحییٰ وغیرہ سے، اس نے سعد بن عبداللہ سے، اس نے بنو ہاشم علیه السلام کی ایک جماعت سے که جن میں حسن بن حسن الافطسن بھی شامل تھے۔ روایت کی ہے که وہ تمام حضرات حضرت محمد بن علی بن محمد علیھم السلام کی وفات کے روز ابو الحسن علیه السلام کے درِ دولت پر آپ علیه السلام کی تعزیت کی غرض سے حاضر ہوئے۔ آپ علیه السلام اپنے گھر کے صحن میں چٹائی پر موجود تھے اور آ پ علیه السلام کے اردگرد لوگوں کا ہجوم موجود تھا۔ ان حضرات نے روایت کی ہے که ہم نے ایک اندازہ لگایا که آپ علیه السلام کے اردگرد آل ابی طالب علیھم السلام۔، بنو ہاشم علیھم السلام، اور قریش میں سے ڈیڑھ سو کے لگ بھگ افراد موجود تھے۔ آپ علیه السلام کے موالیوں اور دیگر لوگوں کی تعداد اس کے علاوہ تھی۔ آپ علیه السلام نے دیکھا که حسن بن علی علیھما السلام گریبان چاک کیے آئے اور آپ علیه السلام کے دائیں جانب کھڑے ہوگئے۔ ہم اس وقت آپ علیه السلام کی معرفت نه رکھتے تھے۔ چند لمحات کے بعد ابو الحسن علیه السلام نے آپ علیه السلام کی طرف دیکھا تو فرمایا "اے بیٹا جان علیه السلام! اللہ عزوجل کے حضور از سر نو شکر ادا کرو که اللہ نے آپ علیه السلام میں امر امامت کو ازسر نو رکھا ہے" تو وہ جوان علیه السلام گریه کناں ہوئے۔ اللہ کی حمد بجا لائی اور انا للہ و انا الیه راجعون پڑھا۔ اور امام علیه السلام نے فرمایا "الحمد للہ ربّ العالمین اور میں اس سے آپ علیه السلام میں ہمارے لیے اس کی نعمت کے تمام ہونے کا سوال کرتا ہوں۔ انا للہ و انا الیه راجعون"

ہم نے اس جوان علیه السلام کے بارے میں پوچھ گچھ کی تو کہا گیا که یه آپ علیه السلام کے فرزند حسن علیه السلام ہیں۔ ہم نے اندازہ لگایا که اس وقت آپ علیه السلام بیس سال یا اس سے کچھ اوپر ہوں گے۔ پس اس روز ہمیں آپ علیه السلام کی پہلی معرفت ہوئی اور ہمیں علم ہوا که امام علیه السلام نے ان حضرت علیه السلام کی امامت کی طرف اشارہ فرمایا ہے او ان حضرت علیه السلام کو اپنا جانشین مقرر فرمایا ہے۔

اور اسی کتاب ہی میں ہے که علی بن محمد سے، اس نے اسحق بن محمد سے، اس نے محمد بن یحییٰ بن درباب سے روایت کی ہے که میں ابو جعفر محمد علیه السلام کی وفات کے بعد ابو الحسن علیه السلام کے پاس حاضر ہوا تا که آپ علیه السلام کو تعزیت کر سکوں۔ اس وقت آپ علیه السلام کے پاس آپ علیه السلام کے فرزند ابو محمد علیه السلام بھی تشریف فرما تھے۔ ابو محمد علیه السلام نے گریه فرمایا تو ابو الحسن علیه السلام نے ان حضرت علیه السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا "اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس حضرت علیه السلام کی جگه تمہیں خلیفه مقرر فرمایا ہے پس تم اللہ کی حمد بجا لاؤ"

اور اسی کتاب ہی میں علی بن محمد سے، اس نے اسحق بن محمد سے، اس نے ابو ہاشم جعفری سے روایت کی ہے کہ ابو الحسن علیہ السلام کے فرزند ابو جعفر محمد علیہ السلام کی وفات کے بعد میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا اور اندر ہی اندر سوچ رہا تھا کہ میں عرض کروں کہ ان دونوں حضرات علیہم السلام یعنی ابو جعفر علیہ السلام اور ابو محمد علیہ السلام کی اس وقت مثال ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام اور اسماعیل بن جعفر بن محمد علیہم السلام جیسی ہے کیونکہ ان دونوں حضرات علیہم السلام کا واقعہ بھی ان دونوں حضرات علیہما السلام ہی کی طرح ہے کیونکہ ابو محمد علیہ السلام کی امامت کی امید ابو جعفر علیہ السلام کی وفات کے بعد ہی ہوئی تھی کہ اچانک ابو الحسن علیہ السلام مجھ سے مخاطب ہوئے اور میرے بولنے سے پہلے ہی مجھ سے ارشاد فرمایا "ہاں! اے ابو ہاشم! اللہ تعالیٰ نے ابو محمد علیہ السلام کی امامت کا اظہار ابو جعفر علیہ السلام کے بعد ہی فرمایا ہے کہ اس سے پہلے یہ ان کے ساتھ معروف نہ تھا۔ جیسا کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اسماعیل علیہ السلام کی وفات کے بعد اظہار فرمایا تھا حالانکہ ان حضرت علیہ السلام کے بارے میں معروف نہ تھا۔ بات اسی طرح ہی ہے کہ جیسے تو نے خود سے کہی ہے گرچہ باطل پر ستوں کو برا ہی کیوں نہ لگے اور میرے بعد میرا فرزند ابو محمد علیہ السلام ہی امام علیہ السلام ہے کہ اس حضرت علیہ السلام کے پاس وہ تمام علم موجود ہے کہ جس کی ضرورت ہے اور ان حضرت علیہ السلام ہی کے پاس آثار امامت ہیں"

اور اسی کتاب ہی میں علی بن محمد سے، اس نے اسحق بن محمد بن یحییٰ بن درباب سے، اس نے ابو بکر فھفکی سے روایت کی ہے کہ ابو الحسن علیہ السلام نے میری طرف خط تحریر فرمایا کہ "میرا فرزند ابو محمد علیہ السلام آل محمد علیہم السلام میں سے سب سے بڑھ کر نصیحت پسند طبیعت رکھنے والا اور ان سب سے بڑھ کر قابل اعتماد حجت کا مالک ہے۔ وہ حضرت علیہ السلام میری اولاد میں سے سب سے بڑا وہی علیہ السلام میرے جانشین ہیں اور ان حضرت علیہ السلام ہی کی طرف امامت کے آثار منتہی ہوتے ہیں اور احکام امامت بھی۔ تم لوگ جو کچھ مجھ سے پوچھا کرتے تھے ان حضرت علیہ السلام سے سوال کرو کہ اس حضرت علیہ السلام کے پاس ہر وہ چیز ہے کہ جس کی طرف تم محتاج ہو"

اور اسی کتاب ہی میں ہے کہ علی بن محمد سے، اس نے اسحق بن محمد سے، اس نے شاہویہ بن عبداللہ الجلاب سے روایت کی ہے کہ میں چاہتا تھا کہ ابو الحسن علیہ السلام سے ابو جعفر علیہ السلام کے بعد جانشین علیہ السلام کے بارے میں سوال کروں تو ابو الحسن علیہ السلام نے خود ہی میری طرف خط تحریر فرمایا "اس بارے میں تمہیں قلق ہے" اگر غم نہ کرو۔ اللہ عزوجل کسی قوم کو ہدایت کے بعد گمراہی نہیں دیتا ہے۔ جب تک کہ ان کیلئے واضح نہ ہو جائے کہ وہ کس کے ذریعے متقی رہ سکتے ہیں۔ میرے بعد تمہارا امام علیہ السلام میرا فرزند ابو محمد علیہ السلام ہے۔ ان حضرات علیہ السلام کے پاس ہر وہ چیز ہے کہ جس کے تم لوگ محتاج ہو۔ اللہ جسے چاہتا ہے مقدم کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے موخر کرتا ہے۔ ہم کسی آیت کو منسوخ نہیں کرتے یا نہیں بھلاتے ہیں۔ مگر یہ کہ اس سے بہتر یا اس جیسی ہی لاتے ہیں۔ میں نے وہ لکھ دیا ہے کہ جس میں یقین رکھنے والے عقلوں کیلئے وضاحت اور قناعت پسندی موجود ہے"

اور اسی کتاب ہی میں علی بن محمد سے، اس نے ذکر کرنے والے سے، اس نے محمد بن احمد علوی سے، اس نے داؤد بن قاسم سے روایت کی ہے کہ میں نے سنا ابو الحسن علیہ السلام فرما رہے تھے "میرے

بعد جانشین حسن علیہ السلام ہیں۔ اس جانشین علیہ السلام کے بعد جانشین علیہ السلام کے بارے میں تم کیا کرو گے؟" میں نے عرض کی "اللہ مجھے آپ علیہ السلام پر قربان فرمائے۔ وہ کیسے؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا "تم لوگ اس کی ہستی علیہ السلام نہ دیکھ پاؤ گے اور اس حضرت علیہ السلام کا نام لے کر ذکر کرنا تمہارے لیے حلال نہ ہوگا۔ میں نے عرض کی "تو ہم اس حضرت علیہ السلام کا ذکر کیسے کریں گے؟" تو امام علیہ السلام نے فرمایا "تم لوگ کہنا آل محمد علیہم السلام میں سے حجت علیہ السلام"

اسی حدیث کو ابو جعفر طوسی نے الغیبت میں سعد بن عبداللہ سے، اس نے محمد بن احمد علوی سے، اس نے ابو ہاشم داؤد بن القاسم جعفری سے لفظ بالفظ ہوبہو روایت کیا ہے۔

محمد بن محمد بن نعمان مفید نے الارشاد میں ایسی تیرہ احادیث ابو القاسم جعفر بن محمد بن قولویہ سے، اس نے محمد بن یعقوب سے روایت کی ہیں۔ ان سب کو علی بن عیسیٰ الاربلی نے کشف الغمہ میں مفید کی الارشاد سے نقل کیا ہے"

شیخ صدوق نے کمال الدین و تمام النعمة میں اپنی اسناد کے ساتھ صقر بن دلف سے روایت کی ہے کہ میں نے سنا امام علی بن محمد بن علی الرضا علیہم السلام ارشاد فرما رہے تھے "میرے بعد امام علیہ السلام حسن علیہ السلام ہوں گے اور حسن علیہ السلام کے بعد ان حضرت علیہ السلام کے فرزند القائم علیہ السلام ہوں گے کہ جو زمین کو عدل و انصاف سے پر کر دیں گے کہ جیسے وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہو گی۔

شیخ ابو جعفر محمد بن الحسن طوسی نے الغیبت میں سعد بن عبداللہ سے، اس نے ہارون بن مسلم بن سعدان سے، اس نے احمد بن محمد بن رجار صاحب الترک سے روایت کی ہے کہ ابو الحسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "میرے بعد وہ حضرت علیہ السلام یعنی ابو محمد بن حسن عسکری علیہ السلام ہی امام قائم علیہ السلام ہوں گے"

اور اسی کتاب ہی میں احمد بن عیسیٰ علوی سے کہ جو علی بن جعفر علیہما السلام کی اولاد میں سے تھے روایت کی ہے کہ میں صریا کے مقام پر ابو الحسن علیہ السلام کی خدمت میں وارد ہوا۔ ہم نے آپ علیہ السلام کو سلام عرض کیا۔ ابھی ہم آئے ہی تھے کہ ابو جعفر اور ابو محمد علیہما السلام ایک ساتھ اندر تشریف لائے۔

ہم ابو جعفر علیہ السلام کو سلام کی غرض سے اٹھے تو ابو الحسن علیہ السلام نے فرمایا "یہ حضرت علیہ السلام تمہارے امام علیہ السلام نہیں ہیں" آپ علیہ السلام نے ابو محمد علیہ السلام کی امامت کی طرف اشارہ فرمایا۔

علی بن الحسین المسعودی نے اثبات الوصیة میں لکھا ہے کہ مجھے بیان کیا الحمیری نے، اس نے محمد بن احمد بن یحییٰ سے، اس نے محمد بن عیسیٰ سے، اس نے عرض کی "میں نے آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام سے ان حضرت علیہ السلام کے بعد امام علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا تھا تو ان حضرت علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کی امامت پر نص وارد فرمائی تھی۔ آپ علیہ السلام کے بعد

امامت کس حضرت علیه السلام میں ہو گی؟“ تو امام علیه السلام نے ارشاد فرمایا ”میرے سب سے بڑے فرزند علیه السلام میں اور آپ علیه السلام نے ابو محمد علیه السلام کے امام علیه السلام ہونے پر نص فرمائی“ پھر فرمایا ”حسن علیه السلام اور حسین علیه السلام کے بعد امامت کبھی بھی دو بھائیوں میں نہیں ہو سکتی ہے“

اور اسی کتاب ہی میں سابقه نصوص میں سے کچھ کو من جمله طور پر روایت کیا گیا ہے۔ پھر اس نے لکھا ”پس ان اخبار کے ذریعے اور ان کے علاوہ خواص کے سامنے آپ علیه السلام کی امامت پر نص وارد ہوئی۔ آپ علیه السلام نے الله عزوجل کے امر کو 236ھ ق میں قائم کیا اور آپ علیه السلام کے دلائل وہ معجزات اس روز سے ظاہر ہونا شروع ہوئے که جب ابو الحسن علیه السلام شہید ہوئے۔ وہ سب کے جو ابو الحسن علیه السلام کے باب میں درج کیے جا چکے ہیں۔آپ علیه السلام کی امامت کے ایک سال چند ماه بعد محمد بن واثق، مهتدی کی بیعت خلافت کی گئی۔ اس کا ابو محمد علیه السلام کے ساتھ جو قصه ہے وہ ہم اسی باب میں آپ علیه السلام کے دلائل میں لکھیں گے اور آپ علیه السلام کی امامت کے دو سال چند ماه بعد ہی مهتدی کو قتل کر دیا گیا اور بادشاہت کیلئے احمد بن جعفر معتمد کی250ھ ق میں بیعت کی گئی۔

تیسری فصل

آپ علیہ السلام کے معجزات، آپ علیہ السلام کے احوال کے عذائب، آپ علیہ السلام کے امور کی بلندی کے بیان میں ہے۔ علاوہ ازیں آپ علیہ السلام کے احوال کا بار بار تذکرہ آئے گا اور وہ سب شمار کرنے سے باہر ہے"

"ان میں سے آپ علیہ السلام کا مطلق غیب کی خبریں دینا ہے"

ہبۃ اللہ راوندی نے الخرائج و الجرائح میں ابو ہاشم جعفری سے روایت کیا ہے کہ جب ابو الحسن عسکری علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو آپ علیہ السلام کے فرزند ابو محمد علیہ السلام، آپ علیہ السلام کی غسل و تجہیز میں مصروف و مشغول ہو گئے تو خدمتگاروں میں سے بعض نے کپڑے، درہم اور دیگر اشیاء میں سے کچھ کو چوری کر لیا۔ جب ابو محمد علیہ السلام ابو الحسن علیہ السلام کے امور سے فارغ ہوئے اور اپنی مجلس گاہ میں تشریف فرما ہوئے تو آپ علیہ السلام نے ان خدمتگاروں کو بلایا اور ان سے فرمایا "میں جو کچھ تم لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں اگر تم لوگوں نے مجھے سچ سچ بتایا تو تم لوگ میری سزا سے بچ جاؤ گے اور اگر تم نے جھوٹ پر ہی اصرار کیا تو میں تم میں سے ہر ایک کے بارے میں بتا دوں گا کہ کس کس نے کیا کیا چوری کیا اور اس وقت تم لوگ میری سزا کے مستحق ٹھہرو گے" پھر ارشاد فرمایا "اے فلاں! تو نے فلاں فلاں چیز چوری کی اور تو نے اے فلاں! فلاں فلاں چیز چوری کی۔ کیا اسی طرح ہے؟" ان سب نے کہا "جی ہاں" امام علیہ السلام نے فرمایا "وہ سب واپس کرو" پس امام علیہ السلام نے ان میں سے ہر ایک جو جو اس نے اٹھایا تھا بتایا تو وہ سب واپس کرنے لگے یہاں تک کہ جو کچھ ان لوگوں نے اٹھایا تھا امام علیہ السلام کے حضور واپس کر دیا۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں لکھا ہے کہ ابو ہاشم جعفری نے روایت کی ہے کہ میں جب بھی ابو الحسن علیہ السلام اور ابو محمد علیہ السلام کے پاس داخل ہوا میں ان دونوں حضرات علیہما السلام سے دلائل و براہین کا ظہور دیکھا۔ پس میں ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں چاہتا تھا کہ آپ علیہ السلام سے ایسی چیز کا سوال کروں کہ جس کو متبرک جان کر اس سے انگوٹھی بنواؤں کہ جو میرے لیے باعث برکت ہو۔ میں بیٹھ گیا مگر میں جس مقصد کیلئے گیا تھا وہ بھول گیا تھا۔ جب میں نے اٹھنے کا ارادہ کیا تو امام علیہ السلام نے میری طرف انگوٹھی اچھالی اور فرمایا "تو نگینہ مانگنا چاہتا تھا ہم نے تمہیں انگوٹھی عطا کر دی ہے۔ تو نے انگوٹھی کے نگینہ اور بناوٹ کی مزدوری کا بھی فائدہ لیا ہے۔ اللہ تمہارے لیے مبارک فرمائے"

ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی نے کافی میں اسحق سے، اس نے ابو ہاشم جعفری سے روایت کی ہے کہ ایک روز میں ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ پھر اس نے پہلے جیسا واقعہ ہی بیان کیا۔ البتہ اس کے آخر میں اضافہ کیا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا ”اے ابو ہاشم! اللہ تمہارے لیے مبارک فرمائے“ تو میں نے عرض کی ”اے میرے آقا علیہ السلام! میں گواہی دیتا ہوں کہ یقینا آپ علیہ السلام اللہ کے مقرر کردہ حاکم ہیں اور میرے وہ امام علیہ السلام ہیں کہ جس کی اطاعت کو اللہ نے دین قرار دیا ہے۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا ”اے ابو ہاشم! اللہ تیری مغفرت فرمائے“

اور اسی کتاب ہی میں محمد بن ابی عبداللہ اور علی بن محمد سے، ان دونوں نے اسحق بن محمد نخعی سے،ا س نے ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری سے روایت کی ہے کہ میں ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ علیہ السلام کے مشہد میں اہل یمن میں سے ایک شخص کے حاضر ہونے کی اجازت مانگی گئی۔ آپ علیہ السلام کی اجازت کے بعد ایک دیو قامت شخص اندر آیا۔ جس نے امام علیہ السلام کے حضور ولایت کے ساتھ سلام پیش کیا تو امام علیہ السلام نے قبولیت کا اظہار فرماتے ہوئے اسے سلام کا جواب دیا اور اسے بیٹھنے کا حکم صادر فرمایا۔ تو وہ مجھ سے لگ کر بیٹھ گیا۔ میں نے اندر ہی اندر کہا”اے کاش یہ مجھ سے دور بیٹھتا“ تو ابو محمد علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”یہ اس پتھر والی اعرابیہ کا فرزند ہے کہ جس پتھر پر میرے آباؤ اجداد علیہم السلام نے اپنی مہریں ثبت فرمائی تھیں۔ پس میں بھی اس پر مہر ثبت کروں گا۔ یہ وہ پتھر اسی غرض سے اپنے ساتھ لایا ہے کہ چاہتا ہے کہ میں اس پر مہر ثبت کروں“

پھر فرمایا ”وہ پتھر دو“ پس اس نے پتھر نکالا“ اس کے ایک جانب جگہ خالی تھی۔ ابو محمد علیہ السلام نے وہ پتھر لیا۔ پھر اپنی مہر نکالی اور اس پر ثبت فرما دی۔ میں نے اس وقت دیکھا کہ مہر کا نقش حسن بن علی علیہما السلام تھا۔ میں نے اس یمانی سے کہا ”کیا تو نے اس سے پہلے امام علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل کیا تھا؟“ اس نے کہا ”نہیں اللہ کی قسم! ہرگز نہیں۔ میں ایک عرصے تک آپ علیہ السلام کی زیارت کا حرص کی حد تک مشتاق تھا۔ یہاں تک کہ اب یہ ساعت آئی تو میرے پاس ایک جوان آیا کہ جسے میں نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ تو اس نے مجھ سے کہا ”اٹھو اور اندر داخل ہو جاؤ“ پس میں اندر حاضر ہو گیا۔ پھر وہ یمانی اٹھا تو کہتا جا رہا تھا۔ ”اے اہل بیت علیہم السلام! آپ علیہ السلام پر اللہ کی رحمت و برکات ہوں۔ میں اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ آپ علیہ السلام کا حق بھی امیر المومنین علیہ السلام اور دیگر ائمۃ الھدیٰ علیہم السلام کے حق کی طرح واجب ہے۔ پھر وہ چلا گیا اور اس کے بعد اسے کبھی دیکھا نہ گیا“

اسحق نے کہا کہ ابو ہاشم جعفری نے روایت کی ہے کہ میں نے اس یمانی سے اس کا نام پوچھا تو اس نے کہا ”میرا نام مہجع بن صلت بن عقبہ بن سمعان بن غانم بن ام غانم ہوں۔ ام غانم وہی یمانی اعرابیہ تھی کہ جس کے پاس ایک پتھر تھا کہ جس پر امیر المومنین علیہ السلام سے لے کرابو حسن بن علی علیہما السلام تک تمام ائمۃ الھدیٰ علیہم السلام نے اس پر مہر ثبت فرمائی۔

اسی واقعے کو بحار الانوار میں طبرسی کی اعلام الوریٰ سے، اس میں احمد بن محمد بن عیاش سے، اس نے احمد بن محمد انعطا ر سے، اور محمد بن احمد بن احمد بن مصلقۃ سے، اس نے سعد بن عبداللہ سے، اس نے داؤد بن القاسم، ابو ہاشم جعفری سے روایت کرتے ہوئے نقل کیا ہے۔

ابو عبداللہ بن عیاش نے روایت کی ہے کہ یہ امّ غانم پتھر والی اس پتھر والی کے علاوہ ہے اور وہ ام الھندی حبابة بنت جعفر ابو البیة الاسدیہ تھی اور یہ پہلے والی کے علاوہ تھی۔ کہ جس کے پتھر پر رسول اللہ ﷺ اور امیر المومنین علیہ السلام نے مہر ثبت فرمائی تھی۔ وہ امّ سلیم تھی۔ اور وہ کتب کی وارث بھی تھی۔ پس ایسی خواتین تین ہیں۔ ان میں سے ہر ایک خاتون کی علیحدہ خبر ہے۔ ہم ان کے ذکر کو کتاب کی طوالت کے خوف سے چھوڑتے ہیں۔

اسی واقعہ کو ابو جعفر طوسی نے الغیبة میں سعد بن عبداللہ الاشعری سے، اس نے ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری سے،اس کے قول "اس میں امیر المومنین علیہ السلام کی مہر تھی تک روایت کیا ہے"

اسی واقعے کو راوندی نے الخرائج میں ابو ہاشم سے روایت کرنے کے بعد لکھا ہے وہ اعرابیہ یمانیہ تھی اور پتھر والی خواتین تین تھیں۔

اور اسی واقعے کو راوندی نے الخرائج میں ابو ہاشم سے روایت کرنے کے بعد لکھا ہے۔ وہ خاتون اعرابیہ یمانیہ تھی۔ جبکہ پتھر والی خواتین تین تھیں۔ ان میں سے ایک وہ تھی اور اس کی کنیت امّ غانم تھی۔

اور دوسری "ام الندی حبابة بنت جعفر الوالبیة تھی اور پہلی کا نام سعاد تھا کہ جو بنی سعد بن بکر بن عبد مناف سے تھی"

اور تیسری کو ام سلیم کے نام سے پکارا جاتا تھا کہ جو کتب سماوی کی قاری تھی۔

ان میں سے ہر ایک کی علیحدہ خبر ہے۔

اسی واقعے کو علی بن عیسیٰ نے کشف الغمة میں الحمیری کی کتاب الدلائل سے نقل کیا۔ اس میں ابو ہاشم داؤد بن قاسم جعفری سے روایت کیا گیا ہے۔

اور اسی واقعے کو اسی کتاب ہی میں اعلام الوریٰ سے ہو بہو نقل و روایت کیا گیا ہے۔

شیخ صدوق نے اکمال الدین و اتمام النعمة میں ابو جعفر محمد بن علی بن احمد بزرخی سے روایت کیا ہے کہ میں سرمن رأی میں شارع سوق کی ایک مسجد کہ جو مسجد زبیر کے نام سے معروف تھی میں ایک جوان شخص کو دیکھا۔ بتایا گیا کہ وہ ہاشمی ہے اور موسیٰ بن عیسیٰ کی اولاد میں سے ہے۔ ابو جعفر نے اس کا نام ذکر نہیں کیا۔ میں نماز پڑھ رہا تھا۔ جب میں نے نماز تمام کی تو اس نے مجھ سے کہا "تم قمی ہو یا رازی ہو؟" میں نے کہا "میں قمی ہوں اور مسجد امیر المومنین علیہ السلام کا مجاور ہوں۔

تواس نے مجھ سے کہا "کیا تم کوفہ میں موسیٰ بن عیسیٰ کے گھر کو پہچانتے ہو؟"

میں نے کہا "جی ہاں"

اس نے کہا "میرے باپ کے دو بھائی تھے۔ میرا باپ ان دونوں سے بڑا اور مالدار آدمی تھا۔ جبکہ چھوٹے کے پاس مال و دولت نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ پس وہ اپنے بڑے بھائی کے گھر گیا اور اس نے اس کے چھ سو دینار چوری کر لیے۔"

تب بڑے بھائی نے کہا"حسن بن علی بن محمد بن علی الرضا علیہم السلام کی خدمت میں جاؤ اور ان حضرات علیہ السلام سے عرض کرو کہ وہ چھوٹے پر نگاہ کرم فرمائیں۔ ہو سکتا ہے کہ وہ میرا مال پلٹا دے کیونکہ آپ علیہ السلام شیریں کلام ہیں" جب صبح ہوئی تو میں حسن بن علی علیہما السلام کی خدمت کی حاضر ہونے کی تیاری کرنے لگا۔ تب میرے دل میں خیال آیا کہ بادشاہ کے مصاحب اساس، ترکی کے پاس جاؤں اور اس سے شکایت کروں تومیں اساس ترکی کے پاس گیا۔ اس کے سامنے شطرنج نما ایک چیز رکھی تھی اور وہ اس سے کھیل رہا تھا۔ میں بیٹھ کر اس کے فارغ ہونے کا انتظار کرنے لگا کہ اچانک میرے پاس حسن بن علی علیہما السلام کا نمائندہ آیا اور اس نے کہا۔ "مولا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ" پس میں اس کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا جب میں حسن بن علی علیہما السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "تمہیں ہمارے پاس اوّل شب آنے کی ضرورت تھی۔ بصورت دیگر صبح کے وقت تو آ ہی جانا چاہیے تھا۔ جاؤ! کہ تمہارے مال میں سے جو تھیلی اٹھائی گئی تھی واپس کر دی گئی ہے۔ اپنے بھائی پر شک مت کرو اور اس سے اچھا سلوک کرو اور اسے عطیہ دو۔ اگر تم ایسا نہ کر پاؤ تو اسے ہمارے پاس بھیجنا۔ ہم اسے دیں گے۔"

جب وہ باہر نکلا تو اسے اس کا غلام ملا جس نے اس تھیلی مل جانے کی خبر دی۔ ابو جعفر برزخی نے روایت کی ہے کہ جب دوسرا روز ہوا۔ ہاشمی مجھے اپنے گھر لے گیا اور میری مہمان نوازی کی پھر اس نے کنیز کو پکار کر کہا "اے غزال یا اے زلال" تو ایک سن رسیدہ کنیز ظاہر ہوئی تو اس نے اس سے کہا "اے کنیز! اپنے آقا کو سرمے اور مولود بچے والا واقعہ بیان کرو" تو اس کنیز نے کہا "ہمارا ایک بچہ آنکھوں کے درد کا شکار ہو گیا تو میری مالکہ نے مجھے کہا کہ حسن بن علی علیہما السلام کے نور محل جاؤ اور حضرت حکیمہ سلام اللہ علیہا سے عرض کرو کہ وہ ہمیں کوئی ایسی چیز عطا فرمائیں کہ جس سے ہم اپنے اس بچے کی شفا طلب کر سکیں۔" پس میں اس مخدرہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس بارے میں درخواست کی تو حضرت حکیمہ علیہا السلام نے فرمایا "میرے پاس وہ سرمہ دانی لاؤ کہ جس کے ذریعے گزشتہ رات اس دنیا میں نورانی تشریف آوری فرمانے والے حضرت علیہ السلام کو سرمہ ڈالا گیا تھا" اس مخدرہ علیہا السلام کی مراد حسن بن علی علیہما السلام کے اس دنیا میں تشریف لانے والے بابرکت فرزند علیہ السلام تھے۔ پس اس مخدرہ علیہا السلام کو وہ سرمہ دانی دی گئی تو اس مخدرہ علیہا السلام نے وہ سرمہ دانی مجھے عطا فرمائی اور میں وہ لے کر اپنی مالکہ کے پاس آئی۔ اس نے اس سرمہ دانی سے اس نومولود کو سرمہ ڈالا تو وہ تندرست ہو گیا۔ وہ سرمہ دانی ہمارے پاس باقی رہی اور ہم ہمیشہ اس کے ذریعے شفا طلب کرتے رہے یہاں تک کہ وہ ہم سے گم ہو گئی۔

ابو جعفر برزخی نے روایت کی ہے کہ مسجد کوفہ میں میری ملاقات ابو الحسن بن برھون البرسی سے ہوئی تو میں اسے ہاشمی کی روایت کردہ گفتگو بیان کی۔ تو اس نے کہا "اس ہاشمی نے پہلے ہی یہ حکایت بیان کی ہے جیسا کہ تو نے کہا۔ بالکل ہو بہو کہ اس میں ذرّہ برابر بھی کمی یا بیشی نہیں تھی۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ سعد بن عبداللہ قمی سے روایت کی ہے کہ ابو محمد حسن بن علی علیہما السلام نے احمد بن اسحق سے فرمایا "بے شک اسی سفر میں ہی تم اللہ عزوجل سے جا ملو گے" تو احمد غش کھا کر منہ کے بل گر گیا۔ جب اسے افاقہ ہوا تو اس نے عرض کی۔ "میں آپ علیہ السلام سے اللہ کے نام پر اور آپ علیہ السلام کے جد امجد علیہ السلام کے وسیلے سے سوال

کرتا ہوں کہ آپ علیہ السلام مجھے اپنی کوئی اُترن عطا فرما دیں کہ جسے میں اپنا کفن بنا سکوں۔" تو ہمارے مولا علیہ السلام نے چٹائی کے نیچے ہاتھ ڈالا اور تیرہ درہم نکالے اور فرمایا "یہ لو! اور اپنی ذات پر ان کے علاوہ کچھ خرچ نہ کرنا جو تو نے مانگا ہے تمہیں اس کی ضرورت نہ ہے۔اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کے عمل کو ضائع نہیں کرتا ہے۔"

سعید نے روایت کی ہے کہ "ہم اپنے مولا علیہ السلام سے واپسی پر جب حلوان سے تین فرسخ پر پہنچے تو احمد بن اسحق کو بخار ہو گیا اور اس پر ایسی بیماری طاری ہو گئی کہ وہ اس میں اپنی زندگی سے مایوس ہو گیا۔ جب ہم حلوان میں وارد ہوئے تو ہم ایک مسافر سرا میں رکے تب احمد بن اسحق نے اپنے علاقے کے ایک شخص کو بلایا اور پھر اس سے کہا "تم سب لوگ آج رات مجھے تنہا چھوڑ کر چلے جاؤ" پس ہم نے اس کو تنہا چھوڑ دیا اور ہم میں سے ہر ایک اس کی قبر بنانے کی طرف چلا گیا۔

سعد نے روایت کی ہے کہ "جب رات صبح کے قریب پہنچی تو مجھے فکر لاحق ہوئی اور میں نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ ہمارے مولا ابو محمد علیہ السلام کا خادم کافور موجود تھا۔ اور وہ کہہ رہا تھا "اللہ تعالیٰ تمہیں عزا پر اجر خیر دے اور تمہاری اس مصیبت کا پسندیدگی سے جبران فرمائے۔ ہم تمہارے ساتھی کے غسل و کفن سے فارغ ہو چکے ہیں۔ اٹھو اور اس کے دفن کا بندوبست کرو کہ یہ شخص تمہارے آقا علیہ السلام کے حضور تم سب سے بڑھ کر مرتبے کا حامل تھا۔ پھر وہ ہماری آنکھوں سے غائب ہو گیا۔ پس ہم سب روتے اور پیٹتے ہوئے اس پر گئے۔ یہاں تک کہ ہم نے اس کی آخری رسومات ادا کیں اور ہم اس کے معاملات سے فارغ ہو گئے۔

اور تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں سے شیخ صدوق نے، اس نے محمد بن القاسم المفسر الاستر آبادی الخطیب سے، اس نے یوسف بن محمد بن زیاد سے، اس نے علی بن محمد بن سیار سے وہ دونوں امامی شیعہ تھے سے روایت کی ہے کہ ہم دونوں کے والدین امامی تھے جبکہ استر آباد میں زیدی المذہب لوگوں کا غلبہ تھا۔ ہم حسن بن زید علوی کہ جس کا لقب داعی الی الحق تھا اور وہ زیدی المذہب لوگوں کا امام تھا کی زیر امارت تھے۔ وہ زیدی المذہب لوگوں پر از حد بھروسہ کرتا تھا اور ان لوگوں کی شکایت پر لوگوں کو قتل کر دیا کرتا تھا۔ پس ہمیں اپنی جانوں کا خوف ہوا تو ہم لوگ اپنے اہل و عیال سمیت امام ابو محمد حسن بن علی بن محمد ابو القائم علیہم السلام کے حضور پناہ کی غرض سے نکل کھڑے ہوئے۔ ہم نے اپنے اہل خانہ کو بعض مسافر سراؤں میں چھوڑا۔ پھر ہم نے امام حسن بن علی علیہما السلام کی مقدس بارگاہ میں حاضری کی اجازت کیلئے درخواست کی۔

امام علیہ السلام نے جب ہمیں دیکھا تو فرمایا "خوش آمدید! اے ہماری طرف پناہ لینے والے اور ہماری سرپرستی کی التجا کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری کوششوں کو قبول فرمایا اور تمہیں تمہارے خوف سے امان بخشی ہے اور تمہارے دشمن کے مقابلے میں تمہاری کفایت فرمائی ہے۔ پس تم پلٹ جاؤ کہ تمہاری جانوں اور تمہارے اموال کے سلسلے میں امان دی گئی ہے" پس ہمیں آپ علیہ السلام کے فرمان سے بہت تعجب ہوا جبکہ ہمیں آپ علیہ السلام کی صداقت میں بھی کوئی شک نہ تھا۔

تب ہم نے عرض کی "تو اے امام برحق علیہ السلام! آپ علیہ السلام ہمیں کیا حکم صادر فرماتے ہیں کہ ہم راستے میں کیا کریں کہ ہم اس شہر میں پہنچ جائیں کہ جہاں سے ہم نکلے تھے۔ اب ہم اس شہر

میں کیسے داخل ہوں کہ جہاں سے ہم جان بچا کر فرار ہوئے تھے؟“ شہر کا حاکم ہمارے لیے ہتھکڑیاں چاہتا ہے اور اس کا ہمارے بارے میں سزا کا وعدہ انتہائی شدید ہے“

تو امام علیه السلام نے ارشاد فرمایا ”تم دونوں اپنے ان فرزندوں کو ہمارے پاس چھوڑ جاؤ یقینا انہیں وہ علم فائدہ بخشے گا کہ جو اللہ انہیں عطا فرمائے گا۔ پھر تم لوگ نہ تو شکایت کرنے والوں سے ڈرو اور نہ ہی سزا کے وعدوں وغیرہ سے۔ یقینا اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو تمہاری سفارش اور تم سے ہمدردی کی توفیق دے گا۔ ان تمام معاملات میں جن کے سبب تم اس زیدی سے بھاگ کھڑے ہوئے ہو“

ابو یعقوب اور ابو الحسن نے روایت کی ہے کہ ہمارے والدین کو جو حکم دیا گیا تھا انہوں نے وہ بجا لایا اور چلے گئے۔ اور ہمیں وہیں چھوڑ گئے۔ ہم امام علیه السلام کی خدمت میں بارہا حاضر ہوتے رہے۔ ہر بار امام علیه السلام نے ہمیں ہمارے والدین اور دیگر خونی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کی تلقین فرماتے رہے۔ ابھی ہم امام علیه السلام کی بابرکت ذات سے زیادہ مستفید نہ ہو پائے تھے کہ ہمیں ہمارے والدین کا خط لے کر ایک قاصد ملا۔ اس میں لکھا تھا۔ ”حسن بن زید علوی نے ان زیدیوں کی شکایت کے سبب قتل کیا اور اس کے اموال کو لوٹ لیا تو اس کے پاس گردونواح سے زیدیوں کے لا تعداد خطوط آئے کہ جس میں اس کی خوب توبیخ کی گئی تھی۔ ان خطوط میں لکھا گیا تھا کہ وہ مقتول زمین پر افضل ترین زیدی تھا۔ شکایت کرنے والے اس کے فضل و ثروت سے حسد کرتے تھے۔ پس اس نے ان جاسوسوں کو شکنجے میں جکڑا اور ان کے ناک اور کان کاٹ دینے کا حکم دیا۔ ان میں سے کچھ تو پکڑے گئے تھے اور کچھ بھاگنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ وہ علوی پشیمان ہوا اور اس نے توبہ کی اور کافی مال و دولت صدقہ کیا۔ اس مقتول کا مال اس کے ورثاء کو پلٹا دیا اور انہیں کئی گنا زیادہ دیت دی اور ان جاسوسوں کو اس مقتول کے حوالے کر دیا اور ان کیلئے ان جاسوسوں کا خون حلال کر دیا تو ان لوگوں نے کہا ”جہاں تک دیت کا تعلق ہے تو ہم اسے حلال جانتے ہیں البتہ جہاں تک خون بہانے کا تعلق ہے تو ہمارے لیے حلال نہ ہے بے شک وہ مقتول کا حق ہے۔ اللہ ہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اور علوی نے اللہ عزوجل کے حضور منت مانی ہے کہ وہ لوگوں کے مذہب میں دخل اندازی نہ کرے گا۔

اور ان کے والدین کے خط میں تھا کہ داعی الی الحق حسن بن زید نے اپنے ایک قابل اعتماد شخص کے ذریعے اپنے ایک خط میں اپنی مہر کے ساتھ ہمیں امان کا وعدہ کیا ہے اور اس نے ہمیں ہمارے اموال واپس کیے جانے اور ہونے والے نقصان کی تلافی کا بھی وعدہ کیا ہے اور ہم وطن واپس جا رہے ہیں تا کہ ہم سے کیا جانے والا وعدہ پورا کیا جا سکے“

تو امام علیه السلام نے فرمایا ”اللہ کا وعدہ حق ہے“

جب دسواں روز ہوا تو ہمارے پاس ہمارے والدین کا خط آیا کہ داعی نے ہم سے کیے گئے اپنے تمام وعدے پورے کر دئیے ہیں اور ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم عظیم البرکۃ، صادق الوعد امام علیه السلام کے دامن سے متمسک رہیں“

جب امام علیه السلام نے یہ سنا تو ارشاد فرمایا ”میں نے تم سے یہ جو وعدہ کیا تھا وہ تفسیر قرآن میں سے پورا ہوا ہے“ (الخبر)

شیخ هبۃ اللہ راوندی نے الخرائج میں آپ علیه السلام کے معجزات کے باب میں لکھا ہے۔ یحییٰ بن مرزبان نے روایت کی ہے کہ میری ملاقات اہل بیت علیہم السلام کے ایک فرد سے ہوئی کہ جسے ابو الخیرت کہا جاتا تھا۔ اس نے مجھے بتایا کہ میرا ایک چچا زاد امامت کے عقیدے پر مجھ سے بحث و مباحثہ کیا کرتا تھا اور ابو محمد علیه السلام پر عقیدے اور دیگر چیزوں میں تنازعہ کیا کرتا تھا۔ تو میں نے کہا "میں ان حضرت علیه السلام کا قائل نہیں ہوں یا میں ان حضرت علیه السلام کو ایک نوجوان سمجھتا ہوں۔ پس میں عسکر میں ایک کام کی غرض سے وارد ہوا تو سامنے سے ابو محمد علیه السلام آتے ہوئے دکھائی دئیے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا "اگر ان حضرت علیه السلام نے اپنے سر پر ہاتھ بڑھا کر پردہ ہٹایا پھر میری طرف دیکھ کر اسے واپس ڈال دیا تو میں آپ علیه السلام کی امامت کا قائل ہو جاؤں گا۔ جب آپ علیه السلام میرے مقابل پہنچے تو ہاتھ بڑھا کر اپنے سر سے کپڑا ہٹایا پھر میری طرف دیکھا اور پھر واپس کپڑا ڈال دیا۔ پھر فرمایا "اے یحییٰ! تمہارا چچا زاد کہ جس سے تم امامت کے مسئلہ پر تنازعہ کرتے ہو کیا کر رہا تھا؟" تو میں نے عرض کی "میں نے اسے بخیر چھوڑا تھا۔ امام علیه السلام نے فرمایا "اس سے مت جھگڑا کر" پھر امام علیه السلام چلے گئے۔

اور ان میں سے ایک وہ ہے کہ جسے احمد بن محمد بن مطہر نے روایت کیا ہے کہ ہمارے اصحاب میں سے کسی نے ابو محمد علیه السلام کی طرف خط لکھا اور آپ علیه السلام سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا کہ "جو امامت میں ابو الحسن موسیٰ علیه السلام پر وقف کا عقیدہ رکھتا ہے کیا مجھے ایسے لوگوں سے دوستی رکھنی چاہیے یا میں ان لوگوں سے بیزاری کا اظہار کروں؟" امام علیه السلام نے اس کی طرف جواباً تحریر فرمایا "اللہ تیرے چچا کو اپنے رحم سے دور رکھے تم اس پر کوئی رحم نہ کرو اور نہ اس اس جیسوں پر بلکہ اس سے اور اس جیسے دیگر لوگوں سے بیزار رہو" میں بھی اللہ کے حضور ایسے لوگوں سے بیزار ہوں۔ نہ ان سے دوستی رکھو۔ نہ ان کے مریضوں کی عیادت کرو۔ ان کے جنازوں میں شرکت نہ کرو اور نہ ہی ان میں سے کسی پر نماز جنازہ پڑھو۔ اس حکم میں برابر ہے کہ کوئی اللہ کی طرف سے منصوب امام علیه السلام کا انکار کرنے والا ہو یا اس کو امام ماننے والا ہو کہ جس کی امامت اللہ کی طرف سے نہ ہے۔ یا پھر وہ تیسرے عقیدے کا مالک ہو۔ ہم میں سے آخری کی معرفت سے جاہل۔ گویا ہمارے پہلے کے امر کا انکار کرنے والا ہے اور ہم میں زیادہ کرنے والا۔ ہمیں کم کرنے اور انکار کرنے والے کی طرح ہے" سائل یہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا چچا بھی ان میں سے ہے۔ امام علیه السلام نے اسے بتایا کہ وہ بھی ان میں سے ہے۔

اس نے لکھا ہے کہ ان میں سے ایک وہ ہے کہ جسے علی بن ابراہیم بن ہاشم سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے اپنے دادا سے، اس نے عیسیٰ بن صبیح سے روایت کیا ہے کہ ابو الحسن عسکری علیه السلام ہمارے پاس قید خانے میں تشریف لائے۔ میں آپ علیه السلام کو پہچانتا تھا تو امام علیه السلام نے مجھ سے فرمایا "تیری عمر اس وقت پینسٹھ سال ایک ماہ دو دن ہے۔" میرے پاس ایک کتاب تھی کہ جس پر میری تاریخ پیدائش درج تھی۔ میں نے اس میں دیکھا کہ وہ اسی طرح ہی تھی۔ امام علیه السلام نے فرمایا"کیا تمہارا بیٹا ہے؟" میں نے عرض کی "نہیں" امام علیه السلام نے فرمایا "اے میرے معبود! اسے بیٹا عطا فرما کہ جو اس کا زور بازو بنے بے شک بیٹا بہترین زور بازو ہوتا ہے"

میں نے عرض کی "کیا آپ علیه السلام کے بیٹا ہے؟" امام علیه السلام نے فرمایا "ہاں" اللہ کی قسم عنقریب میرے بیٹا ہوگا کہ جو زمین کو عدل و انصاف سے پُر کر دے گا البتہ ابھی نہیں ہے"

اس نے لکھا ہے کہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ابو ہاشم جعفری نے روایت کی ہے کہ میں ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا۔ ”جب ہمارا قائم علیہ السلام ظہور فرمائے گا تو مساجد میں موجود منبروں اور گنبدوں کو گرانے کا حکم صادر فرمائے گا“ میں نے دل میں سوچا اس کا کیا معنیٰ ہوا تو امام علیہ السلام نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا”اس کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ بدعت اور من گھڑت ہے کہ ان چیزوں کو مسجد میں نہ نبی ﷺ نے بنایا اور نہ ہی کسی حجت علیہ السلام نے ایسا کیا“

اسی حدیث کو ابو جعفر طوسی نے الغیبۃ میں سعد بن عبداللہ سے، اس نے داؤد بن القاسم جعفری سے ہوبہو روایت کیا ہے۔

شیخ طوسی نے اسی کتاب ہی میں لکھا ہے کہ مجھے بتایا ایک جماعت نے، اس نے تلعکبری سے، اس نے احمد بن علی الرازی سے، اس نے حسین بن علی سے، اس نے محمد بن الحسن بن زرین سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا ابو الحسن الموسوی الخبیری نے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا میرے باپ نے کہ وہ سرمن رأی میں ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں اکثر اوقات حاضر ہوا کرتا تھا۔ وہ ایک روز امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے دیکھا کہ امام علیہ السلام کیلئے سواری تیار ہے۔ اور امام علیہ السلام اس پر سوار ہوا چاہتے ہیں۔ تا کہ بادشاہ کے محل میں جا سکیں۔ جبکہ امام علیہ السلام کا چہرہ انور ناگواری کے سبب سرخ پھول کی مانند تھا۔ ایک عامی المذہب شخص امام علیہ السلام سے بہت محبت کرتا تھا۔ جب امام علیہ السلام سوار ہو چکے تو اسے بلایا او کچھ چیزیں لے کر امام علیہ السلام کے پیچھے چل دیا۔ جو کہ امام علیہ السلام کو بہت ناگوار گزریں۔ اس روز اس شخص نے بحث و تمحیص کی حد کر دی تھی۔ امام علیہ السلام چل دئیے۔ یہاں تک کہ جب دو راہے پر پہنچے تو وہ شخص کہ جو ایک سواری پر سوار تھا اس کو تنگی محسوس ہوئی اور وہ دوسرے راستے پر چل دیا۔ تب امام علیہ السلام نے اپنے خدمتگاروں میں سے کسی کو بلایا اور اس سے فرمایا ”جاؤ اور اس کے کفن کا بندوبست کرو“ پس خدمتگار اس کے پیچھے چل دیا جب وہ شخص بازار تک پہنچا ہم بھی اس کے ساتھ تھے۔ وہ شخص ایک دروازے سے گزرنے لگا تا کہ اس سے آگے بڑھ جائے وہاں پر ایک خچر بندھا تھا۔ پس خچر نے اسے مارا تو اسے ہلاک کر دیا۔ پس وہ غلام پہنچا اور اس نے اسے کفن دیا۔ جیسا کہ امام علیہ السلام نے اسے حکم دیا تھا۔ تب امام علیہ السلام چل دئیے اور ہم بھی آپ علیہ السلام کے ہمراہ چل دئیے۔

اور اسی کتاب ہی میں جعفر بن محمد بن مالک سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا محمد بن جعفر بن عبداللہ نے، اس نے ابو نعیم محمد بن احمد الانصاری سے روایت کی ہے کہ مفوّضہ اور مقصرہ کے ایک گروہ نے کامل بن ابراہیم المدنی کو ابو محمد علیہ السلام کے پاس بھیجا۔ کامل نے کہا کہ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ میں آپ علیہ السلام سے سوال کروں گا کہ کیا جنت میں کوئی داخل نہ ہوگا کہ جو میرے جیسی معرفت رکھتا ہو اور میرے جیسا عقیدہ رکھتا ہو؟“

جب میں اپنے آقا ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میری نگاہیں آپ علیہ السلام کی زیارت سے مشرف ہوئیں تو میں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام نے سفید رنگ کا انتہائی قیمتی لباس زیب تن کیا ہوا تھا۔ میں نے اندر ہی اندر کہا ”اللہ کے ولی علیہ السلام اور اس کی حجت علیہ السلام ہیں۔ اتنا قیمتی لباس زیب تن فرماتے ہیں جبکہ ہمیں بھائیوں میں مساوات کا درس دیتے ہیں اور ایسا لباس پہننے سے

منع فرماتے ہیں" تو امام علیہ السلام نے مسکراتے ہوئے فرمایا "اے کامل! آپ علیہ السلام نے اپنی آستینوں کو چڑھایا تو اس پر سیاہ رنگ کا کھردرا لباس موجود تھا۔ یہ اللہ کیلئے ہے اور یہ اوپر والا تم لوگوں کیلئے ہے۔

اور اسی کتاب ہی میں سعد بن ابی ہاشم جعفری سے روایت کی گئی ہے کہ میں نے سنا ابو محمد علیہ السلام فرما رہے تھے۔ ان گناہوں میں سے کہ جو نہیں بخشے جائیں گے۔ ایک یہ بھی ہے کہ آدمی کہے اے کاش کہ مجھے نہ پکڑا جاتا مگر اس کے ذریعے" میں نے اندر ہی اندر کہا "یہ یقینا دقیق ہے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے تمام معاملات اور اپنے آپ علیہ السلام پر تمام واجبات ادا کرے" تب ابو محمد علیہ السلام میری طرف مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا "اے ابو ہاشم تو نے سچ کہا ہے جو کچھ تجھے تیرے نفس نے کہا ہے اسے قبو رکھو۔ یقینا شرک لوگوں میں اندھیری رات میں چھوٹی چیونٹی کے صفاء پر قدموں کی رفتار سے بھی زیادہ خفیف انداز میں چلتا رہتا ہے اور سیاہ چٹان پر چیونٹی کی رفتار سے بھی کم رفتار میں آگے بڑھتا ہے"

اور اسی کتاب ہی میں سعد بن عبداللہ سے، اس نے احمد بن الحسین بن عمر بن یزید سے، اس نے کہا کہ مجھے بتلایا ابو الھیثم بن سبابۃ نے کہ اس نے امام علیہ السلام کی طرف اس وقت کہ جب معتز ملعون نے آپ علیہ السلام کو سعید الحاجب کے سپرد کرنے کا حکم دیا جبکہ وہ کوفہ جا رہا تھا اور لوگ مولا علیہ السلام کے بارے میں مختلف باتیں کرنے لگے کہ جو معتبرین ھبیرہ کے مقام پر ہو رہی تھی۔ اللہ مجھے آپ علیہ السلام پر قربان فرمائے۔ ہمیں ایسی خبر ملی ہے کہ جس سے ہمیں بہت قلق ہوا اور از حد غم ہوا ہے" تو امام علیہ السلام نے اس کی طرف جواباً تحریر فرمایا "تین دن کے بعد تمہیں کشائش پہنچے گی" پس تیسرے دن معتز ملعون کو معزول کر دیا گیا۔

اور اسی کتاب ہی میں عمرو بن محمد بن ریان صمیری سے روایت کیا گیا ہے کہ میں ابو احمد عبداللہ بن طاہر کے پاس گیا تو اس کے ہاتھوں میں ابو محمد علیہ السلام کا رقعہ مبارکہ موجود تھا۔ جس میں لکھا تھا "میں نے اس طاغی یعنی المستعین کے بارے میں اللہ سے التجا کی ہے۔ وہ اسے تین دن بعد عذاب کا شکار کرنے والا ہے۔ جب تیسرا روز ہوا تو اسے معزول کر دیا گیا۔ وہ امام علیہ السلام کی بد دعا کے اثر میں ایسا ذلیل ہوا کہ اسے قتل کر دیا گیا۔

اور اسی کتاب ہی میں سعد بن عبداللہ سے،ا س نے ابو ہاشم جعفری سے روایت کیا ہے کہ میں ابو محمد علیہ السلام کے ہمراہ مھتدی بن واثق کی قید میں مقید تھا تو امام علیہ السلام نے مجھے فرمایا۔ اے ابو ہاشم! یہ طاغی چاہتا ہے کہ وہ اس رات اللہ سے جنگ کرے۔(امام علیہ السلام کو قتل کرے) جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی عمر کوتاہ کر دی ہے اور وہ عمر میرے بعد میرے قائم علیہ السلام کیلئے ذخیرہ کر لی ہے۔ میرا کوئی بیٹا نہ ہے مگر عنقریب مجھے ایک فرزند علیہ السلام عطا کیا جائے گا" ابو ہاشم نے روایت کی ہے کہ"جب صبح ہوئی تو ہم نے دیکھا ترکوں نے مھتدی پر شب خون مار کر اسے قتل کر دیا تھا اور اس کی جگہ معتمد حکمران ہوا اور آپ علیہ السلام سلامت رہ گئے۔"

ثقۃ الاسلام محمدبن یعقوب کلینی نے کافی میں علی بن محمد سے، اس نے محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ ابو محمد علیہ السلام نے ابو القاسم اسحق بن جعفر زبیری کی طرف معتز کی موت سے لگ بھگ دس دن قبل خط تحریر فرمایا"اپنے گھر میں ڈٹے رہے

تا کہ ہونے والا حادثہ ہو جائے" جب بریحہ قتل ہوا تو اس نے امام علیہ السلام کی خدمت میں لکھا" کیا ہونے والا حادثہ ہو گیا؟" تو امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا "یہ وہ حادثہ نہیں ہے بلکہ وہ اور حادثہ ہے" پس تب معتز کا حشر ہو ا جو ہونا تھا۔

اس نے لکھا ہے کہ اس ہی سے روایت ہے کہ امام علیہ السلام نے ایک دوسرے آدمی کی طرف خط تحریر فرمایا "ابن محمد بن داؤد عبداللہ قتل ہونے والا ہے" اور یہ اس کے قتل سے دس دن پہلے تحریر فرمایا '۔ جب دسواں روز آیا تو وہ قتل کر دیا گیا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے علی بن ابراہیم المعروف ابن الکردی سے، اس نے محمد بن علی بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ ہمارے حالات تنگ ہو گئے تو میرے باپ نے مجھ سے کہا "میرے ساتھ چلو تا کہ ہم اس شخص یعنی ابو محمد علیہ السلام کے پاس چلیں کیونکہ کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت علیہ السلام بہت سخی ہیں" میں نے اس سے پوچھا "تو کیا آپ اس حضرت علیہ السلام کو جانتے ہیں؟" تو اس نے کہا "نہ ہی میں انہیں جانتا ہوں اور نہ ہی میں نے انہیں کبھی دیکھا ہے۔" پس ہم ان حضرت علیہ السلام کی جانب روانہ ہو گئے تو راستے میں میرے باپ نے مجھ سے کہا "ہمیں اس سے زیادہ کی حاجت ہی نہیں ہے پس اگر وہ حضرت علیہ السلام ہمارے لیے پانچ سو درہم کا حکم دیں دو سو درہم کپڑوں کیلئے، دو سو درہم آٹے کیلئے اور ایک سودرہم نان نفقہ کیلئے" میں نے دل ہی دل میں کہا "اے کاش! وہ حضرت علیہ السلام میرے لیے تین سو درہم کا حکم دیں۔ ایک سو درہم کا میں گدھا خریدوں گا۔ ایک سو درہم خرچے کیلئے اور ایک سو درہم کے کپڑے خریدوں گا اور میں پہاڑ کی طرف چلا جاؤں گا"

جب ہم امام علیہ السلام کے دروازے پر پہنچے تو ہماری طرف آپ علیہ السلام کا ایک غلام باہر آیا اور اس نے کہا "علی بن ابراہیم اور اس کا بیٹا محمد اندر آ سکتے ہیں" جب ہم آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے سلام کیا تو امام علیہ السلام نے میرے باپ سے فرمایا "اس وقت تک کس چیز نے تمہیں ہم سے دور رکھا؟" تو اس نے عرض کی "اے میرے آقا علیہ السلام! مجھے شرم آتی تھی کہ اس حال میں آپ علیہ السلام سے ملاقات کروں" جب ہم آپ علیہ السلام کی خدمت سے باہر نکلے تو آپ علیہ السلام کا ایک غلام ہمارے پاس آیا اور اس نے میرے باپ کو ایک تھیلی دی اور کہا "یہ پانچ سو درہم ہیں۔ ان میں سے دو سو درہم کپڑوں کیلئے، دو سو آٹے کیلئے اور ایک سو خرچ کیلئے" اور اس نے مجھے ایک تھیلی دی تو کہا "یہ تین سو درہم ہیں ان میں سے ایک سو درہم گدھے کی خریداری کیلئے، ایک سو کپڑوں کیلئے اور ایک سو خرچے کیلئے ہیں اور تم پہاڑ کی طرف مت جانا بلکہ ریگستان کا سفر کرنا۔ پس وہ ریگستان کی طرف گیا اوراس نے ایک عورت سے شادی کی۔ اس روز اس کے پاس ایک ہزار دینار کی آمد ہوئی۔ مگر اس سب کے باوجود وہ واقفی المذہب تھا۔

محمد بن ابراہیم نے روایت کی ہے کہ میں نے اس سے کہا"افسوس ہے تم پر کہ کیا تو اس سے زیادہ واضح امر چاہتا ہے؟" تو اس نے کہا "اسی امر ہی نے تو ہمیں اس راستے پر لگایا ہے"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے علی بن محمد سے، اس نے ابو عبداللہ بن صالح سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے علی المطہر سے روایت کی ہے کہ اس نے امام علیہ السلام کی طرف فارسی ٹیلے کے سفر کے بارے میں لکھا اور بتایا کہ لوگ واپس آ رہے ہیں اور مجھے بھی پیاس کا خوف ہے"

تو امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا "تم لوگ چلے جاؤ کہ تمہیں کوئی خوف نہیں ہے۔ ان شاء اللہ۔ پس وہ لوگ صحیح و سالم گزر گئے۔ والحمد اللہ ربّ العالمین۔"

اور اس نے اسی کتاب ہی میں علی بن محمد سے، اس نے علی بن الحسن بن فضل یمانی سے روایت کی ہے۔ آلِ جعفر علیہ السلام میں سے ایک جعفری کے پاس ایک بڑی خلقت مہمان ہوئی کہ اس کے پاس اس کیلئے گنجائش ہی نہ تھی۔ پس اس نے ابو محمد علیہ السلام کی طرف خط لکھ کر اس چیز کی شکایت کی تو امام علیہ السلام نے اس کی طرف جواباً تحریر فرمایا "انشاء اللہ ان کی کفایت ہو گی" پس اس نے ان لوگوں کے سامنے فی الفور تھوڑا سا کھانا ہی باہر لایا وہ لوگ بیس ہزار سے زائد تھے جبکہ اس کے پاس ایک ہزار سے بھی کم لوگوں کا کھانا تھا مگر وہ ان سب کو پورا ہو گیا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے علی بن محمد اور محمد بن ابی عبداللہ سے، اس نے اسحق بن محمد النخعی سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا سفیان بن محمد صبعی نے کہ میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور میں نے آپ علیہ السلام سے ولیجہ کے بارے میں سوال کیا کہ جس کے بارے میں اللہ کا فرمان ہے "اور تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنین کے علاوہ کسی کو بھیدی مت بناؤ" او ر میں نے دل ہی دل میں کہا "کتاب میں مذکورہ مومنین میں سے تو یہاں کوئی نہیں ہے" تو امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا "ولیجہ وہ ہے کہ جسے اولی الامر علیہ السلام کے مقام پر بٹھا دیا جائے مگر وہ ہو نہیں او ر تم نے دل ہی دل میں مومنین کے بارے میں جو کہا ہے کہ اس مقام پر کون سے مومن ہو سکتے ہیں تو وہ ائمۃ الھدیٰ علیہم السلام ہیں کہ جو اللہ پر ایمان محکم رکھتے ہیں۔ پس ان کی پناہ لی جا سکتی ہے"

اور اسی کتاب ہی میں اسحق سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا ابو ہاشم جعفری نے، اس نے روایت کیا ہے کہ میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں تنہائی کا شکوہ کیا تو امام علیہ السلام نے میری طرف تحریر فرمایا "تم ظہر کی نماز گھر پڑھا کرو اور پھر میری طرف سفر کیا کرو اور تو اسی روز عصر کی نماز میرے گھر پڑھا کرو گے" میں نے ایسا ہی کیا تو جیسے آپ علیہ السلام نے فرمایا ویسا ہی ہوا۔

میں تنگدست تھا میں چاہتا تھا کہ آپ علیہ السلام سے کچھ دینار کی درخواست کروں مگر مجھے شرم آئی۔ جب میں اپنے گھر چلا گیا تو امام علیہ السلام نے میری طرف ایک سو دینار روانہ فرمائے اور ایک خط تحریر فرمایا "جب تمہیں ضرورت ہو تو مت شرمایا کرو اور تکلف نہ کیا کرو بلکہ مانگ لیا کرو۔ انشاء اللہ جو چاہو گے ملے گا"

اور اسی کتاب ہی میں اسحق سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا اسماعیل بن محمد بن علی بن اسماعیل بن علی بن عبیداللہ بن عباس بن عبدالمطلب علیہ السلام نے کہ میں ابو محمد علیہ السلام کے راستے میں بیٹھ گیا جب امام علیہ السلام کا میرے قریب سے گزر ہوا تو میں نے آپ علیہ السلام کے حضور ضرورت مندی کا شکوہ کیا اور میں نے آپ علیہ السلام کے سامنے قسم اٹھائی کہ میرے پاس ایک درہم یا اس سے اوپر کچھ نہ ہے نہ صبح کے کھانے کو کچھ ہے اور نہ ہی رات کے کھانے کو کچھ ہے" تو امام علیہ السلام نے فرمایا"تو نے اللہ کے نام کا جھوٹا حلف اٹھایا ہے جبکہ تیرے پاس تو نے دو سو دینار دفن کیے ہوئے ہیں مگر میرا یہ کہنا تمہیں عطیہ سے محروم کرنے کیلئے بھی نہ ہے۔ اے غلام! اسے جو کچھ تیرے پاس ہے دے دو۔" تب امام علیہ السلام کے غلام نے مجھے ایک سو دینار دئیے۔ پھر امام علیہ السلام مجھ سے مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا "بے شک تو نے ان کو حرام کیا ہے اس وقت کیلئے کہ جب تمہیں ان کی اشد

ضرورت ہو گی“ یعنی ان دیناروں کو کہ جو تو نے دفن کیے ہیں۔ امام علیہ السلام نے سچ فرمایا۔ ویسا ہی ہوا۔ میں نے دو سو دینار دفن کیے ہوئے تھے۔ میں نے سوچا تھا کہ وہ ہمارے برے وقت کیلئے ذخیرہ ثابت ہوں گے۔ مجھے نفقہ کیلئے کسی بھی چیز کی اشد ضرورت تھی کہ مجھ پر رزق کے دروازے بند ہو چکے تھے۔ میں نے اس کو کھود کر اس میں سے کچھ نکالا تو تب میرے بیٹے کو اس جگہ کا پتہ چل گیا تو وہ انہیں لے اڑا اور میرے ہاتھ کچھ بھی نہ رہا۔

سیّد علی بن طاوؤس نے فرج الهموم میں لکھا ہے جسے ہم نے روایت کیا ہے۔ ان میں سے ہماری اسناد کے ساتھ شیخ ابو العباس عبداللہ بن جعفر الحمیری سے، اس نے الدلائل میں اپنی اسناد کے ساتھ کلینی سے، اس نے اسحق بن محمد سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا عمرو بن ابی مسلم ابو علی سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا۔ میری کنیز حاملہ تھی۔ میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی کہ وہ ہونے والے مولود کا نام تجویز فرما دیں تو امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا ”جب پیٹ میں موجود مولود ہو تو اس کا نام زینب رکھنا۔ پھر وہ بھی ایک ماہ بعد مر گئی تو امام علیہ السلام نے میری طرف پچاس دینار محمد بن سنان صواف کے ہاتھ روانہ فرمائے اور پیغام بھیجا کہ اس رقم کے ذریعے کنیز خریدو۔

اس نے اسی کتاب ہی میں لکھا ہے۔ میں نے نقل کیا اس کی تحریر سے جسے بیان کیا محمد بن ہارون نے، اس کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔ ہمیں بیان کیا ابو الحسین محمد بن ابی محمد نے کہ ہارون بن موسیٰ تلعکبری نے کہا 419ھ ق 17 محرم الحرام جمعة المبارک کے روز مشهد الفرج بالعشقة کے مقام پر کہا کہ مجھے میرے والد نے ابو القلاصاعہ نصرانی کے اصحاب میں سے کسی کے ساتھ بھیجا تا کہ میں اس سے وہ حدیث سن سکوں کہ جو وہ اپنے باپ کے ذریعے ہمارے مولا ابو محمد حسن بن علی العسکری علیہما السلام سے روایت کیا کرتا تھا۔ پس اس شخص نے مجھے اس تک پہنچایا۔ میں نے ایک بڑے شخص کو دیکھا اور میں نے اسے اپنے آنے کا سبب بیان کیا تو اس نے مجھے قریب بلایا اور کہا ”مجھے بیان کیا میرے باپ نے، مجھے بیان کیا کہ وہ اس کے بھائی اور اس کے خاندان کی ایک جماعت بصرہ سے سرمن رأی کی طرف ایک عامل کے مظالم کی شکایت لے کر بعض ایام میں گئے تو دیکھا کہ ابو محمد علیہ السلام ایک خچر پر سوار چلے آ رہے تھے۔ آپ علیہ السلام کے سر پر رومال تھا اور کندھوں پر بھی کپڑا تھا۔ میں نے اندر ہی اندر کہا ”یہ وہ حضرت علیہ السلام ہیں کہ جن کے بارے میں بعض مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ وہ علم غیب رکھتے ہیں۔ اور میں نے سوچا۔ اگر یہ حضرت علیہ السلام ایسے ہی ہیں تو سر والے رومال کا اگلے والا حصہ پیچھے کر دیں گے۔ تو امام علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ تب میں نے سوچا یہ اتفاق ہے۔ اگر ایسا ہے تو کندھے والے کپڑے کا دائیں جانب والا حصہ بائیں طرف اور بائیں کندھے والا حصہ دائیں طرف کریں گے۔ تو امام علیہ السلام نے ایسا ہی کیا جبکہ آپ علیہ السلام تشریف لا رہے تھے۔ جب

امام علیہ السلام میرے پاس پہنچے تو فرمایا ”اے صاعد! ثابت ہو گیا۔ تو اچھا کھانا کیوں نہیں کھاتا ہے۔ بے شک تو اس سے تعلق رکھتا ہے کہ جس سے تو نہ ہے اور نہ ہی تیری بازگشت اس طرف ہے“ اس وقت ہم مچھلی کھایا کرتے تھے۔ یہ اس کی حدیث کے لفظ تھے جیسا کہ ہم نے اسے دیکھا اور جیسا ہمیں روایت کیا گیا۔ صاعد بن مخلد اسلام لے آیا اور وہ معتمد کا وزیر رہا۔

اور علی بن عیسیٰ الاربلی نے کشف الغمۃ میں الحمیری کی الدلائل سے اس نے ابو یوسف شاعر قصیر کہ جو متوکل کا شاعر تھا سے روایت کی ہے کہ میرے ہاں بچہ پیدا ہوا تو میں بہت تنگدست تھا۔ میں نے بہت سے لوگوں کو رقعے لکھ کر ان سے مدد چاہی مگر جواب مایوس کن ہی رہا۔ میں نے سوچا میں جا کر امام علیہ السلام کے نور محل کا طواف کرتا ہوں۔ پس میں نے طواف کیا اور جب میں دروازے تک پہنچا تو ابو حمزہ نامی غلام باہر نکلا۔ اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کی تھیلی تھی کہ جن میں چار سو درہم تھے۔ اس نے کہا "میرے آقا علیہ السلام نے تمہارے لیے فرمایا ہے "یہ رقم اس مولود پر خرچ کرو اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں برکت عطا فرمائے گا"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے ابو القاسم کاتب راشد سے روایت کی ہے کہ سرمن رأی میں سے ایک علوی ابو محمد علیہ السلام کے زمانے میں پہاڑ کی طرف رزق کی تلاش میں نکلا تو اسے حلوان کے مقام پر ایک آدمی ملا تو اس نے پوچھا۔ تو کہاں سے آ رہا ہے؟ اس نے کہا "سرمن رأی سے" اس نے پوچھا "کیا تو فلاں مقام پر فلاں گھر سے واقف ہے؟" اس نے کہا "جی ہاں" تو اس نے پوچھا "کیا تیرے پاس حضرت حسن بن علی علیہما السلام کی احادیث میں سے کوئی حدیث ہے؟" اس نے کہا "نہیں" تو اس نے پوچھا "تو پہاڑ پر کیوں آیا ہے؟" اس نے کہا "رزق کی تلاش میں" اس نے کہا "ٹھیک ہے۔ میرے پاس پچاس دینار ہیں۔ یہ تم لے لو اور میرے ساتھ سرمن رأی واپس چلو یہاں تک کہ مجھے حسن بن علی علیہما السلام کی خدمت تک پہنچا دو۔" علوی نے کہا "ٹھیک ہے" پس اس شخص نے علوی کو پچاس دینار دئیے اور علوی اس کے ساتھ واپس پلٹا۔ دونوں سرمن رأی پہنچے۔ ابو محمد علیہ السلام کے دربار میں حاضری کی اجازت چاہی تو امام علیہ السلام نے انہیں حاضر ہونے کی اجازت عطا فرمائی۔ وہ دونوں اندر داخل ہوئے تو امام ابو محمد علیہ السلام صحن خانہ میں تشریف فرما تھے۔

امام علیہ السلام نے جب اس پہاڑ کے رہنے والے کی طرف دیکھا تو فرمایا "تو فلاں بن فلاں ہے؟" اس نے عرض کی "جی ہاں" اس وقت امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا "تجھے تیرے والد نے وصی مقرر کیا ہے اور ہمارے لیے وصیت کی تھی تو وہ وصیت پوری کرنے آیا ہے۔ تیرے پاس چار ہزار دینار ہیں وہ پیش کرو۔" اس نے عرض کی "حاضر ہیں" پس اس نے وہ مال امام علیہ السلام کے حضور پیش کیا پھر امام علیہ السلام نے علوی کی طرف نگاہ فرمائی تو فرمایا "تو پہاڑ کی طرف تلاشِ رزق میں گیا تھا تو اس شخص نے تمہیں پچاس دینار دئیے اور تو اس کے ساتھ واپس آگیا۔ اور ہم بھی تمہیں پچاس دینار دیتے ہیں۔ پس امام علیہ السلام نے اسے پچاس دینار دئیے۔

اور اسی کتاب ہی میں اس سے، اس نے محمد بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ جب سعید کو حکم ملا کہ وہ ابو محمد علیہ السلام کو کوفہ لے جائے تو ابو الھیچم نے امام علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا۔ آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! ہمیں ایسی خبر ملی ہے کہ جس نے ہمارے دل میں قلق پیدا کر دیا ہے اور ہمیں از حد غم ہوا ہے" تو امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا "تین دن بعد تمہیں خوشخبری ملے گی" پس معتز تیسرے روز قتل ہوگیا۔

اس نے لکھا ہے کہ امام علیہ السلام کے غلام کا ایک بچہ گم ہو گیا کہ جو نہیں مل پا رہا تھا۔ جب امام علیہ السلام کی خدمت میں یہ خبر عرض کی گئی تو امام علیہ السلام نے فرمایا "اسے پانی کے حوض میں تلاش کرو" پس لوگوں نے اسے تلاش کرنا شروع کیا تو وہ گھر کے پانی کے حوض میں مردہ پایا گیا۔

اس نے لکھا ہے کہ ابو الحسن علیہ السلام کی شہادت کے بعد خزانہ میں موجودچیزوں کو لوٹ لیا گیا۔ امام علیہ السلام کو اس کی خبر عرض کی گئی تو امام علیہ السلام نے بیرونی دروازے کو بند کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ پھر اپنے حرم سمیت دیگر افراد خانہ کو طلب فرمایا اور ان میں سے ہر ایک کو فرمانے لگے۔ تم فلاں چیز واپس کرو۔" تم فلاں چیز واپس کرو۔ اور ہر ایک کو بتایا کہ اس نے کیا کیا اٹھایا تھا۔ پس ان سب نے آپ علیہ السلام کو تمام چیزیں واپس کر دیں یہاں تک کہ کوئی چیز کم نہ ہوئی۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے محمد بن الاقرع سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور امام علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا امام معصوم علیہ السلام کو بھی احتلام ہوتا ہے؟" جبکہ میں نے دل ہی دل میں کہا "جبکہ میں خط روانہ کر چکا تھا۔ احتلام تو شیطانیت ہوتی ہے اور یقینا اللہ نے اپنے اولیاء علیہم السلام کو شیطان کے مقابلے میں پناہ عطا فرمائی ہے" تو امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا۔ "ائمۃ الھدیٰ علیہم السلام کی حالت نیند میں بیداری جیسی ہی ہوتی ہے۔ نیند کی صورت میں ان حضرات علیہم السلام کی بیداری سے تھوڑی سی بھی مختلف نہیں ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء علیہم السلام کو شیطانیت سے محفوظ رکھا ہے جیسا کہ تم نے سوچا ہے۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں ابو بکر سے روایت کی ہے کہ میرے ایک دوست نے مجھے پیش کش کی کہ میں گردونواح کے باغات کے پھلو کی خریداری میں اس کا شراکت دار بنوں۔ تب میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت اقدس میں اس بارے اجازت کیلئے خط تحریر کیا۔ تو امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا "اس کاروبار میں ہاتھ مت ڈالو کہ مجھے ٹڈی دل اور سبز مکھی کا خطرہ ہے۔

پس ٹڈی پڑی اور اس نے باغات کو تباہ کر دیا اور جو کچھ باقی بچا اس پر سبز مکھی نے حملہ کر دیا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی برکت سے نقصان اٹھانے سے محفوظ رکھا۔

اور اسی کتاب ہی میں ہے کہ مجھے بیان کیا حسن بن طریف نے کہ میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور آپ علیہ السلام سے رسول اللہ ﷺ کے امیر المومنین علیہ السلام کیلئے اس فرمان "جس جس کا میں حاکم ہوں۔ اس اس کا علی علیہ السلام حاکم ہے" کے معنیٰ کے بارے میں سوال کیا۔ تو امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا "رسول اللہ ﷺ کے یہ فرمانے کا مقصد یہ تھا کہ آپ ﷺ نے علی علیہ السلام کو فرقہ بندی کی حالت میں علامت و نشانی مقرر فرمانا تھا تا کہ اللہ کے لشکر کی پہچان ہو سکے۔

اس نے روایت کی کہ میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا جبکہ مجھے متعہ کو ترک کیے تیس سال ہو چکے تھے اور میں اس کیلئے شدید خواہش رکھتا تھا۔ قبیلہ بنی حیّ میں ایک عورت تھی کہ جس کی خوبصورتی کی میرے سامنے بہت تعریف کی گئی تھی کہ میرا دل اس کی طرف مائل ہو گیا تھا۔ مگر وہ ایک بدکردار عورت تھی کہ اپنی طرف بڑھتے کسی بھی ہاتھ کو نہیں روکتی تھی۔ پس مجھے اس سے کراہت ہوئی۔ پھر میں نے کہا"امام علیہ السلام نے فرمایا تھا :۔ تم بد کردار عورت سے متعہ کر سکتے ہو۔ یقینا تم اسے حرام سے حلال کی طرف نکال سکتے ہو۔"

پس میں نے اس سلسلے میں ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں مشورہ کی غرض سے خط لکھا تو میں نے عرض کیا۔ کیا اتنے سالوں بعد متع کرنا جائز ہے؟" تو امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا

"یقینا ایسا کر کے تو سنت کو زندہ کرے گا اور بدعت کا خاتمہ کرے گا۔ تیرے متعہ کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ البتہ تم اپنی اس ہمسائی سے دور رہنا کہ جو بدکار ہے گرچہ تجھے تیرے نفس نے کہا کہ میرے آباؤ اجداد علیہم السلام کا فرمان ہے "تم بدکار عورت سے متعہ کر سکتے ہو یقینا اس طرح تم اسے حرام سے حلال کی طرف نکالو گے" مگر یہ عورت تو ہتک کے سلسلے میں معروف ہے اور تمہاری ہمسائی بھی ہے۔ مجھے خوف ہے کہ اس عورت کے بارے میں تیری خبر پھیل جائے گی۔ پس میں نے اس عورت سے متعہ نہ کیا او اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا۔ مگر اس عورت سے شاذان بن سعد نامی ہمارے دینی بھائیوں اور ہمسائیوں میں سے ایک شخص نے متعہ کیا تو اس کا معاملہ اس عورت کے ساتھ مشہور ہو گیا یہاں تک کہ ایک تنازعہ کھڑا ہو گیا او ر وہ تنازعہ بادشاہ تک پہنچا اور اس نے اس عورت کے سبب بہت قیمتی مال بطور تاوان ادا کیا جبکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے میرے آقا علیہ السلام کی برکت سے محفوظ رکھا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے سیف بن لیث سے روایت کی ہے کہ میں نے مصر سے سفر پر نکلتے وقت اپنے پیچھے اپنے ایک بیٹے کو بیماری کی حالت میں چھوڑا جبکہ میرا دوسرا بیٹا کہ جو اس سے بڑا تھا وہ میرا وصی اور میرے اہل و عیال و جائیداد میں میرا نائب و نگہبان تھا۔ میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور آپ علیہ السلام سے اپنے مریض بیٹے کیلئے دعا کی اپیل کی عرض کی تو امام علیہ السلام نے جواباً میری طرف تحریر فرمایا۔ چھوٹا تندرست ہو گیا ہے البتہ تیرا وصی اور تیرا نائب بڑا بیٹا فوت ہو گیا ہے۔ تم اس پر اللہ کی حمد بجا لاؤ اور جزع و فزع مت کرنا کہ تیرا اجر ضائع ہو جائے گا۔"

تب میرے پاس خط آیا کہ جس میں خبر تھی کہ میرا بیٹا تندرست ہو گیا تھا اور میرا بڑا بیٹا اسی روز ہی فوت ہو گیا تھا۔ کہ جب میرے پاس ابو محمد علیہ السلام کا خط موصول ہوا تھا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے محمد بن حمزہ سروری سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو ہاشم جعفری کے ہاتھ ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا جبکہ امام علیہ السلام کے مجھ پر پہلے ہی بہت احسانات تھے۔ اور آپ علیہ السلام سے عرض کی کہ وہ حضرت علیہ السلام میرے حق میں دعا فرمائیں کہ مجھے رزق وسیع عطا ہو کہ میں تنگدستی میں بری طرح گھر چکا تھا۔ پس ابو ہاشم جعفری نے وہ خط امام علیہ السلام کی خدمت میں جا کر پیش کیا تو آپ علیہ السلام کے بابرکت ہاتھوں سے یہ جواب موصول ہوا۔ "اللہ تبارک و تعالیٰ نے تیری فوراً سن لی ہے۔ مجھے خبر پہنچی ہے کہ تیرا چچا زاد یحییٰ بن حمزہ فوت ہو گیا ہے اور اس نے ترکہ میں ایک لاکھ درہم چھوڑے ہیں۔ وہ تیرے پاس پہنچا چاہتے ہیں۔ پس تم اس پر اللہ کا شکر ادا کرو اور کفایت شعاری سے کام لو۔ تمہیں فضول خرچی سے دور رہنا چاہیے کہ یہ ایک شیطانی عمل ہے۔ پس اس کے بعد آنے والا میرے پاس آیا تو اس کے پاس حران سے ہنڈی کی دستاویزات تھیں۔ پتہ چلا کہ میرا چچا زاد اسی روز ہی مرا تھا کہ جس روز ابو ہاشم میرے پاس میرے مولا ابو محمد علیہ السلام کا جواب لے کر پلٹا تھا۔ پس میں ثروت مند ہو گیا اور میری تنگدستی دور ہو گئی۔ میں نے میرے مال پر جو بھی حقوق اللہ بنتے تھے ادا کیے اور میں نے اپنے بھائیوں سے نیکی کی اور جیسا مجھے ابو محمد علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ میں نے فضول خرچی سے ہاتھ روک لیا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے محمد بن صالح ختعی سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور امام علیہ السلام سے خربوزے کے بارے میں سوال کیا کہ مجھے اس کا از حد شوق تھا تو امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا "خربوزے کو نہار منہ مت کھانا کہ اس سے فالج

کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ میرا ارادہ تھا کہ میں آپ علیه السلام سے صاحب الزنج کہ جس نے بصرہ میں خروج کیا تھا کے بارے میں پوچھوں مگر میں بھول گیا۔ یہاں تک کہ میں نے خط روانہ کر دیا تھا۔ امام علیه السلام نے اسی جواب میں خود ہی تحریر فرما دیا تھا۔ صاحب الزنج اہل بیت علیہم السلام میں سے نہیں ہیں۔

اور اسی کتاب ہی میں ہے کہ اس نے محمد بن ربیع شیبانی سے روایت کی ہے کہ میں ثنویہ عقیدہ رکھنے والے ایک شخص سے اھواز میں مناظرہ کیا پھر میں سرمن رأی آیا جبکہ میرے دل میں اس کی گفتگو میں سے کوئی چیز بیٹھ گئی تھی۔ میں احمد بن خضیب کے دروازے پر بیٹھا تھا کہ سواری والے دن ابو محمد علیه السلام دارالعامہ سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ امام علیه السلام نے میری طرف دیکھا اور اپنی شہادت والی انگلی سے وجد کے ساتھ ایک اشارہ فرمایا تو میں منہ کے بل گر پڑا اور مجھ پر غشی طاری ہو گئی۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے ابو سہل بلخی سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے امام ابو محمد علیه السلام کی خدمت میں خط لکھا اور آپ علیه السلام سے اپنے والدین کے حق میں دعا کی اپیل کی جبکہ اس کی ماں غالی اور باپ مومن تھا۔ تو امام علیه السلام نے جواباً تحریر فرمایا "اللہ تیرے باپ پر رحم فرمائے"

ایک اور شخص نے امام علیه السلام کی خدمت میں خط لکھا اور اپنے والدین کے حق میں دعا کی اپیل کی تو اس کی ماں مومنہ تھی جبکہ باپ ثنویہ تھا۔ تو امام علیه السلام نے جواباً تحریر فرمایا "اللہ تیری ماں پر رحم فرمائے"

قطب راوندی نے الخرائج میں لکھا ہے کہ آپ علیه السلام کے معجزات میں سے ہے کہ جو علی بن زید بن علی بن الحسین بن زید بن علی علیه السلام سے روایت کیا گیا ہے کہ میں دارالعامہ سے واپسی پر ابو محمد علیه السلام کے ہمراہ تھا جب آپ علیه السلام گھر میں داخل ہو گئے اور میں نے واپسی کا راستہ پکڑنا چاہا تو فرمایا "تھوڑی دیر رک جاؤ" پس آپ علیه السلام اندر تشریف لے گئے۔ پھر مجھے اندر بلایا۔ جب میں آپ علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام علیه السلام نے مجھے ایک سو دینار عطا فرمائے اور فرمایا "یہ کنیز کی خریداری میں صرف کرنا کہ تمہاری فلاں کنیز فوت ہو گئی ہے" میں جب گھر سے نکلا تھا تو وہ بالکل تندرست تھی۔ میرا اس سے بہت لگاؤ تھا۔ پس میں گھر گیا تو غلام نے مجھے کہا "آپ علیه السلام کی فلاں کنیز اسی وقت مر گئی ہے" میں نے اس سے کہا "اسے کیا ہوا؟"

تو کہا گیا "اس نے پانی پیا اور اسے اچھو لگا اور وہ مر گئی"

اس نے لکھا کہ ان معجزات میں سے یہ ہے کہ جو ابو سلیمان داؤد بن عبداللہ نے روایت کیا ہے کہ مجھے بیان کیا المالکی نے، اس نے ابن الفرات سے روایت کی ہے کہ میں عسکر میں فوجی سردار تھا اور مجھے اولاد کی شدید خواہش تھی۔ ابو محمد علیه السلام میرے پاس گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لائے تو میں نے آپ علیه السلام سے عرض کی "آپ علیه السلام کیا دیکھتے ہیں کہ مجھے اولاد ہو گی؟" تو امام علیه السلام نے سر اقدس ہلا کر فرمایا "ہاں" میں نے عرض کی "بیٹا؟" تو امام علیه السلام نے نفی میں سر ہلایا "نہیں" پس میرے ہاں بیٹی پیدا ہوئی۔

اس نے لکھا ہے کہ ان میں سے وہ ہے کہ جو ابو سلیمان نے علی بن یزید المعروف ابن رمش سے روایت کی ہے کہ میرا بیٹا احمد مریض ہوا میں عسکر چلا گیا۔ جبکہ وہ بغداد میں تھا۔ میں نے ابو محمد علیه السلام کی خدمت میں خط لکھ کر دعا کی التجا کی تو توقیع مبارکه برآمد ہوئی۔ کیا اسے معلوم نہیں تھا کہ ہر ایک کی موت کا وقت معین ہے“ پس وہ لڑکا فوت ہو گیا۔

اور لکھا ہے کہ ان میں سے ہے کہ ابو سلیمان المحمودی نے روایت کی ہے کہ میں نے ابو محمد علیه السلام کی خدمت میں خط لکھا اور آپ علیه السلام سے تبرکاً عرض کیا۔ آپ علیه السلام میرے حق میں دعا فرمائیں کہ میری چچا زاد سے مجھے بیٹا ہو“۔ تو امام علیه السلام نے جواباً تحریر فرمایا ”اللّٰہ تعالیٰ تمہیں دو بیٹے دے گا“ پس میری اس بیوی نے میرے چار بیٹے جنے۔

اس نے لکھا ہے کہ ان میں سے ایک وہ ہے کہ جو علی بن جعفر نے حلبی سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ عسکر میں جمع ہوئے اور ہمارا ارادہ تھا کہ سواری والے دن ابو محمد علیه السلام کی زیارت کریں گے تو آپ علیه السلام کی طرف سے توقیع مبارکه برآمد ہوئی۔ جس کسی نے بھی میری طرف ہاتھ سے اشارہ یا کنایه کیا تو وہ ہر گز سالم نہ رہے گا۔ یقینا تمہاری جانیں امان میں نہیں ہیں“ اس روز میرے پہلو میں ایک جوان تھا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ ”تو کہاں سے ہے؟“ تو اس نے کہا ”مدینه منورہ سے“ میں نے پوچھا ”تو یہاں کیا کر رہا ہے؟“ اس نے کہا ”ہمارے ہاں ابو محمد علیه السلام کی امامت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ میں اس لیے آیا ہوں تا کہ آپ علیه السلام کی زیارت کروں اور آپ علیه السلام سے حدیث سنوں اور آپ علیه السلام سے کوئی ایسا معجزہ یا دلیل دیکھوں کہ جس سے میرے دل کو سکون حاصل ہو اور میں ابو ذر غفاریؓ کی اولاد میں سے ہوں۔“

ہم اسی طرح بات چیت کر رہے تھے کہ اچانک ابو محمد علیه السلام اپنے ایک خدمتگار کے ہمراہ باہر تشریف لائے۔ جب میرے سامنے سے گزر رہے تھے تو میرے پہلو میں کھڑے جوان کی طرف نگاہ فرمائی اور اس سے فرمایا ”تو غفاری ہے؟“ اس نے عرض کی ”جی ہاں“ تو اس سے پوچھا ”تمہاری ماں حمدونه کیسی ہے؟“ اس نے عرض کی ” ٹھیک اور تندرست ہے“ اور امام علیه السلام چلے گئے۔ تو میں نے جوان سے کہا”کیا تو نے اس سے پہلے کبھی امام علیه السلام کی زیارت کی ہے کہ امام علیه السلام تمہیں تیرے چہرے سے پہچانتے ہیں؟“ تو اس نے کہا ”ہرگز نہیں“ میں نے کہا”کیا یہ دلیل تمہیں فائدہ دے گی؟“ اس نے کہا”کیا یہ کم ہے؟“

اس نے لکھا ہے کہ ان میں سے ایک وہ ہے کہ جو ابن الفرات سے روایت کیا گیا ہے کہ میرے اپنے چچا زار پر دس ہزار درہم قرض تھے۔ میں نے اس سلسلے میں ابو محمد علیه السلام کی خدمت میں خط لکھا اور آپ علیه السلام سے اس معاملے میں دعا کیلئے اپیل کی تو امام علیه السلام نے میری طرف تحریر فرمایا ”وہ تمہیں تمہارا مال واپس کرنے والا ہے البتہ وہ جمعه کے بعد مر جائے گا“ پس میرے چچا زاد نے مجھے میرا مال واپس کر دیا تو میں نے اس سے کہا ”تمہیں کیسے سوچ آئی کہ یہ مال واپس کر دیا حالانکہ تم نے اسے روک رکھا تھا؟“ اس نے کہا ”میں نے خواب میں ابو محمد علیه السلام کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ ان حضرت علیه السلام نے فرمایا ”تیرا وقتِ موت قریب آ چکا ہے۔ تم اپنے چچا زاد کو اس کا مال واپس کر دو۔“

اور ان میں سے ایک وہ ہے کہ جو ابو سلیمان سے،ا س نے کہا کہ ہمیں بیان کیا ابو القاسم الحبشی نے، اس نے روایت کی ہے کہ میں عسکر میں شعبان المعظم کے اوائل میں زیارت کیا کرتا تھا۔ پھر درمیان شعبان میں امام حسین علیہ السلام کی زواری کیا کرتا تھا۔ ایک سال میں شعبان سے پہلے ہی عسکر پہنچا کہ میں سمجھتا تھا کہ شاید میں شعبان میں زیارت نہ کر پاؤں گا۔ جب شعبان کا مہینہ آیا تو میں نے سوچا میں اس زیارت کو ترک کرنے والا نہیں کہ جو میں کیا کرتا تھا۔ لہٰذا میں دوبارہ عسکر آیا۔ پہلے میں جب بھی عسکر آتا تھا تو ان حضرات علیہ السلام کو رقعہ یا رسالہ کے ذریعے اپنی آمد سے آگاہ کیا کرتا تھا۔ جب میں اس بار آیا تو میں نے سوچا میں اس زیارت کو خفیہ رکھوں گا کہ کسی کو بھی نہ بتاؤں گا" میں نے صاحب خانہ کو کہا کہ "میں نہیں چاہتا کہ تم امام علیہ السلام کو میری آمد کی خبر دو" جب میں قیام پذیر ہو گیا تو صاحب خانہ میرے پاس دینار لے کر آیا جبکہ وہ تعجب سے مسکرا بھی رہا تھا اور کہہ رہا تھا "امام علیہ السلام نے یہ دینار میری طرف بھیجے ہیں اور فرمایا ہے کہ اسے حبشی کے حوالے کر دو اور اس سے کہو"جو اللہ کی اطاعت کرتا ہے اللہ ہی اس کی ضرورت کو پوری کرتا ہے"

اس نے لکھا ہے کہ ان میں سے ایک وہ ہے کہ جو علی بن محمد بن الحسن نے روایت کیا ہے کہ اھواز میں سے ہمارے اصحاب کی ایک جماعت کا وفد آیا تو میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ اس وقت بادشاہ بصرہ کی طرف گیا ہوا تھا۔ تا کہ ابو محمد علیہ السلام کو اس کا نظارہ کروا سکے۔ ہم نے دیکھا کہ امام علیہ السلام اس کے ساتھ گئے ہوئے تھے۔ ہم سرمن رأی میں موجود لوگوں کے ہمراہ آپ علیہ السلام کی واپسی کا انتظار کرنے لگے۔ جب امام علیہ السلام واپسی پر ہمارے قریب سے گزرے تو رک گئے اور اپنا ہاتھ بڑھا کر اپنے سر سے ٹوپی اتاری اور اسے دوسرے ہاتھ میں رکھا۔ پھر اپنے سر پر رکھی اور ہمارے ایک ساتھی شخص کی طرف دیکھ کر مسکرائے تو اس شخص نے بے ساختہ کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ علیہ السلام بے شک اللہ کی حجت علیہ السلام ہیں اور اس کی مخلوق میں سے اس وقت افضل ترین ہیں" ہم نے اس سے پوچھا: "اے فلاں! تیرے ساتھ کیا ہوا؟" تو اس نے کہا "میں امام علیہ السلام کی امامت میں شک کیا کرتا تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ اگر امام علیہ السلام نے ہاتھ بڑھا کر اپنے سر سے ٹوپی اتاری تو میں امام علیہ السلام کی امامت کا قائل ہو جاؤں گا۔"

اور ان میں سے ایک وہ ہے کہ جو علی بن یزید بن علی بن الحسین بن زید سے روایت کیا گیا ہے کہ میں ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں امام علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ مجھے اپنا ایک تھیلا یاد آگیا کہ جس میں میرے ساتھ پچاس دینار تھے۔ مجھے ان کی سخت فکر لاحق ہوئی مگر میں کچھ نہ بولا کہ مجھے کیا پریشانی لاحق ہے تو ابو محمد علیہ السلام نے فرمایا "محفوظ ہے انشاء اللہ" پس جب میں گھر آیا تو میرے بھائی نے وہ مجھے دئیے"

اس نے لکھا ہے کہ ان میں سے ایک وہ ہے کہ جسے ابو العیناء محمد بن القاسم الھاشمی سے روایت کیا گیا ہے کہ میں ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں بہت پیاسا تھا۔ مگر میں نے آپ علیہ السلام کی حرمت کے پیش نظر پانی نہ مانگا۔ مگر امام علیہ السلام نے خود ہی فرمایا"اے غلام اسے پانی دو۔" اور میں جب بھی اٹھنے کا سوچتا اور پیاس کو محسوس کرتا تو امام علیہ السلام فرماتے "اے غلام! اسے پانی دو"

اور ان میں سے ایک وہ ہے کہ جو ابو بکر فھفکی سے روایت کیا گیا ہے کہ میں سرمن رأی سے بعض کاموں کیلئے سفر پر جانا چاہتا تھا کہ ایک عرصہ سے میں باہر نہ گیا تھا۔ دوسرے روز میں شارع ابی قطیعہ بن داؤد پر بیٹھ گیا کہ اچانک ابو محمد علیہ السلام نے طلوع فرمایا۔ آپ علیہ السلام دارالعامہ جانا چاہتے تھے۔ جیسے ہی میں نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تو میں نے اندر ہی اندر کہا ‘‘’میں امام علیہ السلام سے التجا کرتا ہوں کہ اے میرے آقا علیہ السلام! اگر سرمن رأی سے میرا سفر پر نکلنا بہتر ہے تو آپ علیہ السلام میرے سامنے تبسم فرمائیے’’ جب امام علیہ السلام میرے قریب پہنچے تو انتہائی واضح اور خوبصورت تبسم فرمایا۔ پس میں اسی روز ہی سفر پر نکل کھڑا ہوا۔ بعد میں مجھے میرے ساتھیوں نے بتایا کہ میرا ایک قرض خواہ کہ جس کا میرے اوپر ایک اچھا خاصا مال واجب الادا تھا وہ مجھے تلاش کرتا ہوا آیا تھا۔ اور اگر وہ مجھے پا لیتا تو یقینا میری بے عزتی کرتا کیونکہ اس کا مال میرے پاس موجود و حاضر نہ تھا۔

اس نے لکھا۔ ان میں سے ایک وہ ہے کہ جسے محمد بن عبدالعزیز بلخی سے روایت کیا گیا ہے کہ ایک روز صبح کے وقت میں شارع غنم پر بیٹھا تھا کہ اچانک دیکھا ابو محمد علیہ السلام اپنے گھر سے تشریف لا رہے ہیں۔ امام علیہ السلام دارالعامہ کا ارادہ رکھتے تھے۔ تو میں نے سوچا ’’اگر میں چیخ کر کہوں۔ اے لوگو! یہ اللہ کی حجت علیہ السلام ہیں۔ تم سب ان حضرت علیہ السلام کی معرفت حاصل کرو تو کیا وہ لوگ مجھے قتل کر ڈالیں گے۔’’ جب امام علیہ السلام میرے قریب پہنچے تو میری طرف اپنی شہادت کی انگلی کے ذریعے اشارہ فرمایا کہ خاموش رہو۔ میں نے اسی رات آپ علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے تھے ’’بے شک یہ راز ہے یا قتل ہے۔ پس اپنی جان کے معاملے میں اللہ سے خوف کھاؤ’’

اس نے لکھا ہے کہ ان میں سے ایک وہ ہے کہ جسے عمر بن ابی مسلم سے روایت کیا گیا ہے کہ سمیع المسعمی مجھے اذیت دیا کرتا تھا۔ مجھے اس سے ہر ناپسندیدہ چیز کا سامنا ہوا۔ وہ میرے گھر سے متصل رہائش پذیر تھا۔ میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور آپ علیہ السلام سے التجا کی کہ آپ علیہ السلام اس سے میرے چھٹکارے کی دعا فرماویں تو جواب مبارک برآمد ہوا کہ چھٹکارا قریب ہے۔ فارس کی جانب سے تمہارے پاس مال پہنچنے والا ہے’’ میرا ایک چچا زاد فارس میں تاجر تھا۔ اس کا میرے علاوہ کوئی وارث نہ تھا۔ تھوڑے دنوں کے بعد وہ مر گیا تو میرے پاس اس کا مال و متاع پہنچا۔ امام علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ اللہ کے حضور معافی طلب کرو اور جو کچھ تم نے کہا تھا اس پر اس کے حضور توبہ کرو۔ وہ اس لیے کہ ایک روز میں ناصبیوں کے ایک گروہ کے ہمراہ تھا۔ کہ ان لوگوں نے ابو طالب علیہ السلام کا ذکر چھیڑ دیا یہاں تک کہ ان لوگوں نے میرے مولا علیہ السلام کا ذکر بھی کیا کیونکہ وہ میرے مولا علیہ السلام کو اچھا نہیں جانتے تھے۔ اس لیے میں نے بھی اسی میں غنیمت جانی کہ ان کی ہاں میں ہاں ملا دوں۔ البتہ اس کے بعد میں نے ان لوگوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ترک کر دیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ امام علیہ السلام ہی چاہتے تھے۔

اور ان میں سے ایک وہ ہے کہ جو حجاج بن یوسف عبدی سے روایت کیا گیا ہے کہ میں نے بصرہ میں اپنے بیٹے کو بیماری کی حالت میں چھوڑا تھا۔ میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں لکھا اور آپ علیہ السلام سے اپنے فرزند کیلئے دعا کی التجا کی تو امام علیہ السلام نے میری طرف تحریر فرمایا ’’اللہ تعالیٰ تیرے بیٹے پر رحم فرمائے اگر وہ مومن تھا’’’۔ پس میری طرف بصرہ سے ایک خط آیا کہ میرا وہ بیٹا اسی روز ہی مر گیا تھا کہ جس روز امام علیہ السلام نے مجھے جواب تحریر فرمایا تھا اور اس کی موت کی خبر عطا

فرمائی تھی۔ اور میرا بیٹا اس اختلاف کے سبب کہ جو شیعوں کے درمیان تھا ان حضرت علیہ السلام کی امامت میں شک کیا کرتا تھا۔

اس نے لکھا ہے کہ ان میں سے ایک وہ ہے کہ جو ابو القاسم ہروی نے روایت کیا ہے کہ میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور آپ علیہ السلام کو موالیان اہل بیت علیہم السلام میں اختلاف کی خبر عرض کی اور آپ علیہ السلام سے کسی معجزے کے اظہار کی درخواست کی تو توقیع مبارکہ برآمد ہوئی جس میں امام علیہ السلام نے تحریر فرمایا۔ "بے شک اللہ نے فقط عاقل کو مخاطب فرمایا ہے۔ اللہ کے ابواب میں سے جو حضرت علیہ السلام بھی آئے وہ ان معجزات سے زیادہ اظہار نہیں کر سکتا ہے کہ جو معجزات خاتم النبیین سیّد المرسلین ﷺ نے ظاہر فرمائے۔ مگر لوگوں نے کہا "کاہن، ساحر اور جھوٹے ہیں (نعوذ باللہ من ذلک) اور جس نے ہدایت پانی تھی ہدایت پائی۔ البتہ یہ الگ بات ہے کہ اکثر لوگوں کو معجزہ ہی سکون دیتا ہے اور یہ سب یوں ہے کہ اگر اللہ ہمیں اجازت دیتا ہے تو ہم بولتے ہیں اور اگر وہ ہمیں منع فرماتا ہے تو ہم خاموش رہتے ہیں اور اگر اللہ چاہتا کہ ہمارے حق کو ظاہر نہ کرے تو وہ بشارت دینے والے اور ڈرانے والے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث نہ فرماتا کہ جنھوں نے ہمیشہ ضعف و قوت ہر دو صورت میں حق کا دفاع کیا اور مختلف اوقات میں کلام فرماتے رہے۔ تا کہ اللہ اپنے امر کو پورا کرے اور اپنے حکم کو نافذ کرے۔ لوگوں کے مختلف قسم کے طبقات ہیں۔ ایک بصارت طلب ہیں۔ راہِ نجات پر ہیں۔ حق سے متمسک ہیں۔ وہ اصل شاخ سے تعلق بنائے ہیں کہ انہیں کسی قسم کا شک یا ہچکچاہٹ نہ ہے اور وہ ہمارے علاوہ کسی کو پناہ گاہ نہیں سمجھتے ہیں اور دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے کہ جنھوں نے حق کو اہل حق سے نہیں لیا ہے۔ وہ سمندر سوار جیسے ہیں کہ اس کی موجوں کے ساتھ چل پڑتے ہیں اور اس کے سکون کے وقت ساکن رہتے ہیں اور تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے کہ جنہیں شیطان نے گھیرا ہوا ہے ان لوگوں کا کام ہے کہ وہ اپنے ذاتی حسد کی بناء پر اہل حق کی مخالفت کرتے ہیں اور حق کو باطل کے حوالے کرتے ہیں۔ پس جو دائیں بائیں جاتا ہے اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ چرواہا جب بھی چاہتا ہے تھوڑی سی کوشش کے ساتھ اپنی تمام بھیڑوں کو جمع کر لیتا ہے۔ تو نے اس چیز کا ذکر کیا ہے کہ جس پر موالیوں میں اختلاف ہوا ہے۔ اگر اس بارے میں وصیت ہے اور اسی میں بزرگی ہے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے جو انصاف کی وصیت ہے اور اسی میں بزرگی ہے تو اس میں کوئی شک نہیں ہے جو انصاف کی کرسی پر بیٹھتا ہے سب سے پہلے وہی انصاف کا حقدار ہوتا ہے۔ بہترین رعایت وہ ہے کہ جو تم سے چاہی جائے۔ تم وسعت پروری اور طلب ریاست سے دور رہو کہ یہ دونوں چیزیں ہلاکت کی طرد دعوت دینے والی ہیں۔ تو نے اپنے فارس جانے کا ذکر کیا ہے تو جاؤ اللہ تمہیں سلامتی بخشے گا۔ ان شاء اللہ تو مصر میں بھی امن و امان کے ساتھ داخل ہوگا اور جس موالی پر تجھے اعتماد ہو اسے میرا سلام کہنا اور انہیں نیکی، عظیم اللہ کے حضور تقویٰ اور امانت کی ادائیگی کی تلقین کرنا اور انہیں بتا دو کہ ہمارے راز کو پھیلانے والا ہم سے جنگ کرنے والے جیسا ہے۔

جب میں نے خط پڑھا اور اس میں مصر کا داخلہ لکھا ہوا تھا تو مجھے اس کا معنیٰ سمجھ میں نہ آیا۔ میں بغداد پہنچا کہ میرا ارادہ و عزم فارس جانے کا تھا۔ مگر میں فارس نہ جا سکا اور میں مصر چلا گیا۔

اسی واقعے کو الحمیری نے الدلائل میں بنابر اس کے کہ جو کشف الغمہ میں نقل کیا گیا ہے ابو القاسم العروی سے ایسے ہی روایت کیا ہے۔

راوندی نے الخرائج میں لکھا ہے کہ آپ علیہ السلام کے معجزات میں سے ہے کہ جو ابو ہاشم نے روایت کیا ہے کہ ایک روز ابو محمد علیہ السلام سوار ہو کر صحرا کی طرف تشریف لے گئے تو میں بھی آپ علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ ہم سفر کر رہے تھے تو امام علیہ السلام آگے چل رہے تھے۔ اور میں آپ علیہ السلام کے پیچھے چلا جا رہا تھا کہ اچانک مجھے اپنے اس واجب الادا قرض کا خیال آیا کہ جس کی ادائیگی کا وقت آن پہنچا تھا۔ تو میں سوچنے لگا کہ اس کی ادائیگی کیسے یقینی بناؤں۔ تو امام علیہ السلام مجھ سے مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا۔ اللہ ہی اسے ادا کر دے گا۔ پھر امام علیہ السلام نے زین پر بیٹھے بیٹھے مجھے اپنے قریب آنے کا حکم صادر فرمایا اور چھانٹے سے زمین پر ایک دائرہ بنایا اور فرمایا "اے ابو ہاشم! نیچے اترو اور اٹھا کر چھپا لو" میں نیچے اترا تو دیکھا کہ وہ سونے کی ڈلیہ بن چکی تھی۔ میں نے وہ اٹھا کر اپنے تھیلے میں ڈالی اور ہم دوبارہ رواں دواں ہو گئے۔ میں نے سوچا اگر اس کے ذریعے تمام قرض پورا ہو تھا تو ٹھیک بصورت دیگر میں اپنی زمین قرض خواہ کو دے دوں گا اور ہمیں سوچنا پڑے گا کہ سردیوں میں نان و نفقہ اور گرم کپڑے کہاں سے لائے جائیں۔ امام علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور اپنے قریب بلایا۔ اور پہلے کی طرح چھانٹے کے ذریعے دائرہ بنایا۔ پھر فرمایا "اترو اور اٹھا کر چھپا لو" میں نیچے اترا تو وہ چاندی کی ڈلی تھی۔ میں نے اسے اٹھا کر دوسرے تھیلے میں رکھا۔ ہم نے تھوڑا سا سفر کیا۔ پھر امام علیہ السلام اپنے گھر تشریف لے گئے اور میں اپنے گھر واپس آگیا۔ میں نے بیٹھ کر قرض کا حساب لگایا اور اس کو جمع کرنے کے بعد میں نے اس سونے کی ڈلی کا وزن کیا تو وہ قرض کی پوری رقم کے برابر ہوئی نہ تھوڑی اور نہ زیادہ تھی۔ پھر میں نے اپنی جائز ضروریات کا حساب کیا کہ نہ کوئی چیز رہ جائے اور نہ ہی اسراف ہو تو میں نے مبلغ کا اندازہ لگایا پھر میں نے چاندی کی ڈلی تولی تو وہ اس کے مطابق بالکل پوری تھی نہ کم تھی اور نہ ہی زیادہ تھی۔

اس نے لکھا۔ "ان میں سے ایک وہ ہے کہ علی بن الحسین بن سابور سے روایت کیا گیا ہے کہ امام حسن ثانی علیہ السلام کے زمانے میں سرمن رأی میں لوگوں کو قحط کا سامنا ہوا تو خلیفہ نے حاجب اور دیگر ارکان مملکت کو حکم دیا کہ وہ جا کر نماز استسقآء پڑھیں۔ پس وہ لوگ برابر تین روز جا کر نماز استسقآء پڑھتے اور دعائیں مانگتے رہے مگر بارش نہ ہوئی۔ چوتھے روز جاثلیق صحرا کی طرف گیا اس کے ساتھ دیگر نصاریٰ اور راھب بھی موجود تھے۔ ان میں ایک راھب تھا کہ وہ جب بھی ہاتھ پھیلاتا تھا آسمان سے موسلا دھار بارش شروع ہو جاتی ھی۔ تو اکثر لوگ مسلمان دین میں شک کا شکار ہو گئے اور متعجب ہو کر نصرانیت کی طرف راغب ہونے لگے۔ پس خلیفہ نے امام حسن علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا جبکہ امام علیہ السلام قید خانے میں تھے۔ اس نے امام علیہ السلام کو قید خانے سے نکالا اور کہا "اپنے نانا کی امت کی مشکل کشائی فرمائے کہ وہ ہلاک ہوا چاہتی ہے"

تو امام علیہ السلام نے فرمایا"میں کل صبح صحرا جاؤں گا اور انشاء اللہ اسلام پر ہر ممکن شک زائل ہو جائے گا۔ تیسرے روز جاثلیق صحرا کی طرف نکلا تو اس کے ساتھ راہب لوگ بھی تھے۔ امام حسن عسکری علیہ السلام بھی اپنے چند اصحابؓ کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ امام علیہ السلام نے جب دیکھا کہ اس راہب نے ہاتھ بلند کیے ہیں تو ارکان مملکت میں سے ایک کو کہا کہ اس کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اس کی انگلیوں کے درمیان موجود چیز کو چھین لے۔ پس اس نے ایسا ہی کیا اور اس کی انگلیوں کے درمیان سے ایک سیاہ رنگ کی ہڈی چھین لی۔ امام حسن علیہ السلام نے وہ ہڈی اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ پھر اس راہب کو کہا۔ اب تم بارش کی دعا مانگو۔" اس نے دعا مانگی تو رہے سہے بادل بھی چھٹ گئے اور سورج نکل آیا اور

روشن دن ہو گیا۔ تو خلیفہ نے پوچھا۔"اے ابو محمد علیہ السلام! یہ ہڈی کس چیز کی ہے؟" امام علیہ السلام نے فرمایا "یہ شخص ایک نبی علیہ السلام کی قبر سے گزرا۔ اس کے ہاتھ یہ ہڈی لگ گئی۔ یہ جب بھی اس مبارک ہڈی کو عریاں کرتا ہے۔ آسمان سے موسلا دھار بارش شروع ہو جاتی ہے۔"

اس نے لکھا ہے کہ ان میں سے ایک وہ ہے کہ جو ابو ہاشم نے روایت کیا ہے کہ ابو بکر فھفکی نے امام علیہ السلام سے سوال کیا۔ "کیا وجہ ہے کہ کمزور و ناتواں عورت کا میراث میں ایک حصہ ہوتا ہے جبکہ مرداس کے مقابلے میں دو حصے لیتا ہے؟" امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "کیوں کہ عورت پر جہاد اور نفقہ واجب نہیں ہوتا ہے اور نہ ہی اس پر دیگر اخراجات واجب ہوتے ہیں۔ یہ سب اخراجات فقط مردوں پر ہوتے ہیں۔" میں نے دل میں سوچا۔ "مجھے کہا گیا تھا کہ ابن ابی العوجا نے بھی مسئلہ ابو عبداللہ صادق علیہ السلام سے پوچھا تھا۔ تو امام علیہ السلام نے اسے اسی طرح ہی جواب دیا تھا۔" تب امام ابو محمد علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "ہاں

یہ ابن ابی العوجآء والا مسئلہ ہی ہے اور جب مسئلہ کا معنیٰ ایک ہو تو ہم سب علیہم السلام کی طرف سے جواب بھی ایک ہی ہوتا ہے۔ ہمارے آخری کا علم بھی وہی ہوتا ہے کہ جو ہمارے پہلے علیہ السلام کا ہوتا ہے۔ ہمارا آخری بھی علم و امر میں برابر ہوتا ہے۔ البتہ ان سب پر رسول اللہ ﷺ اور امیر المومنین علیہ السلام کی فضیلت علیحدہ ہے۔

اس نے لکھا کہ ان میں سے ایک وہ ہے کہ جسے ابو ہاشم نے روایت کیا ہے کہ میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ مجھے شوق ہے کہ میں جان سکوں کہ ابو محمد علیہ السلام قرآن کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔ آیا قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟" تو ابو محمد علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا"کیا تم تک وہ روایت نہیں پہنچی ہے کہ جس میں روایت کیا گیا ہے کہ ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا "جب سورۃ قل ھو اللہ احد نازل ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے چار ہزار پر خلق فرمائے۔ پس وہ سورۃ مجیدہ جب بھی ملائکہ کے گروہوں کے سامنے سے گزرتی تھی تو وہ اس کے سامنے خشوع و خضوع کرتے تھے۔ اور کہتے تھے۔"یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی نسبت ہے"

اس نے لکھا کہ ان میں سے ایک وہ ہے کہ جسے ابو ہاشم نے روایت کیا ہے کہ میں نے سنا ابو محمد علیہ السلام ارشاد فرما رہے تھے "یقینا بروز قیامت اللہ تعالیٰ کی اتنا عام معافی ہو گی کہ بندے کم پڑ جائیں گے یہاں تک کہ مشرکین بھی بول اٹھیں گے اللہ ہی ہمارا ربّ ہے۔ ہم تو مشرک نہ تھے۔ تو میرے دل میں وہ حدیث آگئی کہ جو اہل مکہ میں سے ہمارے اصحاب میں سے کسی ایک شخص نے مجھے بیان کی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے تلاوت فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرما دے گا" تو ایک شخص نے کہا "گرچہ جس نے شرک بھی کیا ہو؟" تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی نفی فرمائی۔ اور اس شخص کی مذمت فرمائی تھی۔ میں نے یہ سوچا ہی تھا کہ امام علیہ السلام نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا "یقینا اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہ فرمائے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے۔ البتہ اس کے علاوہ گناہ جس کے چاہے گا معاف فرما دے گا۔ پس یہ کتنا سخت قول ہے، بہت ہی سخت"

اس نے لکھا ہے کہ ان میں سے ایک وہ ہے کہ جسے ابو ہاشم نے روایت کیا ہے کہ محمد بن صالح نے ابو محمد علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے فرمان۔ "اس سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی امر اللہ کے ہاتھ میں ہے" کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا "اس سے پہلے بھی اللہ ہی

کے ہاتھ میں امر تھا کہ جو چاہا حکم دیا اور اس کے بعد بھی کہ جو چاہے حکم دے سکتا ہے" میں نے دل ہی دل میں کہا"یہ تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ خبردار رہو کہ خلق فرمانا اور امر دینا اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ عالمن کا ربّ اللہ بابرکت ہے" تو امام علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا"جیسے تو نے سوچا ہے ویسا ہی ہے کہ خلقت اور امر اس ہی کے ہاتھ میں عالمین کا پالنے والا اللہ بابرکت ہے۔

میں نے عرض کی "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ علیہ السلام اللہ کی حجت علیہ السلام ہیں اور اس کے بندوں پر اس کی حجت علیہ السلام کے فرزند بھی ہیں۔

ا س نے لکھا ہے کہ ان میں سے ایک وہ ہے کہ جسے ابو ہاشم نے روایت کیا ہے کہ محمد بن صالح الارمنی نے اللہ تعالیٰ کے فرمان "اللہ جس کو چاہے مٹا سکتا ہے اور جس کو چاہے باقی رکھے اور اس ہی کے پاس اصل کتاب ہے" کی تفسیر کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ "کیا کسی ایسی چیز کو مٹایا جا سکتا ہے کہ جو نہ ہو اور کیا ایسی چیز کو باقی رکھا جا سکتا ہے کہ جو نہ ہو" میں نے دل ہی دل میں کہا "یہ تو ہشام بن الحکم کے قول کے مخالف ہے" وہ نہیں جانتا کسی چیز کو مگر جب وہ ہوتی ہے" تو امام علیہ السلام نے میری طرف سخت نگاہ فرمائی اور ارشاد فرمایا "بلند و بالا جبار و حاکم اللہ اشیاء" کے وجود میں آنے سے پہلے ہی عالم ہوتا ہے" میں نے عرض کی "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ علیہ السلام اللہ کی حجت ہیں"

اس نے لکھا ہے کہ ان میں سے ایک وہ ہے کہ جسے ابو ہاشم نے روایت کیا ہے کہ میں حجاج بن سفیان عبدی کو ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں لے گیا تو اس نے امام علیہ السلام سے باہمی خرید و فروخت کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے عرض کی۔ "بسا اوقات لوگوں کو بھیجا جاتا ہے تو وہ اصل بیع پر خرید و فروخت کرتے ہیں" امام علیہ السلام نے فرمایا "دنیا کے بدلے دینار اور درمیان میں نگھبانی کیلئے کچھ ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے" میں نے دل میں سوچا "سود خور بھی تو ایسا ہی کرتے ہیں" تو امام علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا "بے شک سود حرام ہے کہ جس کے ذریعے قصر بھی حرام ہی کا ہوتا ہے۔ مگر جب سود کی حدوں کو نہ چھیڑا جائے اور اس جیسا کوئی سودا کر لیا جائے تو وہ سود نہیں ہوتا ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی ہے۔ دو دیناروں کے قبضے کے بدلے ایک دینار کا قبضہ ملے تو اس میں کوئی قباحت نہیں ہے مکروہ ہے کہ اگر ان دونوں کے درمیان کوئی چیز نہ ہو کہ جس پر بیع کا نام صادق آ سکے۔

اور ان میں سے ایک وہ ہے کہ جو ابو ہاشم جعفری نے روایت کیا ہے کہ میں ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ ایک شخص آپ علیہ السلام کی خدمت میں آکر کھڑا ہو گیا تو ابو محمد علیہ السلام نے فرمایا "یہ کھڑا شخص تمہارے دینی بھائیوں میں سے نہیں ہے" میں نے عرض کی "آپ علیہ السلام نے کیسے پہچانا ہے؟" امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "ہم مومن کو بھی اس کی پیشانی سے پہچانتے ہیں اور منافق کو بھی پیشانی سے پہچانتے ہیں"

اس نے لکھا ہے کہ ان میں سے ہے کہ سعد بن عبداللہ نے محمد بن الحسن بن میمون سے، اس نے داؤد بن القاسم جعفری سے روایت کیا ہے کہ ابو محمد علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے فرمان "اگر اس نے چوری کی ہے تو اس سے پہلے اس کے بھائی نے چوری کی تھی" فرمان "اگر اس نے چوری کی ہے تو اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی" کی تفسیر کے بارے میں قم کے ایک شخص نے سوال کیا تو میں موجود

تھا تو امام علیہ السلام نے فرمایا ”یوسف علیہ السلام نے چوری نہیں کی تھی۔ یعقوب علیہ السلام کا ایک کمر بند تھا کہ جو ان حضرت علیہ السلام کو ابراہیم علیہ السلام سے وراثت میں ملا تھا۔ وہ ایسا کمر بند تھا کہ جسے جب بھی جس نے بھی چوری کیا اسے غلام بنا لیا گیا۔ پس ایک انسان نے اسے چوری کیا تو جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور اس کے بارے میں بتایا۔ تو وہ کمر بند اس سے لے لیا گیا۔ اور اسے غلام بنا لیا گیا۔ وہ کمر بند سارہ بنت اسحق بنت ابراہیم علیہ السلام کے پاس موجود تھا۔ اس مخدرہ علیہ السلام کا نام حضرت اسحق علیہ السلام کی مادرگرامی علیہما السلام کے نام پر رکھا گیا تھا۔ سارہ خاتون علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت محبت کرتی تھیں اور چاہتی تھیں کہ یوسف علیہ السلام کو اپنا لے پالک بیٹا بنا لیں۔ اس مخدرہ علیہما السلام نے وہ کمر بند اٹھایا اور اسے حضرت یوسف علیہ السلام کی کمر میں باندھ دیا۔ پھر اوپر یوسف علیہ السلام ہی کا لباس یوسف علیہ السلام کو پہنا دیا اور یعقوب علیہ السلام سے کہا ”کمربند چوری ہو گیا ہے“ پس جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی ”اے یعقوب علیہ السلام! وہ کمر بند یوسف علیہ السلام کے پاس ہے“ مگر یعقوب علیہ السلام کو سارہ کی کارکردگی سے آگاہ نہ کیا کیونکہ اللہ یہی ارادہ رکھتا تھا۔ پس یعقوب علیہ السلام نے اٹھ کر یوسف علیہ السلام کی تلاشی لی تو وہ کمر بند انہی حضرت علیہ السلام کے پاس سے برآمد ہوئے۔ وہ حضرت علیہ السلام ان دنوں ظاہراً ایک ناسمجھ لڑکے تھے۔ تب سارہ بنت اسحق علیہما السلام نے کہا ”یوسف علیہ السلام نے چوری کی ہے۔ پس اب یوسف علیہ السلام پر میرا سب سے بڑھ کر حق ہے۔“ تو یعقوب علیہ السلام نے فرمایا ”پس یہ تمہارا غلام ہے البتہ اس شرط کے ساتھ کہ نہ تو تم اسے فروخت کر سکتی ہو اور نہ ہی اسے آگے کسی کو بخش سکتی ہو“

تو اس مخدرہ علیہما السلام نے فرمایا ”میں نے اسے قبول کیا اور اس شرط پر کہ اگر تم اس کو مجھ سے نہ چھینو تو میں اسے اسی وقت ہی آزاد کرتی ہوں“ تو یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اس مخدرہ علیہ السلام کے حوالے کر دیا تو اس مخدرہ علیہما السلام نے یوسف علیہ السلام کو آزاد کر دیا۔ پس اس قصہ کی بنا پر یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا کہ ”اگر بنیامین نے چوری کی ہے تو اس سے پہلے اس کے بھائی نے بھی چوری کی تھی“

ابو ہاشم نے روایت کی ہے کہ میں نے اندر ہی اندر سوچنا شروع کر دیا اور مجھے اس بات پر تعجب ہوا کہ یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے بالکل قریب تھے۔ مگر پھر بھی یعقوب علیہ السلام اتنے محزون ہوئے کہ حزن کی وجہ سے آنکھیں چلی گئیں اور وہ نابینا ہو گئے۔ حالانکہ مسافت بہت قریب تھی۔ تو ابو محمد علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا ”اے ابو ہاشم! اس بارے میں جو کچھ تیرے دل میں آیا ہے اس سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ پس اگر اللہ چاہتا تو یعقوب علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام کے درمیان سے پردہ اٹھا لیتا یہاں تک کہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ سکتے تھے تو کر سکتا تھا۔ مگر اس کی اپنی تقدیر ہے جسے وہ پورا کر کے ہی رہتا ہے اور ایک وقت معلوم ہے کہ جہاں تک وہ پہنچا کر ہی رہتا ہے۔ اس میں جو بھی ہوا وہ اللہ کی طرف سے اپنے اولیاء علیہم السلام کیلئے منتخب کردہ تھا۔

اس نے لکھا ہے کہ ان میں سے ایک وہ ہے کہ جو روایت کیا گیا ہے کہ ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام کے موالیوں میں سے ایک شخص آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا وہ شخص نگینہ

نقاش تھا۔ تو اس نے عرض کی "اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! نام نہاد خلیفہ نے میرے پاس ایک فیروزہ بھیجا تھا کہ جو عام سے بڑا اور عام سے زیادہ خوبصورت تھا اور اس نے کہلا بھیجا کہ اس پر فلاں فلاں چیز نقش کر دو۔ جب میں نے اس پر لوہا لگایا تو وہ دو حصوں میں بٹ گیا۔ میری ہلاکت اس کی وجہ سے یقینی ہے۔ آپ حضرت علیہ السلام اللہ کے حضور میرے لیے دعا فرمائیے"۔تو امام علیہ السلام نے فرمایا "تجھے کوئی خوف نہیں ہو گا۔ انشاء اللہ"

اس شخص نے روایت کی ہے کہ "میں گھر چلا گیا جب دوسرا روز ہوا تو خلیفہ نے مجھے بلایا اور مجھ سے کہا"میری دو کنیزیں ہیں کہ جو اس نگینے پر جھگڑ پڑی ہیں۔ وہ اس کے علاوہ پہ راضی نہیں ہیں کہ اس نگینے کے دوبنائے جائیں۔ پس تم اس کے دو بنا دو۔" پس میں واپس چلا آیا۔ میں نے وہ نگینہ اٹھایا کہ جو دو ٹکڑے ہو چکا تھا۔ میں نے دونوں ٹکڑے اٹھائے اور انہیں لے کر واپس خلیفہ کے محل میں گیا۔ تو وہ اس پر بہت خوش ہوا اور خلیفہ نے مجھے اس پر انعام بھی دیا تو میں نے اللہ کی حمد بجا لائی"

اس نے لکھا کہ ان میں سے ایک وہ بھی ہے کہ جسے ابو ہاشم نے روایت کیا ہے کہ اپنے بندوں میں سے ان کو بنایا کہ جنہیں ہم نے چن لیا۔ ہمارے بندوں میں سے ایسے بھی ہیں کہ جو اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور ان میں سے کچھ میانہ رو ہیں اور ان میں سے کچھ نیکی میں سبقت کرنے والے ہیں " کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "وہ سب کے سب آل محمد علیہم السلام ہی میں سے ہیں۔ اپنی جان پر ظلم کرنے والا وہ ہوتا ہے کہ جو امام علیہ السلام کا اقرار نہ کرے۔ میانہ رو وہ ہوتا ہے کہ جو امام علیہ السلام کی معرفت رکھتا ہے اور نیکی کی طرف سبقت کرنے والا امام علیہ السلام ہی ہوتا ہے" پس میں نے دل ہی دل میں آل محمد علیہم السلام کو اللہ کی طرف سے عطا کی جانے والی عظمت کے بارے میں سوچا۔

اور میں رو پڑا۔ امام علیہ السلام نے میری طرف دیکھا اور فرمایا "آل محمد علیہم السلام کی شان و عظمت کا معاملہ اس سے کہیں بڑھ کر ہے کہ جو تم نے دل میں سوچا ہے۔ پس تم اللہ کی حمد بجا لاؤ کہ اس نے تمہیں آل محمد علیہم السلام کی مضبوط رسی سے متمسک بنایا ہے تو اس روز ان حضرت علیہم السلام کے نام سے پکارا جائے گا کہ جب لوگ اپنے اپنے اماموں کے نام سے پکارے جائیں گے یقینا تو خیر پر ہے۔"

اس نے لکھا ہے کہ ان میں سے ایک وہ ہے کہ جسے ابو ہاشم نے روایت کیا ہے کہ میں نے سنا امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "جنت میں ایک دروازہ ہے کہ جسے المعروف کہا جاتا ہے اس میں سے کوئی داخل نہ ہو سکے گا مگر وہ کہ جو اہل معروف (محبت اہل بیت علیہم السلام میں معروف) لوگوں میں سے ہوگا۔ میں نے دل ہی دل میں اللہ کی حمد بجا لائی اور میں بہت خوش ہوا کہ میں لوگوں کے کام آتا ہوں" تو امام علیہ السلام نے میری طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا "میری تیری اس صفت کے سبب تجھے مقدم رکھتا ہوں۔ دنیا میں اہل معروف آخرت میں بھی اہل معروف میں سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں میں شمار فرمائے۔"

اس نے لکھا ہے کہ ان میں سے ایک وہ ہے کہ جسے علی بن محمد بن زیاد نے روایت کیا ہے کہ ابو محمد علیہ السلام کی طرف سے توقیع مبارکہ برآمد ہوئی۔ اپنے گھر میں ڈٹے رہو۔ مجھے ایک مصیبت آن پڑی کہ جس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ تو میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں لکھا "کیا یہی وجہ

تھی؟" امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا "نہیں اس سے شدید تر ہے" پس جعفر بن محمود کی وجہ سے مجھے تلاش کیا جانے لگا اور اعلان کیا گیا کہ جس نے مجھے گرفتار کروایا اسے ایک لاکھ درہم ملیں گے۔

الحمیری نے دلائل میں بنابر اس کے کہ جو کشف الغمه میں نقل کیا گیا ہے علی بن محمد بن زیاد سے ہوبہو روایت کیا ہے۔

الخرائج میں ابو ہاشم جعفری سے روایت کیا گیا ہے کہ میں ایک گروہ موالیان حیدر کرار علیه السلام کے ہمراہ قید خانے میں قید تھا کہ ابو محمد علیه السلام اور آپ علیه السلام کے بھائی جعفر (الکذاب) کو بھی اسی قید خانے میں قید کیا گیا ہم نے امام علیه السلام کی ہر ممکن تعظیم بجا لائی۔ میں نے امام حسن عسکری علیه السلام کی پیشانی کو بوسه دیا اور امام علیه السلام کو اس چادر پر بٹھایا کہ جو میرے پاس تھی۔ جعفر بھی امام علیه السلام کے قریب بیٹھ گیا تو جعفر نے بلند آواز سے پکارا "واشیطناہ" اس کی ایک کنیز کا نام تھا تو ابو محمد علیه السلام نے اسے ڈانٹا اور اس سے فرمایا "خاموش ہو جاؤ" لوگوں نے دیکھا کہ جعفر میں نشے کے آثار موجود تھے۔ اس قید خانے کا نگہبان صالح بن وصیف تھا۔

ہمارے ساتھ قید خانے میں ایک جمعی شخص موجود تھا۔ کہ جو دعویدار تھا کہ وہ علوی ہے۔ ابو محمد علیه السلام اس کی طرف متوجه ہوئے تو ارشاد فرمایا۔ اگر تمہارے درمیان وہ نه ہوتا کہ جو تم میں سے نہیں ہے تو میں تمہیں بتاتا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کب چھٹکارا دے گا" اور اس جمعی کی طرف اشارہ فرمایا تو وہ اٹھ گیا۔ تب ابو محمد علیه السلام نے ارشاد فرمایا "یه شخص تم میں سے نہیں ہے لہٰذا اس سے احتیاط برتو" اس نے اپنے لباس میں ایک خط لکھ کر چھپا رکھا ہے کہ جو اس نے بادشاہ کے نام لکھا ہوا ہے۔ اس نے اسے اس چیز کی خبر دی ہے کہ جو کچھ تم اس کے بارے میں کہتے ہو۔" تو کچھ لوگ اٹھے۔ انہوں نے اس کے لباس کی تلاشی لی تو اس میں اس کا وہ خط مل گیا۔ اس نے اس میں تمام چیزوں کا ذکر کیا ہوا تھا اور بادشاہ کو بتانا چاہا تھا کہ ہم قید خانے میں نقب لگا کر بھاگنا چاہتے ہیں۔"

اس نے لکھا ہے کہ ان میں سے ایک وہ ہے کہ جسے ابو ہاشم نے روایت کیا ہے کہ امام حسن عسکری علیه السلام روزے رکھ رہے تھے۔ جب افطار کا وقت آتا تھا تو ان حضرت علیه السلام کے پاس ایک مہر بند ٹوکری لائی جاتی تھی۔ ہم بھی امام علیه السلام کے ساتھ تناول کیا کرتے تھے۔ وہ سب امام علیه السلام کا غلام ہی ان حضرت علیه السلام کے پاس لایا کرتا تھا۔ میں بھی امام علیه السلام کے ہمراہ روزے رکھ رہا تھا۔ ایک روز مجھے کمزوری محسوس ہوئی تو میں نے دوسرے گھر میں جا کر ایک کے ساتھ افطار کیا کہ کسی نے مجھے دیکھا تک نہیں تھا۔ پھر میں آ کر آپ علیه السلام کے ہمراہ بیٹھ گیا۔ تو امام علیه السلام نے اپنے غلام سے فرمایا"ابو ہاشم نے کوئی چیز کھا لی ہے کیونکه یه مجبور تھا۔" پس میں مسکرا دیا تو امام علیه السلام نے فرمایا"اے ابو ہاشم! مسکراتے کیوں ہو۔ جب تم طاقت چاہو تو گوشت کھایا کرو کیونکه کیک میں کوئی طاقت نہیں ہوتی ہے" میں نے عرض کی "اللہ اور اس کا رسول ﷺ سچا ہے اور آپ حضرات علیہم السلام بھی سچے ہیں۔ آپ حضرات علیہم السلام پر سلام ہو۔" میں نے افطاری کھائی تو امام علیه السلام نے فرمایا "جب بھی روزے رکھو تو کم از کم تین ضرور رکھو کیونکه اس کی بیماری جاتی ہی نہیں ہے کہ جسے تین سے کم روزے توڑ کر رکھ دیں۔ جب وہ دن آیا کہ جس روز اللہ نے ہماری رہائی ممکن بنائی تو غلام آپ علیه السلام کے پاس حاضر ہوا تو اس نے عرض کی۔ اے میرے آقا علیه السلام!

میں آپ علیہ السلام کیلئے افطار کا سامان لے آؤں؟" امام علیہ السلام نے فرمایا "لے آؤ مگر میں نہیں سمجھتا۔ اس کی یہاں ہمیں ضرورت پڑے" پس ظہر کے وقت سامان افطار لایا گیا جبکہ امام علیہ السلام کو عصر کے وقت رہا کر دیا گیا جبکہ امام علیہ السلام روزے ہی کی حالت میں تھے۔ تو امام علیہ السلام نے ہمیں حکم صادر فرمایا "اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو ہدایت پر ثابت قدم رکھے اس میں سے کھاؤ"

ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی نے الکافی میں اسحق سے، اس نے کہا کہ مجھے بتلایا حسن بن ظریف نے کہ میرے دل میں دو مسائل نے کھلبلی سی مچا رکھی تھی۔ میں نے ان مسائل کے بارے میں ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھنے کا ارادہ کیا۔ پس میں نے خط لکھا اور اس میں امام علیہ السلام سے سوال کیا کہ جب قائم علیہ السلام قیام فرماویں گے تو کس چیز کے ذریعے فیصلے فرماویں گے؟" اور دوسرا یہ کہ امام علیہ السلام کس جگہ تشریف فرما ہو کر لوگوں کے درمیان فیصلے صادر فرمائیں گے؟" میں نے چاہا کہ امام علیہ السلام سے چوتھے کے بخار کے بارے میں سوال کروں مگر میں وہ لکھنا بھول گیا۔ تب امام علیہ السلام کی طرف سے جواب برآمد ہوا"تو نے قائم علیہ السلام کے بارے میں پوچھا ہے تو وہ حضرت علیہ السلام جب قیام پذیر ہوں گے تو داؤد علیہ السلام کے فیصلوں کی طرح اپنے علم سے ہی لوگوں کے درمیان فیصلہ صادر فرمائیں گے کہ وہ حضرت علیہ السلام گواہی طلب نہ کریں گے اور تو چوتھے کے بخار کے بارے مں پوچھنا چاہتا تھا مگر تو بھول گیا۔ تم ایک کاغذ پہ "یا نار کونی بہ داً و سلاماً علی ابراہیم" لکھو اور بخار زدہ کے گلے میں پہنا دو۔ اللہ کے حکم سے وہ تندرست ہو جائے گا" پس ہم نے لکھ کر بخار زدہ کو پہنایا تو جیسا ابو محمد علیہ السلام نے فرمایا تھا وہ تندرست ہو گیا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا علی بن زید بن علی بن الحسین بن علی نے روایت کی ہے کہ میرا ایک گھوڑا تھا جو مجھے بہت پسند تھا اور میں اکثر اس کے محال معاملات میں ذکر کیا کرتا تھا۔ ایک روز میں ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا"تیرا گھوڑا کیسا ہے؟" تو میں نے عرض کی "وہ میرے پاس موجود ہے آپ علیہ السلام کے دروازے پر بندھا ہے۔ میں اس ہی سے اتر کر آ رہا ہوں" تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "اگر تو اس کے بیچنے پر قادر ہے تو شام سے پہلے ہی اسے تبدیل کر لے اور اس معاملے میں تاخیر مت کرنا۔" ایک شخص آ گیا کہ جس کے سبب امام علیہ السلام کا فرمان درمیان ہی میں رہ گیا۔ میں غمگین ہو کر اٹھا اور سیدھا گھر گیا۔ میں نے اپنے بھائی کو بتایا۔

تو اس نے کہا "میں نہیں سمجھ پا رہا کہ تمہیں اس بارے میں کیا کروں" میں بہت پریشان ہوا اور میں نے لوگوں کے سامنے اس کو فروخت کرنے کا ارادہ کیا۔ شام ہوئی تو میرے پاس سالس آیا جبکہ ہم عشاء کی نماز پڑھ چکے تھے تو اس نے کہا "اے میرے آقا! آپ علیہ السلام کا گھوڑا مر گیا ہے" مجھے بہت صدمہ ہوا اور مجھے سمجھ آ گیا کہ امام علیہ السلام کے فرمان کا مطلب یہی تھا۔

پھر میں کچھ دنوں کے بعد امام ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دل ہی دل میں کہا "اے کاش! امام علیہ السلام مجھے کوئی سواری عطا فرماتے کیونکہ آپ علیہ السلام کے فرمان ہی کے ذریعے مجھے غم پہنچا تھا۔" جب میں بیٹھ گیا تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "ٹھیک ہے۔ہم تمہیں سواری دے دیتے ہیں" اے غلام اس کو میرا کمیت گھوڑا دے دو۔ یہ تمہارے گھوڑے سے بہتر ہے۔ سفر کرنے اور طوالت عمر کے لحاظ سے بھی۔"

اور اسی کتاب ہی میں اس سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا محمد بن الحسن بن شمون نے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا احمد بن محمد نے کہ جب مھتدی ملعون نے شیعوں کا قتل عام شروع کیا تو میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا۔ اے میرے آقا علیہ السلام! اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس ظالم کو ہم سے دور رکھا ہے جبکہ مجھے خبر پہنچی ہے کہ اس ملعون نے آپ علیہ السلام کو دھمکی دی ہے کہ وہ اللہ کی قسم! میں شیعوں کو زمین پر باقی نہیں رہنے دوں گا۔ تو امام علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھ سے تحریر فرمایا "یہ اس کی عمر میں کمی کا سبب ہے۔ آج سے پانچ دنوں کو گننا شروع کر دو۔ چھٹے روز وہ ملعون ذلیل و رسوا ہو کر قتل کر دیا جائے گا۔" تو ویسا ہی ہوا جیسا امام علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

اور اسی کتاب ہی میں ا س سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا محمد بن الحسن بن شمون نے، اس نے روایت کی کہ میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا کہ جس میں میں نے امام علیہ السلام سے التجا کی کہ وہ حضرت علیہ السلام میرے لیے آنکھوں کی بیماری کے خاتمے کیلئے دعا فرمائیں کہ اس بیماری کے سبب میری ایک آنکھ ضائع ہو چکی تھی اور دوسری ضائع ہونے کے بالکل قریب تھی تو امام علیہ السلام نے مجھے تحریر فرمایا "اللہ تعالیٰ تیری آنکھ کو محفوظ کرے" چنانچہ میری آنکھ تندرست ہو گئی۔ امام علیہ السلام نے خط کے آخر میں تحریر فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اجر دے اور تمہیں بہترین ثواب عطا فرمائے۔ پس میں اس سبب سے بہت غمگین ہوا مجھے معلوم نہ تھا کہ میرے اہل خانہ میں سے کوئی فوت ہو گیا ہے۔ چند روز کے بعد مجھے میرے بیٹے طیب کی موت کی خبر ملی۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ تعزیت اس کی مو ت پر تھی۔

اور اسی کتاب ہی میں اس سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا عمر بن ابی مسلم نے،ا س نے روایت کی ہے کہ ہمارے پاس اہل مصر میں سے ایک شخص سرمن رأی آیا۔ اس کو سیف بن لیث کہا جاتا تھا۔ وہ مھتدی کے پاس اپنی چھن جانے والی جائیداد کے بارے میں داد و فریاد کرنے آیا تھا کہ جو اس ہی کے خادم شفیع نے چھین لی تھی اور اس شخص کو اس جائیداد سے نکا ل دیا تھا۔ پس ہم نے اسے اشارہ کیا کہ وہ اس سلسلے میں ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھے اور امام علیہ السلام سے اپنے مسئلے کی آسانی کی درخواست کرے تو ابو محمد علیہ السلام نے اس شخص کی جانب خط تحریر فرمایا "تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچنے والا کہ تجھے تیری جائیداد واپس کر دی جانے والی ہے۔ تم بادشاہ کے پاس مت جاؤ بلکہ اس وکیل سے ملو کہ جس کے ہاتھ میں وہ جائیداد ہے۔ اور تم اسے بڑے بادشاہ اللہ رب العالمین کی دربار میں شکایت کرو" پس وہ شخص اس سے ملا تو اس وکیل نے کہ جس کے قبضہ میں جائیداد تھی اس سے کہا "جب تو مصر سے نکلا تھا تو تب ہی مجھے لکھا گیا تھا کہ میں تمہیں تلاش کر کے تیری جائیداد تیرے حوالے کر دوں" پس اس وکیل نے قاضی ابن ابی شوارب کے سامنے گواہوں کی موجودگی میں اسے اس کی جائیداد واپس کر دی اور اس شخص کو مھتدی کے پاس جانے کی ضرورت ہی نہ ہوئی اور جائیداد اس کے قبضے میں واپس آ گئی۔ اس کے بعد اس کی کوئی خبر نہ آئی۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں اس سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا یحییٰ بن القبزی کہ جو سماقیر نامی گاؤں کا رہنے والا تھا۔ وہ شخص ابو محمد علیہ السلام کا وکیل تھا۔ امام علیہ السلام نے اسے اپنے گھر ہی کے ایک کمرے میں ٹھہرایا ہوا تھا۔ کہ جس میں اس کے ساتھ ایک سفید فام غلام بھی موجود تھا۔

پس اس وکیل نے اس خدمتگار سے جنسی تعلق قائم کرنا چاہا تو اس سفید فام خدمتگار نے کہا کہ پہلے شراب لاؤ۔ تو اس نے اس سفید فام غلام کیلئے شراب کا بندوبست کیا۔ پھر اس نے اس سے بدفعلی کی جبکہ ان کے اور ابو محمد علیه السلام کے درمیان تین مقفل دروازوں کا فاصلہ تھا۔ اس بدبخت وکیل نے روایت کیا ہے کہ مجھے اس وقت خبر ہوئی کہ جب دروازے کے قفل کھل گئے اور امام علیه السلام بنفس نفیس حجرے کے دروازے پر پہنچے اور فرمایا "اے فلاں فلاں! اللہ کے غضب سے ڈرو اور اللہ کے قہر سے خوف کھاؤ" جب سویر ہوئی تو امام علیه السلام نے غلام کے فروخت کرنے اور مجھے گھر سے نکالے جانے کا حکم صادر فرمایا۔"

اور اسی کتاب ہی میں ہمارے اصحاب میں سے کسی سے روایت کیا گیا ہے کہ محمد بن حجر نے ابو محمد علیه السلام کی خدمت میں خط لکھا اور اس میں آپ علیه السلام کے حضور عبدالعزیز بن دلف اور یزید بن عبداللہ کی شکایت کی تو امام علیه السلام نے اس کی طرف لکھا "جہاں تک عبدالعزیز کی بات ہے تو تمہیں اس سے چھٹکارا مل چکا ہے البتہ جہاں تک یزید کا تعلق ہے تو تیرا اور اس کا اللہ کے حضور علیحدہ علیحدہ مقام ہے۔ چنانچہ عبدالعزیز مر گیا جبکہ یزید نے محمد بن حجر کو قتل کر دیا۔

اور اسی کتاب ہی میں محمد بن یحییٰ سے، اس نے احمد بن اسحق سے روایت کی ہے کہ میں ابو محمد علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے امام علیه السلام سے عرض کی کہ وہ حضرت علیه السلام کوئی تحریر لکھیں تا کہ میں آپ علیه السلام کے مبارک ہاتھوں کی تحریر کی زیارت پہچان سکوں۔ تو امام علیه السلام نے فرمایا "ٹھیک ہے" پھر مجھ سے ارشاد فرمایا "اے احمد! تم تک تحریر دو قلموں کے درمیان کی مختلف انداز میں پہنچے گی کبھی قلم کا غصہ ہو گا اور کبھی قلم کی دقت طلبی ہو گی۔ پس تم ہرگز شک نہ کرنا۔" پھر امام علیه السلام نے دوات منگوائی اور لکھنا شروع کر دیا اور امام علیه السلام دوات سے سیاہی لینے لگے۔ میں نے دل ہی دل میں کہا جبکہ امام علیه السلام تحریر میں مصروف تھے۔ میں آپ علیه السلام سے یہ قلم کہ جس کے ذریعے تحریر فرما رہے ہیں۔ بطور بخشش طلب کروں گا۔" جب امام علیه السلام لکھنے سے فارغ ہوئے تو مجھ سے گفتگو فرمانے لگے۔ اور کافی دیر اس قلم کو دوات کے منہ سے مسح کرتے رہے۔ پھر فرمایا "اے احمد! یہ قلم تیرا ہوا" اور امام علیه السلام نے وہ قلم مجھے عطا فرما دیا۔ میں نے عرض کی "آپ علیه السلام پر قربان جاؤں! میرے دل میں ایک بات ہے کہ جس نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔ میں نے اس بارے میں آپ علیه السلام کے بابا بزرگوار علیه السلام سے سوال کرنا چاہا تھا۔ مگر مجھے ایسا کرنا نصیب نہ ہوا۔ امام علیه السلام نے فرمایا "اے احمد! وہ کیا ہے؟" میں نے عرض کی "اے میرے آقا علیه السلام! ہمیں آپ علیه السلام کے آباؤ اجداد علیہم السلام کے حوالے سے روایت کیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام پشت کے بل (سیدھے) سوتے ہیں۔ مومنین دائیں کروٹ لے کر سوتے ہیں۔ منافقین بائیں کروٹ لے کر سوتے ہیں جبکہ شیاطن منہ کے بل (الٹا) سوتے ہیں۔" امام علیه السلام نے فرمایا"یہ درست ہے" میں نے عرض کی"اے میرے آقا علیه السلام! میں نے داہنی کروٹ پر سونے کی ہر ممکن کوشش کی ہے مگر مجھے اس کروٹ پر نیند ہی نہیں آتی ہے" تو امام علیه السلام کچھ دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا"اے احمد! میرے قریب آؤ" پس میں آپ علیه السلام کے قریب گیا۔ فرمایا"اپنے دونوں ہاتھ اپنے لباس کے اندر ڈالو" پس میں نے ایسا ہی کیا تو امام علیه السلام نے اپنا مبارک ہاتھ اپنے نورانی لباس سے باہر نکالا اور میرے لباس کے اندر ڈالا کہ امام علیه السلام نے اپنے دائیں ہاتھ مبارک سے میرے بائیں پہلو اور اپنے دائیں ہاتھ مبارک سے میرے دائیں پہلو کو سہلایا اور ایسا تین بار کیا۔

احمد نے روایت کی ہے کہ جب سے امام علیہ السلام نے ایسا کیا اس کے بعد میں اپنے بائیں پہلو پر سو ہی نہیں سکتا اور مجھے بائیں پہلو پر اصلاً نیند ہی نہیں آتی ہے۔"

مفید نے الارشاد میں ان احادیث مبارکہ میں سے اکثر کو ابو القاسم جعفر بن محمد بن قولویہ سے،اس نے محمد بن یعقوب سے اس کی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے اور ان کو علی بن عیسیٰ نے کشف الغمۃ میں مفید کی ارشاد ہی سے نقل کیا ہے۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں الحمیری کی دلائل سے نقل کیا ہے، اس نے جعفر بن محمد قلانسی سے روایت کی ہے کہ میرے بھائی محمد کی بیوی حاملہ تھی اور وضع حمل قریب تھا تو اس نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور آپ علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ علیہ السلام اس کیلئے دعا فرمائیں کہ اللہ اسے فرزند عطا فرمائے۔ اور آپ علیہ السلام اس مولود کا نام بھی رکھ دیں۔ تو امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرماتے ہوئے اللہ سے دعا فرمائی "اللہ تعالیٰ تمہیں تندرست و توانا فرزند عطا فرمائے۔ محمد اور عبدالرحمن بہترین نام ہیں۔" تو اس کی بیوی نے جڑواں بچے پیدا کیے جن میں سے ایک کے پاؤں میں انگلیاں زیادہ تھیں جبکہ دوسرا صحیح و سالم تھا۔ تو ان میں سے ایک کا نام محمد رکھا گیا جبکہ دوسرے کا نام کہ جس کے پاؤں میں انگلیاں زیادہ تھیں عبدالرحمن رکھا گیا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس سے، اس نے جعفر بن محمد القلانسی سے ہی روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے محمد بن عبدالجبار کے ذریعے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت اقدس میں خط لکھا کہ جو امام علیہ السلام کا خدمتگار تھا۔ اور اس شخص نے اس خط میں امام علیہ السلام سے بہت سے مسائل کے بارے میں سوال کیے تھے اور آپ علیہ السلام سے اپنے بھائی کے حق میں دعا کی اپیل کی تھی۔ کہ وہ آرمینیہ گیا ہوا تھا کہ وہ سالم و غانم پلٹے تو امام علیہ السلام کی طرف سے اس کے پوچھے گئے سوالات کا جواب وارد ہوا۔ مگر امام علیہ السلام نے اس کے بھائی کے بارے میں کوئی چیز نہ لکھی۔ تو اس کے پاس اس کے بعد خبر وارد ہوئی کہ جس روز امام علیہ السلام نے اس کو خط کا جواب لکھا تھا اسی روز ہی اس کے بھائی کی وفات ہوئی تھی۔ تب ہمیں معلوم ہوا کہ امام علیہ السلام نے اس کے بھائی کے بارے میں کیوں نہیں لکھا تھا۔ کیونکہ امام علیہ السلام کو اس کے بھائی کی موت کا علم تھا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے ابو ہاشم سے روایت کی ہے کہ امام علیہ السلام کے موالیوں میں سے کسی نے امام علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھ کر درخواست کی کہ آپ علیہ السلام اسے کوئی دعا تعلیم فرمائیں۔ تو امام علیہ السلام نے اس کی طرف جواباً تحریر فرمایا تم یہ دعا مانگا کرو۔" اے سب سننے والوں سے بڑھ کر سننے والے اور اے سب دیکھنے والوں میں سے بڑھ کر دیکھنے والے، اے سب امید باندھنے والوں کو عزت بخشنے والے اور اے سب حساب لینے والوں سے تیز تر حساب لینے والے، اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحکم کرنے والے، اے سب فیصلہ کرنے والوں سے بڑھ کر فیصلہ کرنے والے تو حضرات محمد وآل محمد علیہم السلام پر اپنا درود بھیج اور میرے لیے رزق میں وسعت عطا فرما اور میری زندگانی کو طول عطا فرما اور اپنی رحمت کے ذریعے مجھ پر احسان فرما اور میرا شمار ان لوگوں میں فرما کہ جن کے ذریعے تو اپنے دین کیلئے نصرت کا بندوبست فرماتا ہے اور اس مقام پر میری جگہ میرے غیر کو مقرر نہ فرما۔"

ابو ہاشم نے روایت کی ہے کہ میں نے دل ہی دل میں کہا "اے میرے معبود! تو مجھے اپنا گروہ اور اپنے زمرے میں شمار فرما" تو امام علیہ السلام نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا "تو اس ہی کے حزب اور اس ہی کے زمرے میں ہے کہ جب تو اللہ پر ایمان رکھتا ہو، اس کے رسول ﷺ کی تصدیق کرنے والا ہو اور اس کے اولیاء علیہم السلام کی معرفت رکھنے والا ہو اور ان حضرات با صفات علیہم السلام کا تابع ہو تب تمہیں خوشخبری ہو پھر خوشخبری ہو۔"

اور اسی کتاب ہی میں اس سے، اس نے محمد بن الحسن بن میمون سے روایت کی ہے کہ میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں لکھا اور آپ علیہ السلام سے فقر و تنگدستی کی شکایت کی۔ پھر میں نے دل ہی دل میں کہا "کیا عبداللہ نے پہلے ہی نہیں فرمایا تھا کہ ہمارے ساتھ تنگدستی بھی ہمارے غیروں کے ساتھ ثروت مندی سے بہتر ہے اور ہمارے ساتھ قتل ہو جانا بھی ہمارے دشمنوں کے ہمراہ زندگانی سے افضل ہے۔" تو جواب مبارک برآمد ہوا۔ "اللہ عزوجل نے ہمارے دوستو ں کیلئے خصوصی طور پر یہ قانون بنایا ہے کہ جب ان کے گناہوں کی کثافت بڑھ جاتی ہے تو انہیں فقر میں مبتلا فرما دیتا ہے کہ فقر ان کے اکثر گناہوں کی معافی کا سبب بنتا ہے جیسا کہ تو نے خود ہی سوچا تھا کہ ہمارے ساتھ تنگدستی بھی ہمارے دشمنوں کے ہمراہ ثروت مندی سے افضل ہوتی ہے۔ ہم ہی وہ پناہ گاہ ہیں کہ جس کی طرف پناہ کی جا سکتی ہے اور ہم ہی وہ نور ہیں کہ ہمارے ذریعے ہی کوئی با بصیرت بن سکتا ہے اور ہم اس کیلئے بچاؤ ہیں کہ جو ہمارے ذریعے بچاؤ چاہے۔ جو ہم سے محبت رکھتا ہو وہ ہمارے ساتھ جنت کے اعلیٰ درجات میں ہوگا اور جو ہم سے منحرف ہوا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے"

اسی حدیث کو محمد بن عمر بن عبدالعزیز الکشی نے الرجال میں، اس نے ابو علی احمد بن علی بن کلثون السرخسی سے، ا س نے اسحق بن محمد بن ابان بصری سے، اس نے محمد بن الحسن بن میمون سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھ کر آپ علیہ السلام سے تنگدستی کی شکایت کی۔۔۔۔ پھر ا س نے مندرجہ بالا حدیث کی طرح ذکر کیا ہے"

پھر کشی نے لکھا ہے کہ محمد بن الحسن نے روایت کی ہے کہ مجھے آنکھوں کی شدید بیماری لاحق ہو گئی تو میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور آپ علیہ السلام سے اپنے لیے دعا کی درخواست کی۔ جب میں نے خط روانہ کر دیا تو میں نے دل میں سوچا۔ اے کاش! میں امام علیہ السلام سے ایسے سرمے کے بارے میں سوال کرتا کہ جو میں آنکھوں میں ڈال سکتا" تو امام علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھ سے جواباً تحریر فرمایا کہ جس میں امام علیہ السلام نے میری اس آنکھ کی سلامتی کی دعا فرمائی کیونکہ میری ایک آنکھ ضائع ہو چکی تھی اور امام علیہ السلام نے اس کے بعد تحری فرمایا"تو چاہتا تھا کہ میں تمہیں کوئی سرمہ بتاؤں تو تم سرمے کے پتھر کو کافور اور توتیسا(ایک پتھر کہ جس سے سرمہ بنتا ہے) کے ساتھ ملا کر پیسو کہ جس طرح کے سرمہ سے آنکھوں کو روشنی ملتی ہے اور آنکھوں کی گندی رطوبت خارج ہو جاتی ہے۔"

اس نے روایت کی ہے امام علیہ السلام نے جو مجھے حکم دیا تھا تو میں نے وہ استعمال کیا تو میں تندرست ہو گیا۔ والحمد للہ

اور کشف الغمہ میں الدلائل سے نقل کیا گیا ہے کہ ہارون بن مسلم نے روایت کی ہے کہ میرے بیٹے احمد کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوئی تو میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں عسکر ہی میں خط لکھا

اور وہ اس بچے کی ولادت کا دوسرا دن تھا۔ میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی کہ آپ علیہ السلام اس بچے کا نام اور کنیت رکھیں جبکہ میں چاہتا تھا کہ اس کا نام جعفر رکھوں اور اس کی کنیت ابو عبداللہ رکھوں تو ساتویں روز امام علیہ السلام کا نامہ بر میرے پاس آیا تو اس کے پاس آپ علیہ السلام کا مبارک نامہ تھا جس میں لکھا تھا۔ ”اس کا نام جعفر رکھو اور اس کی کنیت ابو عبداللہ رکھو“ اور امام علیہ السلام نے میرے حق میں دعا فرمائی تھی۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے، اس نے محمد بن درباب الرقاشی سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور آپ علیہ السلام سے المشکاۃ کے بارے میں سوال کیا اور یہ درخواست کی کہ وہ حضرت علیہ السلام میری بیوی کیلئے دعا کریں کہ وہ حاملہ تھی اور بچہ ہونے کے قریب تھا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اولادِ نرینہ عطا فرمائے اور آپ علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ علیہ السلام اس بچے کا نام بھی ارشاد فرما دیں۔ تو جواب برآمد ہوا ”المشکاۃ سے مراد محمد ﷺ کا مبارک دل ہے“ مگر امام علیہ السلام نے میری بیوی کے بارے میں کوئی جواب نہ دیا اور امام علیہ السلام نے خط کے آخر میں تحریر فرمایا”اللہ تعالیٰ تمہیں اجر عظیم دے اور تمہیں بہترین بدلہ دے“ پس میری بیوی نے مردہ بچہ پیدا کیا اور اس کے بعد وہ حاملہ ہوئی تو اس نے ایک لڑکا جنا۔“

عمر بن ابی مسلم نے روایت کی ہے کہ سمیع المسمعی مجھے بہت اذیت دیا کرتا تھا اور ہمیشہ مجھے ناگوار صورت ہی اس سے درپیش ہوتی تھی جبکہ وہ میرے گھر سے بالکل متصل رہائش پذیر تھا۔ میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور آپ علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ علیہ السلام مجھے اس سے نجات کی دعا فرما دیں تو جواب آیا۔ ”تجھے جلد نجات کی خوشخبری ہو اور تو ہی اس کے گھر کا مالک ہوگا۔“ پس وہ ایک ماہ کے بعد مر گیا اور میں نے آپ علیہ السلام کی برکت سے اس کا گھر خرید کر اپنے گھر کے ساتھ ملا دیا۔

اور اسی کتاب ہی میں گزشتہ احادیث کو من جملہ طور پر الدلائل سے نقل کرتے ہوئے روایت کیا گیا ہے۔ اور گزر جانے والے احادیث میں سے بہت سی احادیث کو اسی کتاب ہی میں قطب راوندی کی الخرائج سے نقل کرتے ہوئے روایت کیا گیا ہے۔

احمد بن علی بن العباس النجاشی نے الرجال میں جو لکھا ہے اس کے لفظ کچھ یوں ہیں۔ ابو محمد ہارون بن موسیٰ نے کہا ہے کہ ابو علی محمد بن ہمام نے روایت کی ہے کہ میرے باپ نے ابو محمد حسن بن علی العسکری علیہما السلام کی خدمت میں خط لکھا اور آپ علیہ السلام سے گزارش کی کہ میرے ہاں بچے کا حمل سلامت نہیں رہتا ہے اور یہ بھی عرض کی کہ اس کے ہاں بچے کا حمل ہوا ہے اور آپ علیہ السلام سے اپیل ہے کہ آپ علیہ السلام اس کی صحت و سلامتی کیلئے دعا فرماویں اور یہ کہ وہ بچہ آپ علیہ السلام کے نجیب الطرفین موالیوں میں سے ہو تو امام علیہ السلام نے خط کی ابتداء ہی میں اپنے مبارک ہاتھ سے تحریر فرمایا۔ ”اللہ نے ایسا کر دیا ہے“ تو اس بچے کا حمل صحیح و سلامت رہا۔

ہارون بن موسیٰ نے روایت کی ہے کہ ابو علی بن ہمام نے مجھے وہ خط دکھایا کہ وہ بالکل صحیح تھا۔

شیخ الکشی نے الرجال میں احمد بن علی بن کلثوم سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا اسحق بن محمد البصری نے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا فضل بن حرث نے، اس نے روایت کی ہے کہ ابو الحسن علیہ السلام کا تابوت باہر لایا گیا تو میں سرمن رأی ہی میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ ابو محمد علیہ السلام گریبان چاک کیے تابوت کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے ۔ میں آپ علیہ السلام کی جلیل القدری سے بہت متاثر ہوا حالانکہ آپ علیہ السلام کا رنگ شدید گندم گوں تھا۔ اور مجھے آپ علیہ السلام پر بہت پیار آیا۔ جب رات ہوئی تو میں نے امام علیہ السلام کو خواب میں دیکھا تو امام علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا "وہ رنگ کہ جس سے تو بہت متعجب ہے وہ اللہ کی طرف سے اپنی مخلوق کیلئے پسند کردہ ہے وہ جیسا چاہے بنا سکتا ہے۔ یقینا یہ رنگ آنکھوں میں جچتا ہے۔ کوئی بد بخت کے علاوہ کوئی اسے برا نہیں سمجھتا ہے۔ ہم دوسرے لوگوں کی طرح نہیں ہیں کہ ہم بھی عیب نکالتے پھریں کہ جیسے دوسرے لوگ عیب نکالتے ہیں بلکہ ہم تو اللہ تعالیٰ سے ثواب کی التجا کرتے ہیں اور اللہ کی خلقت میں غور و فکر کرتے ہیں کہ اس میں بھی حکمت پوشیدہ ہے۔ یقینا خواب میں ہمارا کلام اسی طرح ہے کہ جیسے بیداری کی صورت میں ہمارا کلام ہوتا ہے۔

اور اسی کتاب ہی میں سعد بن جناح الکشی سے، اس نے کہا کہ میں نے سنا محمد بن ابراہیم الوراق السمر قندی کہہ رہا تھا "میں حج کرنے کیلئے نکلا۔ میں نے چاہا کہ میں ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص کے پاس سے ہوتا ہوا گزروں کہ جو سچائی، امن جوئی، تقویٰ اور نیکی میں معروف تھا۔ اس کو بورق شخانی کہا جاتا تھا اور وہ ھرات اور اروزہ نامی گاؤں کے درمیان رہتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ اس سے ایک بار پھر اچھی ملاقات ہو جائے۔ میں اس کے پاس گیا تو فضل بن شاذان کا ذکر چل پڑا تو بورق نے کہا "فضل کے پیٹ میں شدید گڑ بڑ تھی۔ وہ اس روز سو سے ڈیڑھ سو کے درمیان کئی بار رفع حاجت کیلئے جا چکا تھا۔ تو بورق نے اس سے کہا "میں حج کرنے کیلئے جا رہا ہوں" پس میں محمد بن عیسیٰ عبیدی کے پاس آیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک فاضل بزرگ تھا۔ اس کے ناک میں ٹیڑھا پن تھا اور اس کے پاس بہت سے لوگ تھے۔ میں نے دیکھا کہ وہ بہت غمگین اور پریشان تھے۔ میں نے ان لوگوں سے پوچھا تمہیں کیا ہوا ہے؟" تو ان لوگوں نے کہا "ابو محمد علیہ السلام کو قید کر دیا گیا ہے" پس میں نے حج کیا اور واپس پلٹا تو محمد بن عیسیٰ کے پاس آیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ پہلے کی نسبت ہشاش بشاش تھا۔ میں نے کہا "کیا خبر ہے؟" تو اس نے کہا "امام علیہ السلام کو رہا کر دیا گیا ہے۔" پس میں سرمن رأی گیا۔ میرے پاس یوم ولیلۃ نامی کتاب تھی۔ میں ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے امام علیہ السلام کو وہ کتاب دکھائی تو میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی "آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! اگر آپ علیہ السلام مناسب سمجھیں تو اس پر ایک نگاہ فرمائیے۔" تو امام علیہ السلام نے اسے دیکھا اس کے اوراق کو الٹا پلٹا اور فرمایا "یہ درست ہے۔ اس پر عمل کرنا چاہیے" میں نے امام علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی "فضل بن شاذان شدید مریض ہے" اور لوگ کہتے ہیں کہ وہ آپ علیہ السلام کی دعا کے سبب مریض ہے۔

کہ اس نے آپ علیہ السلام کا دل دکھایا ہے کیونکہ وہ لوگ ذکر کرتے ہیں اس کا عقیدہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا وصی علیہ السلام حضرت محمد ﷺ کے وصی علیہ السلام سے افضل ہے۔" آپ علیہ السلام پر قربان جاؤں! اس کا عقیدہ ایسا نہیں ہے بلکہ وہ لوگ اس پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ تو امام علیہ السلام نے فرمایا "ہاں! وہ لوگ اس پر جھوٹ باندھتے رہے۔ اللہ فضل پر رحم فرمائے! اللہ فضل پر

رحم فرمائے۔ میں واپس آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ فضل انہی ایام ہی میں فوت ہو گیا تھا۔ کہ جب ابو محمد علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ اللہ فضل پر رحم فرمائے۔

اور بحار الانوار میں المناقب سے، اس نے ابو ہاشم جعفری سے، اس نے داؤد بن الاشود سے روایت کی ہے کہ مجھے میرے آقا ابو محمد علیہ السلام نے بلایا اور ایک لکڑی میرے حوالے فرمائی کہ جو گویا دروازے کے پاؤں کے مشابہ تراشیدہ لکڑی تھی اور فرمایا "اس لکری کو العمری کے پاس لے جاؤ" پس میں چل پڑا تو راستے میں ایک جگہ میرا سامنا سقاء ملعون سے ہوا۔ اس کے ساتھ خچر تھا تو میرے خچر نے بھی مجھے اسی راستے پر ڈال دیا تو اس نے بآواز بلند پکار کر فرمایا۔ "اپنے خچر کو سنبھالو" تب میں نے وہی لکڑی اٹھا کر خچر کو ماری تو وہ لکڑی پھٹ پڑی۔ میں نے اس کی ٹوٹی جگہ میں جھانکا تو اس میں خط موجود تھے۔ تو میں نے جلدی سے اسے اپنے تھیلے میں ڈالا تو سقاء ملعون بلند آواز سے پکارنے لگا اور مجھے اور میرے امام علیہ السلام کو سب و شتم کرنے لگا۔

جب میں واپسی پر گھر کے قریب پہنچا تو عیسیٰ نامی خدمتگار دوسرے دروازے کے پاس مجھے ملا تو اس نے کہا "میرے مولا! اعزہ اللہ نے تمہارے لئے فرمایا ہے کہ تو نے خچر کو کیوں مارا کہ دروازے کا پاؤں توڑ دیا۔" تو میں نے عرض کی۔"اے میرے آقا علیہ السلام! مجھے معلوم نہ تھا کہ دروازے کے اس پاؤں میں کیا ہے" تو امام علیہ السلام نے فرمایا"تو نے ایسا کام ہی کیوں کیا ہے کہ جس کے بعد تمہیں معذرت کرنا پڑ رہی ہے۔ اب اس کے بعد تم ایسا کام کرنے سے دور رہنا۔ جب تم سنو کہ کوئی بد بخت ہم پر سب و شتم کر رہا ہے تو تم اپنے اس راستے پر ہی رواں دواں رہا کرو کہ جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہو۔ تم اس چیز سے دور ہی رہا کرو کہ تم ہرسب و شتم کرنے والے سے لڑو یا اسے بتاؤ کہ تم کون ہو کیونکہ ہم ایک برے علاقے اور برے شہر میں ہیں۔ پس تم ایسی صورت میں اپنا راستہ پکڑ لیا کرو یقینا تمہاری اخبار و احوال ہمارے پاس پہنچتی ہیں۔ پس یہ سب تمہارے علم میں ہونا چاہیے۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے ادریس بن زیاد کفر ثوثانی سے روایت کی ہے کہ میں ائمة الھدیٰ علیہم السلام کے بارے میں الوہیت کے عقیدے کا قائل تھا۔ پس میں ابو محمد علیہ السلام کی زیارت و ملاقات کے غرض سے عسکر کی طرف روانہ ہوا۔ جب میں پہنچا تو مجھ پر سفر کی تھکان اور میل کچیل حاوی تھی۔ پس میں نے خود کو جا کر حمام پر گرا دیا۔ مجھے نیند آ گئی۔ میری جاگ تب ہوئی کہ جب ابو محمد علیہ السلام نے میرا دروازہ بجایا۔ یہاں تک کہ میں جاگ گیا۔ میں نے آپ علیہ السلام کو پہچانا تو اٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے آپ علیہ السلام کی قدم بوسی کی۔ امام علیہ السلام سوار تھے۔ اور آپ علیہ السلام کے اردگرد غلام موجود تھے۔ تو امام علیہ السلام نے سب سے پہلی گفتگو فرمائی۔ وہ یہ تھی کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا۔ اے ادریس!بلکہ وہ حضرات علیہم السلام اللہ کے مکرم بندے ہیں اور کسی چیز میں بھی اس پر سبقت نہیں کرتے۔ بلکہ وہ حضرات علیہم السلام تو اس کے امر پر ہی عمل کرتے ہیں۔

تو میں نے عرض کی۔ "اے میرے مولا علیہ السلام! میرے لئے کافی ہے میں تو فقط اسی چیز ہی کے بارے میں سوال کرنے آیا تھا"۔ امام علیہ السلام نے مجھے وہیں چھوڑا اور خود تشریف لے گئے۔

اور اسی کتاب ہی میں اس سے، اس نے محمد بن موسیٰ سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں ایک قرض خواہ کے قرض لٹکانے کی شکایت کی تو امام علیہ السلام نے میری طرف تحریر فرمایا۔ وہ شخص عنقریب مر جائے گا اور البتہ وہ مرنے سے پہلے تمہیں تمہارا مال واپس کر جائے گا۔"

مجھے معلوم ہی نہ ہوا کہ اچانک اس شخص نے میرا دروازہ بجایا اور اس کے ہمراہ میرے قرض کی رقم بھی تھی اور اس نے میری منت سماجت شروع کر دی۔ تم مجھے اس کی ادائیگی میں دیر کرنے پر معافی دو۔ میں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا ”میں نے نیند میں ابو محمد علیہ السلام کی زیارت کی۔ وہ حضرت علیہ السلام مجھ سے فرما رہے تھے ”محمد بن موسیٰ کا تیرے پاس جو مال واجب الادا ہے اسے ادا کر دو کیونکہ تمہاری موت قریب ہے اور اس سے ادائیگی میں دیر پر معافی مانگو“

اور اسی کتاب ہی میں ا سے، اس نے محمد بن عباس سے روایت کی ہے کہ ہمارے درمیان امام معصوم علیہ السلام کی علامات کا تذکرہ چل پڑا تو ایک ناصبی نے کہا ”میں اس حضرت علیہ السلام کو بغیر سیاہی کے خط لکھتا ہوں اگر ان حضرت علیہ السلام نے اس کا جواب دے دیا تو میں جان جاؤں گا کہ وہ حضرت علیہ السلام حق پر ہیں“ پس ہم نے مسائل لکھے اور اس شخص نے ایک ورق پر بغیر سیاہی کے خط لکھا اور اس نے اس بغیر سیاہی والے خط کو ان خطوط کے درمیان رکھ دیا۔اور ہم نے وہ خطوط امام علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کر دئیے۔ تو امام علیہ السلام نے ہمارے مسائل کا جواب دیا اور اس کے ورقہ پر اس کا اور اس کے باپ کا نام تحریر فرما کر روانہ کر دیا تو وہ شخص یہ دیکھ کر دہشت سے بے ہوش ہوگیا۔ جب اسے افاقہ ہوا تو وہ عقیدۂ حق کا قائل ہو چکا تھا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس سے، اس نے شاہویہ بن عبداللہ بن عبد ربہ سے روایت کی ہے کہ میرا بھائی صالح قید خانے میں پڑا تھا تو میں نے اپنے آقا علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور آپ علیہ السلام سے مختلف چیزوں کے بارے میں سوال کیا تو امام علیہ السلام نے مجھے ان سب کے بارے میں جوابات عطا فرمائے اور ساتھ میں خود ہی تحریر فرما دیا۔ تمہارا بھائی اسی روز ہی قید خانے سے باہر آ جائے گا کہ جب تم تک میرا یہ خط پہنچے گا۔“ میرا امام علیہ السلام سے اس بارے میں سوال کا ارادہ تھا مگر میں بھول گیا تھا۔ میں امام علیہ السلام کا مبارک خط پڑھ ہی رہا تھا کہ لوگ میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے مبارک باد دی کہ میرا بھائی رہا ہو چکا تھا۔ میں اس سے ملا اور اسے امام علیہ السلام کا خط پڑھوایا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے ابو العباس اور محمد بن القاسم سے روایت کی ہے کہ میں ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ مجھے شدید پیاس نے گھیر لیا۔ ’مگر مجھے پسند نہ تھا کہ میں امام علیہ السلام کی مبارک حدیث سے ہاتھ دھو بیٹھوں۔ میں نے پیاس پر صبر کیا۔ امام علیہ السلام کی نورانی گفتگو جاری تھی۔ امام علیہ السلام نے گفتگو روک کر فرمایا۔ اے غلام! ابو العباس کو پانی پلاؤ“

اور اسی کتاب ہی میں اس سے، اس نے علی بن احمد بن حماد سے روایت کی ہے کہ ابو محمد علیہ السلام گرمیوں کے ایک روز سفر پر نکلے تو آپ علیہ السلام نے گرم کپڑے اور برساتی کو زیب تن فرمایا ہوا تھا۔ لوگوں نے اس بارے میں چہ مے گوئیاں کیں۔ جب وہ لوگ اپنے مقصد کو پورا کرنے کے بعد واپس آ رہے تھے تو راستے میں بارش نے انہیں گھیر لیا۔ تو امام علیہ السلام کے علاوہ لوگوں نے بڑی مصیبت کا سامنا کیا۔

اور اسی کتاب میں اس سے آپ علیہ السلام سے مذکورہ بالا غیب کی خبریں دینے والے معجزات میں سے اکثر کو نقل کیا گیا ہے۔

حسین بن حمدان خصیبی نے الھدایۃ فی الفضائل میں اپنی اسناد کے ساتھ ابو الحسن محمد بن یحییٰ الخرفی کہ جو بغداد کے مشرقی علاقے کا رہائشی تھا سے روایت کی ہے کہ میرا باپ اہل رخ میں سے ایک کپڑا فروش تھا۔ وہ سامان لے جا کر سرمن رای ئ میں فروخت کیا کرتا اور واپس آ جایا کرتا تھا۔ جب میں پل پڑھ کر جوان مرد ہو گیا تو میرے باپ نے میرے لئے سامان تجارت فراہم کیا۔ اور مجھے حکم دیا کہ میں اس سامان کو سرمن رأی لے جاؤں اور اس سفر میں اس نے میرے ساتھ ہمارے چند غلاموں کو بھی روانہ کیا اور ساتھ ہی میرے لیے سرمن رأی میں موجود اپنے کپڑا فروش دوستوں، ساتھیوں کے نام خط بھی لکھ دیا اور اس نے کہا "تم اس خط کے مخاطب حضرت علیہ السلام کے بارے میں ہوشیار باش رہنا اور ان حضرت علیہ السلام کی ہر ممکن اطاعت کرنا اور آپ علیہ السلام کے حکم پر عمل کرنا اور ان حضرت علیہ السلام کی مخالفت ہر گز نہ کرنا اور وہ حضرت علیہ السلام تمہیں جو حکم دیں اس پر عمل کرنا" اور میرے باپ نے اس بارے میں مجھے از حد تاکید کی اور میں سرمن رأی کیلیے نکل کھڑا ہوا۔ جب میں سرمن رأی پہنچا تو میں کپڑا فروشوں کے پاس گیا اور ان سب کو اپنے باپ کے خطوط پہنچائے۔ تو انہوں نے ایک مسافر خانہ میرے حوالے کیا اور ان میں سے ایک شخص نے مجھے کہا کہ میں اپنا سامان تجارت کشتی سے اتار کر مسافر خانے میں لاؤں تو میں نے ایسا ہی کیا۔ میں اس سے پہلے کبھی بھی سر من رأی نہیں آیا تھا۔ میں اور میرے غلاموں نے اپنا سامان سنبھال کر مسافر خانے میں منتقل کیا اور ہم نے اس کو اچھی طرح شمار کیا۔ میرے پاس ایک خدمتگار آیا اور اس نے مجھے کہا "اے ابو الحسن محمد بن یحیٰ خرقی۔ میرے مولا علیہ السلام کے پاس حاضری دو۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک جلیل القدر خدمتگار تھا۔ تو میں نے اس سے کہا"تمہیں میری کنیت، میرا نام اور میرا نسب کس نے بتایا ہے۔ میں تو اس شہر میں اس دن سے پہلے کبھی نہیں آیا اور تمہارے مولا علیہ السلام مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟" اس نے کہا"اللہ تمہیں تندرست رکھے، اٹھو اور میرے ساتھ چلو۔ اور اس میں اختلاف مت کرو۔ یہاں ایسی کوئی چیز نہیں ہے کہ جس سے تم خوف کھاؤ یا ڈرو" تب مجھے میرے باپ کا قول یاد آیا کہ اس نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں اس شخص سے مشاورت کروں اور وہ مجھے جو بھی رائے دے اس پر عمل کروں۔ وہ میری دکان کے ایک جانب رہتا تھا میں اٹھ کر اس کے پاس گیا اور میں نے اس سے کہا"اے میرے آقا! میرے پاس ایک جلیل القدر خادم آیا ہے کہ جس نے مجھے میری کنیت اور نام سے پکارا ہے اور کہا ہے کہ میرے مولا علیہ السلام کے پاس حاضری دو" تو وہ شخص اپنی دکان سے بھاگتا ہوا اس کی جانب گیا اور جب اسے دیکھا تو اس کے ہاتھ کو بوسہ دیا اور کہا "اے بیٹا! جلدی سے ان کے ساتھ جاؤ! اور جو بھی تمہیں حکم دیں اس کی مخالفت مت کرنا اور وہ جو بھی فرمائیں اسے جی جان سے قبول کرنا۔ میں نے دل ہی دل میں سوچا "یا تو یہ شخص بادشاہ کے خدمتگاروں میں سے ہے یا وزیر ہے یا امیر ہے"

میں نے اس شخص سے کہا "میں پراگندہ حال ہوں کہ میرا سامان بکھرا پڑا ہے میں نہیں جانتا ہے کہ وہ حضرت علیہ السلام مجھ سے کیا چاہتے ہیں" تو اس شخص نے مجھ سے کہا "اے بیٹا! خاموشی سے اس خادم کے ساتھ چلے جاؤ۔ وہ حضرت علیہ السلام تم سے جو بھی فرمائیں تو کہنا "جی ہاں"

پس میں اس خادم کے ساتھ چل پڑا جبکہ میں بہت خوفزدہ تھا۔ یہاں تک کہ میں ایک بڑے دروازے تک پہنچا۔ وہ مجھے ایک دہلیز سے دوسری دہلیز اور ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں لیتا چلا گیا۔ مجھے ایسا لگا کہ جیسے وہ جنت ہو یہاں تک کہ میں ایک ایسے حضرت علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا کہ جو سبز رنگ کی قالین پر تشریف فرما تھے۔ جب میں نے ان حضرت علیہ السلام کو دیکھا تو مجھ پر رعب

طاری ہوگیا۔ خادم نے مجھے کہا”آگے بڑھو۔ یہاں تک کہ ان حضرت علیہ السلام کے قریب پہنچو“ اور مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ میں بیٹھ گیا مگر میرے حواس ساتھ نہیں دے رہے تھے تو ان حضرت علیہ السلام نے مجھے اتنی مہلت دی کہ میں پر سکون ہو جاؤں۔ پس میں تھوڑا پر سکون ہوا تو اس حضرت علیہ السلام نے مجھے فرمایا”اللہ تم پر اپنی رحمت نازل فرمائے! اپنے سامان میں سے دو جرے ہمارے پاس لاؤ۔ اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہی نہ تھا کہ میرے پاس کوئی جرے ہیں اور نہ ہی میں ان سے واقف تھا۔ مجھے اچھا نہ لگا کہ میں کہوں کہ میرے پاس جرے نہیں ہیں۔ ایسی صورت میں میں اس شخص کی ہدایات کا بھی مخالف ہو جاتا اور مجھے یہ بھی خوف تھا کہ اگر میں نے ہاں کی تو جھوٹا پڑ جاؤں گا۔ پس میں سراسمیگی کے عالم میں خاموش ہوگیا تو اس حضرت علیہ السلام نے فرمایا”اے محمد! اپنی دکان پر جاؤ او اپنے سامان میں سے چھ گٹھڑیاں گن کر ایک طرف رکھ اور ساتویں گٹھڑی کو کھولو، اوپر والے پہلے کپڑے کو ایک طرف اٹھا کر رکھو اور دوسرا کپڑا کہ جو اس کے نیچے ہے اسے اٹھاؤ۔ اس میں جرے کی فروخت کا رقعہ موجود ہوگا اور اس پر نفع کا حساب بھی لکھا ہوگا اور وہ یہ ہے کہ دس میں دو، آٹھ میں دو اور بیس پر ایک درہم اور گیارہ قیراط اور ایک دانہ ہوگا اور اپنے سامان میں موجود بڑی پیٹی کھولو تو تم اس میں چوتھے کپڑے کے نیچے جرہ پاؤ گے کہ جس کے نیچے ایک رقعہ برائے قیمت لکھا ہوگا۔ انیس دنیا، دس قیراط اور دو دانے ہے اور دس پر نفع دو ہے۔ میں نے عرض کی۔ ”ٹھیک ہے“ مگر مجھے اس سب کا علم نہ تھا۔ میں آپ علیہ السلام کے سامنے سر جھکائے کھڑا رہا۔ پھر الٹے قدموں کہ ان حضرت علیہ السلام کی طرف تعظیم کی غرض سے پشت تک نہ کی۔ حالانکہ میں ان حضرت علیہ السلام کو نہ جانتا تھا۔

راستے میں خدمتگار نے مجھ سے کہا ”تمہارے لئے خوشخبری ہو کہ اللہ نے تمہاری آمد پر تمہیں سعادت بخشی ہے“ میں نے اسے ہاں کے علاوہ کوئی جواب نہ دیا۔“ میں اپنی دکان پر گیا۔ میں نے اس شخص کو بلایا اور اس کے سامنے اپنا قصہ بیان کیا اور یہ کہ ان حضرت علیہ السلام نے مجھے جو فرمایا تھا تو وہ گریہ کرنے لگا اور اپنا رخسار زمین پر رکھ دیا اور اس نے کہا ”اے میرے مولا علیہ السلام! آپ علیہ السلام کا فرمان حق ہے۔ آپ علیہ السلام کا علم اللہ کی طرف سے ہے“ اور اس نے آگے بڑھ کر اس گٹھڑی اور بڑی پیٹی سے دو جرے نکالے اور دو رقعے لکھے ہوئے نکالے جن پر ہم نے اصل سرمایہ لکھا ہوا پایا اور اسی طرح ان کا منافع بھی اپنی اپنی جگہ لکھا ہوا تھا کہ وہ جیسا ان حضرت علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ انہی کپڑوں کے نیچے ہی موجود تھے۔

تو میں نے کہا ”اے چچا! یہ انسان علیہ السلام کیا چیز ہیں، کاہن ہیں، عدد سے حساب لگانے والے ہیں یا جنات سے خدمت لیتے ہیں؟“ تو وہ رو دیا اور کہا ”اے فرزند! تو ان حضرت علیہ السلام کو ایسے خطابات مت دے کیونکہ تیری اللہ کے ہاں منزلت ہے، عنقریب تو جان لے گا کہ وہ حضرت علیہ السلام کیا ہیں؟“ تو میں نے کہا ”اے چچا! اب میں کیا کروں“ اس نے کہا ”تم ان حضرت علیہ السلام کی طرف جاؤ“ پس اس نے مجھے سکون دلایا۔ میرے دل اور دماغ کو تقویت دی اور میری ڈھارس بندھاتے ہوئے اس گھر تک میرے ساتھ گیا اور مجھے کہا ”میں تیرے باہر آنے تک تیرا منتظر ہوں“ تو میں نے کہا ”اے چچا! میں ان حضرت علیہ السلام کے سامنے معذرت کروں گا اور میں کہوں گا کہ مجھے ان دونوں جروں کا ہرگز علم نہ تھا“ تو اس نے مجھے کہا ”نہیں بلکہ جیسا ان حضرت علیہ السلام نے تمہیں فرمایا تھا فقط ویسا ہی کرو“ پس میں اندر گیا اور دونوں جرے ان حضرت علیہ السلام کے سامنے رکھ دئیے اور ان حضرت علیہ السلام نے فرمایا ”بیٹھ جاؤ“ تو میں بیٹھ گیا۔ تعظیم و جلالت کا یہ عالم تھا کہ میں ان حضرت علیہ

السلام کے چھرے کی طرف نگاہ نہ کر سکتا تھا۔ ان حضرت علیہ السلام نے خدمتگار سے فرمایا ”دونوں جرے اٹھا لو“ تو وہ غلام دونوں جروں کو لے کر اندر چلا گیا۔ تب ان حضرت علیہ السلام نے قالین پر ہاتھ مارا جبکہ میں نے دیکھا کہ قالین پر کچھ بھی موجود نہ تھا اور اس میں سے ایک مٹھی بھری اور فرمایا۔ یہ تمہارے جروں کی اصل قیمت اور اس پر نفع ہے یہ لو اور اللہ کی طرف سے رشد و ہدایت پر چلے جاؤ۔ جب ہمارا نمائندہ آیا کرے تو تاخیر مت کیا کرو۔ میں نے اس خالی مٹھی کو اپنے ہاتھوں کی ہتھیلی پر وصول کیا تو وہ دینار تھے۔ میں واپس باہر نکلا تو وہ شخص موجود تھا اس نے کہا ”مجھے بیان کرو، کیا ہوا؟“ میں نے اس کا ہاتھ تھاما اور اس سے کہا”اے چچا! میرے حق میں اللہ کے حضور دعا کرو کہ میں نے جو دیکھا ہے مجھے اس کے بیان کی طاقت نہیں ہے۔“ اس نے مجھے کہا ”بیان کرو“ تو میں نے اس سے کہا ”ان حضرت علیہ السلام نے خالی قالین پر ہاتھ مارا اور ایک مٹھی دینار اٹھائے اور مجھے دے کر فرمایا کہ ”یہ تمہارے دونوں جروں کی اصل قیمت اور ان کا منافع ہے۔ پس اس شخص نے ان دیناروں کا وزن کیا تو وہ قیمت اور منافع کے حساب سے بالکل برابر تھے نہ ایک دانہ کم اور نہ ایک دانہ زیادہ تھے۔ تو اس شخص نے کہا ”اے فرزند! کیا جانتے ہو وہ حضرت علیہ السلام کون ہیں؟“ میں نے کہا ”نہیں اے چچا! تو اس شخص نے مجھ سے کہا ”یہ ہمارے مولا ابو محمد حسن بن علی علیہما السلام ہیں کہ جو اللہ کہ مخلوق پر اللہ کی حجت ہیں۔“

اور اس نے اسی کتاب ہی میں اپنی اسناد کے ساتھ ابو جعفر احمد القصیر بصری سے روایت کی ہے کہ ہم ہمارے آقا ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھے کہ آپ علیہ السلام سے عرض کی ”امیر نے آپ علیہ السلام پر سلام بھیجا ہے اور آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ امیر نے آپ علیہ السلام پر سلام بھیجا ہے اور آپ علیہ السلام سے عرض کی ہے کہ ہمارا کاتب انوش نصرانی چاہتا ہے کہ وہ اپنے دو بیٹوں کا ختنہ کروائے اور اس نے ہم سے آپ علیہ السلام کے بارے میں درخواست کی ہے کہ آپ علیہ السلام سوار ہو کر اس کے گھر تشریف لے جائیں اور اس کے دونوں بیٹوں کی بقاء اور سلامتی کیلئے دعا فرمائیں۔ پس میں چاہتا ہوں کہ آپ علیہ السلام سوار ہو کر یہ مہربانی فرمائیں۔ ہم آپ علیہ السلام کو یہ تکلیف نہیں دینا چاہتے تھے۔ مگر یہ اس نے کہا ہے کہ ہم نبوت و رسالت کی یادگار سے برکت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

تو ہمارے مولا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ تمام تر حمد اس اللہ کیلئے ہے کہ جس نے نصرانی کو مسلمانوں سے زیادہ ہمارے حق کا عارف بنایا ہے۔پھر فرمایا۔ میرے لیے سواری تیار کرو۔ پس امام علیہ السلام سوار ہوئے۔ یہاں تک کہ ہم سب انوش نصرانی کے پاس پہنچے تو وہ ننگے سر و پا دوڑتا ہوا آپ علیہ السلام کی خدمت میں باہر پیش ہوا۔ اس کے اردگرد نصرانیوں کے مذہبی راہپنما تھے اور اس کے سینے سے انجیل لگی ہوئی تھی۔ دروازے پر اس نے امام علیہ السلام کا استقبال کیا اور اس نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ ”اے میرے آقا علیہ السلام! میں آپ علیہ السلام کو اس کتاب کا واسطہ دیتا ہوں کہ جس کی معرفت ہم سب سے بڑھ کر آپ علیہ السلام کو ہے کہ آپ علیہ السلام مجھے اس تکلیف دینے پر میرے گناہ کو معاف فرماویں۔ مجھے عیسیٰ مسیح ابن مریم علیہما السلام کے حق کی قسم اور اس انجیل کی قسم کہ جو اللہ کی طرف سے ان حضرت علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ میں نے امیر سے آپ علیہ السلام کی آمد کیلئے فقط اس لئے سوال کیا تھا کہ ہم نے اس انجیل میں اللہ کے حضور آپ علیہ السلام کو حضرت عیسیٰ مسیح بن مریم علیہ السلام کی مثل پایا ہے۔

تو ہمارے مولا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کی حمد ہے۔ امام علیہ السلام اپنی سواری پر سوار ہو کر ہی اس کے گھر کے اندر گئے۔ جبکہ غلام آپ علیہ السلام کے سامنے جھک گئے۔ جبکہ باقی لوگ اپنے اپنے قدموں پر کھڑے ہو گئے۔ تب امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا۔ تمہارا یہ بیٹا باقی رہے گا جبکہ دوسرا تین دن بعد تم سے واپس لے لیا جائے گا جبکہ یہ باقی رہنے والا اسلام لائے گا۔ اچھا مسلمان بنے گا اور ہم اہل بیت علیہم السلام کی ولایت کا قائل ہوگا۔

تو انوش نے کہا "اللہ کی قسم! اے میرے آقا علیہ السلام! آپ علیہ السلام کا فرمان حق ہے اور یقینا میرے اس بیٹے کی موت مجھ پر آسان ہو گئی کیونکہ آپ علیہ السلام نے مجھے بتایا ہے کہ دوسرا اسلام لائے گا اورآپ حضرات اہل بیت علیہم السلام کی ولایت کا قائل ہوگا تو عیسائی مذہبی راہنماؤں میں سے ایک نے اس سے کہا "تم خود اسلام کیوں نہیں لائے؟" تو انوش نے اسے کہا "میں مسلمان ہوں اور ہمارے اس سے بخوبی واقف ہیں۔ تب ہمارے مولا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا"یہ سچا ہے۔ اگر مجھے اس بات کا خطرہ نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے کہ ہم نے تمہیں تمہارے بیٹے کی موت کی خبر دی مگر جیسی ہم نے خبر دی ویسا نہ ہوا تو یقینا ہم اللہ سے اس کی بقاء کیلئے دعا کرتے۔ تو انوش نے کہا "اے میرے آقا علیہ السلام! میں وہی چاہتا ہوں کہ جو آپ علیہ السلام چاہتے ہیں۔ ابو جعفر احمد القصیر نے روایت کی ہے کہ "اللہ کی قسم! وہ لڑکا تین دن کے بعد فوت ہوگیا جبکہ دوسرا ایک سال کے بعد اسلام لے آیا اور وہ ہمارے ساتھ ہمارے آقا علیہ السلام کی شہادت پر در امامت پر ہی رہا۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن میمون خراسانی سے روایت کی ہے کہ میں خراسان سے نکلا تو میں سرمن رأی جا کر اپنے مولا ابو محمد حسن علیہ السلام کی زیارت کرنا چاہتا تھا۔ ہمارے ہاں یہ اخبار مشہور تھے کہ ہمارے آقا و مولا ابو محمد علیہ السلام کے بعد امام ہمارے آقا محمد مہدی علیہما السلام حجت اللہ ہوں گے۔ پس میں اپنے ان دینی بھائیوں کے پاس گیا کہ جو امام علیہ السلام کی ہمسائیگی کا شرف رکھتے تھے اور میں نے ان سے کہا "میں ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں پہنچنا چاہتا ہوں" تو ان لوگوں نے کہا "آج ان حضرت علیہ السلام کا سوار ہو کر معتز کے محل میں جانے کا دن ہے" میں نے سوچا "میں امام علیہ السلام کے راستے میں کھڑا ہو جاتا ہوں اور میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے امام علیہ السلام کا کوئی معجزہ و دلیل دکھلائے۔" مگر مجھے دیر ہوگئی اور امام علیہ السلام تشریف لے جا چکے تھے۔ پس میں اپنی سواری کی پشت پر سوار ہی رہا۔ یہاں تک کہ امام علیہ السلام واپس پلٹے۔ وہ ایک شدید گرم دن تھا۔ جیسے ہی امام علیہ السلا م میرے قریب آئے تو امام علیہ السلام نے اپنی آنکھ کے ذریعے میری طرف اشارہ کیا تو میں رک گیا۔ اور میں امام علیہ السلام کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ اور میں نے دل ہی دل میں کہا "اے میرے معبود! یقینا تو جانتا ہے کہ میں ایمان رکھتا ہوں اور اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ یہ حضرت علیہ السلام تیری مخلوق پر تیری حجت ہیں اور یہ کہ ہمارے مہدی علیہ السلام انہی حضرت علیہ السلام کی پاکیزہ صلب سے ہیں۔ پس میرے لئے ان حضرت علیہ السلام سے کوئی معجزہ آسان فرما کہ جس کے ذریعے میری آنکھوں کو سکون ملے اور میرے دل کو وسعت نصیب ہو۔" تو امام علیہ السلام نے میری طرف اشارہ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا "اے محمد بن میمون! تمہاری دعا قبول ہوئی" میں نے عرض کی۔ "لا الہ الا اللہ! میرے آقا علیہ السلام آپ علیہ السلام تو میرے دل ہی دل میں اللہ سے مناجات سے بھی واقف ہیں"

پھر میں نے مزید اضافے کیلئے سوچا جبکہ میں امام علیہ السلام کے ہمراہ آپ علیہ السلام کے نور محل تک گیا تھا اور آپ علیہ السلام کے سامنے رک گیا تھا۔ آپ ابھی سوار ہی تھے۔ میں نے سوچا۔ اگر آپ علیہ السلام میرے دل میں موجود سے باخبر ہیں تو یقینا اپنے سر سے ٹوپی ضرور اتاریں گے۔" پس امام علیہ السلام نے اپنا ہاتھ بڑھا کر ٹوپی اتاری اور پھر دوبارہ سر پر رکھ دی۔ تب میرے دل میں وسواس آیا اگر میں کہوں ہو سکتا ہے کہ یہ اتفاق ہے کہ امام علیہ السلام نے گرمی کی شدت کے سبب ایسا کیا ہے۔ اگر امام علیہ السلام نے میرے دل میں موجود کے علم کے سبب ایسا کیا ہے تو امام علیہ السلام دوبارہ سر سے اتار کر گھوڑے کی زین میں رکھیں گے تو امام علیہ السلام نے اتار کر گھوڑے کی زین پر رکھ دی۔ میں نے سوچا امام علیہ السلام اب اپنے سر پر دوبارہ رکھیں گے تو امام علیہ السلام نے دوبارہ اپنے سر پر رکھ دی تو میں نے دل ہی دل میں کہا "لا الہ الا اللہ! کیا دوبار بھی اتفاق ہو سکتا ہے۔ اے میرے معبود! اگر یہ حق ہے توامام علیہ السلام اسے دوبارہ گھوڑے کی زین پر رکھ کر جلدی سے واپس اٹھا لیں گے تو امام علیہ السلام نے دوبارہ گھوڑے کی زین پر رکھی اور جلدی سے اٹھا لی اور بآواز بلند پکار کر فرمایا:۔ اے محمد بن میمون کتنی بار ایسا کروں؟" میں نے عرض کی "اے میرے مولا علیہ السلام! کافی ہے"

اور اس نے اسی کتاب ہی میں اپنی اسناد کے ساتھ احمد بن داؤد قمی سے اور محمد بن عبداللہ الطلحی سے ایک حدیث میں کہ جس کا ابتدائی حصہ امام علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام کے احوال طیبہ کی فصل نمبر5 میں گزر چکا ہے روایت کی ہے کہ امام نقی علیہ السلام نے ہمیں پیغام بھجوایا کہ میں آج رات اللہ کے حضور رحلت کرنے والا ہوں۔ پس تم دونوں اپنی جگہ بنے رہو۔ یہاں تک کہ تمہارے پاس میرے فرزند ابو محمد حسن علیہ السلام کا حکم پہنچے تو ہمارے دل کانپ اٹھے اور ہماری آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ مگر ہم نے اپنی یہ حالت سب سے پوشیدہ رکھی اور ہم نے اس کا کسی کے سامنے اظہار نہ کیا۔ اور ہم نے دسکرۃ الملک نامی جگہ پر ایک گھر کرائے پر لے کر ڈیرے ڈال دئیے اور ہمارے ساتھ جو کچھ بھی تھا ہم نے اسے محفوظ کیا۔ صبح ہوئی تو ہم نے دیکھا کہ دسکرہ میں ہمارے مولا ابو الحسن علیہ السلام کی شہادت کی خبر پھیل چکی تھی تو ہم نے کہا "لا الہ الا اللہ ہو سکتا ہے کہ امام علیہ السلام کا جو پیامبر یہاں آیا تھا ہو سکتا ہے کہ اس نے یہ خبر پھیلائی ہو۔

جب دن چڑھا۔ ہم نے شیعوں کے ایک گروہ کو دیکھا کہ وہ ہم سے زیادہ غم کی حالت میں تھے۔ گرہم نے پیامبری کے اثر کو مخفی رکھا اور اس کا ہرگز اظہار نہ کیا۔ جب رات ہوئی تو ہم نے ہمارے آقا ابو الحسن علیہ السلام کے غم میں چراغ ہی روشن نہ کیے اور اندھیرے میں اللہ کے حضور رو رو کر آپ علیہ السلام سے جدائی کی شکایت کی۔ ہم اسی طرح گریہ کناں تھے کہ دروازے سے ایک ہاتھ برآمد ہوا کہ جس کی روشنی کے سبب پورا کمرہ روشن ہوگیا جیسا کہ چراغ سے روشن ہوتا ہے اور کہنے والے نے کہا۔

اے احمد! اے احمد! یہ توقیع مبارکہ ہے۔ اس میں جو تحریر ہے اس پر دونوں عمل کرو۔ پس ہم دونوں کھڑے ہوگئے اور ہم نے توقیع مبارکہ وصول کی تو اس میں یہ لکھا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ رب العالمین کے مسکین حسن علیہ السلام کی طرف سے اس کے مساکین شیعوں کی جانب! اما بعد! اللہ کی طرف سے ہم پر جو بھی مصیبت آئی ہے ہم ا س پر بھی اس ہی کی حمد بجا لاتے ہیں اور اس عظیم مصیبت پر تم لوگوں کے صبر جمیل پر ہم شکر گزار ہیں۔ اللہ ہی ہمارے اور تم لوگوں کیلئے کافی

ہے کہ وہ بہترین کارساز ہے۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے واپس لے جاؤ کہ یہ وقت اس سب کو وصول کرنے کیلئے مناسب نہیں ہے۔ اس بد بخت ظالم نے ہمارے اردگرد جاسوس پھیلا کر ہم پر پہرے بٹھا رکھے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو وہ تمہیں روک ہی نہیں سکتا مگر ہمارا حکم یہی ہے کہ تم واپس چلے جاؤ۔ تم دونوں کے پاس ایک تھیلی ہے کہ جس میں سترہ دینار ہیں۔ وہ سرخ رنگ کے کپڑے کی تھیلی ہے جو ایوب بن سلیمان الابی کی ہے۔ وہ اسے پلٹا دینا۔ وہ اس کے ذریعے ہمارا امتحان لینا چاہتا تھا۔ حالانکہ وہ ان لوگوں میں سے ہے کہ جو میرے جد امجد موسیٰ بن جعفر علیہما السلام پر وقف کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ پس تم اس کی تھیلی واپس پلٹا دینا اور اسے خبر بھی نہ لگنے دینا۔ پس ہم قم واپس پلٹ آئے اور سات راتیں وہاں گزاری تھیں کہ ہمارے پاس امام علیہ السلام کا حکم پہنچا۔ ہم نے تمہاری طرف ایک اونٹ بھیجا ہے کہ جو تمہارے اونٹوں جیسا نہیں ہے۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ اس پر لاد کر اسے اس کے راستے پر تنہا چھوڑ دینا وہ ہم تک خود ہی پہنچ آئے گا۔

ان دونوں نے روایت کی ہے کہ اونٹ بغیر ہانکنے اور کھینچنے والے کے تھا کہ جس پر توقیع مبارکہ موجود تھی اور وہ اسی طرح کی توقیع تھی کہ جو ہمیں دمسکرہ کے مقام پر ملی تھی۔ تحریر ایک ہی ہاتھ کی تھی۔ پس ہمارے پاس جو مال تھا وہ ہم نے اس پر لادا اور اسے اللہ کے حوالے کر کے ہم نے تنہا چھوڑ دیا۔

جب دوسرا سال آیا تو ہم آپ علیہ السلام کی زیارت کی غرض سے سفر پر نکلے۔ جب ہم سرمن رأی پہنچے اور امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام علیہ السلام نے فرمایا"اے محمد! اے محمد! اس کمرے کے ایک طرف دروازے کے اندر جاؤ اور تم دونوں اس سامان کو دیکھو کہ جو تم نے اونٹ پر لاد کر ہماری طرف بھیجا تھا کہ اس میں سے کوئی چیز کم نہ پاؤ گے۔" پس ہم اندر گئے تو ہم نے سامان کو دیکھا کہ وہ ویسے کا ویسا تھا کہ جیسا ہم نے لاد کر باندھا تھا۔ ہم نے اس سامان میں سرخ رنگ کی تھیلی دیکھی کہ جو دیناروں سے بھری مہر بند تھی۔ جبکہ ہم نے اسے ایوب کو پلٹا دیا تھا۔ تو ہم نے سوچا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون! یہ تھیلی تو ہم نے ایوب کو پلٹا نہیں دی تھی؟ تو پھر یہ تھیلی یہاں کیا کر رہی ہے؟" ہمارے اندر یہ خیال آیا ہی تھا کہ امام علیہ السلام نے اپنی جگہ تشریف فرما رہتے ہوئے ہی بلند آواز سے ارشاد فرمایا۔ تم لوگ اپنے بارے میں برا مت سوچو۔ جب ہم نے آواز سنی تو ہم نے امام علیہ السلام کی طرف جھانکا تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "ایوب کے پلٹائے جانے کے وقت ایمان لایا تھا تو اللہ نے اس کا ایمان قبول فرمایا اور ہم نے اس کا ہدیہ قبول کر لیا۔ پس ہم نے اللہ کی حمد بجا لائی اور اللہ کا شکر ادا کیا۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے اپنی اسناد کے ساتھ عیسیٰ بن مہدی الجوہری سے روایت کی ہے کہ میں حسین بن غیاث، حسین بن مسعود، حسین بن ابراہیم، احمد بن حنان، طالب بن ابراہیم بن حاتم، حسین بن محمد بن سعید اور محجل بن محمد بن احمد بن الحصیب حلاء سے سرمن رأی گئے یہ 257 ہجری ق کی بات ہے۔ پس ہم مدائن کے راستے سے کربلا کی طرف گئے اور پندرہ شعبان المعظم کی رات ہم نے ابو عبداللہ علیہ السلام کی زیارت کی تو ہماری ملاقات ہمارے ان دینی بھائیوں سے ہوئی کہ جو سرمن رأی میں ہمارے آقا ابو الحسن علیہ السلام اور ابو محمد علیہم السلام کی ہمسائیگی کا شرف رکھتے تھے۔ ہم سب لوگ اس لئے سفر پر نکلے تھے تا کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد کی مبارکباد

دے سکیں تو ہمارے بھائیوں نے ہمیں خوشخبری دی کہ امام مہدی علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد شعبان المعظم کی آٹھ کو جمعة المبارک کے روز طلوع فجر کے وقت ہو چکی تھی اور وہ وہی مہینہ ہی تھا۔ پس ہم نے امام حسین علیہ السلام کی زواری تمام کی اور بغداد پہنچے اور ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام اور ابو جعفر محمد بن علی الجواد علیہما السلام کی زواری کی اور ہم سرمن رأی چلے گئے۔

جب ہم ہمارے آقا ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں وارد ہوئے تو ہم نے آپ علیہ السلام کو عرض کرنے سے بھی پہلے آپ علیہ السلام کو مبارکباد دی اور پھر ہم مختلف علاقوں سے پچھتر آدمی تھے ہم سب نے آپ علیہ السلام کے سامنے با آواز بلند گریہ شروع کر دیا تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ اللہ کی نعمتوں کی خوشی میں گریہ کناں ہونا ان نعمتوں پر شکر کی مانند ہے۔ تمہارے دلوں کو مبارک ہو اور تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اللہ کی قسم یقینا تم لوگ اللہ کے اس دین پر ہوکہ جو ملائکہ لائے تھے اور ان تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو۔ یقینا تم لوگ ہی ہو کہ جن کے بارے میں میرے جد امجد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”تم لوگ فقراء شیعوں کی ناراضگی سے ہر ممکن حد تک بچنا کیونکہ شیعوں میں سے فقراء میں سے ہر ایک نیکو کار و متقی شخص کیلئے قیامت کے روز اللہ کے حضور اتنا حق شفاعت ہوگا کہ وہ جنت میں ربیعہ اور مضر قبیلوں کی تعداد کے برابر لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا۔ پس جب اللہ کا تم پر اور تمارے بارے میں ہم پر اتنا فضل ہے تو تم لوگوں کیلئے کون سی چیز باقی رہ جاتی ہے؟“ پس ہم سب نے یک زبان ہو کر عرض کی۔ تمام تر حمد اللہ کیلئے ہے اورا ے ہمارے آقا علیہ السلام آپ سب حضرات علیہم السلام کا شکریہ کہ سب ہمیں آپ سب حضرات علیہم السلام کی بدولت نصیب ہوا ہے۔

تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”تم نے یہ مرتبہ اللہ پر عقیدے اور اس کی اطاعت کے سبب پایا ہے تم لوگوں نے اس کی عبادت میں ہر ممکن کوشش کی ہے اور اس کے اولیاء علیہم السلام سے محبت کی ہے اور اس کے دشمنوں سے دشمنی رکھی ہے۔

عیسیٰ بن مہدی الجوہری نے روایت کی ہے کہ ہم نے آپ علیہ السلام سے گفتگو عرض کرنے اور مسائل کے بارے میں سوالات کا ارادہ کیا تو امام علیہ السلام نے ہمارے سوال کرنے سے پہلے ہی فرمایا ”تم میں سے ایک شخص مجھ سے سوال چھپائے بیٹھا ہے میرے فرزند مہدی علیہ السلام کے بارے میں کہ وہ حضرت علیہ السلام اس وقت کہاں ہیں۔ میں نے اس حضرت علیہ السلام کو اللہ کے سپرد کر دیا ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مادر گرامی قدر علیہا السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو ایک صندوق میں ڈال کر دریا میں اس لیے بہا دیا تھا کہ اللہ موسیٰ علیہ السلام واپس ان حضرت علیہ السلام کی مادرگرامی قدر علیہما السلام کو پلٹا دے۔

تو ہم میں سے ایک گروہ نے عرض کی ”ہاں اللہ کی قسم! اے ہمارے آقا علیہ السلام! یہ سوال ہمارے دلوں میں یقینا موجود تھا۔“ تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”تم میں سے وہ بھی ہے کہ جس کے دل میں ہمارے دشمن لوگوں کے درمیان کیا چیز مختلف ہے تو میں تم لوگوں کو وہ بتانا چاہتا ہوں۔ پس تم لوگ اسے خوب غور سے سنو۔

تو ہم میں سے دوسرا گروہ پکار اٹھا۔ اللہ کی قسم۔ ہمارے آقا علیہ السلام یہ سوال ہمارے دلوں میں موجود تھا۔“ تب امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”اللہ عزوجل نے میرے جد امجد رسول اللہ ﷺ کی

طرف وحی نازل فرمائی۔ بے شک میں نے آپ ﷺ کو ااور علی علیه السلام کو اور علی علیه السلام کی اولاد میں سے قیامت تک میری آنے والی حجتوں علیهم السلام اور آپ حضرات علیهم السلام کے شیعوں کو دس خصلتوں کے ساتھ خصوصیت بخشی ہے۔

1۔ اکیاون رکعت نماز (یومیه) 2۔ زمین پر پیشانی کا سجده

3۔ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی۔ 4۔ اذان و اقامت میں دو بار اذکار۔

5۔ حیی علی خیر العمل 6۔ بسم الله الرحمن الرحیم کو بآواز بلند پڑھنا۔

7۔ ہر دوسری رکعت میں قنوت 8۔ عصر کی نماز که جب سورج بالکل سفید ہو چکا ہوتا ہے۔

9۔ خالص اندھیرے کے ساتھ نماز فجر 10۔ سر اور داڑھی کا وسمه کے خضاب

پس جن لوگوں نے ہمارا حق چھینا انهوں نے ہماری مخالفت کی اور ظالموں نے اسے خراب کرنے کی کوشش کی۔

پس ان لوگوں نے شبانه روز نماز پنجگانه کے مقابلے میں رمضان المبارک کے مہینے میں نماز تراویح ایجاد کی اور ان لوگوں نے مٹی پر پیشانی کے بدلے اپنے ہاتھوں کو اپنے سینے پر باندھا اور دائیں ہاتھ میں انگوٹھی کے بدلے انهوں نے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی کو پہنا اور حیی علی خیر العمل کی مخالفت میں الصلاۃ خیر من النوم کو اختیار کیا اور دونوں سورتوں میں جهر کے عوض اخفات (بسم الله کو آہسته پڑھنا) شروع کیا اور قنوت کے عوض ولاالضالین کے بعد آمین کو مقرر کیا۔

اور نماز عصر کو اس وقت پر که جب سورج بالکل سفید ہوتا ہے پڑھنے کی بجائے اس وقت پڑھنا شروع کیا که جب سورج زرد گائے کی چربی کی طرح بالکل زرد ہوتا ہے اور نماز فجر کو مکمل اندھیرے کے وقت پڑھنے کی بجائے اس وقت پڑھنا شروع کیا که جب ستارے بھی بالکل ختم ہو جاتے ہیں اور خضاب کو ترک کر دیا اور اس کے استعمال کے حکم کے برخلاف اس سے منع کرنا شروع کر دیا۔

تب ہم میں سے اکثر نے کہا "اے ہمارے آقا علیه السلام! ہمارے غم دور ہو گئے۔ تو امام علیه السلام نے ارشاد فرمایا"ہاں البته تمہارے دلوں میں اب بھی ایک سوال ہے که جو تم نے مجھ سے نہیں کیا ہے اور میں تمہیں اس کے بارے میں بھی خبر دیتا ہوں اور وہ ہے میت پر تکبیر کے بارے میں که ہم میت پر پانچ تکبیریں کیوں پڑھتے ہیں اور ہمارے مخالف چار تکبیریں کیوں کہتے ہیں؟" تو ہم نے عرض کی۔ جی ہاں! اے ہمارے آقا علیه السلام! ہم اسی کے بارے میں سوال عرض کیا ہی چاہتے تھے"

تو امام علیه السلام نے ارشاد فرمایا "مسلمانوں میں سے سب سے پہلے جس پر رسول الله ﷺ نے نماز جنازه پڑھی وہ الله اور اس کے رسول الله ﷺ کے شیر، ہمارے چچا حضرت حمزه بن عبدالمطلب علیهما السلام تھے کیونکه جب وہ حضرت علیه السلام شهید ہوئے تو رسول الله ﷺ کو از حد صدمه پہنچا۔ آپ ﷺ بہت غمگین ہوئے اور آپ ﷺ کیلئے صبر کرنا بہت مشکل ہوگیا۔ آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت حمزه علیه السلام کی عزاداری بپا کی اور ارشاد فرمایا۔ یقینا آپ ﷺ کا فرمان برحق تھا۔ یقینا میں اپنے چچا علیه السلام کے ہر بال کے عوض مشرکین قریش کے ستر آدمیوں کو قتل کروں گا۔ تب الله تعالیٰ

نے آپ ﷺ کی طرف وحی نازل فرمائی "اور اگر تم سزا دینا چاہو تو اسی کے مطابق دو کہ جتنی تمہیں نقصان پہنچایا گیا۔اور اگر تم صبر کرو تو وہ صابرین کیلئے بہتر ہے اور تم صبر کرو اور تمہارا صبر اللہ کے علاوہ کیلئے نہیں ہے۔ آپ ﷺ ان لوگوں کے مقابلے میں غمگین مت ہوں اور نہ ہی وہ جو مکرو فریب کرتے پھرتے ہیں اس پر دلگیر ہوں۔

بے شک اللہ تعالیٰ جل اسمه چاہتا تھا یہ سب مسلمانوں میں سنت بن جائے کیونکہ اگر آپ ﷺ اپنے چچا حمزہ علیہ السلام کے ہر بال کے عوض مشرکین میں سے ستر آدمیوں کو قتل کرتے تو آپ ﷺ کے ان لوگوں کو قتل کرنے میں کوئی حرج نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے حمزہ علیہ السلام کو دفن کرنا چاہاتو آپ ﷺ نے پسند فرمایا کہ حمزہ علیہ السلام اپنے مبارک خون میں لت پت ہی اللہ کی بارگاہ میں پہنچیں۔ حالانکہ آپ ﷺ حکم صادر فرما چکے تھے کہ شہید مسلمانوں اور مومنین کو غسل و کفن کے بعد دفن کیا جائے مگر آپ ﷺ نے حمزہ علیہ السلام کو انہی کپڑوں کے ساتھ ہی دفن کیا اور تب سے سنت بن گئی کہ مسلمان اپنے شہیدوں کو غسل نہیں دیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے حکم د یا کہ آپ ﷺ حضرت حمزہ علیہ السلام پر پچھتر تکبیریں کہیں۔ اور ہر دو تکبیروں کے درمیان ان حضرت علیہ السلام کیلئے بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی یقینا میں نے حمزہ علیہ السلام کو ستر تکبیروں کے ذریع فضیلت بخشی ہے کیونکہ وہ حضرت علیہ السلام میرے ہاں عظمت کے مالک ہیں اور میں نے ان حضرت علیہ السلام کو کرامت بخشی ہے۔ اور آپ ﷺ کیلئے اے محمد ﷺ تمام مسلمانوں پر فضیلت ہے۔

اور ان حضرت علیہ السلام پر وہ پانچ تکبیریں بھی پڑھو کہ جو ہر مومن اور مومنہ پر پڑھی جاتی ہیں۔ میں نے ہر شب و روز میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر مومن و مومنہ کو اس کا ثواب دوں اور اس کیلئے اس کا ثواب ثبت کر دوں۔

تو ہم میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کی۔ اے ہمارے آقا علیہ السلام! تو پھر یہ چار تکبیریں کس نے پڑھیں؟" تو امام علیہ السلام نے کہیں۔ نہ ہی ان میں سے تیرے کہ جو نبی امیہ میں سے تھا(عثمان) نے اور نہ ہی بنی ہند (معاویہ و یزید) نے پڑھی۔ بلکہ سب سے پہلے جس نے چار تکبیریں پڑھیں وہ رسول اللہ ﷺ کے پھٹکارے ہوئے کہ جو رسول اللہ ﷺ کے پھٹکارے ہوئے ہی کا بیٹا تھا۔ یعنی مروان بن الحکم نے کہیں۔ کیونکہ معاویہ ملعون نے یزید ملعون لعنۃ اللہ علیہما کو سب چیزوں کی وصیت کی تھی۔

ان میں سے یہ بھی ہے کہ اس نے اسے کہا "اے یزید (لعنۃ اللہ علیہ)! مجھے تیرے بارے میں چار افراد سے خطرہ ہے

1۔ عمر بن عثمان لعنۃ 2۔ مروان بن الحکم لعنۃ

3۔ عبداللہ بن زبیر لعنۃ اور حسین بن علی علیہما السلام سے

اور اے یزید! تم ان حضرت علیہ السلام کے معاملے میں جہنم سے خوف کھانا اور جہاں تک مروان کا تعلق ہے تو جب میں مر جاؤں اور تم مجھے غسل و کفن کے بعد جنازہ گاہ میں رکھو گے تو لوگ تمہیں کہیں گے۔ آگے بڑھو۔ اور اپنے باپ پر نماز جنازہ پڑھو تو تم کہنا۔ میں اپنے باپ کے حکم کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ اس نے مجھے حکم دیا تھا کہ اس پر نماز جنازہ نہ پڑھائے ماسوائے بنی امیہ کے بزرگ میرے چچا مروان کے۔ پس

تم اسے آگے کرنا اور ہمارے قابل اعتماد لوگوں کو پہلے ہی کہہ دینا کہ وہ اپنے کپڑوں میں عریاں اسلحہ ساتھ لے کر آئیں۔ پس جب وہ نماز کیلئے آگے بڑھے اور چار تکبیرات کہہ لے اور پانچویں سے پہلے دعا میں مشغول ہو تو سلام سے پہلے ہی ان لوگوں کو چاہیے کہ وہ اسے قتل کر ڈالیں۔ تمہیں اس سے راحت مل جائے گی اور اس کا قتل بھی تیرے سر نہیں پڑے گا۔ تو یہ خبر مروان تک پہنچ گئی تو اس نے اسے خود تک پوشیدہ رکھا۔ معاویہ مر گیا اور جب اسے چارپائی پر رکھ کر جنازہ کی نماز کیلئے رکھا گیا تو لوگوں نے یزید لعنۃ کو کہا۔ آگے بڑھو تو اس نے لوگوں سے وہی بات کی کہ جس کی وصیت اسے اس کے باپ معاویہ نے کی تھی۔ پس لوگوں نے مروان ملعون کو آگے بڑھایا تو اس نے چار تکبیریں کہیں اور نماز جنازہ کو پانچویں تکبیر کی دعا سے پہلے ہی چھوڑ کر چلا گیا۔ جبکہ لوگ مصروف تھے کہ وہ پانچویں تکبیر پڑھیں۔ پس مروان بن حکم تو جہنم واصل ہو مگر یہ رواج باقی رہ گیا کہ میت پر چار تکبیریں پڑھی جاتی ہیں۔ تا کہ مروان ملعون کا شمار بدعتیوں میں نہ کیا جا سکے۔

تب ہم میں سے ایک کہنے والے نے کہا ”اے ہمارے آقا علیہ السلام! تو کیا ہمارے لیے جائز ہے کہ ہم بطور تقیہ چار تکبیریں پڑھیں۔“

تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ جن میں تقیہ جائز نہیں ہے۔ نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں، ہر نماز کے بعد تعقیبات، قبور کو چوکور بنانا، جرابوں پر مسح نہ کرنا، نشہ آور کا نوش کرنا۔

تب ابن الجلیل القسیبی کھڑا ہوا اور عرض کی۔ اے ہمارے آقا علیہ السلام! پانچ نمازیں ہیں مگر ان کے اوقات رسول اللہ ﷺ کی سنت ہیں یا اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نازل شدہ ہیں؟“

تو امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا ”اللہ تم پر رحم فرمائے۔ رسول اللہ ﷺ نے کسی چیز کو سنت نہیں بنایا۔ مگر جس کا اللہ نے آپ ﷺ کو حکم صادر فرمایا جہاں تک نمازوں کے اوقات کا تعلق ہے تو وہ ہم اہل بیت علیہم السلام کے نزدیک اسی طرح ہیں کہ جس طرح اللہ نے اس کے رسول اللہ ﷺ پر فرض کیے۔

تو امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا ”اللہ تم پر رحم فرمائے۔ رسول اللہ ﷺ نے کسی چیز کو سنت نہیں بنایا مگر جس کا اللہ نے آپ ﷺ کو حکم صادر فرمایا جہاں تک نمازوں کے اوقات کا تعلق ہے تو وہ ہم اہل بیت علیہم السلام کے نزدیک اسی طرح ہیں کہ جس طرح اللہ نے اس کے رسول اللہ ﷺ پر فرض کیے۔ وہ اکیاون رکعت نماز ہے کہ جو چھ اوقات میں ہے جنکی وضاحت میں تم لوگوں کے سامنے کیا چاہتا ہوں۔ اللہ عزوجل کی کتاب میں اس کا فرمان ہے۔ ”نماز قائم کرو دن کے دونوں اطراف میں اور رات کے ابتدائی حصے میں۔“ دن کے اطراف میں نماز فجر اور نماز عصر ہے اور رات کا ابتدائی حصہ وہ ہوتا ہے کہ جو مغربین کا درمیانی وقت ہوتا ہے۔

اور اللہ عزوجل کا فرمان ہے ”اے ایمان والو! یقینا تم سے اجازت طلب کریں گے وہ کہ جس کے تم مالک ہو اور وہ کہ جو بالغ نہیں ہیں۔ تین مرتبہ نماز فجر سے پہلے اور جب تم لوگ ظہر اور عشاء کے بعد اپنے پر تکلف کپڑے اتار دیتے ہو پس اللہ تعالیٰ نے نماز فجر کی وضاحت کر دی اور نماز ظہر کی تعریف کر

دی اور عشاء کی نماز کی بھی تعریف کر دی کیونکہ انسان اپنے پر تکلف کپڑے نیند کیلئے اس کے علاوہ کی نماز کے بعد نہیں اتارتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے ایمانو الو! جب تمہیں جمعۃ المبارک کے روز نماز کیلئے پکارا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو۔ اور لوگوں کا اس پر اجماع ہے کہ وہ دوڑنا نماز ظہر کیلئے ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا"تم لوگ نماز ادا کرو۔ سورج کے غروب ہونے سے رات کے چھا جانے تک تو اللہ نے وقت کے بیان کی تاکید فرمائی اور نماز عشاء تو رات کے چھا جانے میں ہے کہ جب وہ سیاہ ہو جاتی ہے پس یہ نماز کے پانچ اوقات ہیں۔

اور اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو چھٹے وقت نماز کا حکم دیا اور وہ نماز شب ہے تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا "اے مزمل ﷺ! رات کو تھوڑا سا قیام کیا کریں یا اس سے تھوڑا زیادہ اور قرآن کو ترتیل کے ساتھ فرمایا کریں"

تو آدھے یا اس سے زیادہ کی وضاحت ہو گئی تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا "بے شک تمہارا ربّ جانتا ہے کہ آپ ﷺ رات کی دو تہائی سے کم اس کا آدھا یا تیسرا حصہ قیام کریں گے اور ان لوگوں کا گروہ کہ جو آپ ﷺ کے ساتھ ہیں اور اللہ ہی رات و دن پر قادر ہے وہ جانتا ہے کہ تم لوگ ہرگز اس کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ الیٰ آخر الآیۃ۔

پس اللہ تعالیٰ نے چھٹے وقت کی نماز کے وقت کو نماز پنجگانہ وقت کی مقرر فرمایا۔ اگر نماز شب کی آٹھ رکعت نماز نہ ہوں تو اکیاون رکعت نماز مکمل نہیں ہوتی ہے۔ ہم سب آپ علیہ السلام کے سامنے شکریہ اور حمد کے طور پر گریہ کناں ہوگئے کہ امام علیہ السلام نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی تھی تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "شکر میں اضافہ کرو تو تمہیں نعمتوں میں اضافہ نصیب ہوگا"

حسین بن حمدان نے روایت کی ہے کہ میں ان پچھتر کے پچھتر آدمیوں سے ملا اور میں نے ان سب سے اس حدیث کے بارے میں پوچھ گچھ کی کہ جو مجھے عیسیٰ بن مہدی الجوہری نے روایت کی تھی تو ان سب نے مجھے اس کو تصدیقاً بیان کیا اور میں عسکر میں ابو جعفر علیہ السلام کے غلام سے ملا اور امام رضا علیہ السلام کے غلام ریّان بن صلت سے ملا تو ان سب نے بھی حدیث کو ویسے ہی روایت کیا کہ جیسا ان لوگوں نے روایت کیا تھا۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں اپنی اسناد کے ساتھ علی بن عاصم الکوفی سے روایت کی ہے کہ میں عسکر میں ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ اے علی بن عاصم! اپنے قدموں کے نیچے دیکھو کیا ہے؟ میں نے ہاتھ باندھ کر اپنے پاؤں کے نیچے دیکھا تو مجھے انتہائی قیمتی چیز دکھائی دی تو امام علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا "اے علی! تو اس قالین پر ہے کہ جس پر بہت سے انبیاء علیہم السلام و مرسلین علیہم السلام اور ائمۃ الراشدین علیہم السلام نے اپنے مبارک پاؤں لگائے اور تشریف فرما رہے" تو میں نے عرض کی "اے میرے مولا علیہ السلام! جب تک میں دنیا میں ہوں تعظیماً بھی اس پر جوتے سمیت نہ چڑھوں گا۔ تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اے علی! تیرے پاؤں میں جو جوتے ہیں وہ نجس اور پلید کھال کے ہیں کہ جس نے ہماری ولایت اور امامت کا اقرار نہیں کیا تھا۔

تو میں نے عرض کی۔ اے میرے مولا علیہ السلام! آپ علیہ السلام کی قسم! میں کبھی بھی جوتے یا جرابیں نہ پہنوں گا۔ میں نے دل میں سوچا ”میری خواہش ہے کہ میں اس قالین کو اپنی آنکھوں سے دیکھوں“ تو امام علیہ السلام نے مجھے ارشاد فرمایا ”اے علی! میرے قریب آؤ“ میں آپ علیہ السلام کے قریب گیا تو امام علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھ کو میری آنکھوں پر پھیرا تو مجھے بصیرت نصیب ہوئی تو میں نے نیچے دیکھا تو مجھے قالین دکھائی دی۔ میں نے دیکھا کہ وہ پورے کمرے میں تھی میں نے ہر رنگ کو اس میں بہترین انداز سے دیکھا۔ میں نے جب کافی دیر اسے دیکھ لیا تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا”اے علی! کیا تو چاہتا ہے کہ تجھے میں انبیاء و مرسلین اور ائمۃ الراشدین علیہم السلام کے پاؤں کے نشانات کہ جنھوں نے اس قالین پر چہل قدمی فرمائی دکھاؤں اور ان حضرات علیہم السلام کے بیٹھنے کی جگہ تھی؟“

تو میں نے عرض کی ”جی ہاں! اے میرے مولا علیہ السلام! تو امام علیہ السلام نے دوبارہ میری آنکھوں پر ہاتھ پھیرا تو میں نے اس قالین پر پاؤں کے نشانات اور بیٹھنے کے اثرات کی تصاویر دیکھیں۔

تب امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”یہ آدم علیہ السلام کے قدم مبارک اور ان حضرت علیہ السلام کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور یہ قابیل ملعون کے ملعون بننے سے پہلے کا قدم ہے۔ کیونکہ اللہ نے اس پر لعنت تب بھیجی کہ جب اس نے اپنے بھائی ہابیل علیہ السلام کو شہید کیا۔ یہ ہابیل علیہ السلام کا قدم ہے۔ یہ شیث علیہ السلام کے بیٹھنے کا نشان ہے۔ یہ اخنوع علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ قیدار علیہ السلام کا نشان ہے، یہ موشلع علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ نوح علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ سلم علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ فخشد علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ یعرب علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ ھود علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ صالح علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ لقمان علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ لوط علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ الیاس علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ قصی بن الیاس علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ اسحق علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ یعقوب علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ اسرائیل علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ یوسف علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ شعیب علیہ السلام کا نشان ہے۔یہ موسیٰ بن عمران علیہ السلام کا اثر ہے۔ یہ ہارون علیہ السلام کا اثر ہے۔ یہ یوشع بن نون علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ کولب بن پوفن علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ حزقیل بن عجوز علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ سمولنا علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ طالوت علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ داؤد علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ سلیمان علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ آصف علیہ السلام کا نشان ہے۔، یہ ایوب علیہ السلام کا نشان ہے۔، یہ یونس بن متی علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ یشعبان الخطوب علیہ السلام کا نشان ہے۔، یہ خضر علیہ السلام کا نشان ہے۔، یہ زکریا علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ یحییٰ علیہ السلام کا نشان ہے۔، یہ عیسیٰ علیہ السلام کا نشان ہے۔، یہ شمعون علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ دانیال علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ ذی الکفل علیہ السلام کا نشان ہے۔، یہ شابور بن ارشیر علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ لوی بن غالب علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ عبدالمطلب علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ عبداللہ علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ آقا محمد ﷺ کا نشان ہے۔ یہ امیر المومنین علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ حسن علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ حسین علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ محمد بن علی علیہما السلام کا نشان ہے۔یہ جعفر بن محمد علیہما السلام کا نشان ہے۔ یہ موسیٰ بن جعفر علیہما السلام کا نشان ہے۔ یہ علی ابن موسیٰ علیہما السلام کا نشان ہے۔ یہ محمد بن علی علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ میرے بابا علی بن محمد علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ میرا نشان ہے

اور یہ میرے فرزند مہدی علیہ السلام کا نشان ہے کیونکہ وہ حضرت علیہ السلام بھی اس پر چلے ہیں اور اس پر تشریف فرما رہے ہیں۔

تو علی بن عاصم نے مجھے بتایا کہ اللہ کی قسم! وہ حضرت علیہ السلام کہ جنہوں نے مجھے یہ بصیرت عطا فرمائی اور مجھے اس قالین کو دیکھنے کی استطاعت دی میں ان آیات کو دیکھ رہا تھا کہ گویا میں نیند میں ہوں اور جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں میں خواب میں دیکھ رہا ہوں۔ ان حضرت علیہ السلام نے میرے خیالات کو پڑھا۔

اور ابو محمد علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "اے علی! تو اب بھی ثبوت چاہتا ہے! تو نہ تو نیند میں ہے اور نہ ہی خواب میں ہے۔ اس نشان و آثار کو غور سے دیکھو اور تمہیں معلوم ہونی چاہیے کہ یہ سب نشانات و آثار یقینا اللہ کے دین کے آئمہ علیہم السلام، اس کے چیندہ اصفیاء و مرسلین علیہم السلام کے نشان ہیں۔ وہی حضرات علیہم السلام ہی اللہ کا دین ہیں جو بھی ان میں کسی ایک کا بھی اضافہ کرے وہ کافر ہوا اور جس نے ان حضرات علیہم السلام میں سے کسی ایک کو بھی کم کیا وہ بھی کافر ہوا۔ ان حضرات علیہم السلام میں سے کسی ایک حضرت علیہ السلام مں بھی شک کرنے والا، اللہ کا انکار اور اللہ میں شک کرنے والا ہے اور اس گروہ کی پاداش میں اللہ تعالیٰ ایسا کرنے والوں کو قیامت کے روز ایسا عذاب دے گا کہ جو اس نے عالمین میں سے کسی ایک کو بھی نہ دیا ہوگا۔ اے علی! اپنی آنکھیں بند کرو" پس میں نے اپنی آنکھیں بند کیں تو میری وہ بصارت زائل ہو گئی اور پردہ چھا گیا۔

تو میں نے عرض کی "اے میرے آقا علیہ السلام! جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ وہ حضرت علیہم السلام ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی علیہ السلام تھے۔ تو کیا وہ گنہگار ہے؟" امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "جب اسے معلوم ہو کہ وہ کیا عقیدہ رکھتا ہے تو وہ گنہگار نہیں ہے"

میں نے عرض کی"اے میرے آقا علیہ السلام! مجھے آپ علیہ السلام ان حضرات علیہم السلام کی مسلم تعداد بتلائیے تا کہ میں ان حضرات علیہم السلام میں کمی یا زیادتی سے محفوظ رہوں۔ تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔اے علی! انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور حجج اللہ علیہم السلام کیلئے خبر رسانی کے فرائض سر انجام دیئے اور ان حضرات علیہم السلام نے ان احکامات پر عمل کیا کرتے تھے کہ جو انبیاء علیہم السلام ان کی طرف لائے اور ان رسولوں علیہم السلام کی کتابوں اور شریعتوں پر عمل پیرا ہے۔ ان میں شہداء، صدیقین اور صالحین شامل ہیں۔ البتہ وہ سب کے سب مومنین تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے جنت میں محبوط ہونے سے لے کر میرے جد امجد رسول اللہ ﷺ کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعثت تک ان کی فقط یہی تعداد تھی۔

میں نے عرض کی "تمام تر حمد اللہ کیلئے ہے اور اس کا آپ علیہ السلام کا شکر ہے اور ان حضرات علیہم السلام کا کہ جنہوں نے ہدایت بخشی اگر اللہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو یقینا ہم ہدایت یافتہ لوگوں میں ہرگز نہ ہوتے۔

اقول: یہ وہ ہے کہ جس کو میں نے حسین بن حمدان خضینی کی الھدایۃ فی الفضائل سے نقل کرنا چاہا ہے۔

اور اس نے اپنی بعض تالیفات میں اپنی اسناد کے ساتھ ابو موسیٰ بن مہدی الجوہری سے نقل کی ہے کہ میں عسکر میں اپنے مولا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔

اے میرے مولا علیہ السلام! یہ 250ھ ق کا سال ہے۔ آپ علیہ السلام نے ہمارے مہدی علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد کے قریب ہونے کی خوشخبری سنائی تھی تو کیا ہم ان حضرت علیہ السلام کیلئے وقت کا اندازہ لگا کر انتظار کر سکتے ہیں۔

تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "ہرگز نہیں کہ ہم نے تمہیں نہیں کہا تھا کہ تم لوگ علم الغیب کے بارے میں سوال مت کیا کرو کیونکہ ہماری طرف سے تمہیں ہمارے علم کے مطابق جواب بدآمد ہو تا ہے تو اگر اس نے سنا کہ جو سننے کی طاقت و استطاعت نہیں رکھتا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ تو میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی 'اے میرے مولا علیہ السلام! مجھے امید ہے کہ ان لوگوں میں شمار کیا جاؤں گا کہ جو آپ علیہ السلام کے فضائل کا انکار نہیں کر سکتے ہیں۔

تو امام علیہ السلام نے فرمایا "ان حضرت علیہم السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد 257ھ ھ ق میں ہوگی۔ شعبان المعظم کی آٹھ راتیں گزرنے کے بعد طلوع فجر کے وقت ہوگی۔ ان حضرت علیہ السلام کی مادر گرامی قدر نرجس خاتون علیہا السلام ہوں گی اور میں اس کی نگہبانی خود کروں گا۔ اور میری پھوپھی حکیمہ خاتون علیہما السلام اس کی پرورش کریں گی۔

میں نے عرض کی۔ الحمد للہ! شکراً للہ کہ اے میرے مولا علیہ السلام! آپ نے مجھے اس چیز کے اہل علم میں سے بنایا۔ پس میں اور وہ گروہ کہ جنہیں امام علیہ السلام نے ایسا علم عطا فرمایا تھا ہم نے وقت کو مد نظر رکھ کر دن گننے شروع کر دئیے۔ یہاں تک کہ 257ھ ھ ق میں شعبان المعظم کی آٹھ راتیں گزرنے کے بعد طلوع فجر کے بعد امام مہدی علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد ہوئی۔ آپ علیہ السلام کی مادرگرامی قدر حضرت نرجس خاتون علیہا السلام تھیں جبکہ آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد کے وقت نگہبانی کے فرائض کسی دائیہ کی بجائے خود امام علیہ السلام نے انجام دئیے۔ جبکہ امام ابو محمد علیہ السلام کی پھوپھی حضرت حکیمہ بنت محمد بن علی الرضا علیہم السلام نے آپ علیہ السلام کی پرورش شروع کی۔ تمام واقعات ویسے ہی رونما ہوئے جیسا امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں اپنی اسناد کے ساتھ حسن بن ابراہیم سے اور حسن بن مسعود سے روایت کی ہے کہ 250ھ ھ ق میں ہم ہمارے آقا ابو محمد حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں دور دراز سے ہمارے کسی دینی بھائی کا ایسا ہی خط حاضر ہوا تھا کہ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے دعا فرماویں کہ وہ اس ظالم شخص سے چھٹکارا ملے کہ جس نے شیعوں پر ایک جنگ کی سی کیفیت طاری کر دی ہے وہ شخص سماء سرخسی کے نام سے معروف تھا جبکہ وہ ایک ظالم، جابر اور خونریز شخص تھا۔ وہ بادشاہ کے پکے لوگوں میں سے تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے اس خطرے کو دور کیا۔

پس ہم حاضر ہوئے تو ہمارے ساتھ بھی ایک خط تھا۔ آپ علیہ السلام کی محفل لوگوں سے کھچا کھچ بھری ہوئی تھی۔

امام علیہ السلام نے خود ہی گفتگو کی ابتداء فرماتے ہوئے فرمایا"میں نے اس خط کو پڑھ لیا ہے کہ جو تمہارے پاس ہے۔ میں جانتا ہوں کہ اس میں تم لوگوں کے اردگرد کے دینی بھائیوں نے کیا لکھا ہے اور کیا التماس کی ہے۔پس ہم نے اللہ کی حمد و شکر بجالایا اور واپس چلے گئے۔ خط ہمارے پاس تھا۔ ہم نے اس کی مہر توڑی تھی۔ اپنے اس کمرے کہ جس میں ہم سکونت پذیر تھے۔ پھر ہم نے اسے پڑھ کر مہر لگا دی تھی تا کہ اسے امام علیہ السلام تک پہنچا دیویں۔ پس ہم اپنے کمرے میں گئے اور ہم نے اپنے ہمراہ موجود خط کو کھولا تو دیکھا کہ وہ ویسے ہی مہر بند تھا۔ پس ہم نے مہر توڑی اور اسے پڑھا تو ہم نے دیکھا کہ اس میں امام علیہ السلام کی تحریر موجود تھی۔ ہم نے اس اللہ سے سوال کیا ہے کہ جو تمام تر امور کا مالک ہے۔ ہم نے اس سے کبھی سوال نہیں کیا ہے کہ جس کے ہاتھ میں کوئی معاملہ ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کے شر سے پناہ بخشی ہے۔ وہ شخص تم تک یہ خط پہنچنے کے تین دن پہلے ہی طاعون میں مبتلا ہو چکا ہے۔

پس سرخسی طاعون میں مبتلا ہوا اور اسی کے سبب جہنم واصل ہو گیا اور اسے ایک تابوت میں سامرا لایا گیا۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں اپنی سند کے ساتھ عبدالحمید بن محمد اور محمد بن یحییٰ الحرقی سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ ابو الحسن علی بن بشیر کے پاس گئے تو ہم نے دیکھا کہ وہ شدید مریض ہوا پڑا تھا۔ جب اس نے ہمیں دیکھا تو بے اختیار پکار پڑا اور کہنے لگا "تم لوگ اللہ کے حضور میری تندرستی کیلئے دعا کرو اور میرا وہ خط جو میں نے خود ہمارے مولا ابو محمد حسن بن علی علیہ السلام کے حضور لکھا ہوا ہے۔ کسی قابل اعتماد آدمی کے ہاتھ روانہ کر دو۔تو ہم نے اس سے کہا "خط کہاں ہے؟" تو اس نے کہا "میرے سرہانے ایک جانب رکھا ہے۔" پس ہم نے ہاتھ میں ڈال کر اس کے مصلے کے نیچے سے وہ خط نکالا اور ہم نے اس کی مہر توڑی تا کہ ہم اسے پڑھ سکیں۔ تو خط کے ابتدائی حصے ہی میں ہم نے دیکھا کہ تازہ تازہ توقیع مبارکہ موجود تھی۔ ہم نے تمہارا خط پڑھا ہے اور ہم نے اللہ کے حضور تمہاری عافیت کیلئے دعا کی ہے اور تمہاری تندرستی کی بھی تو اس نے تمہاری تندرستی بخشی ہے تمہاری زندگی بڑھائی گئی ہے کہ تم چورانوے سال کے ہو گے۔ پس تم اللہ کی حمد و شکر بجا لاؤ۔ اور ایسا عمل کرو کہ جس سے صاحب تقویٰ رہو۔ اور اس بات سے ہرگز غافل نہ ہونا کہ اگر تو نے برا عمل کیا تو تمہیں مصیبت میں مبتلا کر دیا جائے گا کیونکہ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔

تو ہم نے کہا "اے ابو الحسن! ہمارے آقا علیہ السلام! نے تمہارا خط پڑھ لیا ہے اور اس میں اپنے مبارک ہاتھ سے لکھا بھی ہے۔ پس ہم نے اسے وہ خط پڑھایا تو اس نے اس وقت موجود اپنی تمام ملکیت تو صدقہ کر دیا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنا گھرانہ، اپنی کنیز، رہن رکھ کر اس ان کی قیمت بھی صدقہ کر دی۔

تین دن گزرنے کے بعد سامرا کے دو بزرگوں ابن عمر اور عثمان بن سعید العمری کی جانب سے کرخ کے بعض تاجروں کے نام ایک خط آیا کہ وہ مال لے کر علی بن بشیر کی طرف جائیں تو مال اس کی طرف لے جایا گیا۔ تو اس نے اپنے صدقہ شدہ مال کے حساب سے ملایا تو دیکھا کہ جو مال اس کے پاس لایا گیا تھا وہ تین گنا زیادہ تھا۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں اپنی اسناد احمد بن صالح سے روایت کی ہے کہ میں کوفہ سے ہمارے مولا حسن بن علی علیہ السلام کی زیارت کے ارادے سے نکلا وہ ہجری قمری کا 257واں سال تھا۔ اور میری چار بیٹیاں تھیں تو امام علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا "اے احمد! تیری بیٹیوں کے بارے میں کیا خبر ہے؟ تو میں نے عرض کی "اے میرے مولا علیہ السلام! بالکل خیریت ہے۔" تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "جہاں تک آمنہ کا تعلق ہے وہ اس روز فوت ہو گئی ہے جبکہ سکینہ کل فوت ہو جائے گی اور خدیجہ و فاطمہ چاند کے ابتدائی دن فوت ہو جائیں گی۔ پس میں نے رونا شروع کر دیا۔

تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "کیا تو ان پر شفقت کے سبب رو رہا ہے یا ان کی تجہیز و تکفین کیلئے رو رہا ہے؟"

تو میں نے عرض کی "اے میرے مولا علیہ السلام! میرے گھر میں میرے پیچھے کوئی ایسی چیز ہی نہیں کہ جس سے وہ سر ڈھانپ سکیں۔ تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "تجھے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے میں نے اس کا بندوبست کر دیا ہے۔ ہم نے عثمان بن سعید العمری کو حکم دیا ہے کہ وہ ان بچیوں کی تجہیز و تکفین کے اخراجات باہم پہنچائے۔ احمد بن عثمان الشواق نے کناس میں مل کر تین ہزار درہم وصول کر لو۔ اور یہ وہی رقم ہے کہ جو تو نے مانگی ہے۔

بات دراصل یوں ہے کہ میں چاہتا تھا کہ اپنے مولا علیہ السلام سے تین ہزار درہم کا سوال کروں تا کہ ان بچیوں کی شادی کے موقع پر انہیں ان کے شوہروں کے گھر جہیز دے کر بھیجوں۔ میں چاند رات والے دن امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اے احمد بن صالح! کوفہ روانہ ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری بیٹیوں کی جدائی پر اجر دے۔ پس میں سفر پر نکل کھڑا ہوا یہاں تک کہ میں کوفہ پہنچا میں نے تین ہزار درہم وصول کیے۔ میرے کوفہ کی برادری اور گردونواح کی برادری نے ان تین ہزار درہم پر میرا بہت مذاق اڑایا تو میں نے وہ تمام درہم ان لوگوں میں بانٹ دئیے ماسوائے تیس درہم کے۔ آئندہ سال میں میں دوبارہ امام علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "تم نے جو درہم اپنے بھائیوں میں تقسیم کیے ہیں ان کے بدلے اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہوا اور تمہیں جنت عطا فرمائی ہے۔ پس میں وہاں پر گیارہ روز قیام پذیر رہا۔ (الخبر) حسین بن حمدان کا کلام تمام ہوا۔

ثاقب المناقب نامی کتاب کے مصنف نے سابق الذکر معجزات میں سے بہت سے روایت کیے ہیں۔

علی بن الحسین المسعودی نے اثبات الوصیۃ میں علان الکلابی سے، اس نے اسحق بن اسماعیل نیشاپوری سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا ربیع بن سوید شیبانی نے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا ناصح بادوری سے، اس نے روایت کی ہے کہ میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور اس میں آپ علیہ السلام کے حضور ابو الحسن علیہ السلام کی شہادت پر تعزیت پیش کی اور میں نے اندر ہی اندر سوچا جبکہ میں خط لکھ رہا تھا۔ اے کاش! اگر امام علیہ السلام مجھے کوئی حجت عطا فرما دیں تو امام علیہ السلام نے مجھے میرے تعزیتی خط کا جواب عطا فرمایا۔ اور اس میں تحریر فرمایا "جو شخص دلیل و برہان مانگے اور اسے اس کے مانگنے کے مطابق عطا کر دی جائے۔ پھر اگر وہ اس دلیل و برھان مانگے اور اسے اس کے مانگنے کے مطابق عطا کر دی جائے۔ پھر اگر وہ اس دلیل و برہان کے مقتضی سے منہ موڑ لے تو اسے دوگنا عذاب دیا جاتا ہے اور جو صبر کرے اسے اللہ کی طرف سے تائید حاصل ہوتی ہے۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں محمد بن الحسین بن شمعون سے روایت کی ہے کہ ہمارے چچا زاد محمد بن زید نے امام علیہ السلام کے حضور خط لکھا اور آپ علیہ السلام سے اپنے بیٹے کیلئے ایک نفیس کنیز دو سو دینار میں خریدنے کیلئے مشورہ کیا۔ تو امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا ”اس کنیز کو مت خریدو کہ پاگل ہونے والی ہے اور پاگل ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی عمر بھی تھوڑی ہے۔“

اس نے روایت کی ہے کہ میں اس کنیز کو خریدنے سے باز آگیا۔ کچھ دنوں کے بعد میں اپنے بیٹے کے ہمراہ اس کنیز کے مالک کے پاس سے گزر رہا تھا تو میں نے کہا”میری خواہش ہے کہ میں اسے دوبارہ پیش کرنے کا کہوں اور اس ایک نظر دیکھ ہی لوں۔ تو اس کا مالک اسے ہمارے سامنے لایا وہ ہمارے سامنے کھڑی ہی تھی کہ اچانک اس کا منہ ٹیڑھا ہوگیا اور وہ اسی حال میں تین دن زندہ رہنے کے بعد مر گئی۔

اس نے لکھا ہے کہ اسی کتاب ہی میں علی بن محمد بن زیاد القمیری سے روایات کی ہے کہ بصرہ میں میری دو جاگیریں تھیں اور میں ہر سال ان کے نفع میں سے مکمل آدھا امام علیہ السلام کے حضور لے جانے کو اپنی جان سے بھی زیادہ چاہتا تھا۔ میری ان جاگیروں میں میرے لیے اس سے بڑھ کر مطلب نہ تھا۔ اور میں ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں بہت کم حاضر ہوا کرتا تھا۔ اس کے غلوں کی زکوٰۃ اکٹھی ہوئی اور اسمیں بہت زیادہ نفع ہوا تو میں نے دو ہزار دینار شمار کر کے علیحدہ کیے تا کہ امام علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کر سکوں۔ تو میرے چچازاد محمد بن اسماعیل بن صالح صمیری نے میری طرف پانچ سو دینار بھیجے اور مجھے پیغام بھیجا کہ میں جو رقم امام علیہ السلام کی خدمت میں بھیج رہا ہوں اس میں اس رقم کو بھی شامل کر لوں تو میں نے ایسا ہی کیا۔ مگر میں نے نہ تو خط میں اس کا علیحدہ سے نام لکھا اور نہ ہی اس کے مال کو اپنے مال سے علیحدہ بھیجا۔

میرے پاس جواب برآمد ہوا تو نے جو بھیجا وہ وصول ہوا جو کچھ تو نے بھیجا اس میں وہ بھی شامل تھا کہ جو تیرے ذریعے تیرے قریبی رشتہ دار اسماعیلی نے بھیجا۔ امام علیہ السلام نے اس کا نام نسب لکھا۔ اللہ تعالیٰ تم دونوں کو دوست رکھے۔

اس نے لکھا ہے کہ الکلابی سے، اس نے ابو الحسین بن علی بن بلال سے اور ابو یحییٰ نعمانی سے روایت کی ہے کہ ہم ابو طاہر بن بلال کے پاس موجود تھے۔ کہ ابو محمد علیہ السلام کی طرف سے مبارک نامہ موصول ہوا۔ ہم نے اس خط کو دیکھا تو نعمانی نے کہا۔ اس میں غلطی ہے یا اس میں کچھ غلط ہے۔ یہ سرمن رائی میں ہوا۔ ابھی ہم اسی بحث ہی میں الجھے تھے کہ ہمارے پاس آپ علیہ السلام کی توقیع مبارکہ برآمد ہوئی جس میں لکھا تھا۔”کوئی بات نہیں ہے کہ ایک گروہ ہماری طرف غلطیوں کی نسبت دیتا ہے۔ ہم ایک کلمہ بولتے ہیں تو وہ کلمہ ستر اقسام پر توجیہہ کیا جا سکتا ہے اور اس کا ہر ایک مخرج و معنیٰ درست ہوتا ہے۔

اقول: اور اس نے اسی کتاب ہی میں آپ علیہ السلام کے غیب کے بارے میں اخبار دینے والے معجزات میں سے من جملہ کو روایت کیا ہے۔

ثقۃ الاسلام نے کافی میں اسحاق سے، اس نے احمد بن محمد الاقرع سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا ابو حمزہ نصرانی الخادم نے، اس نے روایت کی ہے کہ میں نے کئی بار سنا کہ ابو محمد علیہ السلام اپنے غلاموں سے ان لوگوں کی مادری زبان ترکی، رومی اور متقابلہ میں گفتگو فرمایا کرتے تھے اور مجھے اس پر

بہت تعجب ہوا کرتا تھا۔ میں نے سوچا"ان حضرت علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد مدینہ میں ہوئی اور آپ علیہ السلام کے کسی ایک کے سامنے ظاہر بھی نہیں ہوئے اور نہ ہی کسی نے آپ علیہ السلام کو دیکھا تھا یہاں تک کہ ابو الحسن علیہ السلام کی شہادت ہو گئی تو یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ میں نے یہ دل میں سوچا تھا مگر امام علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اپنی حجت علیہ السلام کو تمام لوگوں کے سامنے ہر چیز میں اظہار کی طاقت دیتا ہے وہ اپنی حجت علیہ السلام کو تمام زبانوں کا علم، النساب کا علم، لوگوں کی اقسام کا علم اور حوادث کا علم عطا فرماتا ہے۔اگر ایسا نہ ہو تو حجت علیہ السلام میں اور جس پر حجت علیہ السلام قائم کی جاتی ہے کوئی فرق نہ رہ جائے۔

برسی نے مشارق الانوار میں حسن بن حمدان سے، اس نے حسن کرخی سے روایت کی ہے کہ میرا باپ کرخ میں کپڑا فروش تھا۔ میرے باپ نے مجھے سامان تجارت دے کر سرمن رائی بھیجا۔ جب میں سرمن رائی پہنچا تو میرے پاس ایک خادم آیا اور اس نے مجھے میرے نام اور میرے باپ کے نام سے پکارا اور کہا "اپنے مولا علیہ السلام کے پاس حاضری دو۔ تو میں نے کہا "کون ہیں میرے مولا علیہ السلام کہ جن کے پاس میں حاضری دوں۔ تو اس نے کہا "پیام رساں کے پیام رسانی کے علاوہ کچھ واجب نہیں ہوتا ہے۔ پس میں اس کے ساتھ چل دیا۔ وہ مجھے ایک عالیشان گھر میں لے گیا۔ اس میں کوئی شک نہیں وہ جنت تھا میں نے دیکھا کہ ایک شخص سبز رنگ کی قالین پر تشریف فرما تھا۔ کہ اس کے جلال کے نور سے آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ اس نے مجھ سے کہا تو جو سامان تجارت لایا ہے اس میں دو جرے ہیں ان میں سے ایک تیرے فلاں سامان میں پڑا ہے اور دوسرا فلاں جگہ ہے۔ ان دونوں کے اندر ان کی قیمتوں کا رقعہ ہے۔ جس میں قیمت بارہ دینار ہے۔ البتہ نفع ایک جیسا ہے۔ جاؤ اور دونوں میرے پاس لاؤ۔

پس میں گیا اور وہ دونوں لایا اور اس شخص کے سامنے رکھ دئیے تو اس نے مجھ سے کہا "بیٹھ جاؤ" میں بیٹھ تو گیا مگر اس کی ہیبت کی جلالت کے پیش نظر میں اس شخص کے چہرے کی طرف دیکھنے کی طاقت نہ رکھتا تھا۔ پس اس شخص نے قالین کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا جبکہ وہاں پر کوئی چیز ہی موجود نہ تھی مگر اپنی مٹھی بھری اور کہا۔ یہ لو تمہارے دونوں جروں کی قیمت اور ان کا منافع ہے۔ میں باہر نکلا میں اس مال کو شمار کیا تو وہ قیمت خرید اور منافع کے بالکل برابر تھا نہ کم نہ زیادہ۔

(بعد میں پتہ چلا کہ وہ میرے امام ابو محمد حسن عسکری علیہ السلام تھے)

اسی واقعے کو شیخ محمد بن الحسن الحر العاملی نے اثبات الھداۃ میں برسی سے ایسے ہی روایت کیا۔

قطب راوندی نے الخرائج میں آپ علیہ السلام کے بہت سے معجزات روایت کیے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو اس نے احمد بن محمد سے، اس نے جعفر بن شریف جرجانی سے روایت کی ہے کہ ایک سال میں نے حج کے مناسک ادا کیے اور سرمن رائی میں ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے چاہا کہ پوچھوں کہ یہ واجبات کس کے سپرد کر دوں تو امام علیہ السلام نے میرے یہ سب پوچھنے سے پہلے ارشاد فرمایا "جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ میرے خدمتگار مبارک کے سپرد کر دو"

پس میں نے ایسا ہی کیا اور باہر نکل آیا اور میں نے عرض کی "جرجان میں آپ علیہ السلام کے شیعہ آپ علیہ السلام کو سلام عرض کرتے تھے" امام علیہ السلام نے فرمایا "کیا تو حج سے فراغت کے بعد

نہیں جائے گا۔ میں نے عرض کی ”ایسا ہی ہے“ امام علیہ السلام نے فرمایا ”یقینا تو آج سے ایک سو ستر دن کے بعد پہنچے گا تو جرجان میں جمعة المبارک کے روز ربیع الاوّل کی تین راتیں گزر چکی ہوں گی۔ دن کے پہلے حصے میں داخل ہو گا تو ان لوگوں سے کہنا کہ میں اسی روز دن کے آخری حصے میں ان کے پاس پہنچوں گا۔ بے شک اللہ تمہیں اور تمہارے ہر ساتھی کو خیریت سے سالم رکھے گا۔ تم اپنے اہل و عیال کے پاس لوٹ جاؤ۔ تیرے بیٹے شریف کے ہاں ایک بیٹا ہوگا اس کا نام صلت بن شریف بن جعفر بن شریف رکھنا۔ اللہ تعالیٰ اسے بزرگی دے گا اور وہ ہمارے اولیاء میں سے ہوگا۔

میں نے عرض کی ”اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! ابراہیم بن اسماعیل جرجانی آپ علیہ السلام کے شیعوں میں سے ہے اور آپ علیہ السلام کے دوستداران سے ازحد نیکی کرنے والا ہے وہ ان لوگوں میں اپنے مال میں سے ہر سال ایک لاکھ درہم سے زائد خرچ کرتا ہے وہ جرجان کے ان لوگوں میں سے ایک ہے کہ جس پر اللہ کی نعمتوں کی فراوانی ہے۔

تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”ابو اسحق ابراہیم بن اسماعیل کے معاملے میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے ہمارے شیعوں سے بہتری کی ہے اور اس کے تمام گناہ معاف فرما دے اور اللہ تعالیٰ اسے ایک صحیح و سالم بیٹا عطا کرے گا کہ جو صحیح العقیدہ ہوگا۔ تم اس سے کہنا حسن بن علی علیہ السلام تم سے کہتے ہیں کہ اپنے بیٹے کا نام احمد رکھنا۔

پس میں آپ علیہ السلام کی خدمت سے واپس آیا میں نے حج کیا۔ اللہ نے مجھے سلامتی بخشی یہاں تک کہ میں جمعة المبارک کے روز دن کے ابتدائی حصے میں ربیع الثانی کے مہینے میں جیسا کہ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا جرجان پہنچا۔ مجھے میرے دوست مبارکباد دینے آئے تو میں نے ان سے وعدہ کا ذکر کیا کہ امام علیہ السلام نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ وہ حضرت علیہ السلام آج ہی کے روز دن کے آخری حصے میں تمہارے پاس تشریف لاویں گے۔ پس تم لوگ ہر وہ چیز کہ جو امام علیہ السلام کو ہبہ کرنا چاہو کر لینا اور ان حضرت علیہ السلام سے اپنے مسائل و حوائج جو ذکر کرنے ہیں تمام کے تمام ذکر کر لینا۔

جب ان لوگوں نے ظہر اور عصر کی نمازیں پڑھ لیں تو وہ سب کے سب میرے گھر پر جمع ہو گئے۔ اللہ کی قسم! ہمیں خبر تک نہ ہوئی کہ اچانک امام ابو محمد علیہ السلام ہمارے پاس پہنچ گئے۔ اندر تشریف لائے تو ہم سب لوگ جمع تھے۔ امام علیہ السلام نے ہمیں سلام میں پہل فرمائی۔ ہم نے امام علیہ السلام کا استقبال کیا اور آپ علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں کو چوما۔

پھر امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”میں نے جعفر بن شریف سے وعدہ کیا تھا کہ میں آج کے روز آخری پہر تمہارے پاس آؤں گا۔ میں نے نماز ظہر و عصر سرمن رأی میں ادا کی اور تمہاری طرف چل پڑا تا کہ تم لوگوں سے وعدہ پورا کر سکوں۔ پس اب میں موجود ہوں اپنے تمام مسائل اور حوائج پیش کرو۔

پس سب سے پہلے نضر بن جابر نے اپنا مسئلہ پیش کیا اور عرض کی۔ اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! میرے بیٹے جابر کی آنکھ پچھلے چند ماہ سے مسلسل خراب ہے۔ پس آپ علیہ السلام اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ اس کی آنکھ پلٹا دے۔“ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”اسے میرے پاس لاؤ۔“ پس امام علیہ السلام نے اس کی آنکھ پر اپنا مبارک و نورانی دست شفقت پھیرا تو اس کی بینائی لوٹ آئی۔

پھر ایک ایک کر کے ہر شخص آگے بڑھا اور انہوں نے امام علیہ السلام سے اپنی حاجات کے بارے میں سوالات کیے تو امام علیہ السلام نے ان کے تمام سوالوں کے جوابات عنایت فرمائے۔ یہاں تک کہ ان کی تمام حاجات کو پورا کیا اور ان کیلئے دعائے خیر فرمائی اور اسی روز ہی واپس تشریف لے گئے۔

اقول: ”انشاء اللہ عنقریب آپ علیہ السلام کے بہت سے معجزات اور عجیب و غریب کرامات کا ذکر اس کتاب کی چوتھی جلد میں آپ علیہ السلام کے فرزند حضرت مہدی محمد بن الحسن القائم المنتظر صلوٰۃ اللہ علیہ علی آباۂ للطاھرین کی اس دنیا میں نورانی آمد کے ذکر کے وقت آئے گا۔

”اور ان میں سے وہ معجزات ہیں کہ جو آپ صلوات اللہ و سلامۃ علیہ وعلیٰ آباءۃ الطاہرین سے مختلف معانی میں ظہور پذیر ہو گئے“

شیخ محمد بن حسن طوسی نے کتاب الغیبۃ میں ایک جماعت سے، انہوں نے ابو محمد ہارون بن موسیٰ تلعکبری سے روایت کی ہے کہ میں ابو علی محمد بن ہمام کی بیٹھک میں موجود تھڑے پر بیٹھا تھا کہ ہمارے قریب سے ایک بزرگ کا گزر ہوا کہ جس نے چادر اوڑھ رکھی تھی۔ اس نے ابو علی بن ہمام کو سلام کیا تو اس نے اس بزرگ کو واپسی سلام کا جواب دیا اور وہ چلا گیا۔ تب ابو علی نے مجھ سے کہا ”کیا تو جانتا ہے کہ یہ بزرگ کون ہے؟“ میں نے کہا ”ہرگز نہیں“ تواس نے مجھ سے کہا ”یہ ہمارے آقا ابو محمد علیہ السلام کا شاگرد شاکری ہے“ کیا تو چاہتا ہے کہ اس بزرگ سے امام علیہ السلام کی احادیث مبارکہ میں سے کوئی حدیث مبارک سنے؟“ میں نے کہا ”جی ہاں“ تو اس نے کہا ”کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے کہ جو تو اسے عطیہ کرے؟“ تو میں نے اس سے کہا ”ابو علی! کہتا ہے کہ تمہارے میرے پاس آنے کا خرچ میرے ہی ذمہ ہے؟“ تو اس نے کہا ”جی ہاں“ پس ہم ابو علی بن ہمام کے پاس گئے تو وہ اس کے پاس بیٹھا تھا۔ ابو علی نے مجھے آنکھ سے اشارہ کیا کہ میں اس بزرگ کو دو درہم کا ہدیہ پیش کروں۔ تو اس بزرگ نے مجھے کہا کہ اسے ان کی ضرورت نہیں ہے۔ بالآخر اصرار پر اس نے وہ رکھ ہی لیے تب ابو علی بن ہمام نے اس سے کہا ”اے ابو عبداللہ محمد! تم ہمیں ابو محمد علیہ السلام کا کوئی معجزہ بیان کرو کہ جو تم نے دیکھا ہو“۔

تو اس نے کہا۔میرے استاد ”ابو محمد علیہ السلام علویوں میں سے صالح ترین تھے کہ ان کی کوئی مثال نہیں ہے۔ آپ علیہ السلام ہمیشہ مشکی رنگ کے گھوڑے پر سوار ہوا کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام سرمن رأی میں ہر سوموار اور خمیس کے روز خلیفہ کے محل تشریف لے جایا کرتے تھے جس روز تمام لوگوں کی حاضری کا دن ہوتا تھا تو اس روز راستے سواریوں، خچروں، گدھوں اور گھوڑوں سے بھری ہوتی تھی۔ کسی کیلئے ان کے درمیان چلنے یا شامل ہونے کی جگہ تک نہ ہوتی تھی۔ مگر جب میرے استاد علیہ السلام تشریف لاتے تھے۔ چیخ و پکار بند ہو جاتی تھی۔ گھوڑے کے ہنہنانے اور گدھوں کے رہکنے کی آواز بند ہو جاتی تھی۔ چوپائے ادھر ادھو ہو جاتے تھے اور راستہ بن جاتا تھا کہ کہیں بھی سواریاں آپس میں نہ ٹکراتی تھیں۔ پھر آپ علیہ السلام اندر جا کر اپنی مخصوص نشست پر تشریف فرما ہو جاتے تھے اور جب آپ علیہ السلام باہر تشریف لانے کا ارادہ فرماتے تھے تو دربان پکارتے تھے۔ ”ابو محمد علیہ السلام کی سواری تشریف لا رہی ہے“ تو لوگوں کی چیخ و پکار اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ بند ہو جاتی تھی اور سواریاں راستہ چھوڑ دیتی تھیں کہ آپ علیہ السلام باآسانی سوار ہو کر تشریف لے جاتے تھے۔

شاکری نے کہا ”ایک روز خلیفہ نے آپ علیہ السلام کو بلوایا تو آپ علیہ السلام کو بہت تکلیف ہوئی۔ آپ علیہ السلام کو خطرہ تھا کہ علویوں میں سے کسی نے کہ جو آپ علیہ السلام کے مرتبہ و منزلت سے حسد کرنے والا تھا ظالم بادشاہ کے ہاں شکایت نہ کی ہو۔ پس امام علیہ السلام سوار ہوئے اور چل دئیے جب آپ علیہ السلام محل کے دروازے پر پہنچے تو آپ علیہ السلام سے کہا گیا کہ خلیفہ تو اپنی نشست سے اٹھ گیا ہے۔ البتہ آپ علیہ السلام اپنی نشست پر تشریف رکھیں اور پھر واپس تشریف لے جائیں۔

پس آپ علیہ السلام واپس تشریف لائے اور مویشی منڈی تشریف لے گئے اس میں بھیڑ و اژدھام تھا اور اتنا شور تھا کہ کان پڑی آواز بھی سنائی نہ دیتی تھی۔ مگر جب آپ علیہ السلام داخل ہوئے تو لوگ خاموش ہو گئے اور سواریوں نے راستہ چھوڑ دیا۔ امام علیہ السلام بیوپاری کے پاس تشریف فرما ہوئے کہ اپنے لئے سواری خریدنا چاہتے تھے۔ اس نے آپ علیہ السلام کے سامنے ایک بپھرا ہوا گھوڑا پیش کیا کہ کوئی ایک بھی اس کے قریب نہ پہنچ سکتا تھا۔ امام علیہ السلام نے اس سے وہ گھوڑا خرید لیا تو مجھ سے فرمایا۔ اے محمد! اٹھو اور اس پر زین کسو۔ میں نے سوچا۔ امام علیہ السلام مجھے فرما رہے ہیں تو وہ گھوڑا ہرگز مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ میں اٹھا اور اس پر زین کسی تو وہ بالکل آرام سے کھڑا رہا۔ میں اس پر سوار ہونے والا تھا کہ بیوپاری میرے پاس آیا اور اس نے کہا ”یہ گھوڑا نہیں بکا ہے“ امام علیہ السلام نے مجھے فرمایا ”یہ گھوڑا ان کے حوالے کر دو“

بیوپاری آگے بڑھا تا کہ اسے پکڑ کر لے جائے تو گھوڑے نے اس کی طرف دیکھا اور ایڑی لگا کر اس سے بھاگ کھڑا ہوا۔ ہم بھی سوار ہو کر اس کو جا ملے تو گھوڑے کے مالک نے کہا۔ میں نے تو ترس کھایا تھا کہ اسے واپس لے لوں۔ اگر آپ علیہ السلام یہ جانتے ہیں کہ اس میں کیا برائی ہے اور پھر بھی لینا چاہتے ہیں تو لیجئے۔ تب میرے استاد علیہ السلام نے اس سے فرمایا ”میں جانتا ہوں۔ اس نے کہا ”میں نے فروخت کیا۔ “ تب امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔”اسے پکڑ لو۔“ میں نے وہ گھوڑا پکڑا تو اسے اصطبل لے گیا۔ مگر میرے استاد علیہ السلام کی برکت سے اس نے نہ تو کوئی حرکت کی اور نہ ہی مجھے کوئی اذیت پہنچائی۔

امام علیہ السلام سواری سے اترے اور اس گھوڑے کے قریب گئے اور پھر اس کے دائیں کان میں اور پھر بائیں کان میں دم کیا۔ تو اللہ کی قسم! میں اس کے سامنے جو پھیلاتا تھا۔ مگر وہ میرے استاد علیہ السلام کی برکت سے ہرگز نہ بپھرتا تھا۔

ابو محمد نے مجھے روایت کی ہے کہ ابو علی بن ھمام نے کہا”یہ وہ گھوڑا ہے کہ جسے صوؤل کہا جاتا تھا۔ یہ گھوڑا اپنے مالک کو مارتا تھا۔ یہاں تک کہ اسے دیوار پر پٹخ دیتا تھا اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر اپنے مالک کو لاتیں مارتا تھا۔

محمد شاکری نے کہا”میرے استاد علیہ السلام تمام علویوں اور ہاشمیوں سے بڑھ کر نیکو کار تھے۔ وہ حضرت علیہ السلام کبھی بھی نیند کے قریب نہ جاتے تھے اور ہمیشہ محراب میں قیام و سجود میں مصروف رہتے تھے۔ وہ حضرت علیہ السلام راتوں کو جاگ جاگ کر سجدے کیا کرتے تھے۔ آپ علیہ السلام قلیل الطعام تھے۔ آپ علیہ السلام کے سامنے انجیر اور انگور پیش کیے جاتے تو امام علیہ السلام فرماتے تھے۔ اے محمد! تم یہ سب بچوں کیلئے لے جاؤ۔ تو میں عرض کرتا تھا۔ ”یہ سب؟“ تو امام علیہ السلام فرمایا کرتے تھے۔ ”سب کا سب ہی اٹھا لو“ میں نے امام علیہ السلام سے بڑھ کر کسی کو سخی نہیں دیکھا ہے۔“

ابو جعفر طوسی نے امام علیہ السلام کے معجزات کو لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ امام علیہ السلام کے کچھ معجزات ہیں۔ اگر ہم سب کے سب لکھنا شروع کر دیں تو یقینا کتابیں کم پڑ جائیں گی۔ امام علیہ السلام درجہ امامت پر فائز ہونے کے ساتھ ساتھ لوگوں میں سے مکرم ترین اور سخی ترین ہستی علیہ السلام تھے۔

اس نے لکھا ہے کہ مجھے بتایا ایک جماعت نے۔ انہوں نے تلعکبری سے، اس نے احمد بن علی الرازی سے، اس نے حسین بن علی سے، اس نے ابو الحسن ایاری سے روایت کی ہے کہ مجھے ابو جعفر عمری نے بیان کیا کہ ابو طاہر بن بلبل نے حج کیا اور علی بن جعفر عمانی کو دیکھا کہ وہ بہت بڑا خرچ کرنے والا شخص تھا۔ جب وہ واپس پلٹا تو اس نے یہ سب ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں لکھ بھیجا تو امام علیہ السلام نے جواباً رقعہ میں تحریر فرمایا۔ ہم نے اس کیلئے ایک لاکھ دینار کا حکم دیا تھا۔ پھر ہم نے اس کیلئے دوبارہ ایسا حکم دیا تو اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا تا کہ وہ رقم ہمارے پاس باقی رہے اور فرمایا۔ لوگوں کو کیا ہوا ہے کہ وہ ہمارے معاملے میں دخل اندازی کرتے ہیں جبکہ ہم نے انہیں اس معاملے میں دخل اندازی کا حق ہی نہیں دیا ہے۔

اسی واقعے کو بحار الانوار میں المناقب سے، اس میں الجلاءاور الشفآ سے، ان میں ابو جعفر عمری سے روایت کیا گیا ہے کہ ابو طاہر بن یکبل نے حج کیا اور علی بن جعفر ہمدانی کو دیکھا کہ وہ بہت بڑے بڑے خرچ کر رہا ہے۔ جب وہ واپس آیا تو اس نے وہ سب ابو محمد علیہ السلام کی طرف خط میں لکھ دیا۔ تو اسی وقت ہی جواب آیا۔ ہم نے تمہارے لیے ایک لاکھ دینار کا حکم دیا تھا۔ پھر دوبارہ بھی اتنا ہی دیا تھا۔ تو یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ زمین کے خزانے ائمة علیہم السلام کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں۔

ثقة الاسلام نے الکافی میں علی بن محمد سے، اس نے ابو محمد بن راشد سے، اس نے ابو ہاشم جعفری سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو محمد علیہ السلام کے حضور تنگدستی کا شکوہ کیا تو امام علیہ السلام نے زمین پر اپنا کوڑا مارا اور اس پر چراغ گھمایا اور اس میں سے پانچ سو دینار نکالے اور فرمایا۔ اے ابو ہاشم! اسے اٹھاؤ"

اور اسی کتاب ہی میں اس نے ابو علی محمد بن علی بن ابراہیم سے روایت کی ہے کہ مجھے بیان کیا احمد بن الحارث قزوینی نے کہ میں اپنے باپ کے ہمراہ سرمن رأی میں تھا۔ میرا باپ ابو محمد علیہ السلام کے اصطبل میں گھوڑوں کی نعل بندی کیا کرتا تھا۔ ان دنوں مستعین عباسی کے پاس ایک خچر تھا کہ جس سے بڑا اور خوبصورت خچر موجود نہیں تھا۔ وہ لگام ڈالنے اور زین کسنے کے معاملے میں بہت اڑی کرتا تھا۔ بہت سے سواروں نے مل کر کوشش کی مگر وہ اس پر سواری میں کامیاب نہ ہو سکے۔

تو مستعین عباسی سے اس کے مصاحبوں میں سے کسی نے کہا "اے امیر! تم حسن بن رضا علیہ السلام کو کیوں نہیں بلواتے ہو کہ وہ اس معاملے کو حل کریں یا تو وہ حضرت علیہ السلام اس پر سوار ہو جائیں گے یا یہ خچر ان حضرت علیہ السلام کو مار ڈالے گا اور تمہاری جان چھوٹ جائے گی۔

تب اس نے ابو محمد علیہ السلام کی طرف پیغام بھیجا تو امام علیہ السلام میرے باپ کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ میرے باپ نے تب بتایا کہ جب ابو محمد علیہ السلام خلیفہ کے محل میں داخل ہوئے تو میں بھی آپ علیہ السلام کے ہمراہ تھا۔ تو ابو محمد علیہ السلام نے دیکھا کہ وہ خچر محل کے صحن میں کھڑا تھا۔ تب آپ علیہ السلام اس کی طرف بڑھے اور اس پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا۔

میں نے دیکھا کہ خچر کو پسینہ شروع ہو گیا۔ یہاں تک کہ خچر سے پسینہ زمین پر بہنے لگا۔ پھر امام علیہ السلام مستعین عباسی کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے آپ علیہ السلام کو سلام پیش کیا اور آپ علیہ السلام کو مرحبا کہا اور اپنے قریب بٹھایا اور کہا "اے ابو محمد علیہ السلام! اس خچر کو لگام

ڈالیے۔ تو امام علیہ السلام نے میرے پاس سے فرمایا۔ اے غلام! جا کر اسے لگام ڈالو۔ تو مستعین نے کہا۔ اسے آپ علیہ السلام بذاتِ خود لگام ڈالیے۔ تو امام علیہ السلام نے اپنی اوڑھنی اتاری۔ پھر کھڑے ہو کر اسے لگام ڈالی اور پھر واپس آکر اپنی جگہ تشریف فرما ہو گئے۔

تب مستعین نے کہا "اے ابو محمد علیہ السلام! اس پر زین بھی کسیے؟"

تو امام علیہ السلام نے میرے باپ سے فرمایا۔ اے غلام! اٹھو اور اس پر زین کسو۔ مگر مستعین نے کہا "آپ علیہ السلام بذات خود اس پر زین کسیں۔

امام علیہ السلام دوبارہ اٹھے اور اس پر زین کسنے کے بعد واپس آکر تشریف فرما ہو گئے تو اس نے آپ علیہ السلام سے کہا۔ کیا آپ علیہ السلام اس پر سوار ہونا پسند فرماویں گے؟" تو آپ علیہ السلام نے فرمایا "ہاں ضرور" پس امام علیہ السلام اس پر سوار ہوئے تو اس خچر نے کوئی رکاوٹ ہی نہ ڈالی۔ پھر اسے محل میں دوڑاتے رہے۔ پھر اس پر باگ ڈال دی تو وہ اچھی طرح چلتا رہا۔ پھر امام علیہ السلام واپس آئے اور نیچے اترے تو مستعین نے آپ علیہ السلام سے کہا "اے ابو محمد علیہ السلام! آپ علیہ السلام کو یہ خچر کیسا لگا؟" تو امام علیہ السلام نے فرمایا! اے امیر! میں نے اس سے خوبصورت اور صحت مند خچر نہیں دیکھا ہے۔ یہ ماسوائے امیر کی سواری کے کسی کے قابل نہیں ہے۔ تو اس نے کہا"اے ابو محمد علیہ السلام! امیر نے یہ خچر آپ علیہ السلام کو دیا ہے۔" تو ابو محمد علیہ السلام نے میرے باپ سے فرمایا "اے غلام! اسے پکڑو" تو اس خچر کو میرے باپ نے پکڑا اور کھینچ کر لایا۔

راوندی نے الخرائج میں آپ علیہ السلام کے معجزات میں لکھا ہے کہ آپ علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک وہ ہے کہ جس کا ذکر نصرانی نے کیا ہے کہ چوری میں طبیب تھا۔ اسے مار عبدا کہا جاتا تھا۔ وہ ایک سو پانچ سال کا ہو چکا تھا اس نے روایت کی ہے کہ میں متوکل کے طبیب یختیشوع کا شاگرد تھا اور وہ مجھے بہت چاہتا تھا۔ حضرت حسن بن علی بن محمد بن علی الرضا علیہ السلام نے اس کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ ان حضرت علیہ السلام کی طرف اپنے ساتھیوں میں سے کسی خصوصی طبیب کو بھیجے تاکہ وہ ان حضرت علیہ السلام کی فصد کھول سکے۔ تو اس نے مجھے چنا اور کہا۔ فرزند رضا علیہ السلام نے مجھ سے ایسے شخص کو طلب فرمایا ہے کہ جو ان حضرت علیہ السلام کی فصدکھول سکے۔پس تم ان حضرت علیہ السلام کی خدمت میں جاؤ۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ حضرت علیہ السلام اس وقت آسمان کے نیچے سب سے بڑھ کر عالم ہیں۔ پس تم احتیاط کرنا اور ان حضرت علیہ السلام سے تکرار مت کرنا اور وہ حضرت علیہ السلام جو بھی فرمان صادر فرماویں اس پر عمل کرنا۔

پس میں ان حضرت علیہ السلام کی طرف چل دیا تو مجھے ایک حجرے میں جانے کا حکم صادر فرماتے ہوئے فرمایا۔ اس حجرہ ہی میں رہو یہاں تک کہ میں تمہیں بلاؤں۔ جس وقت میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تھا وہ وقت میرے نزدیک فصد کھلوانے کیلئے عمدہ ترین تھا۔ آپ علیہ السلام نے مجھے اس وقت طلب فرمایا کہ جو وقت میرے نزدیک فصد کھلوانے کیلئے عمدہ نہ تھا۔آپ علیہ السلام نے ایک بڑا برتن منگوایا۔ میں نے الاکحل نامی فصد کو کھولا تو خون نکلنا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ وہ برتن بھر گیا۔

پھر امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔ بند کر دو۔ تو میں نے خون بند کر دیا۔ امام علیہ السلام نے اپنا مبارک ہاتھ دھویا اور باندھا اور مجھے دوبارہ حجرے میں واپس بھیج دیا۔ میرے لیے گرم کھانا اور ٹھنڈی چیزیں کثیر مقدار میں لائی گئیں اور میں عصر تک وہیں رہا۔

پھر امام علیہ السلام نے مجھے بلوایا تو فرمایا۔ ایک لمحے رکو۔ امام علیہ السلام نے دوبارہ وہی طشت منگوایا۔ تب میں نے فصد کھولی تو خون نکلنا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ وہ طشت دوبارہ بھر گیا۔ تو فرمایا "بند کرو" تو میں نے بند کر دیا۔ امام علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھ کو باندھا اور مجھے دوبارہ حجرہ میں بھیج دیا اور میں اس میں سو گیا۔ جب صبح ہوئی اور سورج نکل آیا تو امام علیہ السلام نے مجھے بلایا اور پھر وہی طشت لایا گیا اور فرمایا۔ "فصد کھولو" میں نے فصد کھولی تو خالص گاڑھے دودھ جیسا نکلا یہاں تک کہ طشت بھر گیا۔ تب فرمایا "اسے بند کرو" تو میں نے بند کر دیا اور امام علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھ کو باندھ لیا اور اپنے لباس کے اندر ہاتھ ڈال کر مجھے پچاس دینار دیئے اور فرمایا۔ "انہیں رکھ لو اور راضی ہو جاؤ اور واپس چلے جاؤ" میں نے وہ دینار لیے اور عرض کی۔ آقا علیہ السلام! میرے لیے کوئی حکم ہے؟" امام علیہ السلام نے فرمایا "ہاں دیر عاقول میں سے تمہیں جس کا ساتھ نصیب ہو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ پس میں بختیشوع کے پاس گیا اور اسے سارا قصہ بیان کیا تو اس نے کہا "حکماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ انسانی بدن میں زیادہ سے زیادہ چودہ رطل خون ہوتا ہے اور جو تم نے حکایت کیا ہے اگر کسی خون کے چشمے سے بھی اتنا خون نکلے تو عجیب ہے اور اس سے عجیب تر یہ ہے کہ اس میں دودھ ہے۔ وہ کافی دیر تک سوچتا رہا پھر وہ تین دن تک مسلسل شبانہ روز مختلف کتابوں کا مطالعہ کرتا رہا اور ہمیں بھی حکم دیا کہ ہم بھی ورق گردانی کریں کہ کیا دنیا میں نصرانیت میں طب کا دیر العاقول کے راہب سے بڑھ کر کوئی عالم نہ ہے۔ اس نے اس کی طرف ایک خط میں سارا قصہ لکھا۔ پس میں وہ خط لے کر نکل پڑا۔ میں نے پہنچ کر اسے پکارا تو اس نے میری طرف جھانکا اور کہا "تو کون ہے؟" میں نے کہا نجتیشوع کا ساتھی ہوں" اس نے کہا "تمہارے پاس خط ہے؟" میں نے کہا "جی ہاں" پس اس نے زنبیل کو میری طرف لٹکایا تو میں نے اس میں خط رکھ دیا۔ اس نے اسے اوپر کھینچ لیا۔ اس نے خط پڑھا اور اسی وقت ہی نیچے اتر آیاتو اس نے مجھ سے پوچھا۔ کیا فصد تو نے کھولی تھی؟ میں نے کہا "جی ہاں" اس نے کہا "تیری ماں کیلئے خوشخبری ہو وہ سوار ہوا اور ہم سرمن رأی پہنچے تو رات کی آخری تہائی باقی تھی۔ میں نے کہا "آپ کہاں جانا پسند کریں گے میرے استاد کے گھر یا ان حضرت علیہ السلام کے دولت سرا پر؟" اس نے کہا "ان حضرات علیہ السلام کے نور محل" پس ہم اذان سے پہلے ہی آپ علیہ السلام کے در دولت پر پہنچ گئے۔ دروازہ کھلا اور ہمارے پاس ایک سیاہ فام غلام باہر آیا اور اس نے کہا "تم میں سے دیر العاقول کا راہب کون ہے؟" تو راہب نے کہا "آپ پر قربان جاؤں۔ میں ہوں اور مجھ سے کہا "اترو" اور خادم نے مجھ سے کہا "تم خچروں کی حفاظت کرو" اور اس نے راہب کا ہاتھ پکڑا اور اندر چلا گیا۔ میں باہر کھڑا رہا یہاں تک کہ صبح ہوئی اور دن چڑھ گیا۔ تو راہب باہر آیا اور اس نے اپنا رہبانیت والا لباس اتار کر پھینک دیا تھا اور اس نے سفید رنگ کا لباس پہن رکھا تھا اور وہ مشرف بہ اسلام ہو چکا تھا۔

اس نے مجھے کہا "اب تم مجھے اپنے استاد کے گھر لے چلو۔ پس ہم نجتیشوع کے گھر کی جانب چل پڑے۔ جب نجتیشوع نے اسے دیکھا تو بھاگم بھاگ اس کے پاس پہنچا اور پھر بولا۔ کس نے تمہیں تمہارے دین سے تبدیل کر دیا؟" اس نے کہا "مجھے مسیح علیہ السلام ملے تو میں نے ان کے ہاتھ پر اسلام

قبول کر لیا۔ اس نے کہا "تمہیں مسیح علیہ السلام ملے؟" اس نے کہا "یا مسیح علیہ السلام جیسے سمجھ لو کیونکہ اس طرح فصدکھلوانے کا معاملہ دنیا میں مسیح علیہ السلام کے علاوہ کسی کا نہ ہے۔ یہ حضرت علیہ السلام آیات و براہین میں ہو بہو مسیح علیہ السلام ہیں۔ پھر وہ واپس امام علیہ السلام کی خدمت میں چلا گیا اور مرتے دم تک آپ علیہ السلام کے دروازے پر ہی خدمتگار رہا۔

اس نے لکھا ہے کہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ابو محمد علیہ السلام کو قید کر کے نحریر خادم کے حوالے کر دیا گیا تو اس سے اس کی بیوی نے کہا "اللہ کے غضب سے ڈرو کہ یقینا تم نہیں جانتے کہ تمہارے گھر میں کون ہے اور ان حضرت علیہ السلام کی نیکوکاری اور عبادات کا تذکرہ عام ہے۔ مجھے ان حضرت علیہ السلام کے بارے میں خطرہ ہے۔ تو اس نے کہا "میں ہر صورت میں ان حضرت علیہ السلام کو درندوں کے آگے ڈالوں گا۔" پھر اس نے ظالم بادشاہ سے اس کی اجازت چاہی تو اسے اجازت مل گئی۔ اور اس نے امام علیہ السلام کو درندوں کے آگے کر دیا۔ انہیں شک بھی نہ تھا کہ امام علیہ السلام کو درندے نہ کھائیں گے۔ پس انہوں نے اس مقام میں جھانکا کہ جہاں امام علیہ السلام کو درندوں کے آگے رکھا تھا تو ان لوگوں نے دیکھا کہ امام علیہ السلام کھڑے نماز ادا فرما رہے تھے اور درندے آپ علیہ السلام کے اردگرد موجود تھے تو بادشاہ ملعون نے آپ علیہ السلام کو وہاں سے باہر نکالنے کا حکم دیا۔

مصنف نے بحار الانوار میں اسی واقعے کو المناقب سے بغیر سند کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے اور روایت کیا گیا ہے کہ یحییٰ بن قتیبہ الاشعری تین دن کے بعد اپنے استاد کے ہمراہ امام علیہ السلام کے پاس گیا تو اس نے دیکھا کہ امام علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں جبکہ درندے آپ علیہ السلام کے اردگرد بیٹھے تھے۔ تو استاد اس جگہ داخل ہوا تو درندوں نے اسے پھاڑ ڈالا اور کھا گئے تو یحییٰ اپنے ہمرائیوں سمیت دوڑتا ہوا معتمد کے پاس گیا تو معتمد امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ علیہ السلام کے سامنے گڑگڑا کر عرض کی کہ امام علیہ السلام اس کیلئے بیس سال تک خلیفہ رہنے کی دعا فرماویں تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے تیری عمر میں اضافہ فرما دیا ہے۔ پس اس کی سنی گئی اور وہ بیس سال بعد فوت ہوا۔

راوندی نے لکھا اور ان میں سے ایک وہ ہے کہ جسے اسحق بن یعقوب نے ابو محمد علیہ السلام کی کنیز بدل سے روایت کیا ہے کہ اس نے کہا۔ میں نے دیکھا کہ ابو محمد علیہ السلام کے سر اقدس سے ایک نور آسمان کی طرف بلند ہوا جبکہ آپ علیہ السلام محو خواب تھے۔

اس نے لکھا ان میں سے ایک وہ ہے کہ جسے محمد بن عبداللہ سے روایت کیا گیا ہے کہ ابو محمد علیہ السلام بچپن میں پانی کے کنویں میں جا پڑے جبکہ ابو الحسن علیہ السلام نما ز میں مصروف تھے۔ خواتین نے چیخ و پکار شروع کر دی۔ جب امام علیہ السلام نے نماز تمام فرمائی تو فرمایا "کوئی حرج نہیں ہے" تب انہوں نے دیکھا کہ پانی کنویں کے منہ تک بلند ہوا اور ابو محمد علیہ السلام پانی پر بیٹھے پانی سے کھیل رہے تھے۔

اس نے لکھا ہے کہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ سرمن رأی میں بنی عباس کے خلفاہ کی قبروں پر پرندوں اور چمگادڑوں کی اتنی بیٹ ہوتی تھی کہ جس کا اندازہ ممکن نہیں۔ انہیں روزانہ صاف کرنا پڑتا تھا جبکہ دوسرے روز بیٹوں سے پھر قبریں بھر چکی ہوتی تھیں۔ مگر امامین عسکرین علیہما السلام کے مبارک قبہ

پر اور نہ ہی ان حضرات علیہم السلام کے آباؤ اجداد علیہم السلام میں سے کسی مزار مطہر پر پرندوں نے کبھی بیٹ ماری کیونکہ حیوانات کو بھی ان حضرات علیہم السلام کی عظمت کا الہام ہوتا ہے۔

اس نے لکھا ہے کہ ان میں سے ایک معجزہ وہ ہے کہ جو یوسف بن محمد بن زیاد اور علی بن یسار سے روایت کیا گیا ہے کہ ہم ایک رات ابو محمد حسن بن علی العسکری علیہما السلام کے دردولت پر حاضر تھے۔؛ اس وقت آپ علیہ السلام کا بہت احترام کیا کرتا تھا۔ اچانک وہ آپ علیہ السلام کے در دولت پر حاضر ہوا تو اس کے ہمراہ ایک بندھا ہوا شخص تھا۔ اس نے عرض کی۔ اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! میں نے اسے اپنے اپنی دکان کا تالا توڑتے ہوئے پکڑا ہے۔ جب میں اسے مارنے لگا تو اس نے کہا "میں علی علیہ السلام کے شیعوں اور ابو محمد علیہ السلام کے شیعوں میں سے ہوں" تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "معاذ اللہ! یہ علی علیہ السلام کے شیعوں میں سے نہیں ہے۔" تو وہ اسے لے گیا اور کہا کہ اسے باندھ دو۔ "پس انہوں نے اسے باندھ دیا اور جلاد اسے کوڑے لگانے کیلئے مقرر کیے اور کہا کہ اسے درد کا مزا چکھاؤ۔ مگر جلادوں کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا کہ ان کے کوڑے اس تک نہ پہنچ رہے تھے بلکہ زمین پر پڑ رہے تھے۔ وہ حاکم اس شخص کو دوبارہ امام علیہ السلام کی خدمت میں لایا اور عرض کی۔ "عجیب بات ہے کہ میں نے اس سے وہ معجزات دیکھے ہیں کہ جو انبیاء علیہم السلام اور اوصیاء علیہم السلام کیلئے بھی نہیں ہوئے۔ تو حسن بن علی علیہما السلام نے ارشاد فرمایا "اس کو چھوڑ دو بے شک یہ ہمارا محب ہے۔ تو حاکم نے عرض کی "شیعوں اور محبّین میں کیا فرق ہے؟" تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "ہمارے محب وہ ہوتے ہیں کہ جو ہمارے آثار (احادیث) کی اتباع کرتے ہیں اور ہمارے تمام اوامر و نواہی میں ہماری اطاعت کرتے ہیں اور جو شخص اللہ کی طرف سے اکثر فرائض میں ہماری مخالفت کرے وہ ہمارے شیعوں میں سے نہیں ہے۔

اقول: علی بن محمد المالکی نے اپنی کتاب فصول المہمۃ میں آپ علیہ السلام کے مذکورہ معجزات کو من جملہ طور پر روایت کیا ہے۔

اور ابو عمر محمد بن عمر بن عبدالعزیز الکشی نے کتابا لرجال میں علی بن سلیمان سے اور اس نے رشید العطار بغدادی سے کہ جس پر ابو محمد علیہ السلام نے لعنت بھیجی تھی روایت کی ہے کہ وہ یوں ہوا کہ ابو محمد علیہ السلام کا ایک خزانہ تھا کہ جس کی نگہبانی ابو علی بن راشد کیا کرتے تھے۔ وہ عروۃ کے پاس غضب کر لیا گیا تو اس نے اس میں سے کچھ اپنے لیے رکھ لیا اور باقی ماندہ کو جلا کر راکھ کر دیا تو اس وجہ سے ابو محمد علیہ السلام اس پر غضبناک ہو گئے اور اس پر لعنت کی اور اس سے بیزاری کا اظہار کیا اور اس کے خلاف بد دعا کی تو اسے اسی شب و روز کی مہلت بھی نہ ملی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جہنم واصل کر دیا۔ تب امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "میں اس رات اپنے ربّ کے حضور اتنی دیر بیٹھا کہ جب صبح کی پو پوٹھی تو ابھی وہ آگ بجھنے بھی نہ پائی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے عروہ لعنۃ اللہ علیہ کو جہنم واصل کر دیا۔

شیخ محمد بن الحسن حرعاملی نے اثبات الہداۃ میں عیون المعجزات کہ جو سید مرتضیٰ سے منسوب کتاب ہے میں سے، اس میں ابو ہاشم جعفری سے روایت کیا گیا ہے کہ میں ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ علیہ السلام ایک خط لکھنے میں مصروف تھے۔ تب پہلی نماز کا وقت آیا۔ تو امام علیہ السلام نے اپنا مبارک قلم رکھ دیا اور نماز کیلئے قیام پذیر ہو گئے تو میں نے دیکھا

که قلم باقی کاغذ پر خود بخود تحریر لکھنے لگا۔ یہاں تک کہ اس نے خط کو مکمل کیا۔ جب نماز تمام فرما کر فارغ ہو گئے تو قلم کو ہاتھ میں اٹھا لیا۔ پھر لوگوں کو حاضر ہونے کی اجازت عطا فرمائی۔

بحارالانوار میں اسی روایت کو عیون المعجزات سے ہوبہو نقل کیا گیا ہے۔ مناقب فاطمه ولدھا علیهم السلام کے مصنف نے آپ علیه السلام کے معجزات میں لکھا ہے کہ ابو جعفر نے کہا ہے کہ ہمیں بیان کیا عبداللہ بن محمد نے، اس نے روایت کی ہے کہ میں نے دیکھا امام حسن بن علی عسکری علیه السلام نے بھیڑئیے سے گفتگو فرمائی اور بھیڑیا آپ علیه السلام سے ہم کلام ہوا تو میں نے آپ علیه السلام سے عرض کی۔ اے امام صالح علیه السلام! اس بھیڑئیے سے میرے طبرستان میں موجود بھائی کے بارے میں پوچھیے کہ میں اسے وہاں چھوڑ آیا تھا۔ میری خواہش ہے کہ میں اسے دیکھوں؟" تو اس نے امام علیه السلام سے عرض کی "جب آپ علیه السلام کی خواہش ہو کہ اسے دیکھیں تو آپ علیه السلام سرمن رأی میں اپنے گھر کے اندر درخت کی طرف دیکھیں" امام علیه السلام کے گھر میں ایک چشمه برآمد ہوا تھا کہ جس سے شہد اور دودھ نکلتا تھا۔ ہم اس میں سے پیتے تھے اور خوب پیٹ بھرتے تھے۔

اور لکھا ہے کہ ان میں سے ایک وہ ہے کہ جو ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے لکھا ہے کہ عراق کے مضافات کا ایک گروہ امام حسن بن علی العسکری علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوا کہ جو بارش کم ہونے کی شکایت کی تو امام علیه السلام نے انہیں لکھ کر دیا کہ بارش ہوگی تو اتنی بارش ہوئی کہ وہ لوگ آپ علیه السلام کے پاس زیادہ بارشوں کی شکایت لے کر آئے تو امام علیه السلام نے زمین پر اپنی مہر لگائی تو بارش بند ہو گئی۔

اس نے لکھا ہے کہ ان میں سے ایک وہ ہے کہ جو ابو جعفر نے ہی روایت کی ہے کہ میں نے حسن بن علی علیه السلام کی خدمت میں عرض کی"مجھے آپ علیه السلام کوئی ایسا خاص معجزہ دکھلائیے تا کہ میں اسے آپ علیه السلام کی طرف سے بیان کر سکوں۔" تو امام علیه السلام نے ارشاد فرمایا "ہو سکتا ہے کہ تم مرتد ہو جاؤ" میں نے آپ علیه السلام کے سامنے تین بار حلف اٹھایا تو میں نے دیکھا کہ آپ علیه السلام اپنے مصلے کے نیچے ہی غائب ہو گئے۔ پھر واپس آئے تو آپ علیه السلام کے ہمراہ بہت بڑی مچھلی تھی اور فرمایا "یہ ساتویں سمندر کی مچھلی ہے۔" میں نے آپ علیه السلام سے وہ مچھلی لی اور اپنے ہمراہ مدینة السلام لے گیا کہ جس میں سے میں نے اپنے اصحاب کی ایک پوری جماعت کو کھلایا۔"

اسی واقعے کو شیخ محمد بن الحسن الحر العاملی نے اثبات الهداة میں انهی سے روایت کرتے ہوئے نقل کیا ہے اور اسی طرح اس سے پہلے والے دو واقعات کو بھی کتاب مناقب فاطمة و ولدھا علیهم السلام سے نقل کیا ہے۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے ابو جعفر ہی سے روایت کی ہے کہ میں نے دیکھا حسن بن علی علیه السلام کو دیکھا کہ آپ علیه السلام سرمن رأی کے بازاروں میں چلتے تھے تو آپ علیه السلام پر بغیر کسی سایہ کرنے والے کے سایہ ہوتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ علیه السلام نے ایک پتے کو اٹھا کر چاندی بنا دیا۔ وہ آپ علیه السلام کے ہاتھ ہی میں تھا کہ آپ علیه السلام نے آسمان کی طرف نگاہ فرمائی اور پھر اس کی طرف دیکھا تو وہ خالص موتی بن چکا تھا۔

ابو جعفر نے روایت کی ہے کہ میں نے امام حسن بن علی السراج علیہ السلام کو دیکھا۔ امام علیہ السلام سرمن رأی کے بازاروں میں چلتے تھے تو آپ علیہ السلام جس بھی مقفل دروازے کے قریب سے گزرتے تھے وہ کھل جاتا تھا اور جس بھی بند جگہ سے گزرتے تھے وہ کھلی ہو جاتی تھی اور ہم جو کچھ رات کو کرتے تھے وہ ہمیں بتا دیا کرتے تھے۔

ابو جعفر نے روایت کی ہے کہ میں نے عراق میں شادی اور متعہ کرنا چاہا تو میں امام حسن بن علی السراج علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا "اے جرید کے بیٹے! تیرا ارادہ ہے کہ تو نوجوان لڑکی سے متعہ کرے"

شیخ نے لکھا ہے کہ اس نے اپنی اسناد کے ساتھ عباس بن محمد سے روایت کیا ہے کہ ابو محمد علیہ السلام سے گفتگو کے دوران ایک شخص نے دل میں سوچا۔ اگر یہ حضرت علیہ السلام امام علیہ السلام ہیں تو اپنے سر سے ٹوپی اتاریں گے تو امام علیہ السلام نے اتاری اور پھر دوبارہ اپنے سر پر رکھ دی۔ دوسرے شخص نے ایسا سوچا تو آپ علیہ السلام نے ایسا ہی کیا۔ (انتھیٰ)

علی بن یونس البیاضی نے الصراط المستقیم نامی کتاب میں، اس نے جعفری سے روایت کی ہے کہ بہت سی احادیث میں وارد ہوا کہ ابو محمد علیہ السلام نے مختلف افراد کو ان کے دلوں میں موجود خیال سے باخبر کیا۔

احمد بن جعفر سے روایت ہے کہ اس کے ہمراہ کچھ مال تھا تو اس نے سوچا۔ "یہ کس کے حوالے کروں؟" تو امام علیہ السلام نے بغیر سوال کے خود ہی فرمایا "اسے میرے خدمتگار کے حوالے کر دو" اور یہ کہ امام علیہ السلام نے اسے بہت سی اشیاء کے بارے میں خبر دی اور ویسا ہی ہوا کہ جیسے امام علیہ السلام نے فرمایا تھا اور یہ کہ امام علیہ السلام نے ایک اندھے کی آنکھوں پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا تو وہ بینا ہو گیا اور یہ کہ امام علیہ السلام ایک پورے گروہ کو ان کی ہونے والی اولادوں کے بارے میں پیشن گوئی فرمائی اور اسی طرح امام علیہ السلام نے بہت سی غیب کی خبریں ارشاد فرمائی کہ جن کو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے۔

اور ثاقب المناقب کے مصنف نے ہماری گزشتہ روایات میں سے اکثر کوروایت کیا ہے۔

بحار الانوار میں مصنف نے لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب کی بعض مؤلفات میں علی بن عاصم الکوفی الاعمیٰ سے روایت کیا گیا ہے کہ میں اپنے آقا حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ علیہ السلام کو سلام عرض کیا۔

تو امام علیہ السلام نے مجھے سلام کا جواب عنایت فرمایا۔ تو فرمایا "خوش آمدید! اے عاصم کے فرزند! بیٹھو اے عاصم کے فرزند! تمہیں مبارک ہو، کیا تو جانتا ہے کہ تیرے پاؤں کے نیچے کیا ہے؟" میں نے عرض کی "اے میرے مولا علیہ السلام! میں تو اپنے پیروں کے نیچے یہ قالین دیکھ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کے مالک پر اپنا کرم مزید فرمائے۔

تو امام علیہ السلام نے فرمایا ''اے فرزند عاصم! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم جس چٹائی پر بیٹھے ہو اس پر بہت سے انبیاء و مرسلین علیھم السلام تشریف فرما رہے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ اے میرے

آقا علیہ السلام! اے کاش کہ میں اس سے جدا نہ ہو پاتا جب تک کہ میں دنیا میں باقی ہوں۔ پھر میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ اے کاش کہ میں اس قالین کو بخوبی دیکھ سکتا۔ امام علیہ السلام میرے مافی الضمیر سے واقف ہوئے تو ارشاد فرمایا۔ میرے قریب آؤ۔ میں آپ علیہ السلام کے قریب گیا تو امام علیہ السلام نے اپنا مبارک ہاتھ میرے چہرے پر مسح فرمایا تو اللہ کے حکم سے میری بصارت لوٹ آئی۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا "یہ ہمارے بابا آدم علیہ السلام کے قدم کا نشان ہے۔ یہ ہابیل علیہ السلام کے قدم کا نشان ہے۔ یہ شیث علیہ السلام کے قدم کانشان ہے،یہ ادریس علیہ السلام کے قدم کا نشان ہے۔ یہ ھود علیہ السلام کا نشان ہے۔ یہ صالح علیہ السلام کا نشان ہے، یہ لوط علیہ السلام کا نشانِ قدم ہے، یہ ابراہیم علیہ السلام کے قدم کا نشان ہے، یہ شعیب علیہ السلام کے قدم کا نشان ہے، یہ موسیٰ علیہ السلام کا نشان قدم ہے، یہ داؤد علیہ السلام کے قدم کا نشان ہے، یہ سلیمان علیہ السلام کے قدم کا نشان ہے، یہ خضر علیہ السلام کے قدم کا نشان ہے، یہ دانیال علیہ السلام کے قدم کا نشان ہے، یہ ذوالقرنین علیہ السلام کا نشان قدم ہے، یہ عدنان علیہ السلام کا نشان قدم ہے، یہ عبداللہ علیہ السلام کا نشان قدم ہے۔ یہ عبد مناف علیہ السلام کا نشان قدم ہے، یہ میرے جد امجد رسول اللہ ﷺ کا نشان ہے اور یہ میرے جد امجد امیر المومنین علیہ السلام کا نشان قدم ہے۔

علی بن عاصم نے روایت کی ہے کہ میں ان تمام نشانوں کی طرف جھکا اور ان میں سے ہر ایک کو بوسے دئیے اور اپنے امام علیہ السلام کے مبارک ہاتھ کو بوسہ دینے کا شرف حاصل کیا اور میں نے امام علیہ السلام سے عرض کی۔ میں اپنے ہاتھوں سے آپ علیہ السلام کی نصرت کرنے سے عاجز ہوں اور اس سے زیادہ میرا بس نہیں چلتا ہے۔ کہ میں آپ علیہ السلام حضرات علیہم السلام کی ولایت رکھتا ہوں اور آپ حضرات علیہم السلام کے دشمنوں سے بیزاری کا اظہار کرتا ہوں اور میں ان سب پر تنہائی میں لعنت کرتا ہوں۔ تو اے میرے مولا علیہ السلام کیسا انجام ہوگا؟"

تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ میرے بابا علیہ السلام نے میرے جد امجد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بیان فرمایا کہ ان حضرت علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ جو بھی ہم اہل بیت علیہم السلام کی نصرت کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور تنہائی میں ہمارے دشمنوں پر لعنت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی آواز تمام ملائکہ تم پہنچاتا ہے۔ پس جب تم میں سے کوئی ہمارے دشمنوں پر لعنت کرتا ہے اور اس کی آواز ملائکہ تک پہنچتی ہے تو ملائکہ ان پر لعنت کرتے ہیں کہ جو ہمارے دشمنوں پر لعنت نہ کرتا ہو، جب ملائکہ تک اس کی آواز پہنچتی ہے تو وہ اس کیلئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ اور اس کی تعریف کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں۔ اے ہمارے معبود! اپنے اس بندے کی روح پر درود بھیج کہ جس نے تیرے اولیاء علیہم السلام کی نصرت میں ہمہ قسمی کوشش صرف کر دی ہے اگر یہ اس سے زیادہ پر قادر ہوتا تو وہ بھی ضرور کرتا۔ تو اس وقت اللہ کے حضور سے نداء آتی ہے۔ اے میرے ملائکہ! میں نے اپنے اس بندے کے حق میں تمہاری دعا قبول کر لی ہے۔ میں نے تمہاری پکار سن لی ہے اور میں نے اس پر ابرار کی روحوں کے ساتھ درود بھیجا ہے اور میں نے اس کا شمار چند نیکوکاروں میں کر لیا ہے۔"

اقول 'ہم نے اس خبر کو پہلے ہی تھوڑے سے فرق کے ساتھ حسین بن حمدان کی کتاب الھدایة فی الفضائل سے نقل کر چکے ہیں۔ اس روایت کو ہم نے اس لیے وارد کیا ہے کہ ان دونوں روایتوں نے اپنے اندر وہ پیغام لیا ہوا ہے کہ جو دیگر میں نہیں ہے۔

آپ لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ علیہ السلام کے معاجز بہت زیادہ ہیں کہ جن میں سے نثر اور نظم میں شمار کرنا ممکن ہی نہیں ہے اور اس سے علیحدہ اور ضیغم سی کتابوں کی حاجت ہے۔

چوتھی فصل

آپ علیہ السلام کے مناظروں اور مختلف علوم میں آپ علیہ السلام کے احتجاجات کے بیان میں اور ان اخبار کے بیان میں ہے کہ جو مختلف فیصلوں اور مواعظ وغیرہ پر مشتمل ہیں“

شیخ طبرسی نے الاحتجاج میں اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان اور ان میں سے کچھ ان پڑھ ہیں کہ جو کتاب کے بارے میں نہیں جانتے مگر وہ کہ جو انہیں پڑھ کر سنایا جاتا ہے کی تفسیر میں امام حسن عسکری علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”امی منسوب ہے اس کی ام (ماں) کی جانب یعنی وہ جیسے ماں کے بطن سے باہر آیا تھا نہ پڑھ سکتا تھا نہ لکھ سکتا تھا۔ نہ وہ لوگ آسمان سے نازل ہونے والی کتاب کا علم رکھتے ہیں اور نہ ہی اس کے بارے میں گفتگو کر سکتے ہیں۔ اور نہ ہی ان دونوں کے درمیان تمیز رکھتے ہیں۔ ماسوائے اس کے کہ جو اسے سنایا گیا یعنی جو ان کے سامنے تلاوت کیا گیا اور ان سے کہا گیا۔ یہ اللہ کی کتاب ہے اور اللہ کا کلام ہے۔ وہ اس کی معرفت ہی نہیں رکھتے کہ اگر ان کے سامنے وہ تلاوت کیا جائے کہ جس کے کلام الٰہی کے ہونے میں اختلاف ہے مگر یہ کہ وہ اسے کلام الٰہی ہی گمان کرتے ہیں۔ یعنی ان لوگوں کے سامنے حضرت محمد ﷺ کی نبوت اور عترت رسول ﷺ کے آقا حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام کی امامت کو غلط ثابت کرنے کیلئے جو بھی تلاوت کیا جاتا ہے وہ اسے کلام الٰہی تصور کرتے ہیں۔ اور ان بد بختوں کی تقلید کرتے ہیں۔ حالانکہ ان لوگوں پر ان بد بختوں کی تقلید حرام ہے۔ پس جہنم ہے ان کیلئے کہ جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے تا کہ وہ اسے تھوڑی سی قیمت کے عوض فروخت کر سکیں۔

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”یہ آیت قوم یہود کے اس گروہ کے بارے میں نازل ہوئی کہ جنہوں نے ایک حلیہ خود ہی لکھا اور پھر دعویٰ کیا کہ یہ حضرت محمد ﷺ کا حلیہ ہے حالانکہ وہ حلیہ آپ ﷺ کے مبارک حلیے کے بالکل بر عکس تھا۔ اور اس گروہ کے لوگوں نے اپنی قوم کے ناتواں افراد سے کہا ”یہ حلیہ آخری زمانے میں مبعوث ہونے والے نبی ﷺ کا ہے کہ وہ بہت موٹے اور بڑے پیٹ والے ہوں گے اور ان کے بال سرخ و سفید گھنگریالے ہوں گے۔ جبکہ محمد ﷺ کا حلیہ اس کے برعکس ہے۔ وہ نبی ﷺ اس زمانے کے پانچ سو سال بعد آئیں گے۔ وہ یہ سب اس لیے کہتے تھے تا کہ ان کی قوم کے ناتواں لوگوں پر ان کی حکومت قائم و باقی رہے اور ان پر ان لوگوں کا تسلط دوام پکڑے اور وہ خود رسول اللہ ﷺ اور علی علیہ السلام اور آپ ﷺ کی اہل بیت علیہم السلام اور خواص علیہم السلام کی خدمت سے بچ جائیں۔

تو اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا۔ جہنم ہو ان کیلئے کہ جو وہ اپنے ہاتھوں سے لکھتے پھرتے ہیں اور جہنم ہو ان کیلئے کہ جس طرح وہ کمائی کر رہے ہیں۔

ان صفات کے سبب جو حرام کاری کرتے ہوئے ان حضرت ﷺ اور علی علیہ السلام کے حلیے کے برخلاف گھڑی تھیں اور جہنم(ویل) سے مراد جہنم کی تہہ میں برا ترین اور دردناک ترین عذاب ہے۔ اور ان لوگوں کیلئے ویل سے مراد دوسری بار عذاب ہے کہ جو پہلے سے دوگنا ہوگا کہ وہ اس کے ذریعے اموال کھاتے

ہیں۔ وہ یہ اموال اپنی عوام سے اس وقت حاصل کرتے تھے کہ جب وہ اپنی زعم میں حضرت محمد ﷺ کیلئے کفر ثابت کرتے تھے اور آپ ﷺ کے برادر وصی علی بن ابی طالب ولی اللہ علیہم السلام کا انکار ثابت کرتے تھے۔

پھر امام علیہ السلام نے فرمایا ”ایک شخص نے امام صادق علیہ السلام سے عرض کی ”جب قوم یہود کا وہ ناتواں گروہ کتاب کی معرفت نہیں رکھتا تھا ماسوائے اس کے کہ جو انہوں نے اپنے علماء سے سنا تو کیا یہودی عوام بھی اپنے علماء کی تقلید کرنے میں ہمارے لوگوں جیسے نہیں ہوئے؟“

تو امام صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”ہماری عوام اور ہمارے علماء کا یہودی عوام اور یہودی علماء کے ساتھ ایک جہت سے فرق ہے اور ایک جہت سے مماثلت ہے۔ جہاں تک برابری و مماثلت کی جہت کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری عوام کی بھی اپنے علماء کی تقلید کرنے پر مذمت کی ہے جیسا کہ اس نے یہودی عوام کی مذمت فرمائی تھی۔ جبکہ فرق والی جہت میں ایسا نہیں ہے۔“ اس شخص نے عرض کی۔ اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! مجھے تفصیل سے وضاحت فرمائیے۔

تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”یقینا یہودی عوام اپنے علماء کے صریح جھوٹ سے واقف تھے اور اس سے بھی کہ وہ لوگ (یہودی علماء) حرام خور، رشوت خور اور شفاعات و عنایات اور بھاری رقوم کے عوض واجب احکام میں بھی تبدیلی کر دیتے تھے اور وہ لوگ اس شخص سے شدید تعصب کا مظاہرہ کرتے تھے کہ جو ان کے خود ساختہ دین کے بارے میں ان سے دوری اختیار کرتا تھا۔ وہ یہودی علماء اس معاملے میں جس سے تعصب کرتے تھے تو اس کے جائز حقوق کو بھی زائل کر دیتے تھے اور وہ جس سے تعصب کرتے تھے اس کا حق اسے دیتے تھے کہ جس کا اس کے مال میں کسی قسم کا حق ہی نہ ہوتا تھا اور اسی تعصب کی بناء پر وہ حق پرست افراد پر ظلم کیا کرتے تھے جبکہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ وہ لوگ محرمات سے دور رہتے ہیں، مگر وہ لوگ اپنے معارف قلبی کو پوشیدہ رکھتے تھے اور کہتے تھے جو ایسا کرے گا وہ فاسق ہوگا۔ ان لوگوں سے اللہ پر سچ بولنا ممکن ہی نہیں تھا اور نہ ہی وہ لوگ اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان واسطہ و وسیلہ بننے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ پس اسی وجہ سے اللہ نے اس عوام کی مذمت فرمائی کہ وہ جان بوجھ کر ایسے بدکردار لوگوں کی تقلید کیوں کرتے تھے اور ان کی تقلید کیوں کرتے تھے کہ جن کی بات کو قبول کرنا جائز ہی نہیں تھا۔ اور نہ ہی ان کی حکایت میں ان کی تصدیق جائز تھی۔ اور نہ ہی ان کے پیغام پر عمل کرنا واجب تھا کہ وہ ان سے اس کا مشاہدہ نہ کرتے تھے۔ ان لوگوں پر واجب تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے معاملے میں خود ہی غور و فکر سے کام لیتے کیونکہ آپ ﷺ کے معجزات واضح تر تھے اس سے کہ وہ پوشیدہ رہتے اور اس سے کہیں زیادہ مشہور تھے کہ ان کیلئے ظاہر نہ ہوتے۔

اسی طرح ہماری امت کی عوام ہے کہ جب ان لوگوں نے اپنے نام نہاد فقہاء کے ظاہری فسق سے واقفیت اور ان کی شدید تعصب بازی سے واقفیت تھی اور ان کے دنیاوی ہوس اور حرام میں مبتلا ہونے کو جانتے تھے اور جانتے تھے کہ وہ اس کو مروا ڈالتے ہیں کہ جو ان سے اختلاف کرتا ہے گرچہ وہ اس کے معاملے کی اصلاح کا حقدار ہی کیوں نہ تھا اور وہ لوگ ایسے شخص پر اپنی نیکیوں اور احسانات کا دہانہ کھول دیتے تھے کہ جو ان کا طرف دار ہوتا تھا تو ہماری عوام میں سے جس نے بھی ایسے نام نہاد فقہاء کی تقلید کی ان کی مثال اسی یہودی قوم جیسی ہے کہ جن کی اللہ تعالیٰ نے ان کے فاسق فقہاء کی تقلید کرنے پر مذمت کی ہے۔

البتہ فقہاء میں سے جو اپنے نفس کی حفاظت کرنے والا، اپنے دین کی حفاظت کرنے والا(عمل کے ذریعے) اپنے نفس کی خواہشات کی حفاظت کرنے والا، اپنے مولا علیہ السلام کے امر کی اطاعت کرنے والا ہو تو عوام کو اس کی تقلید کرنے کا اختیار اور اجازت حاصل ہے اور یہ سب چند شیعہ فقہاء کے علاوہ کسی میں نہیں پائی جاتی ہیں۔ تمام میں نہیں۔ البتہ جو مخالفین کے فقہاء کی طرح فسق کے راستے پر چلتے ہوئے برے اور گندے اموال کا مرتکب ہو تم لوگ اس سے ہماری طرف سے بھی کچھ قبول نہ کرو اور اس کیلئے کوئی احترام نہیں ہے کیونکہ اسی وجہ سے ہم اہل بیت علیہم السلام سے جو کچھ روایت کیا جاتا ہے اس میں ملاوٹ بڑھ گئی ہے کیونکہ فاسق لوگ ہم سے بات لیتے ہیں اور اپنی جہالت انگیزی کے سبب اس میں شرارت کی حد تک تحریف کرتے ہیں اور اپنی کم معرفت کے سبب اشیاء کو ان کا حقیقی مقام نہیں دیتے ہیں۔ دوسرے کچھ کچھ ایسے ہیں کہ جو جان بوجھ کر ہم پر جھوٹ باندھتے ہیں تا کہ وہ دنیاوی جائیداد پالیں۔ مگر اس سے ان کیلئے جہنم کی آگ کے علاوہ کسی چیز کا اضافہ نہیں ہوتا۔ اور ان میں سے ایک گروہ ناصبیوں کا بھی ہے کہ جو ہم میں کوئی عیب نکالنے سے عاجز آ جاتے ہیں تو وہ لوگ ہمارے چند صحیح علوم کو سیکھتے ہیں اور ان کے ذریعے ہمارے شیعوں کی توجہ حاصل کرتے ہیں اور ان کے ذریعے ہمارے ناصبیوں کو جھوٹا ثابت کرتے ہیں پھر وہ ان علوم میں اپنی کمزور نظری شامل کر دیتے ہیں اور ہم پر کئی گنا زیادہ جھوٹ باندھتے ہیں کہ جس سے ہم بری الذمہ ہیں۔ مگر ہمارے شیعہ سرتسلیم خم کرتے ہوئے کہ وہ ہمارے علوم میں سے قبول کر لیتے ہیں پس ایسے لوگ گمراہ ہیں اور گمراہ کرنے والے ہیں۔ ایسے لوگ ہمارے ناتواں شیعوں کیلئے اس سے کہیں زیادہ نقصان دہ ہیں کہ جتنا یزید ملعون کا لشکر حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اصحاب رضوان اللہ علیہم کیلئے نقصان دہ تھا کیونکہ لشکر یزید لعنۃ کے لوگوں نے امام حسین بن علی علیہ السلام اور آپ علیہ السلام کے اصحاب رضوان اللہ علیہم کے ارواح و اموال کو سلب کیا تھا مگر وہ علماء سو کہ جو دراصل ناصبی ہوتے ہیں جبکہ لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ وہ ہمارے موالی ہیں اور ہمارے دشمنوں کو دشمن جاننے والے ہیں۔ وہ لوگ ہمارے کمزور و ناتواں شیعوں میں شک و شبہ ڈالتے ہیں اور انہیں گمراہ کرتے ہیں اور انہیں حق کے سیدھے راستے پر چلنے سے مانع ہوتے ہیں۔ا س میں عوام کا کوئی جرم نہیں ہے البتہ جس کے دل سے اللہ واقف ہوتا ہے کہ وہ اپنے دین کی صیانت و حفاظت چاہتا ہے تو وہ اس کو دوست رکھتا ہے اور اسے اس کو شبہ ڈالنے والے کافر کے ہاتھ میں نہیں چھوڑتا ہے بلکہ اللہ اس کے پاس ایسے مومن کو بھیجتا ہے کہ جو اسے سیدھا راستہ بتاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ پس اس طرح اس مخلص مومن کیلئے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کی بھلائیوں کو جمع کر دیتا ہے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "ہماری امت کے شریر ترین علماء وہ ہیں کہ جو لوگوں کو ہم سے گمراہ کرتے ہیں اور ہم تک پہنچے والے راستے کو کاٹتے ہیں۔ ہمارے مخالفین کو ہمارے نام اور ہمارے دشمنوں کو ہمارے القابات دینے والے ہیں۔ وہ لوگ ہم پر درود بھی بھیجیں تب بھی لعنت کے حقدار ہوتے ہیں اور اگر ہمیں بھونکیں تو بھی ہم اللہ کی کرامات سے ان سے معمور ہیں جبکہ ہم اللہ کے قریب ترین فرشتوں کے درود کے ذریعے ان لوگوں کے ہم پر درود سے بے نیاز ہیں۔

پھر امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "امیر المومنین علیہ السلام سے عرض کیا گیا کہ اللہ کی مخلوق میں ائمۃ الھدیٰ اور مصابیح الاجیٰ علیہم السلام کے بعد افضل ترین کون ہے؟" تو امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "علماء جب وہ صالح بھی ہوں" اور عرض کیا گیا"اللہ کی مخلوق میں ابلیس لعنۃ اللہ،

فرعون لعنة اللہ، نمرود لعنة اللہ اور آپ حضرات علیہم السلام کے اسماء اور القاب کو اپنانے والے، آپ علیہم السلام حضرات کے مقام و مرتبہ پر گھس بیٹھنے والے اور آپ علیہم السلام کی مملکت میں ناجائز حکم چلانے والوں کے بعد شریر ترین کون ہیں؟" تو ارشاد فرامیا "علماء کہ جب وہ فساد پھیلانا شروع کر دیں اور باطل چیزوں کا اظہار شروع کر دیں اور حق کو چھپانا شروع کر دیں۔ انہی کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا"وہی تو ہیں کہ جن پر اللہ لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنیو الوں کی بھی لعنت ہے" ماسوائے ان لوگوں کے کہ جو توبہ کر لیں۔ الآیة

اور تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں ہے کہ اسے محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویہ شیخ صدوق رحمة اللہ علیہ نے محمد بن القاسم المعتسر الاستر آبادی الخطیب سے، اس نے ابو یعقوب یوسف بن محمد بن زیاد سے اور ابو الحسن علی بن محمد بن سیار سے کہ جو شیعہ امامیہ تھے روایت کی ہے کہ ابو محمد عسکری علیہ السلام نے اللہ عزوجل کے فرمان اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے دلوں پر ان کے کانوں پر مہر لگادی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردے ڈال دئیے ہیں اور ان لوگوں کیلئے بڑا عذاب ہے کی تفسیر میں ارشاد فرمایا "یعنی ان پر نشانی لگائی تا کہ جو ملائکہ پہچاننا چاہتے ہوں پہچان سکیں، ان کی طرف دیکھیں تو انہیں پتہ چل جائے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہے کہ جو ایمان نہیں رکھتے اور اسی طرح ان کے کانوں پر بھی نشانیاں ہیں اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے یہ اس لیے کہ جب وہ اپنی تکلیف سے نگاہیں چراتے ہیں اور جو ان سے مطلوب ہے اس میں کوتاہی کرتے ہیں اور اس چیز سے جاہل ہوتے ہیں کہ جس کے ذریعے ان کیلئے ایمان کی صفت لازم ہو جائے پس وہ اس طرح بن جاتے ہیں کہ جس طرح آنکھوں کے سامنے پردہ پڑا ہو اور وہ سامنے والی چیز کو بھی نہیں دیکھ پاتے۔ اللہ تعالیٰ تو فضول اور فساد سے بلند و بالا ہے اور اس نے ہر اس چیز سے کہ جس سے منع فرمایا ہے اپنے بندوں کو قہر سے منع فرمایا ہے اور اسی طرح اللّٰہ نے ان لوگوں کو غلبہ کے ذریعے حکم نہیں دیا ہے اور نہ ہی انہیں کوئی ایسا حکم دیا ہے کہ جس تک رسائی کیلئے وہ عاجز ہوں۔

پھر فرمایا "اور ان لوگوں کیلئے بڑا عذاب ہے یعنی آخرت کا عذاب کہ جو کافرین کیلئے تیار ہے اور دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اپنے بندے کی اصلاح فرمائے اور نازل ہونے والا عذاب اصلاح کیلئے ہے تا کہ وہ اپنے بندے کو اپنی اطاعت کی تنبیہہ کرے یا عذاب کے ذریعے اس کی اصلاح مقصود ہوتی ہے تا کہ وہ اپنے بندے کو اپنے عدل و حکمت کی طرف لا سکے۔

اور انہی اسناد کے ساتھ روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "وہ کہ جس نے تمہارے لیے زمین کا فرش بچھایا" کی تفسیر میں ابو محمد حسن بن علی العسکری علیہ السلام میں ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ نے زمین کو تمہاری طبیعتوں کے مطابق اور تمہارے اجساد کے موافق خلق فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے نہ تو زمین کو شدید گرم و بخار زدہ نہیں بنایا ہے ور نہ زمین تم لوگوں کو جلا کر راکھ کر دیتی اور نہ ہی شدید سرد و ٹھنڈا خلق فرمایا ہے ورنہ سردی تمہیں جما کر منجمد کر دیتی۔ اسے نہ تو زیادہ خوشبودار بنایا۔ ورنہ تمہارے دماغ بند ہو جاتے اور نہ ہی زیادہ بدبودار بنایا ہے ورنہ تمہاری طبیعت کو گراں گزرتا۔ اور اس نے اسے زیادہ پانی ابالنے والا بھی نہیں بنایا بصورت دیگر تم لوگ غرق ہو جاتے اور اس نے زمین کو زیادہ سخت بھی نہیں بنایا ورنہ تمہارے لیے کھیتی باڑی اور مکان بنانا نا ممکن ہو جاتا اور تمہارے لیے مردے دفن کرنا ممکن نہ رہتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی سختی رکھی ہے کہ جس کے ذریعے تم لوگ فائدہ اٹھا سکو۔

اور تم بھی پرسکون رہو تمہارے بدن بھی پر سکون رہیں اور تمہارے عمارتیں بھی باقی رہیں اور اس میں اتنی نرمی رکھی ہے کہ تا کہ اس میں تمہاری کھیتوں کو بویا جا سکے اور تمہاری عمارتوں کیلئے کھودا جا سکے اور تمہارے لیے قبروں کو کھودا جا سکے اور اسی طرح تمہارے بہت سے منافع محقق ہو سکیں۔ پس اس طرح اس نے تمہارے لیے زمین کو فرش بنایا اور آسمان کو تم لوگوں پر چھت بنایا۔ وہ ایسا محفوظ سائبان ہے کہ اس میں اس کا سورج، چاند اور ستارے تمہارے فائدے کیلئے گردش میں رہتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ اور اس نے آسمان سے پانی نازل کیا یعنی بارش کو بلندی سے نازل کیا تا کہ وہ تمہارے پہاڑوں، ٹیلوں، کھائیوں اور ہموار زمین پر یکساں ہو سکے۔ پھر اس نے اس بارش کو گڑگڑاہٹ والے بادلوں، موسلا دھار، رم جھم اور اولوں میں تقسیم کیا تا کہ اس کے ذریعے تمہاری زمینوں کی ضرورت کو پورا کرے اور اس نے اس بارش کو ایک ہی ٹکڑا نہیں بنایا ورنہ تمہاری کھیتیاں، تمہارے اشجار، تمہارے کھیت اور تمہارے پھل برباد ہو جاتے۔ پھر فرمایا''پھر اس بارش کے ذریعے پھل اگائے جو تمہارا رزق ہیں یعنی جو زمین سے نکلتا ہے وہ تمہارا رزق ہوتا ہے۔ پس تم لوگ شباہت اور امثال کے ذریعے اللہ کے شریک مت بناؤ۔ ان بتوں کو کہ جو نہ تو عقل رکھتے ہیں، نہ سنتے ہیں، نہ دیکھتے ہیں اور نہ ہی کسی چیز پر قادر ہیں اور تم بخوبی جانتے ہو کہ وہ بت ان بڑی بڑی نعمتوں پر قادر نہیں ہیں کہ جو تمہارے ربّ نے تمہیں عطا فرمائی ہیں۔

اور گزشتہ اسناد کے ساتھ ہی ابو یعقوب یوسف بن محمد بن زیاد اور ابو الحسن بن محمد بن سیار سے روایت کیا گیا ہے کہ ہم نے ابو القائم حسن علیہ السلام سے عرض کی ''ہمارے ہاں ایک قوم کا عقیدہ ہے کہ ہاروت اور ماروت دو فرشتے ہیں کہ جنہیں بنی آدم علیہ السلام کی کثرت نافرمانی کے سبب ملائکہ نے چنا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے تیسرے کے ساتھ دنیا کی طرف نازل فرمایا اور یہ کہ وہ دونوں زہرہ کے ساتھ فتنہ میں مبتلا ہوئے اور اس کے ساتھ زنا کا ارادہ کیا اور دونوں نے شراب بھی پی اور ایک ناحق خون بھی کیا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو بابل کے مقام پر عذاب میں مبتلا کیا اور یہ کہ جادوگروں نے ان دونوں فرشتوں سے یہی جادو سیکھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس زہرہ نامی عورت کو اس زہرہ نامی ستارے میں مسخ کر دیا۔

تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اس عقیدے سے اللہ کی پناہ ہو، ملائکہ اللہ کے فرشتے خطاء سے معصوم ہوتے ہیں اور لطف الٰہی کے سبب کفر اور دیگر قبیح چیزوں سے محفوظ ہوتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے ان کے بارے میں فرمایا اور وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اللہ انہیں جو بھی حکم عطا فرمائے اور جو کچھ انہیں حکم دیا جائے وہ اسے بخوبی بجا لاتے ہیں اور اللہ نے فرمایا ''اور اس ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے اور اس کی ہی طرف سے ہے یعنی ملائکہ اس کی عبادت کے معاملے میں تکبر سے کام نہیں لیتے ہیں اور نہ ہی تھکتے ہیں بلکہ شب و روز تسبیح کرتے رہتے ہیں۔ وہ جعلسازی نہیں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کے بارے میں ہی فرمایا ہے کہ ''بلکہ وہ اللہ کے مکرم عبادت گزار ہیں کہ وہ کسی چیز میں پہل نہیں کرتے ہیں بلکہ وہ اس کے حکم پر ہی عمل کرتے ہیں۔ پھر فرمایا ''اگر ایسا ہوتا کہ جیسا ان لوگوں کا عقیدہ ہے تو اللہ تعالیٰ ان فرشتوں کو زمین کا خلیفہ مقرر فرماتا اور وہ انبیاء علیہم السلام و ائمۃ الھدیٰ علیہم السلام کی طرح ہی دنیا میں ہوتے۔

کیا کبھی انبیاء علیہم السلام اور ائمۃ علیہم السلام میں سے کسی حضرت علیہ السلام نے کسی کو ناحق قتل کیا، کیا کبھی شراب نوشی کی؟ اور کیا کبھی زنا کاری کی؟ ہر گز نہیں۔

پھر فرمایا ”کیا تم نہیں جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو کبھی بھی نبی علیہ السلام یا امام علیہ السلام سے خالی نہیں چھوڑا ہے کہ جو لبادہ بشریت میں ہوتا ہے کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتا ہے ”اور جو ہم نے آپ ﷺ سے پہلے رسول علیہم السلام بھیجے“ یعنی مخلوق کی طرف وہ قبریہ والوں میں سے ہی تھے کہ جن پر وحی نازل ہوئی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس طرح خبر دی ہے کہ اس نے فرشتوں کو زمین کی طرف مبعوث فرمایا کہ وہ ائمۃ یا حکام بن سکیں۔ بے شک وہ تو فقط اللہ کے انبیاء علیہم السلام تک ہی پیام رسانی کرتے رہے۔ ہم نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ اس بناء پر تو ابلیس بھی فرشتہ نہیں ہوا تو امام علیہ السلام نے فرمایا ”نہیں بلکہ وہ جنات میں سے ہے کیا تم دونوں نے اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں سنا ہے کہ وہ فرماتا ہے ”اور جب ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا ماسوائے ابلیس کے کہ وہ جنات میں سے تھا۔“ پس اللہ تعالیٰ نے بتلایا کہ وہ جنات میں سے تھا اور اسی کے بارے میں ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اور جنات کو اس سے قبل ہم نے دہکتی ہوئی آگ سے خلق فرمایا“

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”مجھے بیان کیا میرے بابا بزرگوار علیہ السلام نے، ان حضرت علیہ السلام نے میرے جد امجد رضا علیہ السلام سے، ان حضرت علیہ السلام نے میرے آباؤ اجداد علیہم السلام سے، ان حضرات علیہم السلام نے علی علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہم آلِ محمد علیہم السلام کو مختار بنایا اور انبیاء علیہم السلام اور مقرب ملائکہ علیہم السلام کو اختیار فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اختیار نہیں فرمایا مگر یہ کہ وہ ان کے بارے میں جانتا ہے کہ وہ سب حضرات علیہم السلام ایسا کچھ نہیں کریں گے کہ جس سے وہ اس کی ولایت سے باہر نکل جائیں اور اس کی عصمت کو توڑ ڈالیں اور اس کے ذریعے اس کے عذاب اور مصیبتوں کے حقدار ٹھہریں۔

ہم نے آپ علیہ السلام سے عرض کی ”ہمیں روایت کیا گیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے علی علیہ السلام کی امامت کی نص صادر فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی ولایت کو ملائکہ کے تمام چھوٹے بڑے گروہوں پر پیش کیا تو کچھ ملائکہ نے اس کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں مینڈکوں کی صورت میں مسخ کر دیا؟“

تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”معاذ اللہ! وہ لوگ جھوٹے ہیں کہ جو ہم پر اور اللہ کے پیام رساں ملائکہ علیہم السلام پر جھوٹ باندھنے والے ہیں وہ تو اللہ تعالیٰ کے دیگر انبیاء علیہم السلام کی مانند ہیں۔ کیا انبیاء علیہم السلام میں سے کوئی کافر ہوا؟“ ہم نے عرض کی ”ہرگز نہیں“ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”اسی طرح ملائکہ علیہم السلام ہیں کہ ان کی شان بہت عظیم ہے اور ان کے بارے میں ہرگز ہرزہ سرائی بہت بڑا گناہ ہے۔“

اور بحار الانوار میں مناقب سے، اس نے ابو القاسم کوفی سے، کتاب التبدیل میں روایت کی ہے کہ اسحق کندی اپنے زمانے میں عراق میں فیلسوف مشور تھا۔ اس نے قرآن کے تناقض بارے تالیف شروع کر دی اور اس میں ہمہ تن مشغول ہوگیا اور یہ کام وہ گھر میں رہ کر اکیلا کیا کرتا تھا۔ اس کے شاگردوں میں سے کوئی ایک روز امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو ابو محمد علیہ السلام نے اس سے فرمایا ”کیا تم لوگوں میں کوئی نیک شخص نہ ہے کہ جو تمہارے استاد کو کندی کو اس سے باز رکھے کہ جو وہ قرآن کے بارے میں لکھ رہا ہے؟“

تو اس شاگرد نے عرض کی "ہم تو اس کے شاگردوں میں سے ہیں۔ ہمارے لیے اس پر اس معاملے میں یا کسی اور معاملے میں اعتراض کرنا کیسے ممکن ہے؟"

تو ابو محمد علیہ السلام نے اس سے فرمایا "میں اگر تمہیں اس تک کوئی پیغام دوں تو پہنچاؤ گے؟" اس نے عرض کی "جی ہاں" امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "پس تم اس کے پاس جاؤ اور اس کی تمام تر محبت حاصل کرو اور جس راستے پر وہ جا رہا ہے اس کی خوب معاونت کرو جب تمہارا اس کے ساتھ انس کمال حد تک پہنچے تو تم کہو "مجھے ایک مسئلہ درپیش ہے میں آپ سے وہ پوچھنا چاہتا ہوں"

تو وہ تم سے پوچھے گا کہ وہ سوال کیا ہے تو تم اس سے کہنا "اگر اس قرآن کا متکلم تیرے پاس آئے تو کیا ممکن ہے کہ اس کے قول کی مراد سے اس سے مختلف ہو کہ جو تم نے گمان کیا ہے اور اس کو مذہب بنایا ہے؟" تو وہ تم سے کہے گا "ممکن ہے" کیونکہ وہ ایسا شخص ہے جو سنتا ہے تو سمجھتا بھی ہے جب وہ تمہیں یہ جواب دے تو تم اس سے کہنا "تمہیں کیا معلوم ہو سکتا ہے اس کا ارادہ ان معانی کے علاوہ کا ہو کہ جن کی طرف تو گیا ہے" تب تو تم خود ہی اس کے معانی گھڑنے والے بن جاؤ گے۔ پس وہ شخص اس کندی کے پاس گیا اور اس کی محبت و الفت حاصل کی یہاں تک کہ اس نے اس سے وہ مسئلہ بھی پوچھا تو اس نے کہا"دوبارہ پوچھو" تب اس نے اندر ہی اندر سوچا تو اس نے دیکھا کہ لغت میں اس کا احتمال موجود تھا۔ اور سوچ میں بھی اس کا احتمال تھا۔ (پس اس نے وہ کتاب ترک کر دی)

اور تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام میں انہی اسناد کے ساتھ کہ جس کا تکراری ذکر ہو چکا ہے ابو یعقوب یوسف بن محمد بن زیاد اور ابو الحسن علی بن محمد بن سیار نے روایت کی ہے کہ میں ابو القائم حسن بن علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ علیہ السلام کے اصحاب میں سے کسی نے آپ علیہ السلام سے عرض کی "میرے پاس ہمارے شیعہ بھائیوں میں سے ایک شخص آیا کہ جس سے مخالفین نے جہالت کے ذریعے امتحان لیا۔ ان لوگوں نے اس سے امامت بارے امتحان لیا اور اس سے حلف بھی لیا اور اس نے عرض کی "ہم کیا کریں کہ ان لوگوں سے جان چھڑوا سکیں؟" میں نے اس سے کہا "وہ کیا کہتے ہیں؟" تو اس نے کہا"وہ مجھے کہتے ہیں کیا تو قائل ہے کہ فلاں رسول اللہ ﷺ کے بعد امام ہے؟" تو میرے لیے لازم ہو جاتا ہے کہ میں کہوں "ہاں" بصورتِ دیگر وہ مجھے ماریں گے تو میں نے کہا"ہاں" ان لوگوں نے مجھے کہا"کہو اللہ کی قسم" تو میں نے ان سے کہا "نعم" اور اس سے میری مراد "نعم" یعنی اونٹ گائے اور بھیڑ بکریاں وغیرہ تھے۔ میں نے کہا"تب انہوں نے کہا"اللہ کی قسم کہو کہ کونسا ولی ہے کہ جو تو اس امر میں چاہتا ہے کہ وہ اس کی تمیز نہیں رکھتے اور میں بچ گیا تو اس نے مجھے کہا"اگر وہ میرے بارے میں تحقیق کریں اور کہیں کہو واللہ اور ھاء کو واضح کرو" تو میں نے کہا"کہو واللہ رفع کے ساتھ کیونکہ تب وہ قسم واقع نہیں ہوتی جب تک کہ ھاء کو کسرہ نہ دیا جائے" پس وہ چلا گیا اور پھر دوبارہ میرے پاس آیا تو اس نے کہا"ان لوگوں نے مجھے پکڑا اور مجھ سے حلف لیا تو میں نے ویسا ہی کیا کہ جیسا تم نے مجھے سکھایا تھا۔ تو امام حسن عسکری علیہ السلام نے اس سے فرمایا "تو ویسا ہی ہے کہ جیسا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "نیکی طرف راہنمائی کرنے والا اور اس پر عمل پیرا ہونے والے جیسا ہے یقینا اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھی کے نامہ اعمال میں ہر حرف کے بدلے کہ جو اس نے تقیۃً استعمال کیا ہے۔ ہمارے شیعوں، موالیوں اور محبوں کی تعداد کے برابر نیکیاں لکھتا ہے اور ان تمام لوگوں کی تعداد کے برابر بھی نیکیاں لکھتا ہے کہ جنھوں نے تقیہ کو ترک کیا ان میں سے کمتر نیکی اتنی ہے کہ اگر اس کے سامنے سو سال

کے گناہ بھی آ جائیں تو وہ اس کے سبب بخشے جائیں گے اور تمہارے لیے بھی اس کے برابر نیکیاں ہیں کہ جسے تم نے یہ بتایا۔

ثقۃ الاسلام نے الکافی میں سہل بن زیاد سے روایت کی ہے کہ میں نے 255ھ ق میں ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا۔ اے میرے آقا علیہ السلام! ہمارے ساتھیوں میں توحید کے مسئلہ میں اختلاف ہو گیا ہے ان میں سے کچھ اس عقیدہ کے قائل ہیں کہ وہ جسم ہے اور ان میں سے کچھ کا عقیدہ ہے کہ وہ صورت رکھتا ہے۔ اے میرے آقا علیہ السلام! اگر آپ علیہ السلام مناسب سمجھیں تو مجھے وہ چیز تعلیم فرماویں کہ جس پر میں عقیدہ بنا سکوں اور اس سے تجاوز نہ کروں۔ اور میں آپ علیہ السلام کے فرمان کے مطابق عبادت گزاروں میں ہو جاؤں۔"

تو امام علیہ السلام نے مجھے خود اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمایا "تو نے توحید کے بارے میں سوال کیا ہے، اللہ واحد یکتا ہے، نہ اس نے کسی کو جنا ہے اور نہ ہی کسی نے اسے جنا ہے اور کوئی ایک بھی اس کا ہمسر نہ ہے۔ وہ خالق ہے، مخلوق نہیں ہے۔ وہ اجسام وغیرہ میں سے جس کو چاہے خلق فرما سکتا ہے، مگر خود جسم نہیں ہے۔ وہ جیسی چاہے صورت بنا سکتا ہے مگر خود صورت نہیں رکھتا ہے۔ اس کی تعریف بلند ہے، اس کے اسماء پاک ہیں، اس کی شبیہہ وہ خود ہے، اس کا غیر نہیں ہے، اس کی مثال کوئی چیز نہیں ہے وہ ہمیشہ سننے اور دیکھنے والا ہے۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں محمد بن ابی عبداللہ سے، اس نے علی بن ابی القاسم سے، اس نے یعقوب بن اسحق سے روایت کی ہے کہ میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور آپ علیہ السلام سے سوال عرض کیا کہ ایک بندہ اپنے رب کی عبادت کیسے کریں جبکہ وہ اسے دیکھ نہیں رہا ہوتا ہے تو امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا۔ اے ابو یوسف! میرے آقا، میرا مولا اور مجھ پر اور میرے آباؤ اجداد علیہم السلام پر اپنی نعمتوں کا نزول کرنے والا اس سے بلند تر ہے کہ وہ دکھائی دے۔

میں نے آپ علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا تھا؟" تو امام علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا "اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو ان حضرت علیہ السلام کے دل میں اپنے نور عظمت کے ذریعے جتنا چاہا دیدار کروایا۔

اسی حدیث کو صدوق نے کتاب التوحید میں علی بن احمد بن محمد بن عمران دقاق سے، اس نے محمد بن ابی عبداللہ الکوفی سے اور اس سے پہلے احمد بن محمد بن یحییٰ العطار سے، اس نے اپنے باپ سے، اس نے سہل بن زیاد سے ایسے ہی روایت کیا ہے۔

شیخ حسن بن سلیمان بن محمد الحلی نے منتخب البصائر میں ابو جعفر محمد بن علی شلمغانی کی کتاب سے، اس نے اپنی اسناد کے ساتھ ابو ہاشم سے روایت کی ہے کہ میں ابو محمد عسکری علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا کہ محمد بن صالح الارمنی نے امام علیہ السلام سے اللہ عزوجل کے فرمان "اور جب تمہارے ربّ نے بنی آدم علیہ السلام سے ان کی صلبوں میں موجود ذروں سے وعدہ لیا اور ان لوگوں کو خود ان پر گواہ بنایا کہ کیا میں تمہارا ربّ نہیں ہوں تو انہوں نے کہا ضرور ہم اپنی جانوں پر گواہی دیتے ہیں" کے بارے میں سوال کیا تو ابو محمد علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "معرفت ثابت ہوگئی مگر وہ میدان

محشر کو بھول گئے اور عنقریب وہ اس کا انکار کر دیں گے۔ اگر وہ حلف نہ ہوتا تو کوئی ایک بھی اپنے خالق اور اپنے ایک کا ادراک نہ رکھتا ہوتا۔

علی بن عیسیٰ الاربلی نے کشف الغمة میں حافظ عبدالعزیز جنابذی سے، اس نے اپنے استاد سے روایت کی ہے کہ قاضی ابو عبداللہ الحسین بن علی بن ہارون الغبی نے لکھا ہے کہ میں نے اپنے والد کی تحریر میں لکھا پایا کہ ہمیں بیان کیا جعفر بن محمد بن حمزہ علوی نے کہ میں نے ابو محمد حسن بن علی بن محمد بن الرضا علیہ السلام کی خدمت میں خط لکھا اور میں نے آپ علیہ السلام سے سوال کیا کہ کیا وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزہ واجب کیا؟" تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تا کہ ثروت مند بھوک کا سامنا کرے اور تنگدستوں سے اچھا سلوک کرے۔

صدوق نے معانی الاخبار میں محمد بن قاسم الاستر آبادی سے کہ جو ابو الحسن جرجانی المفسر کے نام سے معروف تھا۔ اس نے کہا مجھے بیان کیا ابو یعقوب یوسف بن محمد بن زیاد نے اور ابو الحسن علی بن محمد بن سیار سے، ان دونوں نے اپنے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ امام حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام نے ارشاد فرمایا "قریش اور یہود نے قرآن کو جھٹلایا اور ان لوگوں نے کہا "اس میں واضح جادو بولتا ہے" تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ال م ذلک الکتاب یعنی اے محمد ﷺ یہ کتاب کہ جسے ہم نے آپ ﷺ پر نازل کیا وہ ان حروف مقطعات کا مجموعہ ہے کہ جن میں سے الف، لام، اور میم بھی ہیں۔ انہی کے ذریعے تم لوگوں کو تبلیغ کی گئی ہے اور تم بھی حروف الھجاء بول سکتے ہو۔ پس اگر تم سچے ہو تو اس جیسا لاؤ۔ اور اس معاملے میں اپنے تمام گواہوں کی بھی مدد لے لو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ وہ لوگ اس پر طاقت ہی نہیں رکھتے۔

اپنے اس فرمان کے ذریعے کہہ دیجئے اگر جنات اور انسان اس بات پر جمع ہو جایں وہ اس قرآن جیسا (کلام) لائیں تو وہ ایسا نہیں لا سکتے گرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ بن جائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا "ال م یہ وہ قرآن ہے جسکا افتتاح ال م سے کیا گیا ہے۔ یہ وہی کتاب ہے کہ جس کے بارے میں موسیٰ علیہ السلام اور ان کے مابعد انبیاء علیہم السلام نے خوشخبری دی تھی۔ پس ان حضرات علیہم السلام نے بنی اسرائیل کو خبر دی کہ اے محمدﷺ! میں عنقریب آپ علیہ السلام پر غلبہ والی عربی کتاب نازل کروں گا کہ جس پر باطل نہ سامنے سے اثر انداز ہو سکے گا اور نہ ہی پیچھے سے۔ وہ خالص تنزیل ہو گی۔ حکیم و حمید رب کی طرف سے کہ جس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ نزدیک ظاہر ہو کر رہے گی۔

جیسا کہ ان کے انبیاء علیہم السلام نے انہیں خبر دی تھی کہ محمد ﷺ پر ایسی کتاب نازل ہوگی کہ جسے باطل نہ مٹا پائے گا کہ جس کی تلاوت وہ حضرت ﷺ اور ان حضرت ﷺ کی امت اپنے تمام احوال میں اس کی تلاوت جاری رکھیں گے۔ وہ متقین کیلئے واضح ہدایت ہوگی۔ ہمہ قسمی گمراہی کے مقابلے میں ان لوگوں کیلئے جو ہمیشہ باقی رہنے والے معاملات کے مقابلے میں تقویٰ سے کام لیتے ہوں گے اور اپنی بے وقوفی کو اپنے نفوس پر تسلط نہ دیتے ہوں گے۔ یہاں تک کہ جب انہیں معلوم ہو کہ ان پر علم واجب ہے تو وہ ایسا علم حاصل کرتے ہیں کہ جس سے وہ اپنے ربّ تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکیں۔

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اور امام صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "پھر الف تمہارے بولے گئے لفظ اللہ کے حروف میں سے ایک حرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے تمہاری راہنمائی تمہارے ہی لفظ اللہ کی طرف فرمائی ہے اور تمہارے لام کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمہارے الفاظ الملک العظیم القاہر

للخلق اجمعین کی طرف راہنمائی فرمائی ہے اور میم کے ذریعے اس کتاب پر کہ وہ اپنے تمام افعال میں مجید و محمود ہے اور اس نے اپنے اس قول کے ذریعے قوم یہود پر حجت تمام فرمائی ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام اور ان حضرت علیہ السلام کے بعد والے انبیاء علیہم السلام کو بنی اسرائیل میں مبعوث فرمایا تو انہوں نے بنی اسرائیل کے ہر گروہ سے عہد و میثاق لیا کہ وہ امی و عربی محمد ﷺ پر کہ جو مکہ میں مبعوث ہوگا ایمان لائیں گے کہ وہ حضرت علیہ السلام مدینہ کی طرف ہجرت کریں گے اور وہ حروف مقطعات والی کتاب لائیں گے۔

اللہ بعض سورۃ ہائے مبارکہ کے افتتاحیے حفظ کروائے کہ وہ اسے قیام و قعود اور چلتے ہونے کی حالت میں تلاوت کرتے ہیں اور ہر حال میں کہ اللہ عزوجل نے ان کا حفظ ان پر آسان فرمایا ہے اور وہ لوگ حضرت محمد ﷺ کے ہمراہ ان حضرت ﷺ کے بھائی اور وصی علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ساتھ متصل کرتے ہیں کہ جب حضرت علیہ السلام نے آپ ﷺ سے وہ علوم سیکھے کہ جو آپ ﷺ کو اللہ نے تعلیم فرمائے ہیں اور ہر اس فضیلت کو رکھنے والے ہیں کہ جو اللہ نے آپ ﷺ پر نازل فرمائی۔ جو ہر اس کو ذلیل کرنے والے ہیں کہ جو محمد ﷺ سے عداوت رکھتا ہو اپنی اس تلوار کے ذریعے کہ جو صفایا کرنے والے ہے اور ہر اس کو پچھاڑنے والے ہیں کہ جو آپ ﷺ کے مقابلے میں آئے اور اپنے دشمن کو اپنی قاہری دلیل کے ساتھ زیر کرنے والے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تنزیل پر اللہ کے بندوں سے اس وقت تک جنگ کرنے والے ہیں کہ جب تک وہ اپنی مرضی سے یا مجبوری سے اس کو قبول نہ کر لیں۔

پھر جب محمد ﷺ اللہ عزوجل کے رضوان کی جانب چلے گئے تو اکثر مطیع مرتد ہو گئے۔ صرف واضح ایمان والوں نے آپ ﷺ کی اطاعت کی۔ لوگوں نے قرآن کی تاویلات میں تحریف کی، اس کے معانی تبدیل کر ڈالے اور اس کے حقیقی چہرے کو مسخ کرنے کی مکمل کوشش کی تو علی علیہ السلام نے ان لوگوں کی قرآن کی تاویل پر جنگ کی۔ یہاں تک کہ ابلیس دھوکے باز لعنی ان کا سرغنہ بن گیا تھا۔ اس نے نقصان اٹھایا، ذلیل ہوا، پھٹکارا گیا اور زنجیروں میں جکڑا گیا۔

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ کی مکہ میں مخالفت ہونے لگی تو آپ ﷺ کو مکہ سے مدینہ پہنچایا مگر وہاں بھی آپ ﷺ کی مخالفت ہوئی تو آپ ﷺ پر کتاب نازل فرمائی اور سب سے بڑی سورۃ مبارکہ کی ابتداء میں ال م کو نازل فرمایا یعنی ال م ذلک الکتاب اور یہ ہی وہ کتاب ہے کہ جس کی خبر میں نے اپنے انبیاء علیہم السلام ما سلف کو دی تھی کہ عنقریب اے محمد ﷺ! میں اسے آپ ﷺ پر نازل کروں گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے جیسا اپنے انبیاء علیہم السلام کو خبر دی تھی۔ ویسا ہی ظاہر فرمایا کہ محمد ﷺ پر ایسی مبارک کتاب نازل ہوگی کہ جسے باطل نہ مٹا پائے گا۔ وہ حضرت ﷺ اور ان کی امت اس کتاب کو تمام احوال میں تلاوت کرے گی۔ پھر یہودی ایک جہت سے اس میں تحریف کرنے کی کوشش کریں گے اور اس کی غلط تاویل میں مشغول ہوں گے وہ لوگ اس علم تک اپنی رسائی ثابت کرنے پر تل گئے کہ جو علم اللہ نے ان کو دیا ہی نہ تھا کہ اس امت کی مدت کتنی ہے اور یہ دین کتنی مدت تک ان لوگوں پر حکومت کرے گا۔ ان میں سے ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ ﷺ نے علی علیہ السلام کو ان سے گفتگو کرنے کیلئے مقرر فرمایا۔ تو ان میں سے کہنے والے نے کہا "اگر جو محمد ﷺ کہتے ہیں حق ہے تو ہم تم لوگوں کو اس کی امت کی بادشاہت کی مقدار بتاتے ہیں وہ اکہتر سال ہے۔ الف ایک، لام تیس، اور میم چالیس ہوتے ہیں۔

تو علی علیه السلام نے ارشاد فرمایا "تم لوگ الٓمٓصٓ کا کیا کرو گے که وہ بھی تو آپ ﷺ پر نازل ہوئی ہیں۔ تو ان لوگوں نے کہا "یه ایک سو اکسٹھ سال بنتے ہیں۔ امام علیه السلام نے فرمایا "اس کا کیا کرو گے که جو الٓرٓ" آپ ﷺ پر نازل ہوئے ہیں؟" ان لوگوں نے کہا "یه اس سے زیادہ ہوئے۔ دو سو تیس سال۔ علی علیه السلام نے فرمایا تو تم لوگ الٓمٓرٓ کا کیا کرو گے که جو آپ ﷺ پر نازل ہوئے ہیں؟" ان لوگوں نے کہا "دو سو اکہتر سال" ہوتے ہیں" تو علی علیه السلام نے فرمایا "ان میں سے کوئی ایک آپ ﷺ کیلئے ہے یا تمام کا مجموعه؟" تو ان کی باتوں میں گڑ بڑی پیدا ہوئی اور ان میں سے کچھ نے کہا"ان میں سے ایک مجموعه ہے؟" اور کچھ نے کہا "بلکه تمام کا مجموعه ہے اور وہ سات سو چار سال بنتے ہیں۔ پھر بادشاہت ہم یعنی یہود کی طرف پلٹ آئے گی۔

تو علی علیه السلام نے ارشاد فرمایا"کیا اللہ کی کتاب میں سے کوئی کتاب یه کہتی ہے یا تمہاری آراء اس بات پر راہنمائی کرتی ہیں؟" تو ان میں سے کچھ نے کہا "اللہ کی کتاب ایسا کہتی ہے" اور دوسروں نے کہا "بلکه ہماری آراء اس په راہنمائی کرتی ہیں۔

تو علی علیه السلام نے فرمایا "تو ٹھیک ہے تم لوگ اللہ کی نازل کردہ کتابوں میں سے وہ دکھاؤ که جو تم کہتے ہو" مگر وہ لوگ ایسا نه کر سکے تب امام علیه السلام نے دوسروں سے فرمایا که جو تم کہتے ہو، مگر وہ لوگ ایسا نه کر سکے تب امام علیه السلام نے دوسروں سے فرمایا "تم لوگ اس رائے کے درست ہونے پر دلیل دو۔ تو ان لوگوں نے کہا "ہماری رائے کے درست ہونے پر دلیل یه ہے که یه جمل کا حساب ہے۔

امام علی علیه السلام نے فرمایا "اس کے ذریعے تم لوگ اپنے قول پر دلیل کیسے قائم کر سکتے ہو جبکه ان حروف میں چیزوں کا بیان نہیں ہے۔ تم کیا سمجھتے ہو اگر تمہیں کہا جائے که یه حروف حضرت محمد ﷺ کی امت کی بادشاہت پر دلالت نہیں کرتے بلکه تم میں سے ہر ایک پر ان عدد کے حساب سے لعنت کی گئی ہے یا تم میں سے اور ہم میں سے ہر ایک کیلئے اس عدد کے مطابق درہم یا دینار ہیں یا تم میں سے ہر ایک پر اس عدد کے حساب سے قرض ہے۔

تو ان لوگوں نے کہا "اے ابو الحسن علیه السلام! آپ علیه السلام نے جتنی چیزوں کا ذکر کیا ہے ان میں سے کسی چیز پر الم، المص، الر، المر میں کوئی نص نه ہے۔

تو علی علیه السلام نے ارشاد فرمایا "جب اس میں سے کوئی چیز که جو تمہیں ذکر کی گئی ہے کی نص الٓمٓ، الٓمٓصٓ، الٓرٓ، الٓمٓرٓ میں موجود نه ہے تو ہمارا قول باطل ہوا تو ہم کیوں نہیں کہه سکت که تمہارا قول بھی باطل ہوا۔

تو ان میں سے جو خطیب اور ترجمان تھا اس نے کہا "اے علی علیه السلام! آپ علیه السلام خوش نه ہوں که آپ علیه السلام نے ہمیں حجت قائم کرنے سے عاجز کر دیا۔ اس پر که جس کے قول کا ہم نے دعویٰ کیا تھا۔ تب آپ علیه السلام کے دعویٰ پر بھی ہمارے عاجز ہونے کے علاوہ کوئی دلیل نه ہے۔ تب تو نتیجه یه نکلا که نه ہمارے دعوے پر ہمارے پاس کوئی حجت ہے اور نه ہی تم لوگوں کے پاس تمہارے دعوے کی حجت و دلیل ہے۔

تو علی علیه السلام نے ارشاد فرمایا "نہیں برابر نہیں بلکه ہمارے پاس یه واضح معجزہ حجت و دلیل ہے۔" پھر امام علیه السلام نے یہودیوں کے اونٹوں کو پکار کر فرمایا "اے اونٹو! تم محمد ﷺ اور ان حضرت ﷺ کے وصی علیه السلام کی گواہی دو۔ تو تمام اونٹوں نے یک زبان جواب دیا۔ اے محمد ﷺ کے وصی علیه السلام، آپ علیه السلام سچ فرماتے ہیں جبکه وہ یہود جھوٹے ہیں۔

تو علی علیه السلام نے فرمایا ''یه ایک قسم کی گواہی ہے۔ اے یہودیوں کے کپڑو که جو انہوں نے پہن رکھے ہیں تم سب حضرت محمد ﷺ اور ان حضرت ﷺ کے وصی علیه السلام کے حق میں گواہی دو۔ تو ان لوگوں کے کپڑے تمام کے تمام یک زبان ہو کر بولے۔ اے علی علیه السلام! آپ علیه السلام سچے ہیں۔ آپ علیه السلام سچے ہیں۔ ہم گواہی دیتے ہیں حضرت محمد ﷺ الله کے حقیقی رسول ﷺ اور آپ علیه السلام بے شک حضرت محمد ﷺ کے حقیقی وصی علیه السلام ہیں۔ محمد ﷺ نے جہاں جہاں بھی کرامت کا قدم رکھا آپ علیه السلام نے بھی ہو بہو اسی جگه کرامت کا قدم رکھا۔ پس آپ دونوں حضرات علیهما السلام الله تعالیٰ نے انوار میں سے سب سے اعلیٰ و اشرف نور کے ٹکڑے ہیں۔ که جنہیں الله تعالیٰ نے علیحدہ علیحدہ شناخت بخشی ہے اور آپ حضرات علیهما السلام فضائل میں برابر کے شریک ہیں۔ البته یه علیحدہ بات ہے که حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی علیه السلام نہیں ہے۔

اس وقت تمام یہودی سجدے میں گر پڑے اور اس نظارہ کے بعد ان میں سے کچھ رسول الله ﷺ پر ایمان لائے۔ یه ہے الله کے اس فرمان کی تفسیر که اس میں کوئی شک نہیں ہے اور یه که ویسا ہی ہے که جیسا حضرت محمد ﷺ اور حضرت محمد ﷺ کے وصی علیه السلام نے حضرت محمد ﷺ کے فرمان کے بارے میں فرمایا اور جوعالمین کے رب کے فرمان کے بارے میں فرمایا ہے۔

پھر فرمایا۔ یه کتاب حضرت محمد ﷺ اور حضرت علی علیه السلام کے شیعوں کیلئے واضح ہدایت اور ان میں متقیوں کیلئے شفاء ہے که وہ ہمه قسمی کفر کو ترک کر کے متقی رہتے ہیں وہ بڑے گروہوں سے دور رہ کر ان سے منه موڑ لیتے ہیں۔ وہ که جو الله تعالیٰ کے اسرار اور اس کے ذکی بندوں علیهم السلام کے اسرار اور محمد ﷺ کے بعد اوصیاء علیهم السلام کے اسرار کو ظاہر کرنے سے بچتے ہیں اور انہیں پوشیدہ ہی رکھتے ہیں۔ وہ علوم کو ان کے مستحق افراد سے چھپانے سے باز رہتے ہیں اور ان میں ایسے علوم نشر کرتے ہیں۔

اور یہی حدیث تفسیر امام علیه السلام میں انہی اسناد کے ساتھ موجود ہے۔

صدوق نے معانی الاخبار میں گزشته اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے که الله تعالیٰ کے فرمان "اهدنا الصراط المستقیم" کی تفسیر میں امام حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیهم السلام نے ارشاد فرمایا اس کا مطلب ہے ہمیں اپنی دی گئی توفیق کو که جس کے ذریعے ہم نے ماضی میں تیری اطاعت کی ہمیشگی عطا فرما دی تا که ہم مستقبل میں بھی تیری اسی طرح اطاعت کر سکیں اور صراط مستقیم سے مراد وہ صراط ہیں ایک دنیاوی صراط اور اخروی صراط۔

اور جہاں تک دنیاوی صراط کا تعلق ہے وہ ایسی صراط ہے که جو غلو سے نیچے اور تقصیر سے اوپر ہے اور راہِ حق پر مستقیم رہنا که وہ باطل چیزوں کی طرف نه جائے۔ اور جہاں تک اخروی طریق یا صراط

کا تعلق ہے تو مومنین کا جنت کی طرف راستہ ہے کہ جو سیدھا جنت جاتا ہے اور وہ اس کے ذریعے جنت کی بجائے جہنم نہیں پہنچ سکتے اور نہ ہی جہنم کے علاوہ جنت کی بجائے جا سکتے ہیں۔

اور فرمایا "حضرت جعفر بن محمد الصادق علیه السلام نے اللہ عزوجل کے فرمان اهدنا الصراط المستقیم کی تفسیر میں ارشاد فرمایا۔ اس مراد کہتا ہے ہمیں صراط مستقیم کی طرف ہدایت فرما اور ہمیں اس راستے کو ہمیشہ پکڑے رکھنے کی ہدایت فرمای کہ جو تیری محبت کا راستہ ہے اور تیرے دین تک پہنچانے والا ہے اور اس چیز سے مانع ہے کہ ہم اپنی خواہشات کی اتباع کریں کہ جس کے نتیجے میں عذاب کا شکار ہوں اور ہم اپنی آراء سے دین بنائیں اور ہلاک ہو جائیں۔

پھر ارشاد فرمایا "یقینا جس نے اپنی خواہشات کی پیروی کی اور فقط اپنی رائے کو ہی پسند فرمایا اس کی مثال اس شخص جیسی ہے کہ جس کے بارے میں میں نے سنا ہے کہ مخالفین کے فضول لوگ اس کی تعظیم و توصیف کرتے ہیں تو میں نے چاہا کہ میں اس کو اس طرح دیکھوں کہ وہ مجھے پہچان ہی نہ سکے تا کہ میں اس کے مقام و منزلت کا اندازہ کر سکوں۔ میں نے دیکھا کہ فضول لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے اسے گھیر رکھا تھا۔ پس میں دور نقاب لگا کر اسے اور ان تمام لوگوں کو دیکھنے لگا۔وہ ان لوگوں کو دھوکہ دیتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے انہیں وہیں چھوڑ کر کوئی اور راستہ پکڑ لیا۔ پس تمام لوگ فوراً اپنی اپنی حاجات کی برآوری کیلئے نکل گئے۔ میں اس کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ ایک نان فروش کے پاس سے گزرا تو اس نے اسے غافل کر کے اس کی دکان سے دو روٹیاں چوری کر لیں۔ مجھے اس پر بہت تعجب ہوا۔ میں نے سوچا ہو سکتا ہے کہ اس کا اس کے ساتھ کوئی معاملہ ہو۔ پھر وہ اس کے بعد ایک پھل فروش کے پاس سے گزرا تو اسے بھی غافل کر کے دو عدد انار چوری کر لیے تو مجھے بہت تعجب ہوا۔ میں نے پھر بھی سوچا ہو سکتا ہے کہ اس کا اس سے کوئی معاملہ ہو۔ پھر میں نے کہا۔ مگر اس کے ذریعے اسے چوری کرنے کا حق تو نہیں ملتا۔ پھر میں اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ ایک مریض کے پاس پہنچا اور وہ دونوں روٹیاں اور انار اس کے سامنے رکھ دیا اور خود چلتا بنا۔ میں اس کے پیچھے گیا یہاں تک کہ اسے ایک صحرائی خطے میں اسے آ لیا اور میں نے اس سے کہا۔ اے اللہ کے بندے میں نے تیری تعریف سنی تو تیری ملاقات کی خواہش ہوئی۔ میں تیری ملاقات کیلئے آیا مگر تجھ میں چند ایسی چیزیں دیکھی ہیں جس سے میرے دل میں تیرے خلاف خیالات آئے ہیں۔ میں تم سے اس بارے میں سوال کرتا ہوں تا کہ وہ میرے دلی خیالات محو ہو سکیں۔ اس نے کہا "وہ کیا ہے؟" میں نے کہا "میں نے دیکھا تو نان فروش کے قریب سے گزرا تو تم نے اس سے دو روٹیاں چوری کیں، پھر پھل فروش کے ہاں سے گزرا اور اس سے دو انار چوری کیے۔ اس نے کہا "ہر چیز سے پہلے مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو؟"

میں نے کہا "میں اولادِ آدم علیه السلام میں سے، امت محمد ﷺ کا ایک فرد ہوں۔ اس نے کہا "مجھے بتاؤ کہ تم کہاں سے ہو؟" میں نے کہا "میں اہل بیت علیہم السلام رسول اللہ ﷺ میں سے ہوں۔ اس نے کہا"کس شہر سے؟؟" میں نے کہا"مدینہ سے" اس نے کہا 'یقینا تم جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام ہو؟" میں نے کہا "جی بالکل" تو اس نے مجھے کہا "تمہاری خاندانی فضیلت (نعوذ باللہ) تمہاری جہالت کے سبب کوئی فائدہ نہ دے گی۔ تم نے اپنے جد امجد رسول اللہ ﷺ اور اپنے بابا بزرگوار علیه السلام کا علم ترک کر دیا ہے اسی وجہ سے تمہیں یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ کونسا کام اچھا ہے اور اس کے کرنے والے کی تعریف کرنی چاہیے۔

میں نے کہا "وہ کس کو؟" اس نے کہا "اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن کو بھلا دیا ہے۔" میں نے پوچھا۔ "قرآن میں سے کس چیز سے میں جاہل ہوں؟" اس نے کہا "اللہ تعالیٰ کے فرمان "جو بھی ایک نیکی لایا اس کیلئے اس کا دس گنا اجر ہوگا اور جو برائی لائے گا اس کے اس سے زیادہ سزا نہ دی جائے گی۔ میں نے جب دو روٹیاں چوری کیں تو وہ دو برائیاں ہوئیں اور جب میں نے دو انار چوری کیے تو ان کی بھی دو برائیاں ہوئیں۔ پس یوں کل چار برائیاں ہوئیں اور جب میں نے ان میں سے ہر ایک کو صدقہ کر دیا تو اس کے بدلے میرے لیے چالیس نیکیاں ہوئیں۔ چالیس نیکیوں میں سے میری چار برائیاں کم ہوئیں تو میرے لیے چھتیس نیکیاں باقی رہ گئیں۔

تو میں نے کہا "تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے تو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں معاملے میں جاہل ہے۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "بے شک اللہ تعالیٰ فقط متقی لوگوں سے ہی قبول فرماتا ہے" بے شک جب تو نے دو روٹیاں چرائیں تو دو برائیاں ہوئیں اور جب تو نے دو انار چرائے تو وہ بھی دو برائیاں ہوئیں اور جب تو نے وہ چیزیں اس کے مالک کی اجازت کے بغیر کسی اور کو دیں تو تیری چار برائیوں میں سے چار برائیوں کا اضافہ ہوا نہ کہ چار برائیوں کے بدلے چالیس نیکیاں ملیں۔ پس وہ مجھے دیکھتا رہ گیا اور میں اسے اسی حالت میں چھوڑ کر واپس چلا گیا۔

امام صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "ایسی قبیح اور ناپسندیدہ تاویل کرنے والے بھی گمراہ ہوتے ہیں ا ور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اور جب عمار رضی اللہ عنہ بن یاسر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو معاویہ نے بھی ایسی ہی تاویل کی تھی کہ خلق خدا کے اعضاء کانپ کر رہ گئے۔ لوگوں نے کہا "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا۔ عمار رضی اللہ عنہ کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا" تو عمرو لعنۃ اللہ علیہ معاویہ لعنۃ اللہ کے پاس گیا اور اس نے کہا "اے امیر شام! لوگوں میں ہیجان پیدا ہو گیا اور وہ بہت مضطرب ہیں" اس نے کہا "وہ کیوں؟" اس نے کہا"عمار رضی اللہ عنہ کے قتل ہونے میں کیا بات ہے؟" اس نے کہا "کیا رسول اللہ ﷺ نے نہیں فرمایا تھا کہ عمار رضی اللہ عنہ کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا؟" تو معاویہ لعنۃ نے اس سے کہا"تم خود ہی بتاؤ کہ کیا ہم نے اسے قتل کیا ہے؟" بے شک اسے تو علی بن ابی طالب علیہ السلام نے قتل کیا ہے کیونکہ اسی حضرت علیہ السلام نے اس حضرت رضی اللہ عنہ کو ہمارے نیزوں کے آگے ڈالا۔ پس یوں اس کے قاتل علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہوئے" تو عمرو نے جواب دیا۔

اس طرح تو حمزہ علیہ السلام کو رسول اللہ ﷺ نے قتل کیا کہ جو اسے مشرکین کے نیزوں کے درمیان اسے لائے" پھر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "توبہ ہے ان لوگوں کیلئے کہ جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "ہر دور میں یہ علم ایسے عادلوں کے پاس رہے گا کہ جو اس سے غالیوں کی تحریف، باطل پرستوں کی ملاوٹ اور جاہلوں کی تاویل سے پاک رکھیں گے۔

اور اسی کتاب ہی میں گزشتہ اسناد کے ساتھ اس نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "صراط الذین انعمت علیہم" کی تفسیر میں امام حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام نے ارشاد فرمایا "یعنی کہو ہمیں ان کے راستے کی ہدایت فرما کہ جن لوگوں پر تو اپنے دین اور انہیں اطاعت کی توفیق کی نعمت عطا فرمائی اور وہی وہ لوگ ہیں کہ جن کے بارے میں اللہ عزوجل نے فرمایا ہے "اور جو اطاعت کرے اللہ کی اور رسول اللہ ﷺ کی پس وہی تو ہیں کہ جو ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے کہ جن پر اللہ نے نعمت نازل فرمائی۔ نبیوں علیہم السلام،

صدیقین علیہم السلام، شہداء علیہم السلام اور صالحین علیہم السلام کے ہمراہ اور یہ کتنا خوبصورت ساتھ ہے۔

اور بعینہٖ تفسیر امیر المومنین علیہم السلام سے روایت کی گئی ہے۔ پھر ارشاد فرمایا ”ان لوگوں پر مال اور صحت بدن کی نعمتوں کو بھی نازل کیا گیا گرچہ ان میں سے ہر ایک نعمت ظاہر ہوتی ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ کبھی بھی کافر اور فاسق ہو گئے مگر تم نہیں پکارتے کہ تمہیں ان کے راستے کی راہنمائی نصیب ہو بے شک تمہیں تو اس دعا کا حکم دیا گیا ہے کہ تمہیں ان لوگوں کے راستے کی ہدایت نصیب ہو کہ جن پر اللہ تعالیٰ نے اللہ پر ایمان اور اس کے رسول ﷺ کی تصدیق اور حضرات محمد و آل محمد علیہم السلام کی ولایت اور آپ ﷺ کے نیکو کار چنیدہ اصحاب کی محبت کی نعمت عطا کی گئی اور اس خوبصورت تقیہ کی کہ جس کے ذریعے دشمن کے شبہ سے بچایا گیا اور اللہ کے دشمنوں کے گناہوں اور ان کے کفر کی پلیدگی سے دور کیا گیا۔ وہ ان میں گردش تو کرتے رہے مگر انہیں نقصان نہ پہنچا پائے نہ تو تمہیں اذیت دے پائیں اور نہ ہی دیگر مومنین کو۔ اور اس معرفت کی نعمت کہ مومنین بھائیوں کے حقوق کیا ہیں کیونکہ جو بھی غلام یا کنیز حضرات محمد و آل محمد علیہم السلام سے محبت کرتا ہے اور ان کے دشمنوں سے دشمنی رکھتا ہے گویا اس نے اللہ کے عذاب سے دور محفوظ قلعہ میں پناہ لی اور ایک مضبوط سہارا حاصل کر لیا اور جو بھی غلام یا کنیز اللہ کے بندوں کی مدارت کرے اور خوبصورت مدارت کرے کہ جس کے ذریعے نہ تو وہ کفر میں داخل ہو اور نہ ہی اس کے ذریعے حق کے باہر نکل جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہر سانس کو تسبیح قرار دیتا ہے اور اس کے عمل کو پاکیزہ بناتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے ہمارے راز کو پوشیدہ رکھنے کی بصیرت عطا فرماتا ہے اور اس پر اللہ کے دشمنوں کے غیض و غضب کے بدلے ایسا ثواب عطا فرماتا ہے کہ جو اس شہید کا ہوتا ہے کہ جو اللہ کی راہ میں اپنے خون میں تیرتا ہو۔ جو شخص بھی اپنے دینی بھائیوں کے حقوق پورے کرنے میں ہر ممکن سعی کرے اور ہر ممکن حد تک انہیں پورا کرے ان پر عفو و درگزر کے ذریعے راضی رہے اور ان کی غلطیوں پر انہیں سزا دینے سے دور رہے اور ان کی غلطیوں کو ان کیلئے معاف کر دے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس سے فرمائے گا۔ اے میرے بندے! تو نے اپنے دینی بھائیوں کے حقوق ادا کیے اور تو ان کو جو سزا دے سکتا تھا وہ بھی نہیں دی تو میں چشم پوشی اور سخاوت میں تم سے بڑھ کر سخی اور کریم ہوں۔ پس آج کے روز میں تم سے کیے گئے ہر وعدے کو پورا کرتا ہوں اور اپنے وسیع فضل کے ذریعے اس پر بھی اضافہ کرتا ہوں اور میرے حقوق میں سے جن بعض پر تجھ سے جو کوتاہی ہوئی ہے اس پر تمہیں کوئی سزا نہیں دیتا ہوں۔ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ پس اللہ تعالیٰ اسے حضرات محمد و آل محمد علیہ السلام سے ملحق فرمائے گا اور اس شخص کو ان حضرات علیہم السلام کے بہترین شیعوں میں فرمائے گا۔ (الخبر)

اور تفسیر امام علیہ السلام میں انہی تکراری اسناد کے ساتھ ابو یعقوب یوسف ابن محمد بن زیاد اور ابو الحسن علی بن محمد بن سیار سے ہی روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آل علیہم السلام کے محبوب اور موالیوں کا ایک گروہ جمع ہوا اور وہ حضرت حسن بن علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان لوگوں سے عرض کی۔ اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! ہمارا ایک ناصبی ہمسایہ ہے کہ جو ہمیں اذیت دیتا رہتا ہے اور ہمارے سامنے پہلے، دوسرے اور تیسرے ظالم بادشاہ کی امیر المومنین علیہ السلام پر فضیلت کی بھونڈی دلیلیں دیتا رہتا ہے اور بار بار دلیلیں دیتا رہتا ہے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ ان کا جواب کیا ہے۔ ہم اس صورت حال سے کیسے باہر نکلیں؟“

تو امام حسن عسکری علیه السلام نے ارشاد فرمایا "میں تمہاری طرف ایک ایسے شخص کو بھیجتا ہوں که اسے تم سے دور کرے گا اور اسے تمہارے سامنے ذلیل کرے گا۔ تب امام علیه السلام نے اپنے شاگردوں میں سے ایک شخص کو بلایا اور فرمایا۔ ان لوگوں کے ساتھ جاؤ اور جب یه لوگ جمع ہو کر بحث کرنے لگیں تو خاموشی سے سنو۔ جب وہ تم سے بولنے کو کہیں تو تب بولنا اور ان کے ساتھ بحث کرنے والے کو خاموش کرانا۔ اس کی عزت ختم کرنا اور اس کی گرمی کو ٹھنڈا کرنا اور اسکے پاس کسی دلیل کو باقی مت رہنے دینا۔ پس وہ شخص گیا اور اس جگه پہنچا۔ لوگ جمع ہو گئے۔ اس ناصبی شخص سے بحث کی تو اسے لاجواب کر کے رکھ دیا اور اس کی ایسی حالت بنا ڈالی کی اسے معلوم نه ہو سکتا تھا که میں آسمان میں ہوں، یا زمین پر ہوں۔ ان لوگوں نے روایت کی ہے که ہمیں اتنی خوشی اور سرور حاصل ہوا که جس کا اللہ کے علاوہ کوئی اندازہ ہی نہیں کر سکتا ہے اور اس ناصبی شخص پر اور اس کے حامیوں پر اتنا غم و ملال چھایا که جتنا ہمیں خوشی حاصل ہوئی تھی۔

پس جب ہم دوبارہ امام علیه السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام علیه السلام نے ہمیں فرمایا۔ اللہ کے اس دشمن کو شکست دینے والے نے آسمانوں میں بھی خوشی اور سرور پھیلا دیا ہے وہ تمہارے سامنے ہونے والی خوشی سے کہیں بڑھ کر ہے اور ابلیس اور شیطان کے چیلوں کے درمیان اس سے بڑھ کر غم و حزن طاری ہوا ہے که جو تمہارے سامنے والوں کو ہوا ہے۔ اس شکست دینے والے پر آسمانی فرشتوں نے درود بھیجا ہے اور اسی طرح حجاب الٰہی اور کرسی نے بھی درود بھیجا ہے که جسے اللہ تعالیٰ نے اجابت کے ذریعے قبول فرمایا ہے اور اس کو عزت بخشی ہے اور اسے ثوابِ عظیم عطا فرمایا ہے جبکه ان شکست خوردہ اللہ کے دشمنوں پر اللہ کے ملائکه علیہم السلام نے لعنت کی ہے جسے اللہ نے مقام اجابت عطا فرمایا ہے اور اس کے حساب کو شدید تر کیا ہے اور اس کے عذاب کو بھی طویل تر کیا ہے۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے گزشته اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے که ان دونوں سے ہی روایت کیا گیا ہے۔ ایک شب ہم حضرت امام حسن بن علی بن محمد علیه السلام کے در دولت پر حاضر تھے۔ اس وقت کا بادشاہ آپ علیه السلام کا بہت احترام کیا کرتا تھا اور اس کے جا نشین ہمیشه آپ علیه السلام کی رضا چاہتے تھے۔ پلوں کے پاس ہمارے قریب سے شہر کا حاکم گزرا تو اس کے ہمراہ ایک بندھا ہوا شخص بھی تھا۔ امام حسن بن علی علیه السلام وہاں پر تشریف فرما تھے۔ جب حاکم نے آپ علیه السلام کو دیکھا تو اپنی سواری سے اتر آیا اور آپ علیه السلام کی از حد تعظیم بجا لایا تو امام علیه السلام نے اس سے فرمایا۔ تم واپس سوار ہو جاؤ تو وہ سوار ہوگیا مگر از حد مؤدب تھا۔ اس نے عرض کی۔ "اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیه السلام! میں نے اسے آج رات ایک زرگر کی دکان کے قریب سے گرفتار کیا ہے۔ میں نے اس پر الزام لگایا ہے که یه اس دکان میں نقب لگا کر چوری کرنا چاہتا تھا۔ پس میں نے اسے گرفتار کر لیا جب میں نے اسے پانچ سو کوڑے لگانے کا حکم دینے لگا "یه میں ملزمان کے خلاف ایک حربے کے طور پر استعمال کرتا ہوں تا که وہ میرے سامنے اپنے تمام گناہوں کا اقرار کریں" اس نے مجھ سے اس بارے میں ایک سوال کیا که جس کا جواب میرے بس میں نه تھا۔ اس نے مجھ سے کہا "اللہ کے غضب سے ڈرو اور میرے معاملے میں اللہ کی ناراضگی مول مت لو که میں علی ابن ابی طالب علیه السلام کے شیعوں میں سے ہوں اور اللہ کے امر قائم کرنے والے اس امام علیه السلام کے شیعوں میں سے ہوں۔ میں نے اسے باندھ لیا اور اسے کہا که میں تمہیں اس امام علیه السلام کے پاس لے جاتا ہوں۔ اگر ان حضرت علیه السلام نے بطور شیعه تیرا تعارف فرما دیا تو میں تمہیں چھوڑ دوں گا اور بصورتِ دیگر میں تمہیں ایک ہزار کوڑے لگانے کے بعد تیرا ایک ہاتھ اور ایک

پاؤں قلم کر ڈالوں گا اور اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! میں اس شخص کو آپ علیہ السلام کے پاس لایا ہوں۔ کیا یہ اپنے دعوے کے مطابق علی علیہ السلام کے شیعوں میں سے ہے؟"

تو امام حسن بن علی العسکری علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "معاذ اللہ! یہ علی علیہ السلام کے شیعوں میں سے نہیں ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اسے تمہارے ہاتھوں مصیبت میں مبتلا فقط اسی لیے کیا ہے کہ اپنے بارے میں عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ علی علیہ السلام کے شیعوں میں سے ہے۔ اس وقت حاکم نے کہا"بس آپ علیہ السلام نے میری مشکل حل فرما دی ہے۔ اب میں اسے پانچ سو کوڑے لگا سکتا ہوں کہ مجھے اس میں کوئی قباحت نظرنہیں آتی ہے جب وہ اسے دور لے گیا تو اس نے کہا "اسے باندھو" تو سپاہیوں نے اسے باندھ دیا۔ اس نے اس پر دو جلاد مقرر کیے۔ ایک دائیں طرف اور ایک بائیں طرف اور اس نے کہا۔ اسے درد کا مزہ چکھاؤ۔ وہ دونوں اس کی طرف بڑھے اور اپنی تمام تر کوشش کی مگر وہ اس کی پیٹھ تک کوئی چیز پہنچانے میں ناکام رہے بلکہ وہ کوڑے زمین پر پڑنے لگے۔ اس بات سے وہ ان دونوں جلادوں پر دھاڑا۔ ہلاکت ہو تم پر، تم زمین پر مار رہے ہو اس کی پشت پر مارو۔" پس وہ اس کی پشت پر مارنے لگے مگر ان کے ہاتھ گھوم جاتے تھے اور وہ ایک دوسرے کو مارنے لگے اور مار ے دردکے چیخ و پکار کرنے لگے۔ تو اس حاکم نے چیخ کر کہا "ہلاکت ہو تم پر! کیا تم دونوں پاگل ہو گئے ہو کہ ایک دوسرے کو مارنے لگے ہو۔ اس شخص کو مارو۔ ان دونوں نے کہا "ہم اس شخص ہی کو مارتے ہیں اس کے علاوہ کہیں نہیں مارنا چاہتے۔ مگر ہمارے ہاتھ پھر جاتے ہیں یہاں تک کہ ہم ایک دوسرے کو مارنے لگتے ہیں۔ تو اس نے پکارا۔ اے فلاں! اے فلاں! یہاں تک کہ اس نے چار اور افراد کو بلایا اور اب وہ چھ ہو گئے تو اس نے کہا "اسے گھیر لو اور اس کی پشت کو اوپر کرو اور کوڑے مارو۔ مگر اس وقت کوڑے سیدھے حاکم پر پڑنے لگے تب وہ گھوڑے سے اتر پڑا اور اس نے کہا "اللہ تم لوگوں کو مارے تم لوگوں نے مجھے مار ڈالا ہے" تو ان لوگوں نے کہا۔ ہم تو فقط اسے ہی مارتے ہیں۔ پھر اس نے دیگر لوگوں کو کہا "آگے آؤ اور اسے مارو۔ پس وہ آئے اور ان لوگوں نے اسے مارنے کی کوشش کی مگر وہ بھی اسے مارنے لگے تو اس نے کہا "ہلاکت ہو تم پر تم مجھے مار رہے ہو" انہوں نے کہا"نہیں! اللہ کی قسم! ہم تو فقط اسی شخص ہی کو مارتے ہیں۔ اس وقت حاکم نے کہا "اگر تم اسے مارتے ہو تو پھر میرے منہ، سر اور بدن پر کیسے کوڑے پڑتے ہیں۔ جبکہ تم تو مجھے مارتے ہی نہیں ہو؟" تو ان لوگوں نے کہا "اگر ہم تمہیں مارنے کا ارادہ کرتے ہوں تو ہمارے ایمان غارت ہو جائیں" اس وقت اس شخص نے حاکم سے کہا"اے اللہ کے بندے! کیا تم ان چیزوں کے بعد بھی مجھے مارنے پر تلے ہو، ہلاکت ہو تم پر، تم مجھے امام علیہ السلام کی خدمت میں لے جاؤ اور میرے بارے میں ان حضرت علیہ السلام کے حکم پر عمل کرو۔ پس اس کے بعد وہ حاکم اس شخص کو دوبارہ امام حسن بن علی العسکری علیہ السلام کی خدمت میں لایا۔ اور اس نے عرض کی۔ اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! عجیب بات ہے کہ آپ علیہ السلام نے اس شخص کے بارے میں انکار فرمایا ہے کہ یہ آپ حضرات علیہم السلام کے شیعوں میں سے ہے اور جو آپ حضرات علیہم السلام کے شیعوں میں سے نہ ہو وہ ابلیس کے شیعوں میں سے ہوتا ہے اور وہ جہنمی ہوتا ہے۔ میں نے اس سے وہ معجزات دیکھے ہیں کہ جو انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی سے صادر نہیں ہو سکتے ہیں۔

تو امام حسن بن علی علیہ السلام نے حاکم سے فرمایا "اے اللہ کے بندے! یہ بندہ فقط اپنے اس دعوے میں جھوٹا ہے کہ وہ ہمارے شیعوں میں سے ہے۔ اگر یہ جان بوجھ کر ایسا کرتا ہے تو یہ تمہارے ہاتھوں باقی تمام عذاب میں بھی مبتلا ہوتا اور یقینا یہ قید خانے میں تیس برس تک مقید رہتا لیکن اللہ

تعالیٰ نے اس پر اس کے کلمہ کے اطلاق پر کہ اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا ہے رحم فرمایا ہے اور تو اے اللہ کے بندے! جان لو کہ اللہ عزوجل نے اسے تمہارے ہاتھوں سے رہائی دی ہے تو اب اس سے ہاتھ اٹھا لو کیونکہ یہ ہمارے موالی اور محبوں میں سے ہے مگر ہمارے شیعوں میں سے نہیں ہے۔

تو حاکم نے عرض کی ”ہمارے ہاں تو موالی، محب اور شیعہ کو ایک جیسا ہی سمجھا جاتا ہے، اس میں کیا فرق ہے؟“

تو امام علیہ السلام نے اس سے فرمایا ”فرق یہ ہے کہ ہمارے شیعہ وہ ہوتے ہیں کہ جو ہمارے آثار (احادیث) کی پیروی کرتے ہیں ا ور ہمارے تمام اوامر و نواہی کی اطاعت کرتے ہیں۔ پس وہ ہمارے شیعہ ہوتے ہیں اور جو اللہ کی طرف سے فرض کردہ میں سے اکثر میں ہماری مخالفت کرتے ہیں وہ ہمارے شیعوں میں سے نہیں ہوتے ہیں“

پھر امام علیہ السلام نے حاکم سے فرمایا ”اور تو نے بھی ایک جھوٹ بولا اور اگر تو نے بھی جان بوجھ کر جھوٹ بولا ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں بھی ایک ہزار کوڑے اور قید خانے میں تیس سال تک قید کے ذریعے مبتلا کرے گا“ اس نے عرض کی۔ اے رسول اللہ ﷺ کے فرزند علیہ السلام! وہ کیا ہے؟“ امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ”تیرے اس عقیدہ کی وجہ سے کہ تو نے اس کے معجزات دیکھے ہیں۔ بے شک وہ معجزات اس کیلئے نہیں ہیں بلکہ وہ ہمارے معجزات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان معجزات کو اس کی آیات میں ہماری حجت میں ظاہر کیا ہے اور اسی طرح ہماری جلالت اور شرف کیلئے بھی۔ اگر تو کہے کہ میں نے وہ معجزات اس میں دیکھے ہیں تو کیا عیسیٰ علیہ السلام کا مردے کو زندہ کرنا معجزہ نہیں تھا۔ کیا وہ عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ تھا یا مردے کا معجزہ تھا؟ کیا عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے مٹی سے پرندہ نہیں بنایا تھا کہ جو اللہ تعالیٰ کے اذن سے پرواز کر گیا تو کیا وہ معجزہ پرندے کا تھا یا عیسیٰ علیہ السلام کا تھا؟ کیا اللہ کے انبیاء علیہم السلام نے لوگوں کو بندر نہیں بنایا تو کیا وہ معجزات بندروں کے تھے یا اس زمانے کے نبی علیہ السلام کے تھے؟“

تو حاکم نے عرض کی ”استغفر اللہ و اتوب الیہ“

پھر امام حسن بن علی علیہ السلام نے اس شخص سے فرمایا کہ جو کہتا تھا کہ وہ علی علیہ السلام کا شیعہ ہے۔ اے اللہ کے بندے! تو علی علیہ السلام کے شیعوں میں سے نہیں ہے تو فقط علی علیہ السلام کے محبوں میں سے ہے۔ بے شک علی علیہ السلام کے شیعوں میں وہ لوگ ہیں کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ’’وہ لوگ کہ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے وہ ہی تو اصحاب الجنۃ ہیں ا ور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے“

وہ ایسے لوگ ہیں کہ جو اللہ پر ایمان لائے اور اس کی صفات کی معرفت حاصل کی اور اسے ہر بری صفت سے پاک سمجھا اور حضرت محمد ﷺ کے تمام اقوال کی تصدیق کی اور ان حضرت ﷺ کو اپنے تمام افعال میں صحیح جانا اور ان لوگوں نے نبی ﷺ کے بعد حضرت علی علیہ السلام کو سیّد اور امام علیہ السلام مانا۔ اور ان لوگوں نے انتہائی خراب حالات میں وقار کا مظاہرہ کیا کہ جب امت محمد ﷺ میں سے کوئی بھی اس کا مظاہرہ نہ کر پایا اور تمام امت محمد ﷺ مل کر بھی اس کے ہم وزن نہیں ہو سکتے بلکہ وہ اس سے زیادہ ہیں جیسا کہ زمین و آسمان ایک ذرے کے مقابلے میں زیادہ ہوتے ہیں ا ور علی علیہ السلام

کے شیعہ وہ لوگ ہیں کہ جو اللہ کی راہ میں پرواہ نہیں کرتے کہ موت ان پر واقع ہو یا وہ لوگ موت پر جا پڑیں گے۔ اور علی علیہ السلام کے شیعہ تو وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جو خود پر اپنے دوسرے دینی بھائیوں کو ترجیح دیتے ہیں گرچہ انہیں خود کو کتنی ضرورت ہی کیوں نہ ہو۔ وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ کسی ایسے کام میں مبتلا نہیں دیکھتا کہ جس سے اس نے منع کیا ہو اور کسی ایسے کام سے دور نہیں دیکھتا کہ جس کے بجا لانے کا اس نے حکمد یا ہو۔ علی علیہ السلام کے شیعہ وہ لوگ ہوتے ہیں کہ جو مومن بھائیوں کے اکرام میں علی علیہ السلام کی اقتداء کرتے ہیں۔ میں تمہیں یہ خود نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ یہ حضرت محمد ﷺ کے فرمان کی تفسیر ہے اور یہ اللہ تعالیٰ ہی کا فرمان ہے اور انہوں نے نیک اعمال بجا لائے۔ ان لوگوں نے توحید، نبوت اور امامت کے اعتقاد کے بعد تمام فرائض بجا لائے اور سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے نام پر بھائیوں کے حقوق کی ادائیگی ہے اور اللہ عزوجل کے دشمنوں کے سامنے تقیہ کا استعمال ہے۔

اور اسی کتاب ہی میں گزشتہ اسناد کے ساتھ روایت کیا گیا ہے۔ امام حسن بن علی العسکری علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "لوگوں میں سب سے بڑھ کر اپنے دینی بھائیوں کے حقوق کی معرفت رکھنے والا اور سب سے بڑھ کر ان حقوق کو ادا کرنے والا اللہ کے ہاں سب سے بڑھ کر عظمت والا ہوتا ہے۔ جو دین میں اپنے دینی بھائیوں کے سامنے عاجزی کرنے والا اللہ کے ہاں صدیقین میں شمار ہوتا ہے اور علی بن ابی طالب علیہ السلام کے حقیقی شیعوں میں سے ہوتا ہے۔

علی امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں دو مومن حاضر ہوئے ان میں سے ایک باپ تھا اور دوسرا اس کا بیٹا تھا۔ تو امام علیہ السلام نے اس کا کھڑے ہو کر استقبال کیا اور ان کی بہت تعظیم کی اور ان کو اپنی مجلس میں نمایاں مقام دیا۔ لوگ ان کے سامنے بیٹھے تھے۔ پھر امام علیہ السلام نے کھانا لانے کا حکم دیا تو ان دونوں نے اس میں سے کھایا۔ پھر قنبر رضی اللہ عنہ ایک طشت لایا اور تولیہ لایا، ہاتھ خشک کرنے کیلئے۔ اس نے اس شخص کے ہاتھ دھلوانے کی کوشش کی تو امیر المومنین علیہ السلام خود آگے بڑھے اور پانی والا برتن اٹھا کر اس شخص کے ہاتھوں پر ڈالنا چاہا تو وہ شخص زمین پر گر گیا اور اس نے عرض کی۔ اے امیر المومنین علیہ السلام! اللہ مجھے دیکھ رہا ہے اور آپ علیہ السلام میرے ہاتھوں پر پانی ڈالیں"

تو امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا "اٹھو اور اپنے ہاتھ دھو لو۔ یقینا اللہ عزوجل تمہیں دیکھ رہا ہے اور تمہارے اس بھائی کو بھی کہ جو تم سے بڑھ کر نہ ہے اور تم سے جدا نہ ہے اور وہ اس کے ذریعے جنت میں اہل دنیا کے عدد سے دس گنا زیادہ خدمت چاہتا ہے اور اسی طرح اس میں اپنے غلاموں کی تعداد چاہتا ہے۔ پس وہ شخص اٹھ بیٹھا تو علی علیہ السلام نے اس سے فرمایا "میں تمہیں اپنے اس عظیم حق کی قسم دیتا ہوں کہ جس کی تو معرفت رکھتا ہے اور اللہ کے سامنے اس عاجزی کا کہ جو تو کرتا ہے کہ تو اپنے کسی بھی کام کیلئے مجھے پکارنا۔ جب میں تمہارے ہاتھ دھلواؤں تو اطمینان سے دھونا۔ گویا کہ قنبر رضی اللہ عنہ تیرے ہاتھوں پر پانی ڈال رہا ہے۔ پس اس شخص نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ فارغ ہوا تو امام علیہ السلام نے وہ پانی والا برتن جناب محمد بن حنفیہ علیہ السلام کو دیا اور فرمایا۔ اے بیٹا!اگر یہ بچہ بھی اپنے باپ کے علاوہ میرے پاس آتا تو میں ہی اس کے ہاتھ دھلواتا لیکن اللہ عزوجل کو پسند نہ ہے کہ بیٹے اور باپ میں کوئی فرق نہ رکھا جائے جبکہ وہ ایک جگہ موجود ہوں بلکہ باپ کے ہاتھوں پر باپ اور بیٹے کے ہاتھوں پر بیٹے کو پانی ڈالنا چاہیے۔ تو حضرت محمد بن حنفیہ علیہ السلام نے اس کے بیٹے کے

ہاتھوں پر پانی ڈالا۔ امام حسن بن علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا’’جو شخص بھی اس معاملے میں علی علیہ السلام کی پیروی کرے وہ علی علیہ السلام کا حقیقی شیعہ ہوتا ہے۔‘‘

اور اسی کتاب ہی میں مذکورہ اسناد کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے کہ امام حسن بن علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ’’ایک شخص کے اہل و عیال بھوکے تھے۔ تا کہ ان کیلئے کچھ کھانے کی چیزیں لائے۔ اس نے ایک درہم کمایا اور اس کے ذریعے روٹی اور سالن لیا اور وہ شخص حضرات محمد و علی علیہما السلام کے قرابت داروں میں سے ایک مرد و عورت کے قریب سے گزرا۔ دیکھا کہ وہ بھوکے ہیں تو اس نے کہا ’’ان لوگوں کا مجھ پر میرے قرابت داروں سے زیادہ حق ہے‘‘ اس نے وہ کھانا ان دونوں کو دے دیا۔ اسے معلوم نہ تھا کہ وہ اپنے گھر کی ضرورت کیسے پوری کرے۔ وہ متفکر ہو کر چلنے لگا کہ وہ اب گھر والوں کے پاس کیا لے جائے اور ان سے کیا کہے کہ اس نے ایک درہم کا کیا کیا کہ ان کے پاس کھانا نہیں لایا ہے کہ اچانک ایک شخص اس کو تلاش کرتا کرتا اس تک پہنچا اور اس نے اسے مصر سے آیا ہوا ایک خط دیا اور ایک تھیلی میں موجود پانچ سو دینار بھی دئیے اور کہا ’’یہ تمہارے مال میں سے فقط پانچ سو دینار ہیں کہ جو تمہارے چچا زاد کی موت کے بعد تمہیں مصر سے آیا ہے۔ اس کے علاوہ ایک لاکھ دینار ہیں کہ جو مکہ اور مدینہ کے تاجروں کے پاس ہیں اور بہت سی جائیداد بھی ہے اور مصر میں اس سے کئی گنا زیادہ مال بھی ہے۔ پس اس نے وہ پانچ سو دینار لیے اور اپنے اہل و عیال پر خوب کھل کر خرچہ کیا۔

اسی رات وہ سویا تو خواب میں رسول اللہ ﷺ اور علی علیہ السلام کو دیکھا کہ ان دونوں حضرات علیہم السلام نے اس سے فرمایا’’تو نے اگر اپنے قرابت داروں پر ہمارے قرابت داروں کو ترجیح دی ہے تو ہم نے تمہیں کیسے غنی کر دیا ہے‘‘ پھر اس کے جو مدینہ اور مکہ میں ایک لاکھ دینار بچ گئے تھے۔ حضرات محمد و علی علیہما السلام اس کے خواب میں آئے اور فرمایا’’صبح تم فلاں شخص کو اس کے چچا زاد کے میراث کے حق کو پہنچا دینا۔ بصورت دیگر ہم تمہیں ہلاک کر دیں گے اور تم پر تمام نعمتیں زائل ہو جائیں گی اور تو رسوا ہو کر رہ جائے گا اور تیرا تمام رعب و دبدبہ ختم ہو جائے گا۔‘‘

تو ان سب مقروضوں نے صبح اٹھ کر اس شخص کا وہ مال اٹھایا اور اس کے پاس لے گئے یہاں تک کہ اس کے ایک لاکھ دینار وصول ہو گئے اور جو مصر میں اس کا باقی رہ گیا تھا اس مصری شخص کے خواب میں بھی حضرات محمد ﷺ و علی علیہما السلام آئے۔ ان دونوں حضرات علیہم السلام نے اسے حکم دیا کہ وہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے اس مال کو اس کے حقدار تک پہنچا دے اور حضرات محمد و علی علیہما السلام اس شخص کے خواب میں بھی تشریف لائے کہ جس نے آل رسول علیہم السلام سے اچھا سلوک کیا تھا اور اس سے فرمایا ’’تو کیسا محسوس کر رہا ہے جو اللہ نے تم سے اچھا سلوک کیا ہے۔ ہم نے مصر والے شخص کو حکم دیا ہے کہ وہ تمہارے پاس تمہارا مال پہنچائے اور ہم نے مصر کے حاکم کو بھی حکم دیا ہے کہ وہ تمہارے پاس تمہارا مال پہنچائے اور ہم نے مصر کے حاکم کو بھی حکم دیا ہے کہ وہ وہاں پر موجود تیری جائیداد اور املاک کو فروخت کر کے مال تیرے پاس بھیجے تا کہ تو اس کے بدلے مدینہ میں جائیداد خرید سکے۔ اس نے عرض کی ’’ضرور‘‘

پس حضرات محمد و علی علیہما السلام مصر کے حاکم کے خواب میں آئے اور اسے حکم دیا کہ وہ اس شخص کی املاک و جائیداد کو بیچے اور اس کی قیمت اس شخص کو پہنچا دے۔ پس اس کے پاس اس جائیداد کی قیمت کے طور پرتین لاکھ دینار لائے گئے اور وہ شخص مدینے کا غنی ترین شخص ہو گیا۔ پھر

رسول اللہ ﷺ اس کے خواب میں تشریف لائے تو فرمایا "اے اللہ کے بندے! تو نے اپنے قرابت داروں پر میرے قرابت داروں کو فوقیت دی تو اس کا اس دنیا میں اجر ہے۔ یقینا میں تمہیں آخرت میں اس مال کے ہر دانے کے بدلے جنت میں ایک لاکھ محلات دوں گا ان میں سے چھوٹا ترین دنیا سے بھی بڑا ہوگا۔ اس میں ایک کنکر بھی دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا۔

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "جہاں تک اللہ عزوجل کے فرمان "والیتامیٰ" کا تعلق ہے تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا"اللہ تعالیٰ نے یتیموں سے نیکی کی ترغیب دلائی ہے کہ جن سے اس نے اس کے آباؤ اجداد سے دور کیا" پس جو ان کی حفاظت کرے اللہ اس کی حفاظت کرتا ہے جو ان کی تکریم کرے اللہ اس کی تکریم کرتا ہے اور جو یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھے اللہ تعالیٰ ہر اس بال کے عوض کہ جو اس کے ہاتھ کے نیچے آتا ہے جنت میں ایک محل عطا فرماتا ہے کہ جو دنیا و مافیہا سے بڑا ہوتا ہے اور اس میں ہر وہ چیز ہوتی ہے کہ جس کا دل خواہش مند اور آنکھیں دیکھنے کی تمنا رکھتی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔"

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اس یتیم سے زیادہ بڑھ کر وہ یتیم ہے کہ جو اپنے امام علیہ السلام سے دور ہو اور امام علیہ السلام تک رسائی نہ رکھتا ہو اور نہ جانتا ہو کہ وہ جس شرعی مسئلہ میں مبتلا ہے اس میں امام علیہ السلام کا حکم کیا ہے۔ پس ہمارے شیعوں میں سے جو ہمارے علوم کا عالم ہو یہ یتیم کہ جو اپنے امام علیہ السلام سے دور رہے اور ہماری شریعت کا علم نہیں رکھتا ہے اس کی گود میں ہے جو بھی اس کو ہدایت دے اور اس کو رشد عطا کرے اور اسے ہماری شریعت کی تعلیم دے وہ رفیق اعلیٰ میں ہمارے ساتھ ہوگا۔ یہ حدیث میرے بابا بزرگوار علیہ ا لسلام نے اپنے آباؤ اجداد علیہم السلام سے روایت کرتے ہوئے بیان فرمائی تھی۔

اور اسی کتاب ہی میں اس نے انہی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ امام حسن بن علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "عنقریب ہمارے شیعوں میں ایسے علماء آئیں گے کہ جو ہمارے ناتواں محبوں کو قوت دیں گے اور ہماری ولایت پر یقین رکھنے والوں کو بھی قوت دیں گے۔ قیامت کے روز ان کے تاجوں سے نور بلند ہوگا کہ ان میں سے ہر ایک کے سر پر تاج ہوگا کہ جس سے وہ نور پورے میدان محشر میں ظاہر ہوگا۔ میدان محشر کا احاطہ تین لاکھ سال کی مسافت تک پھیلا ہوگا۔ مگر ان کے تاجوں کے نور کی شعائیں پورے میدان میں پھیلیں گی۔ وہ ہر یتیم کی کفالت کرنے والے ہوں گے اور انہوں نے ہر یتیم کو جہالت کے اندھیروں سے نکالا ہوگا اور ایک جہالت ہلاکت خیز حیرانی سے انہیں نکالا ہوگا۔ ہر اس کے عوض ایک نور ان کے تاج کے نور سے معلق ہوگا۔ پس ان کے بلند مرتبہ ہونے کی پہچان ہوگی۔ یہاں تک کہ جنتوں میں بھی اس نور کو محسوس کیا جائے گا۔ پھر ان لوگوں کو ان کی اساتیذ اور معلموں کے ساتھ تیار شدہ منازل میں پہنچایا جائے گا اور ان ائمہ علیہم السلام کے حضور پیش کیا جائے گا کہ جن کی طرف وہ لوگوں کو بلایا کرتے تھے۔ ناصبیوں کی آنکھیں ان کے تاجوں کے نور سے اندھی ہو جائیں گی اور ان کے کان بہرے ہو جائیں گے۔ اور ان کی زبانیں گونگی ہو جائیں گی اور ہر ناصبی کے گرد سورج سے زیادہ گرمی پیدا کی جائے گی پھر انہیں پکڑ کر جہنم کے شعلوں کے حوالے کر دیا اور انہیں کھولتی ہوئی آگ کے حوالے کر دیا جائے گا۔ اور جہاں تک اللہ عزوجل کے فرمان "والمساکین" کا تعلق ہے تو وہ ایسا ہوتا ہے کہ جسے ضرر ساکت کر دے اور تنگدستی

اسے جلا ڈالے۔ جو بھی ان لوگوں سے اپنے مال وغیرہ میں برابر کا حصہ دے گا اللہ تعالیٰ اس کیلئے اپنی جنتیں وسیع کر دے گا اور اسے اپنے غفران و رضوان نصیب فرمائے گا۔

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "حضرات محمد و علی علیہما السلام کے محبوں میں بھی مساکین ہیں۔ کہ جن سے مساوات دیگر فقراء و مساکین سے مساوات کرنے سے افضل ہے اور وہ ایسے مساکین ہیں کہ جن کے اعضاء و جوارح اللہ کے دشمنوں کے مقابلے میں کمزور پڑ گئے ہوں۔ وہ دشمن کہ جو ان کے دین کے سبب ان پر عیب نکالتے ہوں اور ان کی بردباری کا مذاق اڑاتے ہوں جو بھی ان مساکین محبین محمد و علی علیہما السلام کو دانائی اور علم کے ذریعے تقویت دے پھر انہیں ناصبی دشمنوں اور ابلیس کے باطنی چیلوں کے مقابلے میں تسلط دلائے یہاں تک کہ وہ ان ملاعین کو اللہ کے دین کے مقابلے میں شکست سے دوچار کریں اور شیاطین کے مسکن کے اردگرد سے محفوظ بنائے تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام حاجات پوری کرتا ہے اور یہ حق بات اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی زبان اقدس پر جاری فرمائی۔

اور اسی کتاب ہی میں گزشتہ اسناد کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان۔ یقینا جس نے برائی کمائی اور اس کی خطاؤں نے اس کا احاطہ کر لیا۔ الایۃ کی تفسیر میں ابو محمد علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "احاطہ کرنے والی برائی وہ ہے کہ جو برائی کرنے والے کو اللہ کے دین کے حامل لوگوں سے دور کر دیتی ہے اور اسے اللہ کی ولایت سے نکال کر اسے اللہ کی ناراضگی والے امور شرک باللہ، کفر باللہ، حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے کفر اور حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولایت کے کفر میں مبتلا کر دیتی ہے ان میں سے ہر ایک برائی اس کا احاطہ کر لیتی ہے یعنی اس کے اعمال کو گھیر کر باطل کر دیتی ہے اور تمام اعمال صالحہ کو برباد کر ڈالتی ہے۔ پس وہی لوگ ہیں کہ جو اس احاطہ کرنے والی برائی کا ارتکاب کرتے ہیں وہ جہنمی ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اور اسی کتاب ہی میں اسناد کے ساتھ روایت کیا گیا ہے کہ امام حسن بن علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اگر پوری دنیا کو ایک لقمہ بنا دیا جائے اور میں اس لقمہ کو ایسے شخص کو کھلاؤں کہ جو اللہ کی خالص عبادت کرتا ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ میں اس کا حق ادا نہیں کر سکتا اور اگرد نیا میں کوئی کافر بھوک اور پیاس کی وجہ سے مرنے لگے اور اسے ایک گھونٹ پانی پلاؤں تو میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اسراف کیا۔

اور تحف العقول میں کہ جو ابو محمد حسن بن علی بن شعبہ کی تالیف ہے میں روایت کیا گیا ہے کہ امام خالص امام حادی عشر ابو محمد حسن بن علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ نخوت کا مظاہرہ مت کرو ورنہ تمہاری روحانیت ختم ہو جائے گی اور برا مزاح مت کرو کہ اس سے تمہارا حترام ختم ہو جائے گا۔

اور امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "جو شخص محفل میں اپنے سے کم مرتبہ میں بیٹھنے پر راضی ہو جائے وہ جب تک وہاں بیٹھا رہے اللہ اور اس کے ملائکہ علیہم السلام اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اٹھ جائے۔

ایک شخص نے کہ جس نے آپ علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا تھا امام علیہ السلام نے اس کی طرف خط لکھ بھیجا۔ جو بھی آیت یا دلیل طلب کرے اور اسے جو اس نے مانگا اسے دے دیا جائے۔ پھر وہ

اس آیت یا دلیل کے تقاضے پورے نہ کرے تو اسے دوگنا عذاب دیا جاتا ہے اور جو صبر کرے اسے تائید الٰہی عطا ہوتی ہے لوگ خطوط کے ذریعے مختلف چیزوں کو پھیلانا چاہتے ہیں۔ ہم اللہ سے ہی اس کی روک تھام چاہتے ہیں۔ بے شک دو ہی راستے ہیں ایک سر تسلیم خم کرنا، دوسرا نافرمانی کرنا۔ تمام امور کی عافیت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔

اور آپ علیہ السلام کی خدمت میں آپ علیہ السلام کے شیعوں میں سے کسی نے خط لکھا اور اس میں شیعوں کے باہمی اختلاف میں صاحبان عقل سے مخاطب ہوتا ہے جبکہ لوگوں کی مختلف قسمیں اور طبقات ہیں۔ ان میں سے کچھ سبیل نجات کی بصیرت کے ساتھ ساتھ متمسک رہتے ہیں اور اصل کی شاخ سے متصل رہتے ہیں۔ یہ شک کا شکار ہوتے ہیں اور نہ ہی ان کے پاؤں لڑکھڑاتے ہیں اور وہ ہمارے علاوہ کسی کو ملجاء و ماویٰ نہیں مانتے ہیں۔

اور ایک طبقہ وہ ہے کہ جو حق کو اہل حق سے نہیں لیتا ہے تو وہ اس شخص کی مانند ہیں کہ جو سمندر کی موجوں پر سفر کر رہا ہو موجوں کی روانگی کے وقت چلنا پڑتا ہو اور موجوں کے سکوت کے وقت ٹھہر جاتا ہو۔

اور ایک طبقہ وہ ہے کہ جنہیں شیطان نے گھیر رکھا ہے وہ ہمیشہ اہل حق کے رد و مخالفت میں رہتے ہیں اور اپنے ذاتی حسد کی بناء پر باطل کے ذریعے حق کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ پس جو دائیں بائیں جانا چاہتا ہے اسے چھوڑ دو کیونکہ جب چرواہا چاہتا ہے کہ اپنی بھیڑ بکریوں کو ایک جگہ جمع کرے تو وہ چھوٹی سی کوشش کے ساتھ ایسا کر سکتا ہے۔ تم سرداری اور ریاست طلبی سے دور رہو کیونکہ دونوں چیزیں ہلاکت میں ڈالتی ہیں۔

اور امام علیہ السلام نے فرمایا "ان گناہوں میں سے ایک وہ بھی ہے کہ جس کے بارے میں کرنے والا کہے میں نہیں پکڑا جائے گا ماسوائے اس گناہ کے۔ پھر ارشاد فرمایا "شرک لوگوں میں سیاہ پہاڑ پر اندھیری رات میں چیونٹی کے قدموں کے نشانات سے بھی زیادہ نامعلوم انداز میں سفر کرتا ہے۔

امام صلوات اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اسم اعظم سے اس سے زیادہ قریب ہے کہ جنتی آنکھ کی سفیدی کے قریب ہوتی ہے۔

اور امام علیہ السلام کی بعض توقیعات مبارکہ میں اپنے شیعوں کے ایک گروہ کے اختلاف کے وقت برآمد ہوا کہ میرے آباؤاجداد علیہم السلام میں میں سے اس گروہ کے شک کا کوئی ایسے شکار نہیں رہا جب میں ہوا ہوں اور اگر تم لوگ اس امر امامت کے حق ہونے کا اعتقاد رکھتے ہو اور تم نے ایک وقت میں اسے دین جانا پھر تم نے ایک مقام پر شک کے سبب اس سے دوری اختیار کی تو اگر یہ اس سے متصل ہے کہ جس سے امور الٰہی متصل ہیں تو پھر اس شک کا کیا معنیٰ ہے"

اور امام علیہ السلام نے فرمایا "نیکو کاروں کی نیکوکاروں سے محبت نیکوکاروں کیلئے باعث ثواب ہوتی ہے اور برے لوگوں کی نیکوکاروں سے محبت کیلئے فضیلت ہوتی ہے۔ برے لوگوں کا بغض رکھنا نیکو کاروں کیلئے زینت ہوتی ہے جبکہ نیکو کاروں کا برے لوگوں سے بغض رکھنا برے لوگوں کیلئے رسوائی ہوتی ہے۔

اور امام علیه السلام نے ارشاد فرمایا ”سلام میں تواضع یه ہے که ہر اس شخص کو کرو که جس کے پاس سے تم گزرو اور بیٹھنے میں تواضع یه ہے که تم مجلس میں کم تر جگه پر بیٹھو۔

امام علیه السلام نے فرمایا ’بغیر کسی وجه کے مسکرانا جہالت ہے“

امام علیه السلام نے فرمایا ”ان فقروں میں سے که جو کمر توڑ ہوتے ہیں ایک فقر یه ہے که ایسا ہمسایه ہو که جو نیکی دیکھ کر چھپا لے اور اگر کوئی برائی دیکھے تو اسے عام کر دے۔

اور امام علیه السلام نے اپنے شیعوں سے فرمایا”میں تمہیں الله کے تقویٰ اور دین میں پرہیز گاری اور الله کی راہ میں کوشش، سچی گفتگو، اور ہر امانت رکھنے کی امانت کی ادائیگی، خواہ وہ نیک ہو یا بد ہو، لمبے سجدوں اور اچھے جواب کی وصیت کرتا ہوں۔

کہا گیا ہے که محمد ﷺ یه دین لائے که اپنے خاندان سے صله رحمی کرو، ان کے جنازوں میں شرکت کرو، ان کے مریضوں کی عیادت کرو اور ان کے حقوق ادا کرو۔

یقینا جب تم میں سے کوئی شخص اپنے دین میں پرہیز گاری کرتا ہے اور اپنی گفتگو میں سچائی سے کام لیتا ہے، امانت ادا کرتا ہے اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آتا ہے کہا جاتا ہے ”یه ہمارا شیعه ہے،“ تو اس سے ہمیں بہت خوشی ہوتی ہے۔ الله کے غضب سے ڈرو که باعث زینت بنو۔ باعث ننگ و عار نه بنو۔ ہمارے لیے محبت کا باعث بنو اور ہمارے بارے میں لگائے گئے قبیح الزامات کا عملاً دفاع کرو کیونکه ہمارے بارے میں جو اچھا کہا جائے ہم اس کے اہل ہیں اور ہمارے بارے میں جو غلط کہا جاتا ہے ہم ویسے نہیں ہیں۔ الله کی کتاب میں اور رسول الله ﷺ کی قرابت میں ہمارا حق ہے اور الله کی طرف سے ہمیں وہ طہارت عطا فرمائی گئی ہے که ہمارے علاوہ جو بھی اس کا دعویدار ہو وہ جھوٹا ہے۔ الله کا ذکر کثرت سے کرو اور موت کا ذکر بھی کثرت سے کرو۔ تلاوت قرآن کثرت سے کرو اور نبی ﷺ پر کثرت سے درود بھیجو۔ کیونکه نبی ﷺ پر درود کی دس نیکیاں ہوتی ہیں۔ میں نے تمہیں جو وصیتیں کی ہیں انہیں محفوظ کرو میں تمہیں الله کے حوالے کرتا ہوں اور تم پر سلام بھیجتا ہوں۔

اور امام علیه السلام نے فرمایا ”زیادہ روزے اور زیادہ نمازیں عبادت نہیں ہیں۔ بلکه عبادت تو دراصل الله کے امر میں کثرت تفکر ہوتی ہے۔

اور امام علیه السلام نے فرمایا ”برا ترین بندہ وہ ہے که جو دو چہروں اور دوغلی زبان والا ہو که اپنے بھائی کی موجودگی میں اس کی خوشامد کرے اور اس کی پشت پیچھے اس کی غیبت کرے۔ اگر اسے نعمت ملے تو وہ حسد کرے اور اگر وہ مصیبت میں ہو تو اس سے خیانت کرے۔

اور امام علیه السلام نے فرمایا ”غصه ہر برائی کی کنجی ہے۔

اور امام علیه السلام نے 266ھ ہ ق میں اپنے شیعوں سے ارشاد فرمایا ”ہم نے تمہیں دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا حکم دیا تھا که ہم تمہارے سامنے موجود تھے اور تمہاری خبر گیری کرتے تھے مگر اب ہم تمہیں اپنی غیبت میں یہاں تک که الله ہمارے امر کو ظہور عطا فرمائے تمہیں بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا حکم دیتے ہیں که یه چیز تم لوگوں کے خلاف ہم اہل بیت علیہم السلام کی ولایت کے بارے میں سب سے بڑی دلیل ہے۔

پس ان لوگوں نے آپ علیه السلام کے سامنے اپنے دائیں ہاتھوں سے انگوٹھیاں اتار کر بائیں ہاتھوں میں پہنیں۔

اور امام علیه السلام نے لوگوں سے فرمایا "یه حدیث ہمارے شیعوں سے بیان کرو"

امام علیه السلام نے فرمایا "لوگوں میں سے سب سے کم پر سکون کینکه پرور لوگ ہوتے ہیں۔

اور امام علیه السلام نے فرمایا "لوگوں میں سب سے بڑھ کر پرہیز گار وہ ہے که جو شبیهه کے وقت توقف کریں، سب سے بڑھ کر عبادت گزار وہ ہے که جو فرائض کو قائم کرے۔لوگوں میں سب سے بڑھ کر زاہد وہ ہے که جو حرام کو ترک کر دے، سب سے بڑھ کر آخرت کیلئے کوشش کرنے والا وہ ہے که جو گناہوں کو ترک کر دے۔

اور امام علیه السلام نے ارشاد فرمایا "تمہاری عمریں کم ہونے والی اور دن گنتی کے ہیں اور موت قریب آنے والی ہے جو اچھائی بوئے گا بہتری پائے گا اور جو برائی پائے گا اسے ندامت اٹھانا پڑے گی کیونکه ہر بونے والے کیلئے وہی ہے که جو وہ بوئے، سست رفتاری کے سبب کوئی اپنے حصے سے محروم نہیں ہو سکتا ہے۔ اور نه ہی حریص اپنے مقصد کے علاوہ کو پا سکتا ہے۔ پس جسے بھلائی عطا ہو اسے الله ہی عطا کرنے والا ہے اور جو برائی سے بچ جائے اسے الله ہی نے بچایا ہے۔

اور امام علیه السلام نے فرمایا "مومن مومن کیلئے برکت اور کافر کیلئے حجت ہوتا ہے۔

اور امام علیه السلام نے فرمایا"احمق کا دل اس کے منه میں اور حکیم کا منه اس کے دل کے پیچھے ہوتا ہے۔

اور فرمایا "تمہارا ضمانت شده رزق تمہیں فرائض پر عمل پیرا ہونے سے دور نه کرنے پائے۔

اور فرمایا "جو طہارت میں زیادتی کرے وہ اس میں کمی کرنے والے جیسا ہے۔

اور فرمایا'' حق کو ترک کرنے والا عزت دار بھی ذلیل ہو جاتا ہے اور حق کو پکڑنے والا ذلیل بھی عزت دار بن جاتا ہے۔

اور فرمایا "جاہل کا دوست تکلیف اٹھاتا ہے۔

اور فرمایا "دو چیزوں سے بڑھ کر کوئی بڑی خصلت نه ہے "ایمان بالله اور دینی بھائیوں کو نفع پہنچانا"

فرمایا "باپ کا اپنی اولاد پر اس کے صفر دن میں احسان بڑے ہونے پر اس کے حقوق کی ادائیگی پر ابھارتی ہے۔

اور فرمایا "غمگین کے پاس خوشی کا اظہار ادب نہیں ہے

اور فرمایا "زندگی سے بہتر ہے وہ چیز که جسے تم کھو دو تو زندگی سے نفرت ہو جائے اور موت سے بد تر ہے وہ چیز که جو تم پر آن پڑے تو تم موت کی چاہت کرنے لگو"

اور فرمایا ”ایسے جاہل کی ریاضت جو عبادت سمجھ کر کر کے عاجز جیسی ہے۔

اور فرمایا ”انکساری ایسی نعمت ہے کہ جس پر حسد نہیں کیا جا سکتا۔

اور فرمایا ”ایسی چیز جو انسان کیلئے مشقت کا باعث بنے اس کا احترام نہیں کرتا ہے۔

اور فرمایا جو اپنے بھائی کو تنہائی میں وعظ و نصیحت کرے گویا اس نے اسے زینت بخشی اور جس نے اسے بر سر عام نصیحت کی گویا اس کی توہین کی۔

اور فرمایا ”کوئی مصیبت نہیں مگر اس میں اللہ کی طرف سے ایک نعمت پوشیدہ ہوتی ہے کہ جس کا وہ احاطہ کرتی ہے۔

اور فرمایا ”مومن کیلئے اس کی ایسی رغبت سے بڑھ کر کوئی چیز قبیح نہ ہے جو اسے ذلیل کرے۔

یہ وہ آخری فرمان ہے کہ جسے ہم نے علی بن شعبہ سے نقل کیا ہے۔

شیخ کشی نے الرجال میں لکھا ہے کہ نیشا پور کے کسی قابل اعتماد شخص نے حکایت کی ہے کہ اسحق بن اسماعیل سے روایت کی گئی ہے کہ ابو محمد علیہ السلام کی طرف سے توقیع مبارکہ برآمد ہوئی۔ ”اے اسحق بن اسماعیل اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اپنے پردہ رحمت سے ڈھانپے رکھے اور تمہارے تمام امور میں اپنی مشیت کے ساتھ بری فرمائے۔ میں نے تیرے خط کو سمجھا ہے۔ اللہ تم پر رحم فرمائے اور ہم اہل بیت علیہما السلام اللہ کی حمد اور نعمت کے سبب اپنے موالیوں پر مہربان ہیں اور ان پر اللہ کے احسان اور فضل کے سبب ہم خوش ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو اپنی نعمت اب تک نہ دی ہے اس نعمت کے ان پر نازل ہونے کے خواہاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی نعمتوں کو حق کے ساتھ تمام کرے اور جو تم جیسے ہیں کہ جن پر اللہ نے اپنا رحم کیا ہے اور اسے بصیرت عطا فرمائی ہے اور باطنی پاکیزگی عطا کی ہے اور اس پر اپنی نعمتوں کی بارش کی ہے تو ان کیلئے نعمتوں کا کمال جنت میں داخلہ ہے اور کوئی بڑی نعمت نہیں ہے کہ جس کا زائل ہونے کا خطرہ ہو تو اللہ عزوجل کا شکر اور اس کی حمد اس کو بحال کر دیتی ہے

اور میں کہتا ہوں ”اللہ کیلئے حمد ہے اتنی حمد کہ جتنی ابد تک کوئی حمد کرنے والا کر سکتا ہے کہ اس نے تم پر احسان کیا اپنی نعمتوں کے ذریعے اور تمہیں ہلاکت سے نجات عطا فرمائی اور تمہارے لیے اخروی راستہ آسان فرما دیا۔ اللہ کی قسم! آخرت کا امر شدید ہے۔ اس کا راستہ کٹھن ہے، اس کی مصیبت عظیم ہے، اس کا عذاب طویل ہے۔

اے اسحاق تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جو اس دنیاوی زندگی سے بے بہرہ نکلے گا وہ آخرت میں بھی بے بصیرت اور گم گشتہ ہوگا۔ وہ یہ ہے کہ اے ابن اسماعیل! اس سے مراد آنکھوں کا اندھا پن نہیں بلکہ سینوں میں موجو د د لوں کا اندھا پن ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کا اپنی محکم کتاب میں ظالم کیلئے فرمان ہے ”اے پالنے والے! تو نے مجھے اندھا کیوں محشور فرمایا جبکہ میں تو دنیا میں دیکھنے والا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا”میں نے اسی طرح تمہارے پاس اپنی آیات بھیجی تھیں مگر تو انہیں بھول گیا۔ بالکل اسی طرح آج کے روز تو بھلا دیا گیا۔ اے اسحق! اللہ عزوجل کی اس کی مخلوق پر حجت علیہ السلام اور اس کی مملکت میں اس کے امین علیہ السلام اور اپنے

انبیاء علیہم السلام، آباؤ اجداد علیہم السلام کے بعد اس کے بندوں پر شاہد علیہ السلام سے بڑھ کر کون سی آیت ہے۔ تم کس طرح جھکے جا رہے ہو اور چوپائیوں کی طرح کدھر جا رہے ہو۔ تمہارے چہرے حق سے موڑے جا رہے ہیں اور تم باطل پر ایمان لانے لگے ہو۔ اور اللہ کی نعمتوں کا کفر کر رہے ہو یا جھٹلا رہے ہو۔ پس جو بھی کتاب کے کچھ حصے پر ایمان رکھے اور کتاب کے کچھ حصے کا کفر کرے جو بھی ایسا کرے خواہ وہ تم میں سے ہو یا تمہارے غیروں میں سے ہو اس کی سزا اس فانی دنیا کی زندگی میں رسوائی کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور باقی رہنے والی آخرت میں طویل عذاب ہے اور یہ سب اللہ کی قسم! بہت بڑی رسوائی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس کا فضل ہی ہے کہ اس نے تم پر فرائض فرض کیے ہیں۔ اس نے ایسا اپنی ضرورت کے پیش نظر نہیں کیا بلکہ اپنی رحمت کے پیش نظر کیا ہے۔

اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ تم پر فرائض اس لیے ہیں تا کہ وہ تم میں سے اچھے اور برے کو تمیز دے تا کہ تمہارے دلوں کا امتحان لے اور سینوں میں موجود کی چھان بین کرے اور تمہیں اپنی رحمت کی طرف سبقت عطا فرمائے اور تمہارے لیے اپنی جنت میں منازل کی نشان دہی کی ہے۔ پس اس نے تم پر حج اور عمرہ فرض کیا، نماز کی ادائیگی، زکوٰۃ کی ادائیگی، روزہ اور ولایت کو فرض کیا اور ان کو تمہارے لیے دروازہ مقرر فرمایا تا کہ فرائض کے ابواب کھل سکیں اور اس کے راستے کی کنجی بن سکیں۔ اگر حضرت محمد ﷺ اور ان حضرت علیہ السلام کے بعد اوصیاء علیہم السلام نہ ہوتے تو یقینا تم لوگ آوارہ چوپائیوں کی مانند ہوتے۔ تمہیں فرائض میں سے کسی فرض کی معرفت ہوتی ہی نہیں۔ کیا کسی شہر میں اس کے دروازے کے علاوہ سے داخل ہوا جا سکتا ہے؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں پر اپنے نبی ﷺ کے بعد اولیاء علیہم السلام کے قیام کے ذریعے احسان فرمایا ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرمایا "آج کے روز میں نے تم لوگوں کیلئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم لوگوں پر اپنی نعمتیں تمام کر دیں اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین ہونے پر راضی ہوگیا۔

اور اس نے تم لوگوں پر اپنے اولیاء علیہم السلام کے حقوق فرض کیے اور تمہیں حکم دیا کہ تم وہ حقوق ان حضرات علیہم السلام کے پاس ادا کرو تا کہ اس کے بعد باقی ماندہ جن میں تمہاری بیویاں، تمہارے اموال، تمہارے کھانے پینے کی چیزیں حلال ہو جائیں اور تمہاری معرفت کے سبب تمہیں نعمتیں، برکت اور ثروت عطا فرمائے۔ اور تا کہ معلوم ہو کہ تم میں سے کون غیب کی اطاعت کرتا ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا"کہہ دیجئے! میں تم سے اس پر اجر طلب نہیں کرتا ماسوائے اس کے کہ میرے قرابت داروں سے مؤدت رکھو"

تم لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ جو بخل سے کام لیتا ہے وہ اپنے آپ سے بخل کرتا ہے۔ جبکہ اللہ تو غنی ہے اور تم سب اس کے حضور فقراء ہو۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ یقینا تمہارے اور ہمارے درمیان خطاب بہت ہو گیا کہ تمہارے لیے کیا بہتر ہے اور تمہارے لیے کیا نقصان دہ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر تمام نعمت واجب نہ ہوتی تو یقینا تم میرا یہ خط ہرگز نہ دیکھ پاتے اور تم شہید امام علیہ السلام کے بعد مجھ سے ایک حرف بھی نہ سن پاتے۔ تم لوگ اپنی بازگشت کی جگہ سے غافل ہو۔ میں نے تمہارے لیے ابراہیم بن عبیدہ کو تمہارے معاملات کیلئے مقرر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے اپنی مرضات کی توفیق عطا فرمائے اور اسے اپنی اطاعت پر مدد نصیب فرمائے۔ میری یہ کتاب کہ جو محمد بن موسیٰ نیشاپوری لا رہا ہے ہر حال میں اللہ ہی مدد گار ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم اللہ کے معاملے میں افراط سے

کام لینے والے ہو۔ تب تم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔ پس پھٹکار اور برا عذاب ہو اس کیلئے کہ جو اللہ کی اطاعت سے منہ موڑے اور اس کے اولیاء علیہم السلام کے مواعظ قبول نہ کرے۔ یقینا اللہ عزوجل نے تم لوگوں کو اپنی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اولیاء امر علیہم السلام کی اطاعت کے ساتھ۔ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ناتوانی پر رحم فرمائے اور جو تمہارے سامنے ہے اس پر تمہارے قلیل صبر پر بھی۔ انسان اپنے رب کریم سے زیادہ معزز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے بارے میں تمہارے دعا قبول فرمائے اور میرے ہاتھوں تمہارے امور کی اصلاح فرمائے۔

اللہ جل شانہ نے فرمایا ”اس روز ہر شخص کو اس کے امام علیہ السلام کے نام سے پکارا جائے گا“ اور اللہ جل جلالہ نے فرمایا”اور ہم نے تمہیں درمیانی امت بنایا تا کہ تم لوگوں پر شاہد رہو اور رسول ﷺ تم پر شاہد ہوں۔ تم بہترین امت ہو اس امت سے کہ جو لوگوں کیلئے باہر نکلتی ہے اور نیکی کا حکم دیتی ہے اور برائی سے روکتی ہے۔

میں اللہ جل جلالہ کے حضور اپنے وسیلے سے پکارے جانے اور نہ ہی میرے ایام میں موجود کسی کے ذریعے پکارے جانے کو پسند کرتا ہوں مگریہ کہ جس وقت میری تم سے محبت ہوتی ہے او میری محبت ہے کہ تمہاری محبت ایسے اعمال سے ہو کہ جو دونوں جہانوں میں امید نجات بن سکیں اور دنیا و آخرت میں ہمارے ساتھ ہونے کا سبب بن سکیں۔

اے اسحق اللہ تم پر رحم فرمائے اور اس کے رحم ہی کے سبب تیرے لیے بیان ممکن ہوا۔ میں نے تمہارے لیے مکمل تفسیر کر دی ہے۔ میں نے تم سے ویسا کیا ہے کہ جیسا اس کے ساتھ کیا جاتا ہے کہ جو اس امر کو سمجھتا ہی نہ ہو۔ اور وہ اس میں پلک جھپکنے تک کیلئے بھی داخل نہ ہوا ہو۔ اگر تم اس خط میں موجود سخت خاموشی کو سمجھ لو تو یقینا تم اللہ کے خوف سے کانپ اٹھو اور جلد از جلد اللہ عزوجل کی اطاعت کی طرف رجوع کرو۔ اس کے بعد تم جو چاہو کرو۔ پس عنقریب تمہارے اعمال اللہ، اس کا رسول ﷺ اور مومنین علیہم السلام دیکھیں گے۔ پھر تم غیب کا علم رکھنے والے، گواہی رکھنے والے کے پاس لوٹائے جاؤ گے۔ پس وہ تمہیں بتائے گا کہ تم کیا کیا کرتے ہو اور اچھا انجام فقط متقین کیلئے ہے۔ اور حمد کثیر ہے عالمین کے ربّ کیلئے۔

اور بحار الانوار میں المختصر سے کہ جو حسن بن سلیمان نے لکھی ہے جو شہید کا شاگرد تھا سے نقل کیا گیا ہے کہ اس نے روایت کی ہے کہ ہمارے مولا ابو محمد عسکری علیہ السلام کے مبارک ہاتھ کی تحریر میں پایا گیا۔ وہ میں اس قوم سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ جو محکمات کتاب کو حذف کرتے ہیں۔

اللہ رب الارباب کو راضی کرو اور مواقف الحساب میں نبی ﷺ اور ساقی الکوثر علیہ السلام کو راضی کرو۔ اس روز بہت سختی ہوگی اور بہت عوام ہوگی اور دارالثواب کی نعمتیں حاصل کرو۔ ہم ہی سب سے بڑے سردار ہیں۔ ہم ہی میں نبوت، ولایت اور کرم ہے۔ ہم ہی ہدایت کا مینار اور اللہ کی مضبوط رسی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام نے ہمارے انوار سے نورانیت حاصل کی اور ہمارے آثار پر اکتفاء کیا اور عنقریب اللہ کی مخلوق پر اللہ کی حجت علیہم السلام کاٹ دار تلوار کے ساتھ ظہور فرمائے گی تا کہ اظہار حق ہو سکے۔ یہ خط حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام کا ہے۔

اور اسی کتاب ہی میں ہے کہ روایت کیا گیا کہ آپ علیہ السلام کی تحریر پائی گئی کہ جس میں یہ لکھا تھا۔"حقیقت پسند نبوت و ولایت کے اقدام سے بلند ہوئے۔ ہمارے نور ہی سات بلند ترین آسمان ہیں کہ جو فیصلے اور ہدایت میں واضح ہیں۔ ہم ہی چنگھاڑتے شیر ہیں اور ندائیں سننے والے ہیں اور آخرت کی سیادت ہمارے پاس ہے۔ اور لواء حمد اور حوض بھی عنقریب ہمارے پاس ہوگا۔ ہمارے سپوت علیہم السلام دین کے خلفاء علیہم السلام ہیں اور یقین کے خلفاء علیہم السلام ہیں۔ امت کے چراغ ہیں اور کرم کی کنجی ہیں۔------------ جب ہم نے اس سے وفا کا عہد کیا اور روح القدس جنتوں میں ہے کہ جو ہمارے تازہ باغیچوں سے لطف اٹھاتا ہے۔ ہمارے شیعہ ہی نجات یافتہ گروہ ہیں اور نفع اٹھانے والے گروہ ہیں۔ وہ ہمارے لیے رداء اور فصیل ہیں اور ظلمت میں مددگارہیں۔ یہ کلام رحمت کے دروں میں سے درہ ہے اور بحر الحکمت میں سے ایک قطرہ ہے۔ اس کو حسن بن علی العسکری علیہ السلام نے 254ھ ھ ق میں تحریر کیا۔

پانچویں فصل

آپ علیه السلام کی تاریخ شہادت، ظاہری مدت حیات، آپ علیه السلام کا مقام مزار، اور آپ علیه السلام کی اولاد علیه السلام کی تعداد کے بیان اور جو کچھ آپ علیه السلام اور آپ علیه السلام کے زمانے میں ظالم خلفاء کے درمیان ہونے والے واقعات اور آپ علیه السلام کی شہادت کی کیفیت اور آپ علیه السلام کا انکار کرنے والوں کے رد اور اس سے متعلق چیزوں کے بیان کے بارے میں ہے

معلوم ہونا چاہیے که اکثر مؤرخین نے اس پر اتفاق کیا ہے که آپ علیه السلام کی شہادت جمعة المبارک کے روز 250ہـ ھ ق میں 8ربیع الاوّل کو ہوئی۔ اس وقت آپ علیه السلام کا ظاہری سن اقدس 28سال یا 29سال تھا۔ اور وہ معتز کا زمانه تھا اور یه بھی کہا گیا ہے که وہ معتمد کا زمانه تھا اور یہی اظہر ترین ہے۔

کمال الدین محمد بن طلحه شافعی نے مطالب السؤول میں لکھا ہے ”اور جہاں تک آپ علیه السلام کی ظاہری عمر مبارک کا تعلق ہے تو آپ علیه السلام کی شہادت معتمد کے زمانه ئ خلافت میں 260ہـ ھ ق 8ربیع الاوّل کو ہوئی۔ جبکه آپ علیه السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد کا ذکر ہو چکا ہے که وہ 231ہـ ھ ق میں ہوئی۔ پس اس طرح آپ علیه السلام کا ظاہری سن اقدس انتیس سال بنتا ہے۔ آپ علیه السلام نے اپنے بابا علیه السلام کے ہمراہ تئیس سال چند ماہ رہے۔ اور اپنے بابا علیه السلام کے بعد پانچ سال چند ماہ رہے اور آپ علیه السلام کا نورانی مقبرہ سرمن رأی میں ہے۔

اور یوسف بن عبدالرحمن الجوزی نے تذکرہ الخواص میں لکھا ہے که آپ علیه السلام کی شہادت سرمن رأی میں معتمد لعن الله کے زمانے میں 260ہـ ھ ق میں ہوئی اس وقت آپ علیه السلام ظاہر انتیس 29برس کے تھے۔

ابو المظفر محمد بن یوسف بن الحسین المدنی الزرندی نے اپنی کتاب نظم در السمطین میں لکھا ہے۔ آپ علیه السلام کی شہادت آٹھ ربیع الاوّل سوموار کے دن ہوئی۔ یه بھی کہا گیا ہے که بارہ ربیع الاوّل 260ہـ ھ ق میں ہوئی اور اس وقت آپ علیه السلام کی ظاہری عمر مبارک اٹھائیس 28برس تھی۔

اور یه بھی کہا گیا ہے که انتیس 29برس تھی۔ اور آپ علیه السلام سرمن رأی میں اپنے گھر کے اندر اپنے بابا بزرگوار علیه السلام کے ہمراہ مدفون ہوئے۔

اور یه بھی کہا گیا ہے که آپ علیه السلام کو معتمد ملعون نے زہر دیا۔ والله اعلم۔

آپ علیه السلام کی چھ اولادیں تھیں۔ تین بیٹے اور تین بیٹیاں۔ ان میں سے ایک امام القائم محمد بن الحسن المهدی علیه السلام عجل الله فرجه ہیں۔

ابن محمد المالکی کہ جو ابن صباغ کے نام سے مشہور ہیں نے اپنی کتاب الفصول المھمة میں لکھا ہے ”ابو محمد الحسن بن علی علیہ السلام کی شہادت سرمن رأی کے مقام پر جمعة المبارک کے دن آٹھ ربیع الاوّل 260ہ ھ ق میں ہوئی اور آپ علیہ السلام اپنے ہی گھر میں اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے ہمراہ سرمن رأی میں ہی مدفون ہوئے اور ان دنوں آپ علیہ السلام کی ظاہری مدت حیات اٹھائیس 28سال تھی۔ آپ علیہ السلام کی ظاہری مدت امامت چھ سال بنتی ہے۔ آپ علیہ السلام کی ظاہری زمانہ امامت کی ابتداء میں معتز بن متوکل کی حکومت کے آخری ایام تھے۔ اس کے بعد مہتدی بن واثق گیارہ ماہ حکمران ہوا۔ پھر معتمد لعن اللہ احمد بن المتوکل کی تئیس 23سالہ دور حکومت کے ابتدائی دن شامل ہیں۔

اور آپ علیہ السلام اپنے پیچھے اولاد میں فقط اپنے فرزند حضرت قائم المنتظر عجل اللہ فرجہ الشریف کو چھوڑا۔

اور آپ علیہ السلام نے اپنے فرزند علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد اور امر امامت کو مخفی رکھا کیونکہ مشکل وقت تھا اور آپ علیہ السلام کو بادشاہ کی طرف سے نقصان پہنچانے کا اندیشہ تھا۔ اور یہ بھی کہ شیعہ حضرات ان حضرت (امام عصر) کی طلب میں نکل کھڑے ہوں گے تو بادشاہ شیعوں کو قید خانے میں ڈال کر گرفتار کر لے گا۔

آپ علیہ السلام کے بھائی جعفر بن علی علیہ السلام نے آپ علیہ السلام کے ترکہ پر قبضہ کر لیا اور آپ علیہ السلام کے موالیوں کو قید خانے میں ڈلوانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اور بادشاہ وقت کے سامنے آپ علیہ السلام کے اصحابؓ کی نشاندہی کی وہ اس لیے کہ جعفر بن علی علیہ السلام آپ علیہ السلام کی جگہ امامت کے عہدہ کے خواہش مند تھے۔ مگر ان اصحاب باوفا نے ایسا نہ کرنے دیا اور اس کی امامت پر راضی نہ ہوئے۔ جعفر بن علی علیہ السلام نے اس معاملے میں حاکموں کے سامنے بہت مال نچھاور کیا مگر ان کی امامت کا معاملہ بنتا دکھائی نہ دیا۔

اسی وجہ سے اکثر شیعہ مؤرخین کا یہ عقیدہ ہے کہ ابو محمد حسن بن علی علیہ السلام کو زہر سے شہید کیا گیا جیسا کہ آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام اور دیگر ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ کیا گیا کہ ان سب حضرات معصومین علیہم السلام نے شہادت کے ذریعہ ہی اس دار فانی سے ظاہری کوچ فرمایا۔ شیعہ مؤرخین اپنے اس عقیدے پر بطور دلیل امام صادق علیہ السلام کا وہ فرمان پیش کرتے ہیں کہ جس میں چھٹے تاجدار ولایت علیہ السلام نے فرمایا

”اللہ کی قسم! ہم میں سے ہر ایک یا تو تلوار کے ذریعے یا زہر کے ذریعے شہید ہوتا ہے“

اور علی بن عیسیٰ الاربلی نے اپنی کتاب کشف الغمہ میں تحریر کیا ہے کہ حافظ عبدالعزیز بن الاخضر الجنابدی نے لکھا ہے کہ ابو محمد العسکری علیہ السلام کی شہادت 260ہ ھ ق میں ہوئی۔ اس وقت آپ علیہ السلام کا ظاہری سن مبارک 29سال تھا اور وہ معتز عباسی کا دور تھا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام کی شہادت سرمن رأی کے مقام پر 8ربیع الاوّل 260ہ ھ ق میں ہوئی اور اس وقت آپ علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس اٹھائیس سال تھا اور آپ علیہ السلام کا نورانی مقبرہ آپ علیہ السلام کے پدر بزرگوار علیہ السلام کے پہلو میں سرمن رأی کے مقام پر موجود ہے۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں لکھا ہے کہ طبرسی نے اپنی کتاب اعلام الوریٰ میں لکھا ہے کہ آپ علیہ السلام کی شہادت سرمن رأی کے مقام پر آٹھ ربیع الاوّل 260ء ھ ق میں ہوئی اور اس وقت آپ علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس 28سال تھا اور اس وقت آپ علیہ السلام کے ظاہری عہدہ امامت کو چھ سال گزر چکے تھے۔ آپ علیہ السلام کی ظاہری امامت کے سالوں میں معتز عباسی کی بادشاہت کے آخری چند ماہ شامل تھے۔ اس کے بعد مہری عباسی گیارہ مہینے یا اٹھائیس دن بادشاہ رہا۔

اس کے بعد احمد معتمد ابن جعفر المتوکل عباسی کا بیس سال گیارہ ماہ طویل دورِ حکومت شروع ہوا۔ معتمد کی حکومت کے پانچ سال گزرنے کے بعد ولی اللہ ابو محمد علیہ السلام شہید ہوئے اور سرمن رأی میں موجود اپنے گھر کے اندر اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ اللہ کا درود سلام ہو ان دونوں معصوم اماموں علیہم السلام پر۔

اور ہمارے اکثر اصحاب کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کی شہادت زہر سے ہوئی جیسا کہ آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام، آپ علیہ السلام کے جد بزرگوار علیہ السلام اور دیگر ائمۃ الھدیٰ علیہم السلام کی شہادت ہوئی۔ کہ وہ سب حضرات علیہم السلام بھی اس دنیا سے شہادت کی حالت میں چلے اور ہمارے اصحاب اپنے اس عقیدے کی دلیل کے طور پر وہ روایت پیش کرتے ہیں کہ جس میں چھٹے تاجدارِ ولایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "اللہ کی قسم! ہم میں سے ہر ایک تلوار کے ذریعے قتل یا زہر کے ذریعے شہید ہوتا ہے۔

اللہ ہی اس حقیقت کا بخوبی عالم ہے۔

اقول: اس عقیدے کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے کہ جسے شیخ فاضل حسن بن سلیمان کہ جو شہید اوّل کے شاگردوں میں سے ہیں نے اپنی کتاب منتخب البصائر میں روایت کیا ہے اور وہ اپنی ابو بصیر تک سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں۔ ابو بصیر نے روایت کی ہے کہ ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا "روایت ہے کہ نبی ﷺ نے اس دنیا سے اپنے ظاہری کوچ کے وقت ارشاد فرمایا "مجھ پر آج اس کھانے کا شدید اثر ہو رہا ہے جو میں نے خبر میں کھایا تھا اور کوئی نبی علیہ السلام اور کسی بھی نبی علیہ السلام کا وصی علیہ السلام نہیں گزر مگر یہ کہ وہ شہید ہوا ہے۔

پھر علی بن عیسیٰ نے لکھا ہے کہ "وہ سبب کہ جس کے ذریعے آپ علیہ السلام شہید ہوئے وہ 260ء ھ ق کے ربیع الاوّل کے مہینے کی ابتداء میں پیدا ہوا (یعنی ربیع الاوّل کے مہینے کی ابتداء میں آپ علیہ السلام کو زہر دیا گیا) اور اسی مہینے کے ہی آٹھ دن گزرنے کے بعد آپ علیہ السلام شہید ہوگئے اور آپ علیہ السلام کے فرزند حضرت حجت القائم علیہ السلام حکومت حق میں آپ علیہ السلام کے جانشین ٹھہرے۔ آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد کو مخفی رکھا گیا تھا کیونکہ وقت کے ظالم بادشاہ کو آپ علیہ السلام کی شدّت سے تلاش تھی اور وہ بھرپور کوشش میں لگا ہوا تھا۔ اسی وجہ سے امام عصر عجل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف کو شیعوں میں سے بھی خواص کے علاوہ کسی نے دیکھا ہوا تھا۔ اس بارے میں ہم آگے چل کر تذکرہ کریں گے۔

مفید نے الارشاد میں لکھا ہے کہ آپ علیہ السلام کی شہادت جمعۃ المبارک کے روز ربیع الاوّل کی آٹھ راتیں گزرنے کے بعد 260ء ھ ق مں ہوئی اس وقت آپ علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس اٹھائیس

سال تھا اور آپ علیہ السلام اپنے سرمن رأی میں موجود گھر میں اس کمرے میں مدفون ہوئے کہ جہاں آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار مدفون تھے۔ آپ علیہ السلام کی ظاہری مدت امامت چھ سال بنتی ہے۔

کافی اور روضة الواعظین میں بھی اسی جیسا ہی لکھا گیا ہے۔

اور لکھا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام (زہر کے سبب) ربیع الاوّل کے مہینے کی ابتداء میں مریض ہوئے اور جمعة المبارک کے روز شہید ہو گئے"

اور حسین بن حمدان نے الھدایة میں لکھا ہے۔ گیارہویں امام ابو محمد بن علی علیہ السلام اپنی ظاہری زندگی کے ستائیس سال جمعة المبارک کے روز آٹھ ربیع الاول 260ھ ھ ق میں شہید ہوئے۔ آپ علیہ السلام اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے ہمراہ 21اکیس سال تین ماہ تیرہ دن رہے۔ اور آپ علیہ السلام کی اولاد میں فقط بارہویں امام حضرت مہدی صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ ہی ہوئے۔

الکفعمی نے اپنی کتاب مصباح میں لکھا ہے کہ "ابو محمد حسن بن علی العسکری علیہ السلام کی شہادت اور حضرت قائم عجل اللہ فرجه الشریف کی ظاہری امامت کی ابتداء ربیع الاوّل کے پہلے روز ہوئی۔

جبکہ اس نے معصومین علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد اور شہادت کے ایام کے جدول میں تحریر کیا ہے کہ وہ جمعة المبارک آٹھ ربیع الاوّل 260ھ ھ ق کا دن تھا۔ اس وقت آپ علیہ السلام کی ظاہری عمر مبارک اٹھائیس سال تھی۔ آپ علیہ السلام کو معتمد عباسی ملعون نے زہر دیا۔

اور محمد صالح طبرسی نے کافی پر لکھی گئی اپنی شرح میں لکھا ہے کہ صدوق نے لکھا ہے کہ آپ علیہ السلام کو معتمد عباسی لعنة اللہ علیہ نے زہر کے ذریعے شہید کیا۔

اقول: سیّد ابو القاسم علی بن طاوؤس، نور اللہ مرقدۃ نے الاقبال نامی کتاب میں لکھا ہے کہ میں نے التحریف للمولود الشریف میں ذکر کیا ہے کہ محمد بن جریر بن رستم طبری الامالی نے الدلائل فی الامامة میں لکھا ہے کہ ہمارے مولا حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت آٹھ ربیع الاوّل کو ہوئی۔

اور اسی طرح محمد بن یعقوب کلینی نے کتاب الحجة میں بھی ذکر کیا ہے اور محمد بن ہارون تلعکبری نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

حسین بن حمدان خطیب اور شیخ مفید نے ارشاد میں ایسا ہی ذکر کیا ہے۔

مفید نے کتاب مولا النبی ﷺ والاوصیاء علیہم السلام میں ایسا ہی لکھا ہے اور جعفر طوسی نے تہذیب الاحکام میں ایسا ہی ذکر کیا ہے۔

اسی طرح ہی حسین بن حزیمه نے لکھا ہے اور نصر بن علی الجھضمی نے کتاب الموالید میں ایسے ہی لکھا ہے۔

اور اسی طرح ابن شہر آشوب نے کتاب الموالید میں لکھا ہے کہ پس جب ہمارے مولا حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت ہوئی جیسا کہ راویوں نے ذکر کیا ہے کہ آپ علیہ السلام کی شہادت آٹھ ربیع الاوّل کو ہوئی تو تب سے ہی حضرت مہدی صلوات اللہ علیہ کی ولایت کی اس امت پر ابتداء نو ربیع الاوّل سے ہوئی اور معظم و مکمل موسیٰ کی عنایت سے اس وقت تک باقی ہے۔

اور صدوق نے الاکمال میں اپنی اسناد کے ساتھ ابو حاتم سے روایت کی ہے کہ میں نے سنا ابو محمد حسن بن علی علیہ السلام فرما رہے تھے۔ دوسو ساٹھ میں میرے شیعہ پراگندہ ہو جائیں گے۔ پس اسی سال ہی ابو محمد علیہ السلام کی شہادت ہوئی اور آپ علیہ السلام کے شیعہ و انصار پراگندہ ہو گئے ان میں سے کچھ نے جعفر کی امامت کو قبول کر لیا اور کچھ اس سے دور رہے اوراس کی امامت میں شک کا شکار ہوئے اور کچھ سرگرداں باقی رہ گئے۔ اور کچھ اللہ عزوجل کی توفیق سے اپنے دین پر باقی رہے۔

اقول: یہی حدیث آپ علیہ السلام کے معجزات کے باب میں دوسرے طریق سند سے وارد ہو چکی ہے۔

اور عیون المعجزات کہ جو سیّد مرتضیٰ کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ میں تحریر ہے کہ مجھے بیان کیا ابو تحف مصری نے، اس نے اپنے رجال سے روایت کرتے ہوئے ابو یعقوب اسحق بن ابان سے روایت کی ہے کہ ابو محمد علیہ السلام اپنے اصحاب اور اپنے شیعہ کی طرف پیغام بھجوایا کرتے تھے کہ تم فلاں فلاں جگہ فلاں بن فلاں کے گھر فلاں رات کے عشاء کے کھانے کیلئے چلے جاؤ، تم مجھے وہاں پاؤ گے جبکہ آپ علیہ السلام کی نگرانی پر متعین سپاہی شب و روز اس کمرے کے دروازے پر موجود رہتے تھے کہ جس میں آپ علیہ السلام کو قید کیا گیا تھا اور ہر پانچویں روز نگران سپاہی تبدیل ہوتے تھے اور وہ اپنی جگہ پر آنے والوں کو آپ علیہ السلام کی کڑی نگرانی کی وصیت کرنے کے بعد تبدیل ہو جاتے تھے اور دوسرے نگران آکر دروازے کی بخوبی نگرانی کیا کرتے تھے جبکہ آپ علیہ السلام کے شیعہ اور اصحاب بتائے گئے مقام پر جاتے تھے تو آپ علیہ السلام وہاں پر پہلے سے موجود ہوا کرتے تھے۔ لوگ آپ علیہ السلام کے سامنے اپنی حاجات پیش کرتے تو آپ علیہ السلام ان کے طبقات اور منازل کے مطابق پوری کرتے تھے اور وہ لوگ آیات و معجزات کے ہمراہ اپنے اپنے گھروں کی طرف لوٹ جاتے جبکہ آپ علیہ السلام دشمنوں کی قید میں ہوتے تھے۔

اور مفید نے الارشاد میں لکھا ہے کہ مجھے بیان کیا ابو القاسم جعفر بن محمد نے، اس نے محمد بن یعقوب سے،ا س نے علی بن محمد سے، اس نے محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ عباسی ملاعین صالح بن وصیف کے پاس آئے جبکہ ابو محمد علی علیہ السلام اس کے پاس مقید تھے۔ ان لوگوں نے صالح سے کہا "تم آپ علیہ السلام پر تنگی و سختی کرو کہ کسی قسم کی رعایت نہ کرو۔" تو صالح نے ان سے کہا "میں اور کیا کر سکتا ہوں کہ میں نے اس حضرت علیہ السلام پر تم سے بھی زیادہ دو شریر نگران مقرر کیے تھے مگر وہ دونوں عبادت، نماز اور روزے کے انتہائی پابند ہو گئے ہیں۔ پھر اس نے ان دونوں نگرانوں کو بلایا اور ان دونوں سے کہا"افسوس ہے تم دونوں پر کہ تم نے اس حضرت علیہ السلام کے معاملے میں کیا بزدلی دکھلائی ہے؟"

تو ان دونوں نے کہا"تم اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو کہ جو دن کو روزہ رکھتا ہے، اور رات پر عبادت خداوندی کیلئے قیام کرتا ہے، نہ ہی کوئی گفتگو کرتا ہے اور نہ ہی عبادت کے علاوہ کسی چیز میں مشغول ہوتا ہے۔ ہم جب بھی اس حضرت علیہ السلام کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمارا انگ انگ کانپنے لگتا ہے اور ہمارے اندر اس حضرت علیہ السلام کا وہ رعب و دبدبہ داخل ہوجاتا ہے کہ ہمیں خود پر اختیار نہیں رہتا ہے۔ جب عباسیوں نے یہ گفتگو سنی تو نامراد پلٹ گئے۔

اور اسی کتاب ہی میں اپنی اسناد کے ساتھ علی بن محمد سے،ا س نے ہمارے اصحاب کی ایک پوری جماعت سے روایت کی ہے کہ قید کے دوران ابو محمد علیہ السلام کو تحریر کے حوالے کیا گیا تو وہ

آپ علیہ السلام پر بہت سختی کرتا تھا اور آپ علیہ السلام کو اذیت دیا کرتا تھا۔ اس کی بیوی نے اس سے کہا "اللہ کے غضب سے ڈرو! کیا تم نہیں جانتے ہو کہ تمہارے گھر میں کون ہے؟" اس عورت نے آپ علیہ السلام کی عبادت اور نیکوکاری کا تذکرہ کیا اور کہا کہ مجھے خوف ہے کہ وہ حضرت علیہ السلام تمہیں بد دعا نہ کریں۔ تو اس ملعون نے کہا "اللہ کی قسم! میں ان حضرت علیہ السلام کو درندوں کے سامنے ڈالوں گا" پھر اس نے اس بارے میں حاکم سے اجازت طلب کی تو ملعون حاکم نے اسے اس بارے میں اجازت دے دی۔ اس ملعون نے آپ علیہ السلام کو درندوں کے سامنے ڈالا کہ انہیں شک تک نہ تھا کہ درندے آپ علیہ السلام کو نہ کھائیں گے۔ کافی دیر کے بعد انہوں نے اس جگہ نگاہ کی کہ جہاں پر آپ علیہ السلام درندوں کے درمیان تھے تا کہ آپ علیہ السلام کی حالت دیکھ سکیں تو انہوں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں جبکہ درندے آپ علیہ السلام کے اردگرد بیٹھے ہیں۔ پس اس نے آپ علیہ السلام کو وہاں سے نکال کر گھر پہنچانے کا حکم دے دیا۔

اور اسی کتاب ہی میں اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن اسماعیل علوی سے روایت کی گئی ہے کہ ابو محمد علیہ السلام کو علی بن روتاش کے ہاں قید کیا گیا۔ وہ شخص آل محمد علیہم السلام سے خصوصاً آل ابی طالب علیہم السلام سے شدید عداوت رکھتا تھا اور مظالم ڈھاتا تھا۔ اس سے کہا گیا کہ تم ابو محمد علیہ السلام کو سخت اذیت دو وغیرہ وغیرہ۔ پس وہ شخص آپ علیہ السلام پر ایک روز ہی نگران رہا کہ اس نے آپ علیہ السلام کے سامنے اپنے رخسار ٹیک دئیے اور آپ علیہ السلام کے سامنے بچھ سا گیا۔ یہاں تک کہ وہ آپ علیہ السلام کی عظمت و جلال کے پیش نظر آپ علیہ السلام کے سامنے آنکھ تک نہ اٹھاتا تھا۔ جب آپ علیہ السلام اس کی قید سے باہر تشریف لائے تو وہ شخص وہاں موجود تمام لوگوں سے بڑھ کر صاحب بصیرت اور نیکو کار بن چکا تھا۔

اقول: سیّد علی بن طاؤوس نے مہج الدعوات میں ذکر کیا ہے کہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارے مولا حسن بن علی العسکری علیہما السلام کو آپ علیہ السلام کے زمانے کے تین بادشاہوں نے فقط اس وجہ سے شہید کرنے کی کوشش کی کہ انہیں معلوم تھا کہ آپ علیہ السلام کے صلب اقدس میں ہمارے مولا مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف ہیں۔ اور ان بد بختوں نے آپ علیہ السلام کو بارہا قید میں بھی ڈالا۔ پس ان میں سے جس کے خلاف آپ علیہ السلام نے بد دعا فرمائی تو جلدی ہلاک ہو گیا۔" پھر سیّد نے لکھا۔"پس ان بادشاہوں میں سے کہ جنہوں نے آپ علیہ السلام کو شہید کرنے کا ارادہ کیا ایک بنی عباس کا ایک مستعین نامی بد بخت بھی تھا۔

اور یہ سب ہم اوصیآء علیہم السلام و ذکر الوصایا نامی کتاب سے روایت کرتے ہیں کہ جس کو علی بن محمد بن زیاد الضمری نے تالیف کیا ہے اس کا ایک پرانا نسخہ ہمارے پاس ہے۔ اس میں ہمارے مولا مہدی صلوات اللہ علیہ کی اس دنیا میں نورانی آمد کے اکہتر سال بعد تک کی تاریخ موجود ہے اور یہ کتاب مصنف کے خزانہ ئ کتب سے مصنف کی وفات کے ایک سو اسی سال بعد برآمد ہوئی۔ مصنف رضی اللہ عنہ ہمارے مولا علی بن محمد الہادی علیہ السلام اور ہمارے مولا حسن بن علی العسکری علیہ السلام تک پہنچا اور اس نے ان دونوں اماموں صلوات اللہ علیہا کی خدمت کی۔ ان دونوں حضرات علیہم السلام کی خدمت میں اس نے خطوط تحریر کیے تو ان دونوں حضرات علیہم السلام نے اس کو بہت سی توقیعات مبارکہ ارسال فرمائیں۔ مصنف نے اسی کتاب ہی میں جو لکھا ہے اس میں الفاظ کچھ یوں ہیں۔

جب مستعین ملعون نے ابو محمد علیه السلام کو اذیت دینے کی ٹھان لی اور اس نے سعید نامی حاجب کو حکم دیا کہ وہ امام علیه السلام کو قید کر کے کوفے لے جائے اور یہ کہ آپ علیه السلام کو راستے ہی میں شہید کر دیا جائے تو یہ خبر آپ علیه السلام کے شیعوں میں پھیل گئی کہ جس نے انہیں بہت سوگوار کر دیا کیونکہ آپ علیه السلام ابو الحسن علیه السلام کی شہادت کے بعد پانچ سال سے بھی کم عرصہ گزارا تھا۔ تب آپ علیه السلام کی خدمت میں محمد بن عبداللہ اور الهیثم بن سیابۃ نے لکھا۔ اللہ ہمیں آپ علیه السلام پر قربان فرمائے۔ ہمیں ایسی خبر ملی ہے کہ جس نے ہمارے رنج و غم میں اضافہ کر دیا ہے اور ہماری پریشانی کی انتہاء ہو گئی ہے۔ تو امام علیه السلام نے جواباً تحریر فرمایا "تین دن کے بعد کشائش ہے تم سب کیلئے" پس تیسرے روز مستعین کو بادشاہت سے برطرف کر دیا گیا اور تخت پر معتز بیٹھ گیا چنانچہ اسی طرح ہی ہوا کہ جیسا آپ علیه السلام نے ارشاد فرمایا تھا۔

سیّد نے لکھا ہے کہ الضمری نے کتاب مذکور میں اسی طرح روایت کیا ہے کہ جس کے الفاظ کچھ یوں ہیں "بیان کیا محمد بن عمر الکاتب نے، اس نے علی بن محمد بن زیاد الضمری سے کہ جو جعفر بن محمد الوزیر کا سسر تھا کہ اس کے گھر اس کی بیٹی ام احمد تھی اور وہ سرکردہ شیعوں میں سے تھا اور کتاب و ادب اور علم و معرفت میں للطولیٰ کا مالک تھا۔ اس نے روایت کی ہے کہ میں ابو احمد عبید اللہ بن عبداللہ بن طاہر کے پاس گیا تو اس کے سامنے ابو محمد علیه السلام کا مبارک رقعہ رکھا ہوا تھا جس میں تحریر تھا۔ میں نے اللہ کی دربار میں اس سرکش یعنی مستعین کی شکایت کی ہے اور وہ تین دن کے بعد قہر خداوندی کا شکار ہونے والا ہے" جب تیسرا روز ہوا تو اسے عہدہ خلافت و بادشاہت سے برطرف کر دیا گیا اور اس کا انجام ویسا ہی ہوا کہ جیسا لوگ روایت کرتے ہیں۔ کہ اسے واسط کے حوالے کیا گیا کہ جس نے اسے بے دردی سے قتل کر دیا۔"

سیّد نے لکھا "یہ تو ہمارے مولا حسن عسکری علیه السلام کی مستعین کے ساتھ معاملے کی خبریں تھیں۔ پھر لکھا "اور جہاں تک ہمارے مولا حسن عسکری علیه السلام کے ساتھ عباس خلفاء میں سے معتز نامی خلیفے کے سلوک کی بات ہے تو اسے ابو جعفر طوسی نے کتاب الغیبت میں روایت کیا ہے کہ اس کا ہمارے پاس جو اس وقت نسخہ موجود ہے اس کی کتابت کا سن 471ھ ھ ق ہے۔ اس نے ہمارے مولا حسن عسکری علیه السلام کے معجزات کے ذکر میں جو لکھا ہے وہ کچھ یوں ہے۔ ہمیں بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، اس نے احمد بن الحسین سے، اس نے عمر بن یزید سے، اس نے کہا کہ مجھے بیان کیا ابو الھشیم بن سیابہ نے کہ اس نے اس وقت کہ جب معتز عباسی ملعون نے ابو محمد علیه السلام کے سعید حاجب کے حوالے کیے جانے اور کوفے لے جانے کا حکم دیا اور یہ بھی کہ راستہ میں جو ہوا سو ہوا کہ لوگوں نے اسے دیکھا۔ قصر بن ہبیرہ کے ہاتھوں خط لکھا۔ اللہ مجھے آپ علیه السلام پر قربان فرمائے۔ ہمیں آپ علیه السلام کے بارے میں ایسی خبر ملی ہے کہ جس نے ہمیں محزون و مغموم کر دیا ہے۔ امام علیه السلام نے اس خط کے جواب میں تحریر فرمایا "تین روز کے بعد تمہیں خوشخبری ملے گی۔" پس تیسرے روز معتز کا تخت الٹ دیا گیا۔

پھر سیّد نے لکھا "جہاں تک مہتدی عباسی کے آپ علیه السلام کے ساتھ سلوک کا تعلق ہے تو ہمیں ایک جماعت نے روایت کیا ہے کہ جن میں علی بن محمد الضمری بھی شامل ہے کہ اس کتاب کے ذریعے کہ جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا تھا جو روایت کیا گیا ہے اس کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔ مہتدی

عباسی ملعون کے قید خانے میں ابو محمد علیہ السلام کے ہمراہ میں بھی قید تھا۔ امام علیہ السلام نے مجھ سے ارشاد فرمایا "اے ابو ہاشم! یہ سرکش ظالم چاہتا ہے کہ آج رات اللہ عزوجل کے سلسلہ ہدایت کو ختم کر دے جبکہ اللہ نے اس کی عمر کو تاہ کر دی ہے اور بادشاہت اس کے بعد والے کیلئے لکھ دی ہے۔ میرا کوئی فرزند نہیں ہے۔ عنقریب اللہ عزوجل اپنے لطف خاص سے مجھے فرزند عطا فرمائے گا۔

صبح ہمیں خبر ملی کہ ترکوں نے مہتدی کے خلاف بغاوت کی اور دیگر لوگوں نے ان کی مدد کی اور اسے معزول کر کے اس کے عقیدہ قدر کے بارے میں جان کر اسے قتل کر دیا اور اس کی جگہ معتمد عباسی کو بٹھا کر سب نے اس کی بیعت کر لی۔ مہتدی نے ابو محمد علیہ السلام کے شہید کرنے کا مکمل فیصلہ کر لیا تھا مگر اللہ نے اسے خود اس کی ذات میں مصروف کر دیا۔ یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا اور دردناک عذاب تک جا پہنچا۔

اس نے لکھا "ضمری نے اسی کتاب مذکور ہی میں اور اس کے علاوہ ایک گروہ نے امام عسکری علیہ السلام کے احوال میں روایت کیا ہے کہ مہتدی عباسی کے قتل سے پہلے ہی امام علیہ السلام نے اس کے قتل کی خبر فرما دی تھی۔ اس روایت کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔ "محمد بن الحسن بن شمون سے، اس نے اس کو بیان کرنے والے سے، اس نے روایت کی ہے کہ میں نے ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں تب خط لکھا کہ جب آپ علیہ السلام کو مہتدی عباسی ملعون نے قید کیا۔ اے میرے آقا علیہ السلام! تمام تر تعریفیں اس اللہ کیلئے ہیں کہ جس نے اس ملعون کو ہم سے غافل کیا۔ مجھے خبر ملی ہے کہ وہ ملعون آپ علیہ السلام کے شیعوں پر سختی کرتا ہے اور کہتا ہے۔ اللہ کی قسم! میں زمین پر سے ان کا نام نشان تک مٹا دوں گا" تو امام علیہ السلام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے جواباً تحریر فرمایا "یہ سب اس کی زندگی کو کوتاہ کرنے کا سبب ہوا ہے۔ آج سے پانچ روز گنو چھٹے دن وہ ملعون انتہائی ذلت و رسوائی اور مخالفت کے ساتھ قتل ہو جائے گا" پس اسی طرح ہوا کہ جیسا امام علیہ السلام نے فرمایا تھا۔

پھر سیّد نے لکھا "اور جہاں تک عباسی خلفاء میں سے معتمد عباسی کے ہمارے مولا حسن عسکری علیہ السلام سے معترض ہونے کا تعلق ہے تو ایک پوری جماعت نے اسے روایت کیا ہے۔ پس ہم اس کا ذکر کرتے ہیں کہ جسے علی بن محمد الضمری نے اپنی اس کتاب میں روایت کیا ہے کہ جس کی طرف ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔ اس نے جو روایت کیا ہے اس کے الفاظ کچھ یوں ہیں۔

الحمیری نے حسن بن علی سے، اس نے ابراہیم بن مہزیار سے، اس نے محمد بن ابی زعفران سے، اس نے ابو محمد علیہ السلام کی مادرگرامی قدر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ابو محمد علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔ "260ہ ھ ق میں مجھے تکلیف پہنچے گی، مجھے لگتا ہے کہ میں جانبر نہ ہوسکوں گا"

پس میں نے آہ و بکاء اور گریہ و زاری شروع کر دی تو ارشاد فرمایا "جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ آپ علیہ السلام گریہ نہ فرمائیں

جب 260ہ ھ ق میں صفر المظفر کا مہینہ آیا تو وہ مخدرہ علیہ السلام مدینہ کے باہر احایین کے مقام تک آ جاتی تھیں اور اس مخدرہ علیہما السلام سے خبریں چھپائی جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ اس مخدرہ علیہ السلام کو خبر ملی کہ امام ابو محمد علیہ السلام کو معتمد عباسی ملعون نے علی بن حرین

کے ہاں قید کر دیا ہے اور آپ علیہ السلام کے ہمراہ آپ علیہ السلام کے بھائی جعفر علیہ السلام کو بھی قید کر دیا گیا ہے۔

معتمد عباسی ملعون ہر وقت علی بن حرین سے آپ علیہ السلام کے بارے میں پوچھ گچھ کرتا رہتا تھا اور وہ اسے خبر دیتا رہتا تھا کہ امام علیہ السلام دن بھر روزہ رکھتے اور رات بھر نمازیں پڑھتے رہتے ہیں۔ ایک روز معتمد عباسی نے علی بن حرین سے امام علیہ السلام کے بارے میں پوچھا تو اس نے پہلے جیسی خبر ہی دی تو معتمد نے اس سے کہا"اسی وقت ان حضرت علیہ السلام کے پاس جاؤ اور ان حضرت علیہ السلام کے حضور میری طرف سے سلام عرض کرو اور ان حضرت علیہ السلام سے عرض کرو کہ آپ علیہ السلام خوشی خوشی اپنے گھر تشریف لے جائیے۔

بحار الانوار کی روایت کے مطابق علی بن حرین نے روایت کی ہے کہ میں قید خانے کے دروازے پر گیا تو میں نے دیکھا کہ سواری پر زین کسی ہوئی ہے۔ میں آپ علیہ السلام کی خدمت میں گیا تو دیکھا کہ آپ علیہ السلام تیار بیٹھے ہیں کہ آپ علیہ السلام نے اپنے لباس وغیرہ کے ذریعے تیاری کر رکھی ہے۔ جب مجھے دیکھا تو اٹھے۔ میں نے آپ علیہ السلام کو پیغام دیا تو آپ علیہ السلام سوار ہو گئے۔ جب سواری پر بیٹھ گئے تو رک گئے۔ میں نے آپ علیہ السلام سے عرض کی۔ اے میرے آقا علیہ السلام! اب کیوں رک گئے ہیں؟" تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "تا کہ جعفر علیہ السلام آ جائے" میں نے عرض کی "حاکم نے مجھے آپ علیہ السلام کی آزادی کا حکم دیا ہے جعفر علیہ السلام کی آزادی کا نہیں"

تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "اس کے پاس واپس جاؤ اور اس کو پیغام دو کہ ہم ایک ہی گھر سے لائے گئے تھے۔ پس جب میں واپس گیا اور وہ میرے ساتھ نہ ہوا تو کیا ہوگا تم سے مخفی نہ ہے۔پس وہ چلا گیا اور اس نے حاکم سے عرض کی کہ میں نے آپ علیہ السلام کی خاطر جعفر علیہ السلام کو آزاد کردیا میں نے تو اسے اس لیے قید کیا ہوا تھا کہ وہ اپنا بھی مجرم تھا اورآپ علیہ السلام کا بھی مجرم تھا۔ امام علیہ السلام نے اس سے کوئی کلام نہ کیا اور اسے آزاد کر دیا گیا اور آپ علیہ السلام اس کے ہمراہ گھر واپس چلے گئے۔

اقول: اسی واقعے کو ابو الحسن علی بن الحسین المسعودی نے اثبات الوصیت میں الحمیری سے ایسا ہی روایت کیا ہے۔

اور پھر سیّد نے کہا کہ الضمری نے بھی مذکورہ کتاب میں ہمارے مولا حسن عسکری علیہ السلام کے معتمد عباسی کی قید سے باہر آنے کا ذکر کچھ ان الفاظ میں کیا ہے "محمودی سے روایت ہے کہ میں ابو محمد علیہ السلام کے تحریر کردہ اس خط کو دیکھا کہ جو آپ علیہ السلام نے معتمد کے قید خانے سے باہر آنے کے وقت لکھا۔ وہ چاہتے ہیں اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو مکمل کرنے والا ہے۔ گرچہ کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ گزرے"

اور اسی واقعے کو المسعودی نے اپنی سند کے ساتھ المحمودی سے ایسا ہی روایت کیا ہے

سید نے لکھا "نصر بن علی الجھضمی نے ذکر کیا ہے کہ جو مخالفین کے قابل اعتماد راویوں میں سے ہے کہ خطیب نے اپنی تاریخ میں اس کی بہت تعریف کی ہے اور خطیب ان لوگوں میں سے ہے کہ جو

عداوت اہل بیت علیہم السلام میں مشہور و ظاہر تر تھے۔ اس نصر بن علی الجھضمی نے اپنی تصنیف کہ جو موالید الائمۃ علیہم السلام میں لکھی ہے میں لکھا ہے۔

اورحسن بن علی العسکری علیہ السلام کے معجزات میں سے کہ حضرت محمد بن الحسن علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد کے وقت آسمان نے ان کی مدد فرمائی جبکہ ظالم لوگ ان کو قتل کرنا چاہتے تھے تا کہ وہ اس نسل کو ختم کریں مگر ان لوگوں نے قادر مطلق کی قدرت کا کیسا نظارہ کیا۔

علی بن الحسین المسعودی نے اثبات الوصیۃ میں الحمیری سے، اس نے احمد بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ میں ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "اے احمد! لوگ جس شک و شبہ میں مبتلا ہیں اس بارے میں تم لوگوں کی کیا حالت ہے؟"

میں نے عرض کی "اے میرے آقا علیہ السلام! جب ہمیں ہمارے آقا و مولا علیہ السلام کے اس دنیا میں نورانی آمد کی خبر پہنچی تو ہم میں سے کوئی مرد و عورت یہاں تک کہ جوان بھی باقی نہیں رہا مگر یہ کہ وہ حق کا قائل ہو گیا ہے۔

تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "کیا تم لوگ نہیں جانتے ہو کہ زمین کبھی بھی اللہ کی حجت سے خالی نہیں رہ سکتی ہے"

پھر ابو محمد علیہ السلام نے اپنی مادر گرامی قدر علیہ السلام کو حج کرنے کیلئے فرمایا تو اس مخدرہ علیہ السلام نے 259ھ ھ ق میں حج ادا فرمایا تو امام علیہ السلام نے اپنی مادرگرامی قدر علیہ السلام کو 260ھ ھ ق میں اپنے ساتھ ہونے والے واقعات سے آگاہ فرمایا پس امام علیہ السلام نے حضرت صاحب الامر علیہ السلام کو بلا کر وصیت فرمائی اور آثار امامت سے متعلق اشیاء ان حضرت علیہ السلام کے سپرد فرمائیں اور ابو محمد علیہ السلام کی مادر گرامی قدر علیہ السلام حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے ہمراہ مکہ کے سفر پر روانہ ہو گئیں۔

پھر المسعودی نے لکھا ہے "جب قافلہ والے مکہ کے راستے میں کسی منزل پر پہنچے تو آنے والے اعرابوں نے لوگوں کو شدید خوف اور پانی کی کمی سے ڈرایا تو اکثر لوگ واپس چلے گئے ماسوائے ان کے کہ جو امامت پر یقین رکھتے تھے کہ وہ لوگ سفر کرتے رہے اور سلامتی کے ساتھ مکہ پہنچ گئے۔

اور روایت کیا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام کو زہر دیا گیا اور ابو محمد علیہ السلام ربیع الثانی کے مہینے میں 260ھ ھ ق میں شہید ہو گئے اور سرمن رأی میں اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ آپ علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد اور شہادت کے درمیان انتیس برس کا عرصہ گزر چکا تھا۔ ان میں سے 23تئیس سال آپ علیہ السلام اپنے بابا بزرگوار ابو الحسن علیہ السلام کے ہمراہ گزارے اور بابا بزرگوار علیہ السلام کے بعد تنہا امامت کے چھ سال گزارے

اور عیون المعجزات میں احمد بن اسحق بن مصتعلۃ سے روایت کیا گیا ہے کہ میں ابو محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔۔۔ اور پھر پچھلی روایت کے مثال یہاں تک کہ ذکر کیا "اور ابو محمد علیہ السلام کی مادرگرامی قدر علیہ السلام مکہ کے سفر پر روانہ ہو گئیں

پھر روایت کیا ”اور ابو محمد علیه السلام کے ربیع الثانی کے مہینے میں 260ہـ ھ ق کے سال شہید ہوئے اور آپ علیه السلام سرمن رأی ہی میں اپنے بابا بزرگوار ابو الحسن علیه السلام کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

اقول: اس فصل سے متعلق بعض روایات آپ علیه السلام کے معجزات کی فصل میں آپ علیه السلام کی طرف سے غیب کی دی جانے والی خبروں کے ذیل میں گزر چکی ہیں۔

اور شیخ صدوق ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسیٰ بن بابویه رضی الله نے اکمال الدین و اتمام النعمة میں لکھا ہے کہ ”اور حضرت امام حسن بن علی العسکری علیه السلام کی شہادت کے بارے میں جو صحیح روایتیں ہیں ان میں سے ایک وہ ہے کہ جسے ہمیں بیان کیا میرے والد رضی الله عنه اور محمد بن الحسن بن احمد بن الولید رضی الله عنه نے، ان دونوں نے کہا کہ ہمیں بیان کیا سعد بن عبداللہ نے، اس نے کہا ہمیں بیان کیا ا س نے کہ جو حضرت حسن بن علی بن محمد العسکری علیه السلام کی شہادت کے وقت آپ علیه السلام کے پاس موجود تھا اور جس نے لاتعداد لوگوں کے سامنے آپ علیه السلام کو دفن کیا کہ ان سب لوگوں کا جھوٹ پر جمع ہونا ممکن ہی نہیں ہے۔

و بعد: ہم شعبان المعظم کے مہینے میں 278ہـ ھ ق میں جبکہ ابو محمد علیه السلام کی شہادت کو اٹھارہ برس یا اس سے زیادہ گزر چکے تھے۔ احمد بن عبداللہ بن خاقان کی مجلس میں حاضر ہوئے وہ ان دنوں بادشاہ کی طرف سے خراج وصول کرنے اور کورہ کے مقام پر قم میں جائیداد کا عامل تھا۔ وہ اللہ کی مخلوق میں ناصبی ترین اور آل محمد علیهم السلام کا شدید ترین دشمن تھا تو اچانک سرمن رأی میں مقیم آل ابی طالب علیهم السلام اور ان کے مذاہب، ان کی نیکو کاری اور بادشاہ کے ہاں ان کے مقام و منزلت کی بات چل نکلی۔

تو احمد بن عبداللہ نے کہا ”میں نے سرمن رأی میں علویوں میں سے حسن بن علی بن محمد بن رضا علیه السلام جیسا نہ کوئی دیکھا ہے اور نہ سنا ہے کہ وہ ہدایت یافتہ، پر سکون، عفیف، نبیل اور اپنی اہل بیت علیهم السلام کے نزدیک بادشاہ کے نزدیک اور تمام بنی ہاشم کے نزدیک مقدم تھے۔ وہ سب ان حضرت علیه السلام کو دیگر سن رسیدہ اور تجربہ کار لوگوں پر بھی فضیلت دیتے تھے اور اسی طرح باقی تمام فوجی سردار، وزراء، کاتب اور عوام الناس بھی کرتے تھے۔ ایک روز میں اپنے باپ کی مسند کے پیچھے کھڑا تھا۔ میرا باپ اس روز لوگوں کے مسائل حل کرنے کیلئے محفل لگائے بیٹھا تھا کہ اچانک میرے باپ کے دربان اندر آئے اور انہوں نے کہا”دروازے پر فرزند رضا علیه السلام آئے ہیں۔ تو میرے باپ نے بلند آواز سے چیخ کر کہا”ان حضرت علیه السلام کو اندر آنے دو“

تو میں نے دیکھا کہ ایک خوبصورت آنکھوں والے بہترین قد و قامت، حسین چہرے والے، عمدہ ترین جسامت کے نوجوان اندر آئے کہ جو بہت ہی ہیبت و جلال کے مالک تھے۔

جب میرے باپ نے ان حضرت علیه السلام کی طرف دیکھا تو اٹھ کھڑا ہوا اور چند قدم آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میرے باپ نے کبھی بنی ہاشم میں سے کسی ایک کیلئے یا فوجی سرداروں میں سے کسی کیلئے یا ولی عہدوں میں سے کسی کیلئے ایسا کیا ہو۔ جب میرا باپ ان حضرت علیه السلام کے قریب گیا تو ان حضرت علیه السلام کو گلے سے لگایا، ان کے ماتھے کو بوسہ دیا، کندھوں کو بوسہ

دیا، ان حضرت علیہ السلام کا ہاتھ تھاما اور اپنی مسند پر بٹھایا اور سر جھکا کر ان کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گیا اور ان حضرت علیہ السلام سے گفتگو کرتے ہوئے ان حضرت علیہ السلام کی کنیت سے مخاطب کرنے لگا اور بار بار کہنے لگا کہ میرے ماں باپ آپ علیہ السلام پر فدا ہوں۔ میں اپنے باپ کی یہ حالت دیکھ کر متعجب تھا کہ اچانک دربان آئے اور انہوں نے اطلاع دی۔ موفق عباسی آیا چاہتا ہے۔ موفق جب میرے باپ کے پاس آیا کرتا تھاتو میرے باپ کے پاس پہلے اس کے دربان اور فوجی سردار آیا کرتے تھے اور میرے باپ کی مسند کے سامنے سے لے کر دار سحاطین کے درمیان کھڑے ہو جاتے تھے یہاں تک کہ وہ آتا اور واپس چلا جاتا تھا۔ میرا باپ ان حضرت علیہ السلام سے محو گفتگو رہا یہاں تک کہ میرے باپ کی نگاہ موفق کے خاص غلاموں پر پڑی تب میرے باپ نے ان حضرت علیہ السلام سے عرض کی۔ اگر آپ علیہ السلام چاہیں تو اے ابو محمد علیہ السلام! اللہ مجھے آپ علیہ السلام پر قربان فرمائے! اٹھ کھڑے ہوں۔ پھر میرے باپ نے ان حضرت علیہ السلام کے غلاموں سے کہا "تم لوگ ان حضرت علیہ السلام کو سحاطین کی پچھلی طرف سے لے جاؤ تا کہ امیر یعنی موفق ان حضرت علیہ السلام کو نہ دیکھ پائے" پس میرے باپ نے ان حضرت علیہ السلام کو اٹھایا معانقہ کیا، پیشانی پر بوسہ دیا اور وہ حضرت علیہ السلام چلے گئے۔

تب میں نے اپنے باپ کے دربانوں اور غلاموں سے کہا"تمہارے لیے ویل ہو یہ کون تھے کہ جن کے ساتھ میرے باپ نے اس قدر عاجزی کا مظاہرہ کیا؟"

تو انہوں نے کہا "یہ شخص علوی تھے کہ جنہیں حسن بن علی علیہ السلام کہا جاتا ہے اور یہ فرزند رضا علیہ السلام کے نام سے معروف ہیں۔ تب میرے تعجب میں مزید اضافہ ہوا۔ پس وہ پورا دن میں ان حضرت علیہ السلام اور اپنے باپ کے بارے میں بہت سوچتا رہا تھا کہ میں نے جو دیکھا تھا عجیب تھا۔

یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ میرے باپ کی عادت تھی کہ جب وہ عشاء کی نماز پڑھ لیتا تھا تو دفتر میں بیٹھ کر امور سلطنت کے حکم ناموں اور بادشاہ کے سامنے پیش ہونے والے معاملات میں غور و خوض کرتا تھا۔ جب میرے باپ نے عشاء کی نماز پڑھی اور دفتر میں بیٹھا تو میں بھی جا کر اس کے سامنے بیٹھ گیا تو میرے باپ نے کہا "اے احمد! کیا تمہیں کوئی کام ہے؟" میں نے کہا "جی ہاں! اے بابا جان! اگر آپ کی اجازت ہو تو ایک مسئلہ پوچھوں؟"

تو میرے باپ نے کہا "اے بیٹا! تمہیں اجازت ہے جو چاہو پوچھو۔ میں نے کہا! اے بابا! وہ شخص کون تھا کہ جس کے سامنے آپ اتنی تعظیم و توقیر سے پیش آئے کہ جیسی تعظیم و توقیر سے پیش آتے میں نے پہلے آپ کو کبھی نہیں دیکھا ہے۔ آپ بار بار اس شخص پر اپنے اور اپنے ماں باپ کو فدا کر رہے تھے؟"

تو میرے باپ نے کہا"اے بیٹا!وہ فرزند رضا علیہ السلام تھے کہ جو رافضیوں کے امام علیہ السلام ہیں۔ پھر کچھ دیر خاموش رہا اور دوبارہ گویا ہوا۔ اے بیٹا! اگر بنی عباس کے خلفاء سے امامت اٹھا لی جائے تو بنو ہاشم میں ان حضرت علیہ السلام کے علاوہ کوئی ایک بھی امامت کا مستحق نہیں ہے اور یہ حضرت علیہ السلام بھی امامت کے اس طرح مستحق ہیں کہ ان کی فضیلت، پاکدامنی، ہدایت، نفس کی حفاظت، زہد، عبادت، اچھا اخلاق اور نیکوکاری اپنی مثال آپ ہے۔

مجھے یہ ساری باتیں سن کر بہت قلق ہوا اور اپنے باپ کی یہ باتیں سن کر مجھے اپنے باپ پر غصہ آ رہا تھا۔ البتہ اس کے بعد اپنے باپ سے کوئی سوال کرنے کی مجھ میں ہمت تک نہ تھی کہ میں ان حضرت کے بارے میں کوئی بحث کرتا۔ پس میں نے بنی ہاشم، فوجی سرداروں، کاتبوں، قاضیوں، فقہاء سمیت تمام لوگوں میں سے جس سے بھی ان حضرت علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا تو میں نے دیکھا کہ وہ سب کے سب بھی میرے باپ کی طرح ان حضرت علیہ السلام کی از حد تعظیم و تکریم و توقیر بجا لاتے تھے اور ان حضرت علیہ السلام کو دیگر لوگوں یہاں تک کہ ان حضرت علیہ السلام کی اہل بیت علیہم السلام میں سے موجود دیگر بزرگوں پر بھی فضیلت و تقدیم کے قائل تھے۔ اور سب کہتے تھے۔ وہ رافضیوں کے امام علیہ السلام ہیں۔ پس یوں ان حضرت علیہ السلام کی قدرومنزلت میرے نزدیک بڑھتی گئی کیونکہ میں نے ان حضرت علیہ السلام کے دوست و دشمن جس کو بھی دیکھا وہ ان کے بارے میں اچھے الفاظ استعمال کرتا تھا اور ان حضرت علیہ السلام کی تعریف کرتا تھا۔

محفل میں موجود اشعریوں میں سے کسی نے اس سے کہا"اے ابو بکرا! ان حضرت علیہ السلام کے بھائی جعفر کی کیا خبر رہی ہے؟" تو اس نے کہا "جعفر تو ایسا شخص نہیں ہے کہ اس کی خبر گیری کی جائے یا اس سے تعلق رکھا جائے کیونکہ جعفر اعلانیہ فسق کرتا ہے اور شراب نوشی و شراب کشی میں مبتلا ہے۔ وہ تمام لوگوں سے کہ جنہیں میں نے دیکھا ہے کمتر اور حقیر تر ہے۔ اللہ کی قسم! امام حسن بن علی علیہ السلام کی شہادت کے وقت وہ اور اس کے اصحاب نے بادشاہ کے پاس وہ وہ باتیں کی کہ میں متعجب رہ گیا۔ مجھے نہیں گمان کہ وہ سب باتیں سچی ہوں۔

اس نے میرے باپ کے پاس پیغام بھیجا کہ فرزند رضا علیہ السلام مریض ہو گئے ہیں تو میرا باپ اسی وقت سوار ہو کر دارالخلافہ گیا۔ پھر بہت ہی جلد واپس پلٹا تو اس کے ساتھ خلیفہ کے خادموں میں سے پانچ افراد تھے کہ وہ سب کے سب خلیفہ کے قابل بھروسہ اور خاص لوگ تھے۔ ان میں تحریر بھی شامل تھا۔ میرے باپ نے ان سب کو امام حسن بن علی علیہ السلام کے گھر جا کر ہر وقت وہاں موجود رہنے کی تاکید کی تا کہ وہ امام علیہ السلام کی خبر گیری اور احوال گیری کرتے رہیں۔ اور میرے باپ نے ان طبیبوں کی ایک جماعت کو روانہ کیا کہ وہ یکے بعد دیگرے ان حضرت علیہ السلام کے پاس آتے جاتے رہیں اور ہر صبح و شام ان کی دیکھ بھال کرتے رہیں۔

اس سب کے دو روز بعد ایک شخص نے آکر میرے باپ کو بتایا کہ ان حضرت علیہ السلام کی طبیعت انتہائی تشویش ناک ہے تو میرا باپ صبح سویرے ان حضرت علیہ السلام کے پاس گیا اور پھر معالجوں کو حکم دیا کہ وہ ہمہ وقت ان حضرت علیہ السلام کے پاس موجود رہیں اور قاضی القضاۃ کو پیغام بھجوا کر بلایا۔

اور اسے حکم دیا کہ وہ ان حضرت علیہ السلام کے اصحاب میں سے دس افراد کہ جن کی دینداری، امانتداری اور پرہیز گاری پر ان حضرت علیہ السلام کو بھروسہ ہو۔ منتخب کر کے انہیں یہاں جمع کرو کہ وہ حسن علیہ السلام کے گھر میں ہمہ وقت موجود رہیں۔ پس اس نے انہیں شبانہ روز وہاں بنے رہنے کی ہدایت کی اور پھر وہ وہیں موجود رہے یہاں تک کہ ان حضرت علیہ السلام کی شہادت ہو گئی۔ وہ 260ھ ق کے ربیع الاول کے چند روز گزرنے کے بعد کی بات ہے۔ تب پورا سرمن رأی یک زبان ہو کر نوحہ کناں ہوا کہ فرزند رضا علیہ السلام شہید ہو گئے۔ تب بادشاہ نے کچھ لوگ بھیجے کہ جو ان حضرت علیہ السلام

کے گھر خصوصاً ان حضرت علیہ السلام کے خاص حجرے کی تلاشی لیں اور اس میں جو کچھ موجود ہے اسے سر بمہر کر دیں اور ان حضرت علیہ السلام کی اولاد کے آثار تلاش کریں اور وہ لوگ عورتوں کو لائے کہ جو آپ علیہ السلام کی کنیزوں کے پاس گئیں اور ان کو خوب دیکھا بھالا یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے کہا کہ ایک کنیز حاملہ ہے۔ تب حکم دیا گیا کہ اس کنیز کو ایک حجرے میں بند کر دیا جائے اور اس پر تحریر نامی خادم کو نگہبان مقرر کیا گیا کہ جو اپنے ساتھیوں اور عورتوں کے ہمراہ وہاں موجود رہا۔ پھر اس کے بعد ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کی تکفین و تدفین کا بندوبست شروع کر دیا۔ بازار بند ہو گئے۔ میرا باپ بنو ہاشم، فوجی سردار، کاتب اور تمام لوگ ان حضرت علیہ السلام کے جنازے میں شریک ہو گئے۔ اس روز سرمن رأی قیامت کا سماں پیش رہا تھا۔ جب وہ لوگ مکمل انتظام کر چکے تو بادشاہ نے ابو عیسیٰ متوکل کو پیغام بھیجا کہ آپ علیہ السلام پر جنازہ پڑھائے۔ جب جنازہ نماز کیلئے رکھا گیا تو ابو عیسیٰ آگے بڑھا اور اس نے آپ علیہ السلام کے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور وہاں پر موجود تمام بنو ہاشم علویوں، عباسیوں، فوجی سرداروں، کاتبوں، قاضیوں، فقہیوں، اور عادل لوگوں کو دکھایا اور کہا "یہ حسن بن علی بن محمد بن الرضا علیہ السلام ہیں کہ جو اپنے بستر پر ہی اس جہان فانی سے رحلت کر گئے ہیں۔ اس موقع پر امیر کے خادموں اور قابل بھروسہ اشخاص سے فلاں فلاں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ معالجوں میں سے فلاں فلاں اور قاضیوں میں سے فلاں فلاں وہاں پر موجود تھے۔ پھر اس نے آپ علیہ السلام کے چہرہ اقدس کو ڈھانپ دیا اور پھر قبلہ رخ ہو کر ان حضرت علیہ السلام پر پانچ تکبیریں کہیں اور پھر ان حضرت علیہ السلام کے جنازے کو اٹھانے کا حکم دیا تو وہ آپ علیہ السلام کے گھر کے درمیان سے اٹھایا گیا اور اس کمرے میں دفن کیا گیا کہ جس میں آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام مدفون تھے۔ جب ان حضرت علیہ السلام کو دفن کر دیا گیا اور لوگ چلے گئے تو بادشاہ اور اس کے ساتھی آپ علیہ السلام کی اولاد کی تلاش میں بہت مضطرب ہوئے۔ گھروں اور حویلیوں کی بہت تلاشی لی گئی۔ ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کی میراث کی تقسیم کو روک دیا۔ وہ لوگ اس کنیز کی کہ جس کے بارے میں انہیں وہم تھا کہ وہ حاملہ ہے دو سال تک نگرانی کرتے رہے یہاں تک کہ حمل نہ ہونے کا انہیں یقین ہوگیا۔ تب آپ علیہ السلام کی میراث ان حضرت علیہ السلام کی مادرگرامی قدر اور آپ علیہ السلام کی وصیت کا دعویٰ کیا کہ جو قاضی کے پاس ثابت ہوگئی اسی وجہ سے بادشاہ آپ علیہ السلام کی اولاد کی تلاش میں رہا۔

میراث کی تقسیم کے بعد جعفر میرے باپ کے پاس آیا اوراس نے میرے باپ سے کہا "تم میرے لیے بھی وہ شاہی مرتبہ قرار دو کہ جو میرے باپ اور میرے بھائی کیلئے تھا تو اس کے عوض میں تمہیں ہر سال بیس ہزار دینار پہنچاؤں گا۔ تو میرے باپ نے اسے بہت ڈانٹا۔ میں سن رہا تھا کہ میرے باپ نے اس (جعفر) سے کہا "اے احمق! بادشاہ تو تلوار تولے اور کوڑے تیار کیے ہوئے ان لوگوں کیلئے کہ جو عقیدہ رکھتے ہیں کہ تمہارے بابا بزرگوار علیہ السلام کو اس عہدہ امامت سے ہٹائے مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا ہے۔ پس اگر تم اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام اور اپنے برادر بزرگوار علیہ السلام کے شیعوں کے نزدیک امام ہو تو پھر تمہیں کسی بادشاہ یا غیر بادشاہ کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ تمہیں اس مرتبہ پر فائز کرے اور اگر تم ان لوگوں کے ہاں امام نہیں ہو تو پھر تم کبھی بھی اس مرتبہ کو نہیں پا سکتے۔

اس وقت میرے باپ نے اس کو بہت آڑے ہاتھوں لیا اور اس کی بہت تحقیر کی اور حکم دیا کہ دوبارہ اسے میرے باپ کے پاس نہ آنے دیا جائے پس اس کے بعد میرے باپ نے اسے دوبارہ ہرگز نہ آنے دیا یہاں

تک کہ میرا باپ فوت ہوگیا۔ ہم سرمن رأی سے نکلے تو معاملہ ویسا ہی تھا اور بادشاہ ابھی تک حسن بن علی علیہ السلام کے فرزندعلیہ السلام کی تلاش میں ہے آج تک بھی۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں لکھا ہے کہ میں نے تاریخ پر لکھی گئی بعض کتب میں دیکھا ہے مگر اسے محمد بن الحسین بن عباس سے نہیں سنا ہے کہ اس نے کہا ابو محمد علیہ السلام نے جمعة المبارک کے روز صبح کی نماز کے وقت فرمایا جبکہ اس رات امام علیہ السلام نے مدینہ کی طرف بہت سے خطوط اپنے مبارک ہاتھوں سے تحریر فرمائے تھے۔ اور یہ ربیع الاوّل کے آٹھویں روز کی بات ہے جبکہ سن ہجری کا دو سو 60ساٹھواں سال تھا۔ اس وقت صقیل نامی کنیز اور عقید نامی خادم اور اس کے علاوہ کوئی موجود نہ تھا کہ جسے اللہ نے علم عطا کیا۔ عقید نے روایت کی ہے کہ امام علیہ السلام نے وہ پانی منگوایا کہ جسے مصطگی کے ساتھ ابالا گیا تھا۔ تو ہم نے وہ لا کر آپ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ امام علیہ السلام نے فرمایا۔ مجھے سہارا دو کہ میں نماز شروع کرنا چاہتا ہوں۔ تو ہم نے امام علیہ السلام کی گود میں رومال باندھ دیا۔ امام علیہ السلام نے صیقل سے پانی لیا اور اس کے ساتھ اپنے چہرے اور اپنے بازوؤں کو ایک ایک بار دھویا اور پھر سر اور پاؤں پر ایک ایک بار مسح فرمایا اور بستر پر ہی صبح کی نماز پڑھی اور پیالہ اٹھایا تا کہ پانی پی سکیں تو پیالہ آپ علیہ السلام کے سامنے والے مبارک دانتوں سے ٹکرانے لگا کہ آپ علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں پر لرزا طاری تھا۔ صیقل نے وہ پیالہ آپ علیہ السلام کے مبارک ہاتھوں سے لیا اور آپ علیہ السلام اسی وقت ہی اس جہان فانی سے کوچ فرما کر درجہ شہادت شرف بخشا اور آپ علیہ السلام کو سرمن رأی میں ہی اپنے گھر کے اندر اپنے بابا بزرگوار علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ صلوات اللہ علیہما۔ آپ علیہ السلام اللہ جل جلالہ کے ہاں چلے تو اس وقت آپ علیہ السلام کی ظاہری حیات مبارکہ کے انتیس 29سال مکمل ہو چکے تھے۔

اس نے لکھا۔ اور عباد نے اسی حدیث میں مجھے روایت کی ہے کہ جب ابو محمد علیہ السلام کی مادرگرامی قدرعلیہ السلام کہ جن کا مبارک نام حدیث علیہ السلام تھا کو امام علیہ السلام کی شہادت کی خبر ملی تو وہ مخدرہ علیہ السلام سرمن رأی تشریف لائیں۔ اس مخدرہ علیہ السلام کی امام علیہ السلام کے بھائی جعفر کے ساتھ میراث کے بارے میں تنازعات اور اس معاملے میں بادشاہ کے پاس لے جانے اور وہاں پر جعفر کے جھوٹے ہونے کا معاملہ تشریح طلب اور طویل ہے۔

اسی وقت صیقل نے دعویٰ کیا کہ وہ حاملہ ہے تو اس کو معتمد کے گھر لے جایا گیا۔ معتمد کی کنیزیں اور بیویاں اور قاضی ابن ابی شوارب کی کنیزیں اور بیویاں ہر وقت اس کی خبر گیری کرتی تھیں۔ یہاں تک کہ صفار کا معاملہ عبداللہ بن یحییٰ کی موت کا معاملہ اور ان کے سرمن رأی سے نکالنے جانے کا معاملہ اور صاحب الزنج کے بصرہ میں اٹھ کھڑے ہونے کا معاملہ اور دیگر معاملات نے ان کی توجہ اس کنیز سے ہٹا دی۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں لکھا ہے کہ "ہمیں بیان کیا ابو الادیان نے، اس نے کہا کہ میں امام حسن بن علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن الحسین بن علی ابن ابی طالب علیہم السلام کا خدمتگار تھا کہ آپ علیہ السلام کے خطوط مختلف شہروں میں لے جایا کرتا تھا۔ آپ علیہ السلام کی اس علالت کے وقت کہ جس کے سبب آپ علیہ السلام شہید ہوئے۔ آپ علیہ السلام کی علالت کے وقت کہ جس کے سبب آپ علیہ السلام شہید ہوئے، آپ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر

ہوا تو امام علیہ السلام نے مجھے بہت سے خطوط لکھ کر دئیے اور ارشاد فرمایا "تم یہ خط لے کر مختلف شہروں میں جاؤ۔ یقینا تمہیں پندرہ دن کا سفر درکار ہے۔ تم سرمن رأی میں پندرہویں روز داخل ہو گے اور تمہیں میرے گھر سے آہ و پکار کی آوازیں سنائی دیں گی کہ مجھے غسل موت دیا جا چکا ہوگا۔

ابو الادیان نے روایت کی ہے کہ میں نے عرض کی "اے میرے آقا علیہ السلام! تو اس وقت امام علیہ السلام کون ہوگا؟"

امام علیہ السلام نے فرمایا "تم سے جو بھی میرے خطوط کے جوابات طلب کرے گا وہی میرے بعد امام قائم علیہ السلام ہوگا۔"

میں نے عرض کی "مجھے مزید ارشاد فرمائیے "تو امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "جو تھیلے نما پیٹی میں موجود کے بارے میں خبر دے وہی میرے بعد قائم علیہ السلام ہوگا" پھر مجھے آپ علیہ السلام کی ہیبت کے سبب جرأت نہ ہوئی کہ میں آپ علیہ السلام سے سوال کرتا کہ اس تھیلے نما پیٹی میں کیا ہے اور میں وہ خطوط لے کر مختلف شہروں کی طرف نکل پڑا اور پھر وہاں سے ان خطوط کے جوابات لیے اور جیسا امام علیہ السلام نے مجھے فرمایا تھا۔ ٹھیک پندرھویں روز میں سرمن رأی میں داخل ہوا تو آپ علیہ السلام کے در انور سے آہ و بکاء کی آوازیں آ رہی تھیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام کے بھائی جعفر کے گھر کے دروازے پر موجود تھے۔ جبکہ شیعہ حضرات اس کے اردگرد جمع ہو کر اسے تعزیت کر رہے تھے۔؛ میں نے دل ہی دل میں کہا "اگر یہ امام علیہ السلام ہے تو امامت ختم ہوگئی۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ وہ شراب نوشی کرتا، جوا کھیلتا اور طنبورا بجاتا تھا۔ پس میں بھی آگے بڑھا اور میں نے اسے تعزیت پیش کی۔ مگر اس نے مجھ سے کسی چیز کے بارے میں کوئی سوال نہ کیا۔

پھر عقید باہر آیا اور اس نے جعفر سے کہا "اے آقا! آپ کے بزرگوار علیہ السلام کو کفن دیا جا چکا ہے چل کر ان حضرت علیہ السلام پر نماز پڑھائیے۔ تب جعفر شیعوں کے ہمراہ اندر داخل ہوا تو سمان سب سے آگے تھا۔

جب ہم گھر کے اندر گئے تو دیکھا کہ امام حسن بن علی علیہ السلام کی لاش اطہر کو کفن دیا جا چکا تھا۔ تب جعفر آگے بڑھا کہ اپنے برادر بزرگوار علیہ السلام پر نماز پڑھے۔ جب وہ تکبیر کہنے لگا تو ایک خوبرو وجیہہ چہرے والا بچہ کہ جس کے مبارک دانت موتیوں کی طرح چمکتے تھے آگے بڑھا اور اس نے جعفر بن علی علیہ السلام کی ردا کو کھینچا اور فرمایا "اے چچا! میرے پیچھے آئیے کہ میں اپنے باپ پر نماز پڑھانے کا آپ سے بڑھ کر حقدار ہوں" تب جعفر پیچھے ہٹ گیا کہ اس کا چہرہ فک پڑ گیا تھا۔

پس وہ نوخیز علیہ السلام آگے بڑھا اور اس نے امام علیہ السلام پر نماز پڑھی اور آپ علیہ السلام کو اپنے بابابزرگوار علیہ السلام کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

پھر اس نوخیز علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا "اے بصریٰ! تمہارے پاس جو خطوط کے جوابات ہیں وہ لاؤ "پس میں نے وہ سب اس حضرت علیہ السلام کے حضور پیش کر دئیے اور میں نے اندر ہی اندر کہا "وہ دو علامتیں تھیں ابھی تھیلے والی علامت باقی ہے"

پھر میں جعفر بن علی علیه السلام کی طرف گیا تو دیکھا که وه آگ بگوله ہے۔ حاجر الوشاء نے اتمام حجت کیلئے اس سے کہا "اے میرے آقا! وه بچه کون تھا؟" تو جعفر نے کہا "اللہ کی قسم! اس سے پہلے میں نے نه اسے دیکھا ہے اور نه ہی اسے جانتا ہوں"

ہم اسی طرح بیٹھے تھے که قم سے کچھ افراد آئے اور ان لوگوں نے امام حسن بن علی علیه السلام کے بارے میں پوچھا تو انہیں آپ علیه السلام کی شہادت کے بارے میں بتایا گیا۔ ان لوگوں نے پوچھا "ہم تعزیت کسے پیش کریں؟" تو لوگوں نے جعفر بن علی علیه السلام کی طرف اشاره کیا۔ ان لوگوں نے اسے سلام کیا اور تعزیت پیش کی۔ اور ان لوگوں نے کہا "ہمارے پاس خطوط اور کچھ مال ہے۔ آپ ہمیں ان خطوط اور مال کے بارے میں بتلائیے۔"

تو جعفر کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا "وه سمجھتے ہیں که ہم علم غیب رکھتے ہیں"

اسی وقت ایک خدمتگار باہر آیا اور اس نے کہا "تمہارے پاس فلاں فلاں کے خطوط اور ایک پیٹی نما تھیلا ہے که جن میں ایک ہزار دینار ہیں که جن میں سے دس دینار طلائی ہیں۔ پس ان لوگوں نے وه خطوط اور مال اس کے حوالے کر دیئے اور ان لوگوں نے کہا "جس حضرت علیه السلام نے بھی تمہیں اس لیے بھیجا ہے وه ہی امام برحق علیه السلام ہیں"

پس جعفر معتمد کے پاس گیا اور اسے اس سارے ماجرے کی خبر دی تو معتمد نے اپنے خدمتگاروں کو بھیجا که جنھوں نے صیقل نامی کنیز کو گرفتار کر لیا اور اس سے بچے کے بارے میں پوچھ گچھ کی تو اس نے بچے کے بارے میں انکار کر دیا اور بچے کے احوال کو چھپانے کیلئے حمل کا دعویٰ کر دیا۔ اور اسے ابن شوارب کے حوالے کر دیا گیا۔ عبداللہ بن یحییٰ بن خاقان کی اچانک موت نے ان لوگوں کو حواس باختہ کر دیا۔ ادھر صاحب الزنج نے بصره میں قیام کر دیا۔ پس اس سب کے سبب کے وه اس کنیز سے غافل ہو گئے اور وه کنیز ان کے ہاتھوں سے نکل گئی۔ والحمد للہ ربّ العالمین لا شریک له۔

اور اس نے اسی کتاب ہی میں لکھا ہے که ہمیں بیان کیا ابو العباس احمد بن الحسین بن عبداللہ بن محمد بن مہران الابی العروضی نے مرو کے مقام پر۔

اس نے کہا که ہمیں بیان کیا ابو الحسین زید بن عبداللہ البغدادی نے، اس نے کہا که ہمیں بیان کیا ابو الحسن علی بن سنان الموصلی نے، اس نے کہا که مجھے بیان کیا میرے باپ نے که جب ہمارے آقا ابو محمد حسن بن علی العسکری علیه السلام کی شہادت ہوگئی تو قم اور پہاڑی علاقوں سے کچھ وفود اموال لے کر آئے جیسا وه لے کر آتے تھے که انہیں امام علیه السلام کی شہادت کی خبر نه تھی۔

جب وه لوگ سرمن رأی پہنچے تو ان لوگوں نے ہمارے آقا حسن بن علی علیه السلام کے بارے میں سوال کیا تو ان سے کہا گیا که وه حضرت علیه السلام اب نہیں رہے۔ تو ان لوگوں نے پوچھا۔ ان حضرت علیه السلام کا وارث کون ہے؟" تو لوگوں نے بتایا که ان حضرت علیه السلام کے بھائی جعفر بن علی علیه السلام ہیں۔ ان لوگوں نے جعفر کے بارے میں پوچھا تو انہیں بتایا گیا که وه سیر سپاٹے کیلئے گیا ہوا ہے که دجله میں کشتیوں پر سوار ہے۔ شراب اور گانے والی لونڈیاں اس کے ہمراه ہیں۔

تو وہ لوگ گھبرا گئے اور انہوں نے کہا "یہ امام علیہ السلام کی صفات تو نہیں ہیں" ان میں سے بعض نے دوسروں سے کہا "چلو تاکہ یہ اموال ان کے مالکوں کو واپس کر دیں۔ مگر ابو العباس احمد بن جعفر الحمیری القمی نے کہا "رکو یہاں تک کہ وہ شخص واپس آئے تا کہ ہمیں اس کے بارے میں صحیح حالت کی خبر معلوم نہ ہو۔"

جب جعفر واپس آیا تو وہ لوگ اس کے پاس گئے اور انہوں نے اسے سلام کیا اور کہنے لگے۔ اے ہمارے آقا! ہم قم کے شیعوں کی ایک جماعت ہیں۔ ہمارے ساتھ شیعہ و غیر شیعہ ہیں۔ ہم ہمارے آقا ابو محمد حسن بن علی علیہ السلام کے پاس کچھ اموال لائے تھے۔ اس نے پوچھا "وہ کہاں ہیں؟" ان لوگوں نے بتایا "ہمارے پاس ہے" اس نے کہا "وہ میرے پاس لاؤ" ان لوگوں نے کہا "وہ مال ایک بات سے مشروط ہے" اس نے کہا "وہ کس بات سے؟" ان لوگوں نے کہا "یہ اموال مختلف لوگوں سے جمع کیا گیا ہے اس میں عام شیعوں میں سے کسی کے ایک دینار اور کسی کے دو دینار ہیں۔ ان لوگوں نے وہ تھیلے میں رکھ کر اس پر مہر لگا دی ہے۔ پہلے ہم جب بھی یہ اموال لاتے تو ہمارے آقا علیہ السلام فرمایا کرتے تھے "کل مال اتنا ہے، اس میں سے فلاں کے اتنے دینار، فلاں کے اتنے دینار یہاں تک کہ تمام لوگوں کے نام لیتے تھے۔ یہاں تک کہ اس پر موجود نقوش بھی بتلا دیتے تھے" تو جعفر نے کہا"تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم لوگ میرے بھائی علیہ السلام کے بارے میں وہ بات کہہ رہے ہو کہ جو وہ نہیں کیا کرتے تھے۔ یہ تو غیب کا علم ہے"

راوی نے بتایا کہ جب اس گروہ نے جعفر کا کلام سنا تو ایک دوسرے کا چہرہ تکنے لگے۔ جعفر نے ان سے کہا "وہ مال میرے پاس لاؤ"

ان لوگوں نے کہا "ہم لوگ تو اجرت پر مال کے مالکوں کے وکیل ہیں۔ ہم یہ مال کسی کے حوالے نہیں کر سکتے مگر وہ کہ جس میں وہ علامات پائی جائیں کہ جو ہم ہمارے آقا ابو محمد علیہ السلام میں دیکھا کرتے تھے۔ اگر آپ امام علیہ السلام ہیں تو ہمیں دلیل دیجئے(معجزہ دکھائے) بصورت دیگر ہم یہ مال ان کے مالکوں کو پلٹا دیں گے۔ اور وہ جو چاہیں اس میں کریں۔"

پس جعفر خلیفہ کے پاس گیا اس وقت خلیفہ سرمن رأی ہی میں تھا۔ اور اس نے جا کر ان لوگوں کی شکایت کی۔ جب ان لوگوں کو خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا تو خلیفہ نے ان سے کہا "وہ مال جعفر کے حوالے کر دو"

ان لوگوں نے کہا "اللہ بادشاہ کو تندرستی عطا فرمائے! ہم لوگ تو اجرت پر وکلاء ہیں۔ یہ مال مالکوں کا ہے اور وہ پوری جماعت ہیں۔ ان لوگوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم یہ مال علامت "دلالت امامت کے بغیر کسی کے حوالے نہ کریں اور یہی قانون ابو محمد حسن بن علی علیہ السلام کے ساتھ بھی اپنایا جاتا تھا"

تو خلیفہ نے کہا "ابو محمد علیہ السلام کی امامت کی دلالت کیا تھی؟"

تو ان لوگوں نے کہا"وہ حضرت علیہ السلام ہمیں دیناروں کی ہئیت اور ان کے مالکوں کے بارے میں بتلاتے تھے اور اموال اور ان کی مقدار کے بارے میں بتلاتے تھے۔ جب وہ حضرت علیہ السلام ایسا کیا کرتے تھے تو ہم وہ اموال ان حضرت علیہ السلام کے حوالے کر دیا کرتے تھے۔ ہم کئی بار ان حضرت علیہ السلام، کی خدمت میں وفد بنا کر آئے۔ ان حضرت علیہ السلام کا طریقہ کار یہی تھا۔ پس ہم نے ان حضرت

علیہ السلام سے یہ دلالت و علامت امامت دیکھی تھی۔ اب وہ حضرت علیہ السلام شہید ہو گئے ہیں۔ پس اگر یہ شخص اس امر امامت کے عہدے پر فائز ہے تو اسے چاہیے کہ ہمیں ہمارے لیے حجت قائم کرے۔ جیسا کہ ان کے برادر بزرگوار علیہ السلام کیا کرتے تھے۔ بصورت دیگر ہم یہ اموال ان کے مالکوں کو پلٹا دیں گے"

تو جعفر نے کہا"اے بادشاہ! یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں۔ میرے بھائی علیہ السلام پر بہتان تراشی کر رہے ہیں کیونکہ یہ تو علم غیب ہے"

تو بادشاہ نے کہا"یہ لوگ پیام رساں ہیں اور پیام رسانوں پر واضح پیام رسانی کے علاوہ کچھ واجب نہیں ہوتا ہے"

پس جعفر مبہوت رہ گیا کہ اس سے جواب نہ بن پایا۔

تو ان لوگوں نے کہا "اللہ بادشاہ کی عمر طویل فرمائے حکم دیجئے کہ ایک گروہ ہماری حفاظت کرے تا کہ ہم اس علاقے سے باہر چلے جائیں۔

پس بادشاہ نے نقیب کو ان کے بارے میں حکم دیا کہ اس نے انہیں باحفاظت وہاں سے باہر نکالا۔ پس جب وہ لوگ شہر سے باہر چلے گئے تو ان کے پیچھے ایک جوان جو عام لوگوں سے زیادہ خوش شکل تھا باہر آیا گویا کہ وہ خدمتگار تھا۔ اس نے بلند آواز سے پکارا "اے فلاں بن فلاں، اے فلاں بن فلاں۔ اپنے مولا علیہ السلام کے پاس حاضری دو۔" ان لوگوں نے کہا"کیا آپ ہمارے مولا علیہ السلام ہیں؟" اس نے کہا "معاذ اللہ! میں تو آپ لوگوں کے مولا علیہ السلام کا غلام ہوں۔ تم لوگ ان حضرت علیہ السلام کے پاس چلو"

ان لوگوں نے روایت کی ہے کہ ہم اس غلام کے ساتھ چل پڑے۔ یہاں تک کہ ہم ہمارے مولا حسن بن علی علیہ السلام کے گھر میں داخل ہو گئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام کے فرزند قائم علیہ السلام ایک تختے پر تشریف فرما تھے گویا کہ وہ چاند کا ٹکڑا تھے۔ آپ علیہ السلام نے سبز رنگ کا لباس زیب تن فرمایا ہوا تھا۔ ہم نے آپ علیہ السلام کو سلام عرض کیا تو آپ علیہ السلام نے ہمیں جواب عنایت فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا"کل مال اتنے اتنے دینار ہیں۔ فلاں نے اتنا بھیج رکھا ہے، فلاں نے اتنا بھیج رکھا ہے" یہاں تک کہ آپ علیہ السلام نے تمام مال کے بارے میں بتلایا۔ پھر ہمارے لباس اور ہماری سواریوں اور ہمارے زادِ سفر تک کے بارے میں تفصیل سے بتلایا۔ پس ہم سب اللہ عزوجل کے حضور شکرانے کے طور پر سجدے میں گر پڑے کہ اس نے ہمیں حق کی معرفت عطا فرمائی اور ہم نے آپ علیہ السلام کے پاؤں والی زمین کو بوسے دئیے۔

پھر ہم نے جو چاہا آپ علیہ السلام سے سوال کیا۔ آپ علیہ السلام نے ہمیں اس کا جواب عطا فرمایا۔ ہم نے وہ تمام مال آپ علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضرت قائم علیہ السلام نے ہمیں حکم دیا کہ ہم آئندہ مال سرمن رأی نہ لائیں بلکہ امام علیہ السلام نے ہمارے لیے بغداد میں ایک شخص مقرر فرما دیا کہ تم لوگ اس کے پاس مال لے جایا کرو اور اس کی طرف سے تمہیں توقیعات ملتی رہیں گی۔"

پس ہم آپ علیہ السلام کی خدمت سے واپس آنے لگے تو امام علیہ السلام نے ابو العباس محمد بن جعفر القمی الحمیری کو حنوط کا کچھ سامان بھی دیا اور کفن بھی دیا اور اس سے فرمایا "اللہ تعالیٰ تمہیں تمہاری جان کے بدلے اجر عظیم عطا فرمائے" پس ابو العباس ہمدان کے عقب میں ہی پہنچا تھا کہ وفات پا گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ اس کے بعد اموال بغداد میں آپ علیہ السلام کی طرف سے مقرر کردہ نائبین کے پاس لے جائے جانے لگے۔ اور ان کی طرف سے توقیعات مبارکہ بھی برآمدہونے لگیں۔"

اور شیخ مفید نے الارشاد میں لکھا ہے کہ ابو محمد حسن بن علی علیہ السلام 260ہجری ق کے ربیع الاوّل کی ابتداء میں صاحب فراز ہوئے اور مذکورہ سال آٹھ ربیع الاوّل بروز جمعۃ المبارک شہید ہو گئے اور شہادت کے وقت آپ علیہ السلام کا ظاہری سن اقدس اٹھائیس سال تھا اور آپ علیہ السلام سرمن رأی میں اپنے گھر کے اندر اس کمرے میں مدفون ہوئے کہ جس میں آپ علیہ السلام کے بابا بزرگوار علیہ السلام کو دفن کیا گیا تھا۔ آپ علیہ السلام نے اپنے پیچھے اپنے فرزند المنتظر علیہ السلام کے حق کی حکمرانی کیلئے چھوڑا۔ کہ ان حضرت علیہ السلام کی اس دنیا میں نورانی آمد کو مخفی رکھا گیا تھا اور ان حضرت علیہ السلام کے امر کو بھی پوشیدہ رکھا گیا۔ کیونکہ مشکل وقت تھا اور بادشاہ شدت سے ان حضرت علیہ السلام کا متلاشی تھا اور اس نے پوری کوشش کی کہ آپ علیہ السلام کے امر امامت تک رسائی پا سکے۔

جبکہ مذہب شیعہ امامیہ میں امام علیہ السلام کی امامت کا نظریہ عام اور شیعوں کا حضرت علیہ السلام کے ظہور کا انتظار معروف ہے۔ امام عسکری علیہ السلام کی ظاہری حیات میں آپ علیہ السلام کے فرزند علیہ السلام ظاہر نہ ہوئے اور نہ ہی جمہور انہیں آپ علیہ السلام کی شہادت کے بعد پہچان پائے۔ اس لیے جعفر بن علی علیہ السلام جو ابو محمد علیہ السلام کے بھائی تھے ظاہری وارث بنے اور انہوں نے ہی آپ علیہ السلام کا ترکہ حاصل کیا اور ابو محمد علیہ السلام کی کنیزوں کو قید کروانے کی کوشش کی اور آپ علیہ السلام کی حلائل کو پابند بنانے کی سعی کی اور آپ علیہ السلام کے اصحاب پر آپ علیہ السلام کے فرزند علیہ السلام کے انتظار پر طعن و تشنیع کی اور اپنے اس کردار اور دعویٰ امامت کا سبب خود کو ان سے علیحدہ کر لیا۔ اور لوگوں کو دھوکہ دہی کے ذریعے خوفزدہ کیا اور انہیں پراگندہ کر دیا۔ ابو محمد علیہ السلام کے بعد بادشاہ نے آپ علیہ السلام کے اصحاب اور شیعوں کو از حد ظلم و ستم اور قید و بند کا نشانہ بنایا۔ ان کی تحقیر کیلئے کوئی کسر نہ اٹھا رکھی مگر ناکامی و نامرادی ہی اس کا مقدر بنی۔

جعفر نے ظاہری طور پر ابو محمد علیہ السلام کے ترکہ پر قبضہ کر لیا اور شیعوں کے نزدیک ابو محمد علیہ السلام کا قائم مقام بننے کی ہر ممکن سعی کی مگر کسی ایک نے بھی اسے اس منزلت و عہدہ پر قبول نہ کیا اور نہ ہی کوئی اس کی امامت کا عقیدہ بنا سکا۔ پس وہ بادشاہ وقت کے پاس گیا اور اس سے التماس کی کہ اسے اس کے برادر بزرگوار علیہ السلام جیسا مقام دیا جائے اور اس نے اسی سلسلے میں بہت زیادہ مال خرچ کیا اور بادشاہ کے قریب جانے کیلئے ہر وہ کام کیا کہ جو اس کے نزدیک بادشاہ کی خوشنودی کا سبب بن سکتا تھا مگر کسی چیز نے اسے فائدہ نہ دیا۔

اس بارے میں جعفر کی بہت سی خبریں ہیں کہ میرے خیال میں انہیں کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور اس کے کئی سبب ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ کتاب ان کی تشریح کی متحمل نہیں ہو سکتی ہے اور دوسرا یہ کہ وہ تمام واقعات امامیہ کے ہاں مشہور ہیں اور مخالفین کے ہاں بھی اس کی خبریں معروف ہیں اور میں اللہ ہی سے مدد کا طلبگار ہوں۔